بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللّٰہ ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتابُ النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ ثامن عشر)

کتاب الوصایا، کتاب الفرائض

ترتیب وتحقیق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

○ نام کتاب : کتاب النوازل (جلدِ ثامن عشر)

○ منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری

○ ترتیب وتحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

○ کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

○ ناشر : المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد

09412635154 - 09058602750

○ تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

○ اشاعتِ اول : جمادی الاول ۱۴۳۷ھ مطابق مارچ ۲۰۱۶ء

○ صفحات : ۵۲۸

○ قیمت :

ملنے کے پتے:

○ مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد **09058602750**

○ مکتبہ صدیق اَینڈ کلاتھ ہاؤس لال باغ مرادآباد **09997747293**

○ کتب خانہ یحیوی محلّہ مفتی سہارن پور

○ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی:

فَسْئَلُوْآ أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبياء: ۷]

ترجمہ: پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَالُ.

(سنن أبي داؤد ۱/۴۹ رقم: ۳۳۶، سنن ابن ماجة ۱/۴۳ قم: ۵۷۲)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کر لینا ہے۔

اِجمالی فہرست

کتاب الوصایا

کتاب الفرائض

❑❖❑

تفصیلی فہرست

کتاب الوصایا

وصیت سے متعلق مسائل	۲۴

کتاب الفرائض

ترکہ سے متعلق حقوق

تقسیم سے پہلے ترکہ میں تصرف کرنا ۱۸۶

میراث سے محرومی کے اَسباب	۲۰۵

میراث سے محروم اور عاق کرنے کا حکم	۲۱۴

اَصحاب الفرائض اور تقسیم ترکہ کے اُصول

عصبہ بننے والے وارثین ۴۲۳

ذوی الارحام اور دُور کے رشتہ دار ۴۵۴

متفرقات ۵۱۵

❑❖❑

کتاب الوصایا

وصیت سے متعلق مسائل

وصیت کتنے مال میں اور کن لوگوں کے لئے جائز ہے؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی آخری عمر ہے موت کا کوئی وقت مقرر ہمارے علم میں نہیں ہے، اس لئے زید چاہتا ہے کہ اپنے ورثہ کے لئے کچھ تحریری طور پر وصیت کر جائے؛ تاکہ کوئی باہم نزاع اور اختلاف نہ ہو؛ لہٰذا مندرجہ ذیل اُمور دریافت طلب ہیں:

(۱) زید کو اپنے کتنے مال میں وصیت کرنے کی اجازت ہے؟

(۲) زید کی ایک پوتی معذور گونگی بہری ہے، جب کہ اُس کے ماں باپ بقید حیات ہیں؛ لیکن تنگ دست ہیں، کیا زید کو اس کے لئے وصیت کرنے کی اجازت ہے؟

(۳) زید جاننا چاہتا ہے کہ کون کون وصیت کے مستحق ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زید کو اپنے مال میں صرف تہائی مال تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الفتح مرضًا اشفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن

تـذرهـم عـالّة يتـكـفـفون الناس وإنک لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتک الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ٣٢/٢، سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / بابٌ: لا ويصة لوارث ١٩٤/٢، مشكاة المصابيح / باب الوصايا ٢٦٥/١ رقم: ٣٠٧١، مرقاة المفاتيح ٢٣٠/٦ دار الكتب العلمية بيروت، ١٨١/٦ أشرفية ديوبند، نصب الراية ٤٠١/٤)

وتـجـوز بالثلث للأجنبي ...... وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ٣٣٩/١٠ زكريا)

ثـم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ٣، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

(۴) مسئولہ صورت میں زید اپنی معذور پوتی کیلئے تہائی مال کے اندر اندر وصیت کرسکتا ہے۔

وتـجـوز بالثلث للأجنبي ...... وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ٣٣٩/١٠ زكريا)

(۳) وصیت اُنہیں لوگوں کے لئے معتبر ہے جو میت کے شرعاً وارث نہ بن رہے ہوں پس جو لوگ وارث نہیں ہیں خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی اُن کے لئے تہائی مال کے اندر وصیت کی اجازت ہوتی ہے۔

وتـجـوز بالثلث للأجنبي ...... وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ٣٣٩/١٠ زكريا)

والأفـضـل أن يـجعل وصيته لأقاربه الذي لا يرثون إذا كانوا فقراء بإتفاق أهـل الـعـلـم – إلـىٰ قـولـه – مباحة كالوصية للأغنياء من الأجانب الأقارب ...... مستـحبة كـالـوصية للأقارب غير الوارثين، ولجهات البر والخير والمحتاجين. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢٠/٨-٢١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶/۶/۱۴۳۴ھ

وصیت کتنے مال میں نافذ ہوتی ہے؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص لاولد ہے، جس کی بیوی کا بھی انتقال ہوچکا ہے، وارثین میں بھتیجے ہیں، اور اَب خود کا بھی انتقال ہوگیا ہے، مذکورہ شخص نے اپنی صحرائی زمین تقریباً دس بارہ سال ہوئے ایک مسجد کو وصیت کردی تھی، کہ جب تک میں زندہ ہوں مالک ہوں، اور میرے مرنے کے بعد مسجد مالک ہے، اور سکنائی زمین یعنی گھر ایک بھتیجے کو لکھ دیا تھا۔ اَب یہ سنا ہے کہ یہ وصیت جائز نہیں ہے، صرف تہائی حصہ میں درست ہے، کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے وقت وصیت ایک تہائی کی کرسکتا ہے، تو مرنے کے وقت اور موت کے دس بارہ سال پہلے وصیت کرنے میں کوئی فرق ہے؟ یا دونوں کا ایک ہی حکم ہے، اگر دونوں کا ایک ہی حکم ہے، تو پھر یہ مطلب ہوتا ہے کہ آدمی کسی بھی حالت میں اور کسی بھی وقت اپنا سارا مال فی سبیل اللہ نہیں دے سکتا، تو اپنی زندگی میں زکوٰۃ، خیرات، حج وغیرہ بغیر اجازت وارثین کیسے درست ہوتی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی اور صحت کی حالت میں آدمی اپنے مال میں پوری طرح مالک ومتصرف ہوتا ہے، وہ اگر اُس وقت اپنا مال کسی کو دے کر اُسے مالک ودخیل بنادے تو یہ عطیہ شرعاً مکمل نافذ ہوجاتا ہے، اور اُس میں کسی دوسرے سے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی؛ لیکن مرنے کے بعد میت کے مال میں دیگر وارثین کا حق متعلق ہوجاتا ہے، اِس لئے وصیت کے بارے میں شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی متعین وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں ہے؛ تاکہ دوسرے ورثہ کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر فی سبیل اللہ وقف کی وصیت ہو یا اَجنبی کے لئے وصیت ہو، تو وہ صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، اُس سے زیادہ میں نہیں، ہاں اگر وارثین اپنا حق چھوڑ دیں، تو زیادہ میں وصیت نافذ ہوجاتی ہے۔

بریں بنا مسئولہ صورت میں جو زمین مسجد کے لئے وصیت کی گئی ہے، اُس کی قیمت اگر

میت کے کل مال کے تہائی سے کم ہے، تو وہ پوری زمین مسجد کو دے دی جائے گی، اور اگر اِس کے برخلاف ہو تو صرف کل مال کے تہائی حصہ میں ہی اُس وصیت کا نفاذ ہوگا، اور میت نے اپنے وارث بھتیجے کے لئے جس مکان کی وصیت کی ہے، اُس کا کچھ اعتبار نہیں؛ بلکہ یہ مکان حسبِ حصصِ شرعیہ سب ورثہ کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

عن عامر بن سعيد عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرض مرضًا أشفى فيه، فعاده رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، أفأتصدق بالثلثين؟ قال: لا. قال: فبالشطر، قال: لا. فبالثلث؟ قال: الثلث، والثلثُ كثيرٌ، إنک إن تترک ورثتک أغنياء خيرٌ من أن تدعهم عالةً يتكففون الناس. (سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء فيما لا يجوز للموصى في ماله ٣٩٥/٢ دار الحديث ملتان)

ولا تجوز بما زاد على الثلث، لقول النبي عليه السلام في حديث سعد بن أبي وقاص رضي اللّٰه عنه: الثلث، والثلث كثير، بعد ما نفى وصيته بالكل والنصف ولأنه حق الورثة. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ما يجوز من ذٰلك وما يستحب منه ٦٣٩/٤ إدارة المعارف ديوبند، ٦٥٤/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وتجوز بالثلث لأجنبي وإن لم يجز الوارث ذٰلک لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (شامي / كتاب الوصايا ٣٣٩/١٠، البحر الرائق / أول كتاب الوصايا ٤٠٣/٨ كراچی، الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٩٠/٦ دار إحياء التراث بيروت)

ولا تجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة بعد موته. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ٦٣٩/٤ إدارة المعارف ديوبند، ٦٥٥/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۹/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت صرف ثلث مال میں معتبر ہے

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا ایک مکان ہے، جو کہ میرے شوہر نے میرے نام کیا تھا، جس کی قیمت کم از کم دس لاکھ روپئے ہے، کاغذات و پروف موجود ہیں، اس مکان کے مغربی حصہ میں ایک کمرہ پختہ مع اسٹور وباورچی خانہ ہے جس کے سلسلہ میں بوقتِ ہبہ شوہر نے اپنے قبضے میں رکھنے کو کہہ دیا تھا، میرے دو لڑکے شادی شدہ اور تین لڑکیاں شادی شدہ ہیں اور میرے شوہر باحیات ہیں، میرے اس مکان میں باجازت میرے بڑے لڑکے نے اپنے رہنے کے لئے دو کمرے بنوائے ہیں، جس کی لاگت تخمیناً دو لاکھ روپئے ہے، جن کا حصہ کے علاوہ لاگت کا بھی مطالبہ ہے، اور میں نے یہ نیت کر رکھی ہے کہ اس مکان سے ایک لاکھ روپئے کسی مسجد میں لگائے جائیں اور میرے بڑے بیٹے کا میری طرف ذاتی قرضہ چالیس ہزار روپیہ ہے، اور میری پہلی بیماری میں فوت شدہ روزوں کا کفارہ ۱۵ر ہزار روپئے ہیں، یہ دونوں ادا کئے جائیں اور اگر آئندہ میری خدانخواستہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے روزے ونمازیں وغیرہ رہ جائیں، تو اُس کا کفارہ بھی اسی مکان کی قیمت سے ادا کیا جائے، ملحوظ رہے کہ میرا اور شوہر کا اس وقت کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے، ہم دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں، اَب میں اس مکان کے بارے میں بسبب مطالبۂ اولاد زندگی ہی میں وصیت نامہ تحریر کرنا چاہتی ہوں؛ لہٰذا اس مکان کا انداز تقسیم کیا ہو، اس میں میرا اور میرے شوہر کا کتنا حصہ ہوگا، اور دیگر میری اولاد کا کتنا کتنا حصہ ہوگا، اور میرے مرنے کے بعد وصیت کا نفاذ اور تقسیم میراث کیسے ہوگی؟ میں اپنی حیات میں ہی بغرض نجات از مواخذہ بحضور الٰہی اس مسئلہ کا قرآن وحدیث وشریعت کی روشنی میں حل کی ملتمس ہوں، نوازش کہ حل استفتاء روانہ فرمائیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مکان زندگی میں آپ کی ملکیت ہے، اس میں سے تہائی حصہ کے اندر اندر آپ کارِ خیر کے لئے یا اپنی نماز روزہ کے فدیہ کے لئے وصیت کرسکتی ہیں،

اور مابقیہ دوتہائی حصہ میں وارثین کے حق میں وصیت کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ اُن کے درمیان مال کی تقسیم حسبِ حصصِ شرعیہ ہوگی، اگر آپ چاہیں تو اس بات کی قانونی وصیت کردیں کہ میرے بعد میرے ترکہ کی تقسیم شریعت کے مطابق کی جائے، اس سے آپ کا ذمہ بری ہوجائے گا اور جس لڑکے نے آپ کے مکان میں آپ کی اجازت سے کمرہ بنائے ہیں، جب مکان کی تقسیم ہوگی تو اگر اس کے حصہ میں زائد جگہ آرہی ہو تو اس سے قیمت لے کر بقیہ ورثہ کو حسبِ استحقاق دینا ضروری ہوگا، اور اگر اس لڑکے کا آپ کی طرف واقعتاً قرض ہے تو ترکہ میں سے اولاً قرض کی ادائیگی ہوگی اُس کے بعد دیگر تقاضے پورے کئے جائیں گے۔

المالك هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملك. (تفسير البيضاوي ۷)

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳٦٤۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲٦٥)

وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه يقسم الأرض بالمساحة، ثم يرد من وقع البناء في نصيبه أو من كان نصيبه أجود دراهم على الآخر، حتى يساويه فتدخل الدراهم في القسمة ضرورة. (الهداية / القسمة ٤۱٦/٤ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی

سوال (۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: گذشتہ ماہ اگست کے اوائل میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا، وہ کرایہ کے مکان میں رہتی تھیں اور اسی مکان کا سودا اُنہوں نے مالک مکان ببو سے ایک لاکھ بیس ہزار روپئے میں طے کرلیا تھا، ایک صاحب ننی بھائی کی معرفت ۸۵۰۰۰/ روپئے مالک مکان کو ادا بھی کردئے اور بعد میں ۱۵۰۰/ روپئے مزید دئے جو مالک مکان کے بجائے ننی بھائی کے پاس محفوظ ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ تمہاری والدہ نے اس مکان کی مسجد کے نام وصیت کردی ہے؛ اس لئے تمہیں کچھ نہ ملے گا، جب کہ میں اُن کی تنہا وارث ہوں، اب مجھے دو باتیں پوچھنی ہیں: پہلی یہ کہ مکان کی بیع مکمل ہوچکی، جو اُن کی وصیت کا اعتبار کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ وصیت تو تہائی جائیداد میں نافذ ہوتی ہے، اِس صورت میں بھی دوتہائی میراث مجھے ملنی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال آپ کی والدہ نے ’’ببو بھائی‘‘ سے جو مکان خریدا تھا، اُس کی بیع تام ہوچکی ہے، بعد میں جو ۱۵/ ہزار روپئے ’’ننی بھائی‘‘ کو دئے گئے ہیں اُن پر لازم ہے کہ وہ یہ رقم ’’ببو بھائی‘‘ کو پہنچائیں، پھر والدہ کے بقیہ ترکہ سے اولاً ۲۰/ ہزار روپئے کی ادائیگی ’’ببو بھائی‘‘ کو کی جائے گی؛ اِس لئے کہ وہ ان کا حق ہے، اور اِس بات کے لئے کہ والدہ نے مذکورہ مکان مسجد کو دینے کے لئے وصیت کی تھی پختہ ثبوت چاہئے، محض ’’ننی بھائی‘‘ کے کہہ دینے سے وصیت ثابت نہ ہوگی، اور اگر وصیت کا پختہ ثبوت مل جائے تو اس کا نفاذ صرف ایک تہائی مکان میں ہوگا، بقیہ دوتہائی حصہ مرحومہ والدہ کے شرعی وارثین کا حق ہوگا۔

وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع، ولاخيار لواحد منهما، إلا من عيب أو عدم رؤية …… ويجوز البيع بثمن حال ومؤجل إذا كان الأجل معلومًا.

(الهداية ٤/٣ إدارة المعارف ديوبند، ٢٠/٣ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وإنما تقدم الديون المعروفة الأسباب؛ لأنه لا تهمة في ثبوتها إذا لمعاين لا مَرَدَّ له، وذلک مثل بدل مال ملكه. وفي الفتح: كثمن المبيع، وبدل القرض.

(فتح القدير مع الهداية / باب إقرار المريض ٣٨٤/٨ دار الفكر بيروت)

وتـجـوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلک، لا الـزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته، وهم كبار. (الـدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ۱۰/۳۳۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۷/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ورثہ کی موجودگی میں وصیت صرف ثلث مال میں نافذ ہوگی

سوال (۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین بھائی تھے، تینوں کا زندگی ہی میں الگ الگ بٹوارہ ہوگیا تھا، اور اپنی اپنی کمائی سے علیحدہ علیحدہ مکان بھی بنالئے تھے، زید کے دونوں بھائی پہلے مرحوم ہوگئے تھے، زید میاں بیوی دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور طے کیا کہ اگر میں پہلے مرگیا تو تم مسجد میں مکان وقف کردینا اور اگر تم مرگئی تو میں مسجد میں دے دوں گا، زید کا پہلے انتقال ہوگیا، اُس کی بیوی نے اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق مکان مسجد میں لکھادیا، اَب اُس کی بیوی بھی مرچکی ہے، کچھ پیسہ بھی بینک میں جمع ہے، کل جائیداد اُس نے لکھایا ہے، مذکورہ میاں بیوی لاولد تھے تو اِس مسئلہ کے بارے میں شرعی فیصلہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر زید کے دیگر ورثہ (بھتیجے وغیرہ) موجود ہیں، تو اُس کی وصیت صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، اِس سے زیادہ میں نفاذ کے لئے دیگر ورثہ کی رضامندی ضروری ہے۔

عـن عـامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الـفتـح مـرضًـا اشـفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يـعـودنـي، فـقـلـت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بـمـالـي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت:

فـالثـلـث؟ قـال: الثـلث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تـذرهـم عـالّة يتـكـفـفون الناس وإنک لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة تـرفعها إلى في امرأتک الخ. (سـنـن التـرمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، سـنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / بابٌ: لا ويصة لوارث ۱۹٤/۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/٦ دار الكتب العلمية بيروت، نصب الراية ٤۰۱/٤)

ولا تـجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة. (البداية مع الهداية ٦۳۸/٤)

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لـم يـخـرج ولم تـجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤۸٤/۱ رقم المادة: ۸۷۹ كوئٹه)

وإن أوصـىٰ لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان. (البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ۲۲٤/۹ زكريا، وكذا في الدر الـمـختـار، كتـاب الـوصـايـا / باب الوصية بثلث المال ٦٦۷/٦ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ۳۸۷/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

ومـن أوصـىٰ لـرجل بثلث ماله ولاٰخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فالثلث بينهما الخ. (الهداية ٦٤٦/٤، ٦٦۲/٤ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱۰/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک فریق کی رضامندی کے بغیر دیگر ورثہ کیلئے وصیت جائز نہیں

سوال (٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بدھن بیگ ولد چھٹن بیگ نے ایک قطعہ مکان پختہ دومنزلہ واقع محلّہ طویلہ مرادآباد کے بابت ایک وصیت نامہ مؤرخہ ۳ رمئی ۱۹۸۹ء کو اپنے پسران راحت بیگ وپتن بیگ کے حق میں نصفا نصف

حصص شمالی وجنوبی کے پتن بیگ کے نصف حصہ جنوبی میں غسل خانہ وپاخانہ تعمیر ہے، جس کے متعلق وصیت نامہ مذکورہ میں تحریر ہے کہ غسل خانہ وپاخانہ ہمیشہ ہمیشہ مشترکہ رہیں گے۔ دیگر یہ بھی تحریر ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک حصہ دار کے ہاتھ بیچنے کا پابند ہے، پتن بیگ مذکور کے حصہ زیریں میں راحت بیگ کا کارخانہ بدھن بیگ کی حیات سے ہی چل رہا ہے، جس کے متعلق وصیت نامہ مذکور میں یہ تحریر ہے کہ اگر راحت بیگ کارخانہ مذکور کا استعمال کریں گے تو راحت بیگ وپتن بیگ کو اس کے استعمال کا دوسو روپیہ ماہوار دیں گے؛ لہٰذا از روئے شرع وصیت کی ایسی شرائط جائز ہیں کہ نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وارث کے حق میں وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں، الا یہ کہ سب ورثہ اِس وصیت کے نفاذ پر متفق ہوجائیں۔ مسئولہ صورت میں اگر سب وارثین اس تحریری وصیت اور اُس کی شرائط پر اتفاق کرلیں تو فبہا، ورنہ اگر اتفاق نہ ہو تو اس وصیت کا شرعاً اعتبار نہ ہوگا، اور ہر مستحق وراثت کو اپنے مملوکہ وراثتی حصہ میں تصرف کا مطلقاً حق ہوگا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة". قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي خراسان، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئًا، وكان الحديث عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٥/٢٢١ رقم: ٨٠٧٠ مكتبة مؤسسة الريان بيروت)

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ٢/٣٢ رقم: ٢١٢٠، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٢/٣٩٦ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ٢/١١٣ رقم: ٣٦٤٠ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ٢٦٥)

ولا لـوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦/٦٥٥ دار الفكر بيروت، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ٩/١١٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول في الوصايا ٦/٩٠ زكريا)

ولا تـجـوز لـوارثه الخ، إلا أن يجيزها الورثة. (الـدراية مع الهداية ٤/٦٤١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کی اجازت سے ثلث سے زیادہ کی وصیت جائز ہے

سوال (۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابراہیم نے ایک شخص کے لئے وصیت کی ہے تو کیا وہ ثلث مال سے زائد میں نافذ ہوسکتی ہے؟ نیز ایک بھتیجہ محمد انیس محمد ابراہیم کی زندگی میں ہی انتقال کرگیا تھا اس کی اولادوں کو ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دیگر وارثین راضی ہوں تو ثلث مال سے زیادہ میں وصیت نافذ ہوسکتی ہے، اور اگر دیگر وارثین راضی نہ ہوں تو ثلث سے زائد میں وصیت نافذ نہ ہوگی، نیز جو بھتیجہ چچا کی زندگی میں انتقال کرگیا ہے، اس کا چچا کے ترکہ میں کوئی حق نہ ہوگا۔

وإن أوصى لأحدهما بجميع ماله وللآخر بثلث ماله، ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان، وهٰذا عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ. قال رحمه اللّٰه: ولا يضرب الموصىٰ له بأكثر من الثلث ...... وله أن الموصىٰ له يضرب بما يستحقه وهو لا يستحق ما وراء الثلاث إلا بإجازة الورثة، ولم توجد. (البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٩/٢٢٤ زكريا)

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار.

(الهداية ٦٥٤/٤-٦٥٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے حق میں وصیت

سوال (۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشرت النساء نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے ایک غیر شادی شدہ لڑکے اور ایک نواسی کے لئے کچھ سامان کی وصیت کی تھی (مثلاً کپڑا اور دیگر سامان) وہ سامان اُس کے بیمار ہونے کے بعد اپنی لڑکی کے گھر چلے جانے کی وجہ سے عشرت النساء کے گھر سے نہیں اُٹھایا گیا، اِس بیچ میں عشرت النساء کا انتقال ہوگیا، ہم کواِس بات کا فتویٰ چاہئے کہ جو سامان وصیت کیا گیا تھا، وہ اُن کو دے دیا جائے یا مرنے کے بعد جیسے تقسیم کیا جاتا ہے، ویسے کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عشرت النساء کی وصیت اپنے لڑکے کے حق میں (وارث ہونے کی وجہ سے) دیگر وارثین کی اِجازت پر موقوف رہے گی، اگر وارثین اِجازت دے دیں تو اُسے مذکورہ لڑکے کو دے دیا جائے اور اگر اجازت نہ دیں تو اُس کے حق میں وصیت کردہ اَشیاء کو ترکہ کے ساتھ تقسیم کردیا جائے؛ البتہ نواسی کے لئے (وارث نہ ہونے کی وجہ سے) وصیت ثلث مال کے اندر اندر مطلقاً نافذ ہوجائے گی۔

ولا لوارثه ...... مباشرة إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦٥٥/٦ دار الفكر بيروت، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ١١٢/٩ زكريا)

ولا تجوز (أي الوصية) بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثاء بعد موته، وهم كبار ...... ولا تجوز الوصية للوارث إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاوىٰ الهندية / كتاب الوصايا ٩٠/٦ رشيدية)

تـجـوز بـالـثـلـث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث لا الزيادة عليه. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٦٥٠/٦ كراچی، ٣٣٩/١٠ زكريا)

ولا تـجـوز لـوارثه إلا أن يجيزها الورثة. (الهـداية / كتـاب الـوصايا ٦٤١/٤ إدارة المعارف ديوبند، ٦٧٥/٤ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے لئے وصیت معتبر نہیں

سـوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم چار بھائی اور تین بہنیں ہیں، سب شادی شدہ ہیں، تینوں بہنیں اپنی اپنی سسرال میں رہتی ہیں، اور تین بھائیوں نے اپنا اپنا مکان الگ بنالیا، چوتھا چھوٹا بھائی والدین کے ساتھ رہتا ہے، وہ مکان والد صاحب کا ہی ہے، میرے والد نے انتقال سے تقریباً پانچ چھ مہینے پہلے پورا مکان چھوٹے بھائی کے نام وصیت کر کے لکھ دیا۔

سوال یہ ہے کہ میرے والد صاحب کا یہ وصیت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ اور اِس وصیت کی وجہ سے مکان سے میرا حصہ ختم ہوگیا ہے یا نہیں؟ صحیح صورتِ حال سے مدلل نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الـجـواب وبـالـلّٰه الـتـوفـيـق: وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ کے والد صاحب نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لئے پورے مکان کی جو وصیت کی ہے اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا؛ بلکہ یہ مکان والد صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے سب ہی ورثہ (لڑکے لڑکیوں) کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا، اور آپ بھی اپنے حصہ کے مستحق ہوں گے؛ البتہ اگر دیگر وارثین بخوشی راضی ہوں اور اپنا حصہ رضامندی سے اپنے بھائی کے لئے چھوڑ دیں تو مذکورہ وصیت نافذ ہوسکتی ہے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳٦٤۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲٦۵)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاویٰ الهندية ۹۰/٦ زكريا)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاثٍ بالنسب وهو القرابة. (الفتاویٰ الهندية ٤٤۷/٦ زكريا)

لا يسقط الحق بتقادم الزمان. (شرح المجلة ۹۹٦/۲ رقم المادة: ۱٦۷٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۳۰/۶/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے حق میں وصیت کا اعتبار نہیں

سوال (۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حنیف مرحوم کو کوئی اولاد نہیں؛ لیکن حنیف مرحوم نے ۱۹۷۱ء میں اپنے دو فرزند عین الحق اور کاری کے نام سے زمین رجسٹری کردی، جس دستاویز کا اردو ترجمہ آپ کے سامنے میں ہے۔

مزید کاغذی کارروائی کرتے ہوئے ۱۹۷۲ء میں کھاتہ بھی عین الحق اور کاری کے نام سے کھلوادیا، جس کی کاپی دستاویز سے منسلک ہے۔ یہ دونوں رسید وغیرہ اپنے نام سے کٹواتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں حنیف مرحوم کا انتقال ہوگیا، ان کے دونوں فرزند عین الحق اور کاری آج سے ۳۰/سال قبل کھسرہ نمبر: ۱۸۶۲ کی زمین کو علی موسیٰ اور زبیدہ خاتون کے ہاتھ بیچ دی، مذکورہ زمین کو علی موسیٰ اور زبیدہ خاتون نے ۳۰/سال قبل خریدی اس وقت سے اس پر قابض داخل ہے، زمین بہت گہری

تھی، لاکھوں روپئے کی مٹی ڈال کر علی موسی اور زبیدہ خاتون نے زمین کو ہموار کیا، اسی پر بھینس کے مکان بنائے ہوئے ہیں، اور اینٹ کے مکان زیر تعمیر ہے، علی موسی اور زبیدہ زمین کا داخل خارج کراکے اپنے نام سے ۳۰؍سال سے رسید بھی کٹوا رہے ہیں۔

بتائیں مفتیان کرام موجودہ کاغذات اور زمین کی مذکورہ حالات کی روشنی میں کیا عین الحق اور کاری کے علاوہ حنیف مرحوم کی دوسری اولاد کو حق وراثت ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ملحقہ دستاویز کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ حنیف مرحوم نے اپنے دو فرزندوں کے نام جو زمین رجسٹری کی تھی وہ بطور ملکیت نہ تھی؛ بلکہ بطور وصیت تھی اور وارثین کے حق میں شرعاً وصیت معتبر نہیں ہوتی؛ اس لئے حنیف مرحوم کی وفات کے بعد اس زمین میں حنیف کے سبھی وارثین کا حق ہوگا، اور وہ زمین چوں کہ حسبِ تحریر سوال فروخت کی جا چکی ہے؛ اس لئے مذکورہ دونوں فرزندوں پر لازم ہے کہ وہ دیگر حصہ داروں کو ان کا حق ادا کرنے کی فکر کریں، ورنہ آخرت میں مؤاخذہ دار ہوں گے۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالیٰ قد أعطی كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳٦٤۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۱۱/۱۴۳٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے لئے کی گئی وصیت کی تعمیل ضروری نہیں

سوال (۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: کوئی شخص اپنے مرنے سے پہلے اپنے مکانات اور جائیداد وغیرہ کے بارے میں وصیت زبانی وتحریری کرکے اندارج کرادیتا ہے، تو اُس کے مرنے کے بعد اُن کی اولاد کو اِس وصیت کے مطابق چلنا ہے یا اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے چلنا ہے؟ دوسری صورت میں اگر پھر بھی کوئی ایک شخص ساری جائیداد سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہو، خاندان کے دوسرے متعلقین کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو، ان کے جذبات کو کچل رہا ہو، تو ایسے ظالم کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت کے بارے میں اولاً یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وارث کے حق میں وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہوتا؛ لہٰذا میت نے اگر اپنے وارث کے لئے وصیت کی ہے تو وارثین پر اس کی تعمیل ضروری نہیں، اور اگر وصیت کا تعلق غیر وارث سے ہے تو اُس کا نفاذ صرف تہائی مال میں ہوتا ہے؛ البتہ اگر دیگر وارثین کو کوئی اعتراض نہ ہو تو تہائی سے زیادہ میں بھی اُس کی وصیت نافذ ہوجائے گی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳٦٤۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲٦٥)

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلک، لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ۳۳۹/۱۰ زكريا)

دیگر مستحقین کو محروم کرکے کسی ایک وارث کا پوری جائیداد پر قابض ہوجانا صریح ظلم اور قطعاً ناجائز ہے، جو شخص بھی اُس کا مرتکب ہوگا، وہ دنیا وآخرت کے خسارہ میں رہے گا اور عنداللہ اس سے سخت مؤاخذہ ہوگا۔

عـن سالم عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من أخـذ شيـئًـا مـن الأرض بـغير حقّه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٣/١ رقم: ٣١٩٦ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ٣٣/٢، مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية / الفصل الثالث ٢٥٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۷/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارث کے لئے اِس طرح وصیت کرنا کہ زندگی بھر میں مالک رہوں گا اور مرنے کے بعد تمہاری ملکیت ہوگی؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسمی جاگیردار حبیب شمس ولد میجر حبیب علی صاحب مرحوم ساکن حیدرآباد کی اولاد میں دو لڑکیاں محبوب بیگم ناز اور غوث النساء بیگم، شاہین اور ایک لڑکا حبیب محسن صدیق ہیں، تینوں بہن بھائی بالغ صاحب اولاد اور صاحب جائیداد ہیں، تینوں امریکہ کے شہری ہیں، اور اصل حیدرآباد دکن کے باشندے ہیں، ان کے والد مسمی حبیب شمس صاحب نے اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو اپنی سمجھ اور اپنے اندازہ سے اپنی اولاد دو بیٹوں اور ایک بیٹے میں شروع سے ہی خانگی طور پر تقسیم کردیا تھا، اس میں ایک مکان نمبر ۷-۴-۵ قدیم کٹلمنڈی جو رہائش کے لئے خریدا گیا خریدتے وقت لاڈو محبت میں برکۃً چھوٹی بیٹی کے نام رکھا گیا، اس وقت دینے کا ارادہ نہیں تھا، بعد میں والد مذکور نے تقسیم میں بیٹی غوث النساء بیگم شاہین کو اس شرط پر دے دیا کہ ماں باپ کی زندگی تک ماں باپ اسی مکان میں رہیں گے، اس کے بعد یہ مکان غوث النساء بیگم کی ملکیت ہوگا، اسی شرط پر اس کی رجسٹری بھی ہوگئی؛ کیوں کہ یہ گھر رہائشی گھر تھا، دوسرا متبادل حل بھی نہیں تھا، اس لئے ماں باپ بہن بھائیوں کی رضامندی سے یہ فیصلہ ہوا کہ یہ مکان مسماۃ شاہین اپنے بھائی حبیب محسن کو چھوڑ دیں اور اس کے عوض میں والد صاحب کی جائیداد میں سے دوسری جائیداد دو کانیں، وغیرہ مسماۃ شاہین کو

دے، اس پر دونوں فریق راضی ہوگئے، مکان چوں کہ رجسٹرڈ تھا، اس لئے قانونی کاروائی بذریعہ نوٹری یہ کی گئی کہ مکان مسماۃ شاہین نے اپنے بھائی حبیب محسن کو ہبہ کیا اور والد جیب شمس نے دو جگہ کی چند دوکانیں شاہین کو ہبہ کیں، اس پر دستخط ہوئے نوٹری تصدیق ہوگئی، یہ معاملہ جون ۱۹۸۸ء میں ہوا مسماۃ شاہین بیگم کی دوکانیں ماسٹر پلان میں آ گئیں، معمولی معاوضہ ملا، وہ بھی اُن ہی کے اکاؤنٹ میں گیا، اسی دوران حبیب محسن صدیق نے مکان کی تعمیری تغیر وتبدل میں کئی لاکھ روپئے خرچ کئے، اَب ۲۰۰۲ء میں مسماۃ غوث النساء بیگم شاہین کا مطالبہ کہ مکان ہی دیا جائے یا آدھا دیا جائے، اس لئے کہ مجھے حصہ داری میں کم ملا یا مجھے نقصان ہوا ہے، مذکورہ بالا تمام صورتوں میں شرعی حکم کیا ہے؟ یہ بھی تحریر فرمائیں کہ والد کو کتنا اختیار ہے، اور اولاد کو مطالبہ کا کتنا اختیار ہے؟ جب کہ والد مسمی جاگیردار حبیب شمس حیات ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی وارث کو اس شرط پر کوئی چیز دینا کہ زندگی بھر میں مالک رہوں گا اور مرنے کے بعد تمہاری ملک ہوگی، یہ وصیت کی ایک شکل ہے، جو وارث کے حق میں نافذ نہیں ہوگی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں حبیب شمس صاحب نے اپنی بیٹی غوث النساء کے نام جو مکان کیا ہے وہ غوث النساء کی ملکیت میں داخل نہ ہوگا، اور جب ملکیت میں داخل نہ ہوا تو اس کی طرف سے اپنے بھائی کو چھوڑنا بھی درست نہ ہوا؛ البتہ حبیب شمس نے اپنی دانست میں مکان کے بدلہ میں جو چند دوکانیں غوث النساء کے نام ہبہ کی ہیں، جن پر اُنہوں قبضہ بھی کرلیا اور ماسٹر پلان آنے کے بعد ان دوکانوں کا معاوضہ بھی حاصل کرلیا، تو یہ ہبہ اپنی جگہ درست ہوجائے گا، اب موجودہ صورت حال میں چوں کہ حبیب شمس باحیات ہیں، اِسی لئے ان کو شرعاً اختیار ہے کہ وہ اپنے وارثین کو زندگی ہی میں مالک بنا کر قابض ودخیل کردیں، اور بہتر یہ ہے کہ سب لڑکے اور لڑکیوں کو برابر برابر حصہ دیں، اگر زندگی میں تقسیم نہ ہوسکے، تو انتقال کے بعد جو وارثین حیات ہوں گے، ان کو حسب شرع حق ملے گا، اور زندگی میں والد پر جبر کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ والد اپنی ملکیت کے بارے میں خود مختار ہیں۔

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاویٰ الهندية ٦/٩٠ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (شامي / كتاب الهبة ٨/٤٩٣ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٣/٤٨٩ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ١/٤٧٣ رقم المادة: ٨٦١)

والإرث في الشرع: انتقال مال الغير إلى الغير على سبيل الخلافة.

(الفتاویٰ الهندية / كتاب الفرائض ٦/٤٤٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی اگر اپنے لئے وصیت کا دعویٰ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر زید کی بیوی یہ کہے کہ میرے شوہر زید نے مجھے وصیت کی ہے جس کی کوئی گواہی نہیں، اور نہ ہی کوئی تحریر ہے، تو وہ قابل اعتبار ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وارث کے حق میں وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا؛ لہٰذا اگر زید نے بالفرض بیوی کے لئے کوئی وصیت کر رکھی ہے، تو شرعاً وہ نافذ نہ ہوگی۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن الله تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ٢/٣٢ رقم: ٢١٢٠، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٢/٣٩٦ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ١١٣ رقم: ٣٦٤٠

دار الفکر بیروت، مشکاۃ المصابیح ٢٦٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر منقسمہ جائیداد میں بیوی کا اپنے اور اپنے بچوں کے لئے وصیت کا دعویٰ کرنا؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے تین بیویاں اُن میں ایک مطلقہ ہیں، پھر اُن تینوں سے پیدا ہونے والی ۱۶/اولادیں ہیں، اُس شخص نے انتقال سے قبل سیلنگ اور ٹیکس سے بچنے کے لئے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ اپنی بیویوں اور اولادوں کے نام کرادیا، مگر قبضہ اپنا ہی رکھا، اور کچھ حصہ خود اپنے نام پر رکھا، متوفی کے انتقال کے بعد اُس کی ایک بیوی نے غیر تقسیم شدہ جائیداد کی کاروباری رقم (یعنی دوکان نہیں؛ بلکہ دوکان کا کاروبار جس رقم سے چلتا ہے) کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ مرنے والے نے بوقت وفات اِس رقم کی میرے اور میرے بچوں کے لئے وصیت کی ہے، جب کہ اُن کے اس دعویٰ پر کوئی ثبوت شرعی اور بینہ شرعیہ نہیں ہے، صرف مدعیہ کا دعویٰ محض ہے، تو کیا مدعیہ کا یہ دعویٰ ازروئے شرع معتبر ہے، جب کہ متوفی کی دوسری بیویاں اور اُن کی اولاد اِس رقم میں ازروئے شرع بحیثیت وارث شرکت کی دعوے دار ہیں، تو کیا شرعاً اس مدعیہ کا دعویٰ تسلیم کرکے دوسرے وارثین کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعات اگر صحیح ہیں، تو اُن کے متعلق احکامِ شرعیہ بالترتیب درج کئے جاتے ہیں:

الف:- جو مال منقولہ یا غیر منقولہ مذکورہ شخص نے اپنی اولاد یا بیویوں کے نام کیا تھا، مگر اپنے قبضہ سے نہ نکالا تھا، تو اُس مال کا وہ خود ہی مالک ہے، جن کے نام وہ مال ہوا ہے، وہ اُس کے مالک نہیں ہیں؛ لہٰذا یہ سب مال اُس شخص کے انتقال کے بعد اُس کے سب موجود ورثہ میں حسبِ

حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا۔

والقبض لا بد منه لثبوت الملک. (الهداية ٣/٢٨٢)

ب:- اور مذکورہ بیوی نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے میت کی جس وصیت کا دعویٰ کیا ہے، وہ اگر ثابت بھی ہوجائے پھر بھی اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہے؛ اِس لئے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہوتی ہے؛ لہٰذا میت کا وہ سب مال وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ٢/٣٢ رقم: ٢١٢٠، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٢/٣٩٦ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ١١٣ رقم: ٣٦٤٠ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ٢٦٥)

يملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ١/٤٧٣ رقم المادة: ٨٦١)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ١/٦١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٦/٢٠٠ كراچی، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ٤/٣٧٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکے کی بیوی کے نام مکان کی وصیت کرنا؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: عبدالکریم کی اَولادوں میں ایک لڑکا محمد صابر اور تین لڑکیاں حسن جہاں، قمر جہاں اور شاہ جہاں۔ لڑکا محمد صابر کا انتقال عبدالکریم کی حیات میں ہی ہوگیا تھا، اسی طرح ایک لڑکی شاہ جہاں کا بھی انتقال عبدالکریم کی حیات ہی میں ہوگیا تھا، والد عبدالکریم نے لڑکے محمد صابر کے انتقال کے بعد اپنے بیٹے کی بیوی سجیلہ بیگم کے نام اپنے مکان کی وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد سجیلہ بیگم میرے مکان کی وارث ہوگی۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا پورا مکان سجیلہ بیگم کو ملے گا یا دیگر شرعی وارثین کو بھی ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبدالکریم نے اپنے مرحوم بیٹے محمد صابر کی بیوی یعنی اپنی بہو کے لئے مکان کی جو وصیت کی ہے وہ صرف تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، بقیہ دو تہائی حصے میں دیگر وارثین کا حق ہوگا، اور جو لڑکا صابر اور لڑکی شاہ جہاں عبدالکریم کی حیات میں وفات پاچکے ہیں، وہ عبدالکریم کے وارثین میں شامل نہ ہوں گے۔

أي يبدأ بتنفيذ وصيته من ثلث ما بقي بعد الدين. (شریفیة علی السراجي ۷)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة بعد موته. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الوصايا ٦/ ٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۰/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹوں کے نام کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم چھ بھائی بہن ہیں اور ہم سب کی شادی ہوچکی ہے، میرے والد نے ہم دو بہنوں کو کچھ جہیز اور ایک ۲۵ ؍گز کا الگ الگ مکان دیا تھا؛ کیوں کہ ہم دونوں کے شوہروں کے پاس مکان نہیں تھا، تیسری بہن کو جہیز زیادہ دیا تھا، اور مکان نہیں دیا؛ کیوں کہ اس کے شوہر کے پاس پہلے ہی سے مکان

تھا، میرے والد کے انتقال کو پانچ سال ہوگئے ہیں، اس وقت وہ ۱۱۵ر گز میں فیکٹری، ۱۲۵ر گز میں مکان اور ایک فیکٹری بیچ کر ۴۰ر لاکھ روپئے چھوڑ کر گئے تھے، اس کے علاوہ اور جو کچھ پیسے وزیور چھوڑا، ہمیں نہیں پتہ، ۴۰ر لاکھ روپئے میں سے بھائیوں نے ۴۵۰ر گز زمین خریدی اور اس کو بنا کر کرایہ پر اٹھادیا ہے۔

میں نے جب اپنی والدہ اور بھائیوں سے اپنے حق کی بات کی تو والدہ نے بھی کہہ دیا کہ جب باپ دے کر نہیں گئے تو کیا دیں، یہ سب بیٹوں کا ہے، اور ہمیں لالچی سمجھ لیا، ہمارے والد کے والدین نہیں ہیں، اور یہ ساری جائیداد ہمارے مرحوم والد کی ہی ہے، اس بارے میں میں نے ایک مفتی صاحب سے معلوم کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اگر والد منع کر گئے ہیں، تو جائیداد میں سے کچھ نہ ملے گا، اس کے بعد دوسرے عالم سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ جو جائیداد باپ کے نام ہے اُس میں سے بیٹیوں کو بیٹے سے آدھا ملے گا، جہاں تک میں سمجھتی ہوں کہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حق کو کوئی بھی ختم نہیں کرسکتا، چاہے اس میں والدین ہی کیوں نہ ہوں؟

محترم اَب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے والد اپنی زندگی میں ہی سب مال بیٹوں کے نام وصیت کر گئے تھے، یہاں تک کہ اپنی بیوی کو بھی کچھ نہیں دے گئے ہیں، ایسی صورتِ حال میں کیا ہمارے والد کی اپنی بیٹیوں کے حق میں حق تلفی جائز ہے اور کیا قرآن میں اس کی اجازت ہے؟ اور کیا ہمارے والد کی جائیداد میں سے ہم تین بہنوں کا کوئی حصہ ابھی بھی بنتا ہے یا نہیں، اور اگر بنتا ہے تو کتنا؟ اگر بھائی ہم بہنوں کا حق نہ دیں تو ایسی صورت میں ہم کیا کریں؛ کیوں کہ تینوں بھائی الگ ہوکر جائیداد کا بٹوارہ کررہے ہیں، اسی صورت میں کیا ہمارا والد کی جائیداد میں سے حق مانگنا شریعت کے خلاف تو نہیں، حق نہ ملنے پر کیسے حاصل کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیرِ صحتِ سوال مسئولہ صورت میں جب کہ آپ کے مرحوم والد نے اپنی زندگی میں بیٹوں کو اپنی جائیداد کا کوئی حصہ مالکانہ طور پر نہیں دیا ہے؛ بلکہ

صرف ان کے حق میں وصیت کی ہے، تو ایسی صورت میں اس جائیداد میں ان کے سبھی بیٹے بیٹیوں اور اہلیہ کا حق ہوگا، صرف بیٹوں کا اس پر قابض ہونا اور بیٹیوں کو محروم کر دینا بڑا ظلم اور سخت گناہ ہے، اور بیٹیوں کو اپنے حق کے مطالبہ کا اختیار حاصل ہے، بریں بنا بیٹوں کو چاہئے کہ وہ والد کا ترکہ سبھی موجودہ وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کریں؛ تا کہ آخرت کی جواب دہی سے محفوظ رہ سکیں۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوىٰ / مطلب: واقعة الفتوىٰ ٥٠٥/١ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٧١/٧ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٤/٤ المكتبة الغفارية كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ کا تنہا چھوٹے بیٹے کے نام مکان کی وصیت کرنا؟

سوال (۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک قطعہ مکان واقع محلّہ مفتی ٹولہ جس پر میری والدہ اپنے دین مہر میں ۴۴ گز کی مالک ہیں، والد کا انتقال ۱۹۸۰ء میں ہوگیا تھا؛ اُنہوں نے دو لڑکے اور چھ لڑکیاں چھوڑیں، اُن کے بعد میں نے چار بہنوں کی شادی اپنی محنت سے کی، اِس کے بعد میری شادی ۱۹۹۹ء میں ہوئی، اور میرا بھائی بہت چھوٹا تھا، سارے فرائض کو میں نے انجام دیا، میں نے والدہ کی بیماری کا خرچ برداشت کیا، اَب ۲۰۱۱ء میں چھوٹے بھائی نے پورا مکان والدہ سے اپنے نام وصیت کرالیا تھا؛ لہٰذا گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ کہاں تک درست ہے؟ کتنا حصہ نکلتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی والدہ نے آپ کے چھوٹے بھائی کے لئے اپنے مکان کی جو وصیت کی ہے، اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ والدہ کی وفات کے بعد اُن کے مملوکہ مکان میں اُن کے سبھی شرعی وارثین یعنی لڑکے لڑکیاں حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے۔ چھوٹے بھائی کے لئے اس مکان پر اکیلے قابض ہونا جائز نہ ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذي حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصایا / باب ما جاء لا وصیة لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفکر بیروت، سنن النسائي، کتاب الوصایا / باب إبطال الوصیة للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶٤۰ دار الفکر بیروت، مشکاة المصابیح ۲٦۵)

ولا تجوز لوارثه الخ، إلا أن یجیزها الورثة. (الدرایة مع الهدایة ٦٤١/٤) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد صاحب کا والدہ کی ساری زمین چھوٹے بیٹے کے نام وصیت کرنا؟

سوال (۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم تین حقیقی بھائی ہیں، قمر الدین، شرف الدین، شہاب الدین، ڈھائی سال قبل ہمارے والدین رخصت ہوگئے، والد محترم کے نام ایک ایکڑ زمین تھی، وہ بتلاتے تھے کہ یہ تمہاری والدہ کی زمین ہے، اس زمین کے بارے میں یوں کہا کرتے تھے کہ یہ زمین چھوٹے بھائی شہاب الدین کو

دینا ہے،تو جواباً بڑے بھائی قمر الدین نے کہا کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک لڑکے بشیر کو کچھ ہدیہ کے طور پر دیا اور دوسرے بھائی کو نہیں دیا،تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہدیہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو واپس دلوادیا، نیز "لا وصیة لوارث" کے تحت بھی والد کا وصیت کرنا ناجائز ہے،شہاب الدین والد سے کہتا تھا کہ اس زمین کا میرے نام بیع نامہ کرادو؛ لیکن والد صاحب نے بیع نامہ نہیں کرایا، اور باقی ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ زمین شہاب الدین کی ہے، آج یہ زمین تینوں بھائیوں کے نام پر درج ہے،قمر الدین والد صاحب سے سوال کرتا تھا کہ اس کو زائد کیوں دیں تو وہ جواب دیتے تھے کہ قمر الدین وشرف الدین پڑھ لکھ گئے اور شہاب الدین دورہ کی بیماری کی وجہ سے پڑھ نہ سکا،قمر الدین کی شادی کو پندرہ سال ہوگئے، لاولد ہے اور بچپن ہی سے آج تک پیٹ کا دائمی مریض ہے، اور کھانسی نزلہ کا مستقل عارضہ ہے، ایک مکتب میں ڈھائی ہزار روپۓ کی ملازمت کرتا ہے،اور شہاب الدین کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔سائل پوچھنا یہ چاہتا ہے کہ والد صاحب کا چھوٹے بھائی کے لئے وصیت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ کیا ہم دونوں بھائیوں کو مذکورہ زمین کا بیع نامہ شہاب الدین کے نام کرادینا ضروری ہے،اگر وصیت پر عمل نہ کریں تو کیا ہم ماخوذ ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں آپ کے والد کے بقول اگر وہ زمین حقیقۃً والدہ کی ملکیت ہے،تو والد صاحب کے لئے کسی ایک لڑکے کو دینا جائز نہیں؛ بلکہ اس میں والدہ کے تمام ورثا کا حق ہے، اور اگر والد صاحب کی ملکیت تھی اور اُنہوں نے زندگی میں شہاب الدین کے سپرد نہیں کی تھی؛ بلکہ محض اِس کے لئے وصیت کی تھی،تو اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں،اور یہ زمین والد صاحب کے تمام ورثا میں تقسیم ہوگی؛البتہ اگر تمام ورثہ شہاب الدین کو دینے پر راضی ہوجائیں تو دینا جائز ہے،شرعاً اسے دے دینا ضروری نہیں اور نہ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

ومنها أن يكون مملوكًا للواهب، فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه لاستحالة تمليك ما ليس بمملوك للواهب، كذا في البدائع. (الفتاویٰ الهندية، كتاب

الهبة / الباب الأول ٣٧٤/٤، بدائع الصنائع، الهبة / ما يرجع إلى الموهوب ١٦٩/٥ المكتبة النعيمية ديوبند)

ثم يقسم الباقي بين الورثة على سهام الميراث. (الفتاویٰ الهندية ٤٤٧/٦)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجوز الوصية لوارث إلا إن شاء الورثة. (السنن الكبریٰ للبيهقي ٥٠٢/٦ رقم: ١٢٥٣٤ دار الحديث القاهرة، سنن الدار قطني ٨٦/٤ رقم: ٤٢٥٢، نصب الراية ٢٢١/٥)

ولا لوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثتهٖ لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦٥٥/٦ دار الفكر بيروت، ٣٤٦/١٠ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ١١٢/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية / الباب الأول في الوصايا ٩٠/٦ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلک، لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته، وهم كبار. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٣٩/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکوں کو مکان کی وصیت کر کے لڑکیوں اور بیویوں کو محروم کرنا؟

سوال (۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حبیب الرحمٰن نے اپنی زندگی میں اپنے مکانوں کی وصیت اپنے لڑکوں کو کی، اور اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو محروم کیا، اَز روئے شرع زید حبیب الرحمٰن کے مکانوں میں بیویوں اور لڑکیوں کا حق ہے یا نہیں، اور وہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مذکورہ وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے، آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے وارث کے حق میں وصیت کو معتبر نہیں مانا ہے، الا یہ کہ بقیہ ورثہ اُسے خود رضا مندی سے دے دیں۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (مشكلة المصابيح ٢٦٥/١ رقم: ٣٠٧٤، مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ٢٣٣/٧ دار الكتب العلمية بيروت، سنن أبي داؤد ٣٩٦/٢ رقم: ٢٨٧٠)

وقال المنذري: إنما يبطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر الورثة، فإذا أجازوها جازت، كما إذا أجازوا الزيادة على الثلث. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الوصايا / باب لا وصية للوارث ٥٥/١٤ دار الكتب العلمية بيروت)

أجمع العلماء على أن الوصية للوارث لا تجوز. (شرح صحيح البخاري لابن بطال، كتاب الوصايا / باب لا وصية لوارث ١٥٢/٨ المكتبة الشاملة)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں حبیب الرحمٰن کے ترکہ میں اُس کی لڑکیاں اور بیوی بھی مستحق ہوں گی۔

ثم شرع في الحجب، فقال: ولا يحرم ستة من الورثة بحال البتة: الأب، والأم، والابن، والبنت، أي الأبوان والولدان والزوجان. (شامي، كتاب الفرائض / باب العصبات ٧٧٩/٦ دار الفكر بيروت، ٥٢٩/١٠ زكريا)

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلاً، الأب والابن والزوج والأم والبنت والزوجة ومن عدا هؤلاء، فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ٤٥٢/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکیوں کی شادی کیلئے باپ کا بیٹے کے نام جائیداد کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سالک نے سالکہ سے نکاح کیا، سالکہ سے ۷/اولادیں ہوئیں، ۲/لڑکے اور ۵/لڑکیاں، ایک لڑکا بچپن میں ہی انتقال کرگیا، ایک لڑکا اور ۵/لڑکیاں بچیں، سالک نے اپنے فرزند اسعد سے کہا کہ یہ زمین ۳۱/۱۵۱ جس پر چند خستہ حال کمرے وغیرہ ہیں، یہ تم کو دے رہا ہوں چاہے اُن کو فروخت کرکے اپنے بہنوں کا نکاح کراؤ یا اُن کو بچا کر اپنی کمائی سے نکاح کراؤ تمہاری مرضی (وصیت زبانی ہے) سالک صاحب کا انتقال ہوگیا، فرزند نے اپنی کمائی سے بہنوں کا شادی وغیرہ کا مسئلہ حل کردیا اور باپ کی جائیداد کو بچا کر رکھ لیا۔

بہنوں کا کہنا ہے کہ باپ جو مال چھوڑ کر مرا ہے، اُس مال میں ہمیں حصہ دو، بھائی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی کمائی سے تمہاری شادی وغیرہ کردی، اگر میں نہ کماتا تو اس زمین کو فروخت کرکے تمہاری شادی کراتا، زمین کو بچانے کے واسطے میں نے اپنی کمائی کرکے تمہاری شادی کرادی، اب حصہ دار بن کا کیا معنی رکھتا ہے، بھائی بہنوں میں مسئلہ بہت زور پر ہے، بھائی سمجھ دار بھی ہے، شریعت کا حکم ماننے کو تیار بھی ہے، اَب کرنا کیا ہے جس وجہ سے حضرات مفتیانِ کرام کو زحمت دی جاری ہے کہ مسئلہ کا حل کیا ہے؟ کیا بھائی زمین کو فروخت کرکے شادی کی رقم لے سکتا ہے؟ یا اس زمین پر بہنوں کا حصہ نکلے گا، اگر حصہ پاتی ہیں تو تقسیم کی کیا نوعیت ہوگی؟ شریعت کا اس سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ تشفی بخش جواب سے نواز کر احسان عظیم فرمائیں، اس پر تہہ دل سے شکر گزار رہوں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال والد نے اپنے بیٹے کو جو زمین بطور وصیت دی ہے، اُس وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں؛ لہٰذا اُس زمین پر سبھی وارثین کا حق ہے، اور بھائی نے اپنی بہنوں کی شادی میں اپنی کمائی سے جو روپیہ خرچ کیا ہے وہ تبرع کے طور پر ہے؛ البتہ اگر خرچ کرنے سے پہلے ہی بہنوں کو یہ بتادیا گیا تھا کہ یہ رقم تمہارے حصہ وراثت میں سے دی

جاری ہے، تو اُسے وراثت میں سے مانا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: کتاب الفتاویٰ ۶/۳۴۳)

إن جـميع ما ترك الميت من أملاكه ميراث للورثة، سواء كان من أشياء استعماله الشخصية، كالثياب والأواني، أو من أشياء يمكن الاسترباح منها، كالأرض، وعروض التجارة والنقود. (تكملة فتح الملهم ٤/٢ كراچی، ٧/٨ المكتبة الأشرفية ديوبند)

وتـجـوز الـوصية بـالثـلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذٰلك لا الزيادة عليه (الدر المختار) هل الوصية بأقل من الثلث أولىٰ أم تركها؟ قـالـوا: إن كـانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون، فالترك أولىٰ لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعـاية الـفـقر والقرابة. وإن كانوا أغنياء يستغنون بنصيبهم، فالوصية أولىٰ. (الدر الـمـختـار مع الشـامـي / كتـاب الـوصـايا ٣٣٩/١٠ زكريا، ٦٥٠/٦-٦٥١ كراچی، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٩٠/٦ زكريا)

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاویٰ الهندية ٩٠/٦ زكريا)

أمـا إذا كـانـت بـغيـر أمـره فظاهر، لأنه لايملك الرجوع على المحيل، فكان تبرعًا بابتدائه وانتهائه. (بدائع الصنائع ٩/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان بیٹی کو میراث سے محروم کرنے کی وصیت

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باپ کی انتہائی لاڈلی ایک بیٹی ہے، جس سے باپ کو انتہائی محبت ہے، اَب ایک دن اُس نے موقع پاکر ایک لڑکے کے ساتھ راہِ فرار اختیار کی، تو ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ باپ اس لڑکی کو میراث سے محروم کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مذکورہ نافرمان لڑکی کے بارے میں یہ وصیت کردینا کہ وہ باپ کی وفات کے بعد آپ کی میراث سے محروم ہوگی، اُس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ مورث کے مرنے کے بعد سبھی زندہ موجود وارثین کا حق ملتا ہے، چاہے وارثین مورث کے فرماں بردار ہوں یا نافرمان؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ لڑکی کی غلط حرکت کی وجہ سے آپ اپنی زندگی میں اُس کو کوئی مال ہبہ نہ کریں؛ بلکہ اپنا مال دیگر اَولادوں میں تقسیم کر کے اُنہیں مالک وقابض بنادیں تو آپ پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۳۶۷-۴۷۱، ۴/۲۶۵-۲۶۴)

لایسقط الحق بتقادم الزمان. (شرح المجلة ٩٩٦/٢ رقم المادة: ١٦٧٤، الأشباه والنظائر، الفن الثاني / كتاب القضاء والشهادات والدعاوي ١٩٣/٢ إدارة القرآن كراچی)

ولو كان ولده فاسقًا، وأراد أن يصرف ماله إلىٰ وجوه الخير، ويحرمه عن الميراث هٰذا خير من تركه. (الفتاویٰ الهندية ٣٩١/٤ زكريا، البحر الرائق ٤٩٠/٧ زكريا)

ويستحق الارث بإحدىٰ خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٤٩٠/٧ زكريا، الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٦٢/٦ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باپ کو ستانے کی وجہ سے بیٹی کو میراث نہ دے کر بھتیجوں کے نام وصیت کرنا؟

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی ایک لڑکی شادی شدہ ہے، زید کی طبیعت خراب ہوئی تو زید اپنی بیٹی کے گھر چلے گئے، وہاں کسی بات پر ناراضی ہوئی تو داماد نے گالیاں دیں اور دھکا دے کر گھر سے نکال دیا، تقریباً ۱۲؍سال ناراض رہے، اِس دوران نواسے اور نواسیوں کے اخراجات اٹھاتے رہے، داماد اور بیٹی دیکھنے کے لئے بھی نہیں آئے؛ لیکن زید کے بھتیجوں اور رشتہ داروں نے بھرپور خدمت کی، زید نے

بھتیجوں سے خوش ہوکر اپنی جائیداد کا وصیت نامہ بھتیجوں کے نام کر دیا، اب اُن کا انتقال ہوا، دفن کے وقت قبرستان میں زید کے داماد نے زید کو گالیاں دیں اور آج تک گالیاں بک رہا ہے، زید کے دفن کے دوسرے دن داماد اور بیٹی آئے، زید کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لئے، تو زید کے بھتیجوں نے زید کا دیا ہوا وصیت نامہ لوگوں کو دکھایا، اور کہا کہ جائیداد ہماری ہے، اس لئے کہ ہمارے تاؤ نے ہمیں اس کا مالک بنادیا ہے، اس میں داماد اور ان کی بیٹی کا کوئی حق نہیں ہے، اس کے بعد داماد نے برسرعام یہ کہا کہ اگر شریعت کے حساب سے زید کی بیٹی کا کچھ حق بنتا ہے، تو میں نہیں لوں گا؛ بلکہ چھپر والی مسجد کو دے دیا جائے اور اگر میں اس میں سے لوں تو سور کھاؤں، پھر اس کے بعد قبضہ کرنا چاہتا ہے، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہی شخص علماء کرام کو گالیاں بھی دیتا ہے، جس کے باشرع گواہ موجود ہیں، شریعت ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیٹی نے اگر اپنے باپ کو ستایا ہے تو اسے سخت عذاب ہوگا، اسی طرح داماد بھی گنہگار ہوگا؛ لیکن مسئولہ صورت میں زید نے اپنے بھتیجوں کے لئے جو کل مال کی وصیت کی ہے، وہ شرعاً معتبر نہیں ہے؛ بلکہ زید کی جائیداد اور ترکہ میں زید کی بیٹی نصف حصہ کی حق دار ہے، اور بقیہ نصف حصہ بھتیجوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

وتجوز الوصية بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذٰلک لا الزيادة عليه (الدر المختار) هل الوصية بأقل من الثلث أولىٰ أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون، فالترک أولىٰ لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: "أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية الفقر والقرابة. وإن كانوا أغنياء يستغنون بنصيبهم، فالوصية أولىٰ. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ١٠/٣٣٩-٣٤١ زكريا، ٦/٦٥٠-٦٥١ كراچی، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٦/٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۷/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچی کا کل جائیداد بھتیجے کے نام وصیت کردینے کے بعد بیٹی کا حصہ

سوال (۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک چچی تھیں، اُن کا انتقال ہوگیا، اُن کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، صرف ایک بیٹی موجود ہے، چچی مرحومہ نے اپنی زندگی میں اپنی زمین مجھے زبانی وصیت کردی تھی، بعد میں کاغذ پر بھی لکھوا دیا تھا، کیا چچی مرحومہ کی آراضی میں جو میرے نام منتقل ہوچکی ہے، میری چچی زاد بہن کا بھی کچھ حصہ ہوتا ہے، اور کتنا ہے؟ براہِ کرم میری رہنمائی فرمائی جائے؛ تاکہ میں اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی چچی نے آپ کے نام جو وصیت کی ہے وہ صرف اُن کے ایک تہائی متروکہ مال میں نافذ ہوگی، اور مابقیہ دو تہائی اُن کی بیٹی کی ملکیت ہوں گے، وہ اُس میں اپنی حسبِ مرضی تصرف کرسکتی ہے۔

عن إبراهيم قال: إذا أوصىٰ بهما فهما من الثلث يعني الحج والزكاة.

(المصنف لابن أبي شيبة ١٦/١٦٣ رقم: ٣١٤٦٧ المجلس العلمي)

وتـجـوز لـلأجنبي بالثلث عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (الدر المختار على هامش رد المحتار / كتاب الوصايا ۱۰/ ۳۳۹ زكريا)

فـدل ذٰلک عـلـى صحة القول بالرد إذا لم تستحق الزيادة على النصف بـالرد، تجوز له الوصية بالنصف. (الشـريفية شرح السراجية ص: ۸۸ مطبوعه مصطفائي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی اور بیوی کیلئے پورے مال کی وصیت کرنا اور لڑکے کو محروم کرنا

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مرنے سے پہلے تین آدمیوں کے سامنے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا مال میری بیوی اور لڑکی کو دیا جائے، میرے دو لڑکوں کو نہ دیا جائے؛ کیوں کہ میرے لڑکوں نے میری خدمت نہیں کی، زید کچھ روز بعد مر گیا، اَب اُس کے مال کے مالک بیوی اور لڑکی ہے یا لڑکے بھی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید کی یہ وصیت معتبر نہیں ہے، اُس کے مرنے کے بعد دیگر ورثہ کی طرح اُس کے لڑکے بھی وارث ہوں گے۔

عـن ابـن عبـاس رضـي الـلّٰه عنهما عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (مشكاة الـمـصـابيح ۱/ ۲٦٥ رقم: ۳۰۷٤، مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ۷/ ۲۳۳ دار الكتب العلمية بيروت، سنن أبي داؤد ۲/ ۳۹٦ رقم: ۲۸۷۰)

عـن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم يقول في خطبة عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالیٰ قد أعطى كل ذي حقٍ حقه، فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۲/ ۳۲)

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلاً، الأب والابن والزوج والأم والبنت والزوجة ومن عدا هؤلاء، فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ٦/٤٥٢ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مکان لڑکوں کو ہبہ کر کے دوسرے کی لڑکیوں کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو مکان ہیں دو مقامات پر واقع ہیں، ایک رام نگر اور دوسرا ٹانڈہ بادلی، اور زید کی ۸/ اولاد ہیں، ۵/ بیٹے اور تین بیٹیاں، ایک حویلی رام نگر میں ہے، کل چھ عدد کمرے ہیں، مذکورہ کمروں میں ۵/ کمرے بیٹوں کے حصہ میں حیات میں دے دئے تھے، اور ایک کمرہ میں خود رہتے تھے، اور یہ کہا تھا کہ میرے انتقال کے بعد یہ کمرہ بیٹیوں کا ہے۔

اور دوسری جگہ ٹانڈہ بادلی میں تھی، اُس کو فروخت کردیا گیا ہے، آیا اس دوسری جگہ میں بھی بیٹیوں کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ یا صرف بیٹے ہی حق دار ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے اپنی زندگی میں رام نگر کی حویلی میں سے جو پانچ کمرے فی لڑکا ایک کمرہ دے کر ان کو قبضہ دے دیا تھا تو وہ ہبہ درست ہوگیا؛ البتہ چار لڑکیوں کے بارے میں جس کمرہ کی وصیت کی تھی، وہ دوسرے ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دیں تو وصیت نافذ ہوگی، ورنہ وہ تمام شرعی ورثہ کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تیرہ حصوں میں تقسیم ہوکر ہر لڑکے کو دو دو حصہ اور لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا، اور اسی کے حساب سے ٹانڈہ بادلی کی فروخت شدہ زمین کی رقم بھی تقسیم ہوگی۔

عـن أبـي أمـامة البـاهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عـليـه وسـلـم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كـل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سـنـن التـرمـذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الـفـكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳ رقم: ۳٦٤۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲٦٥)

عـن ابـن عبـاس رضـي الـلّٰـه عـنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ''لا تـجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة''. قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قـاضـي حـران، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئًا، وكان الحديث عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٤۰٤/٤ رقم: ۸۰۷۰ مكتبة مؤسسة الريان بيروت)

ولا لـوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثتهٖ لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهـم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦٥٥/٦ دار الفكر بيروت، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ۱۱۲/۹ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول في الوصايا ۹۰/٦ زكريا)

وتتـم بـالـقبـض الـكـامـل لـقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر ٤۹۱/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں بھتیجہ کے نام کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۲٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے بھائی اور بھاوج کا انتقال ہو چکا ہے، مرحوم کا لڑکا جو میرا بھتیجہ ہے ایک ڈیڑھ سال کا تھا، ان کے بعد میں نے ہی اس کی پرورش کی ہے، میں بھی غیر شادی شدہ ہوں اور اسکول میں

سروس کرتی ہوں، بینک میں میرا جوبھی اکاونٹ اور ایف ڈی وغیرہ ہے، اس میں میں نے اپنے نام کے ساتھ بھتیجے کا نام جوائنٹ کردیا ہے، میرے مرنے کے بعد اس کا حقدار وہی ہوگا، میرے بہن بھائی جو حیات ہیں وہ اس میں حق دار تو نہیں ہوں گے، یہ بات میں نے اپنی حیات میں بھائی بہن سے بھی کہہ دی ہے کہ میں نے اپنا مال اپنے بھتیجے کے نام کردیا ہے، اپنی رائے دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھائی بہن کی موجودگی میں مذکورہ بھتیجہ آپ کا شرعی وارث نہیں بن سکتا؛ البتہ بطور وصیت تہائی ترکہ کا مستحق ہوگا۔ اور اگر آپ زندگی میں اسے کچھ دے کر اسے مالک وقابض بنادیں اور اپنا کچھ عمل دخل اس کی ملکیت میں نہ رکھیں، تو اُس مال میں دیگر ورثہ کا حق نہ ہوگا۔

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه وإن لم يترك المتوفى أبًا ولا جدًا أب أب ولا ابنًا ولا ولدًا، ولا ولد ابن ذكرًا، ولا أنثىٰ ولا ابنًا ذكرًا ولا أنثىٰ، فإنه يفرض للأخت الواحدة من الأب والأم النصف، فإن كانتا اثنتين فأكثر من ذٰلك من الأخوات فرض لهن الثلثان. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٨٨/٩ رقم: ١٢٥٨١)

عن خارجة بن زيد أن زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه كان يجعل الأخوات مع البنات عصبة لا يجعل لهن إلا ما بقي. (السنن للإمام الدارمي ١٨٩٩/٤ رقم: ٢٩٢٣)

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه فإن كان معهن أخ ذكر، فإنه لا فريضة لأحد من الأخوات، ويبدأ بمن شركهم من أهل الفرائض فيعطون فرائضهم فما فضل بعد ذٰلك كان بين الإخوة والأخوات للأب والأم للذكر مثل حظ الأنثيين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٨٨/٩ رقم: ١٢٥٨١)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ١٣)

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ٦٥٠/٦ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں متروکہ روپئے کو دان کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی جس کا ایک بھائی اور بہن کے علاوہ کوئی نہیں ہے، غربت ظاہر کرتے تھے، شبہات پر اُس کی بہن نے اُس سے پوچھا کہ اگر تمہارے پاس روپیہ ہو اور اِس حال میں تم مرجاؤ تو وہ مال کیا ہوگا، اُس نے کہا کہ دان کردینا، اچانک وہ مرگیا اور اُس سے ایک ہزار روپیہ اور کچھ جگہ ملی، اب اس مال کو بھائی بہن میں سے کوئی پائے گا یا دان کرنا پڑے گا، اگر دان کرنا پڑے تو وہ روپیہ اس کا ایک طالب علم بھانجہ ہے جو کہ صاحب نصاب نہیں ہے، لے کر اگر دینی کتابیں خریدے تو وہ بالکل دان میں شامل ہوگا یا نہیں، اور وہ جگہ جو اس سے ملی اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص کی دان کی وصیت صرف کل مال کے ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، باقی دو تہائی مال اُس کے شرعی وارثین یعنی بھائی اور بہن کا ہے، جو تین حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ بہن کو اور دو حصے بھائی کو ملیں گے، بھانجہ کا اس میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے، ہاں اگر وصیت والے ایک تہائی حصہ سے بھانجہ کی کتابیں خرید کر دے دیں تو بھی وصیت پوری ہوجائے گی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

ثـم تقضىٰ ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث / كتاب الفرائض ٣-٤)

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لـم يـخـرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث.

(شـرح الـمـجـلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤٨٤/١ رقم المادة: ٨٧٩ كوئٹه، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ٤٠٠/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۱/۲۴ھ

ورثہ کی موجودگی میں خدمت گذار بھانجے کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی کا انتقال آج سے دس سال پہلے ہوا اور وہ بے اولاد تھا، اُن کی خدمت میں اُن کا ایک بھانجہ رہا کرتا تھا، مرحوم نے اپنی حیات میں اور تندرستی کے زمانہ میں اپنے خدمت گذار بھانجے کو اپنا مکان بطور وصیت کے لکھ دیا، مرحوم کے سارے ورثہ بھائی بہن اس وصیت پر راضی تھے، اور حال میں بھی راضی ہیں، اور اپنا رضا مندی نامہ سرکاری اسٹامپ پر لکھ کر دے دیا، اور یہ مکان مرحوم کی کل جائیداد کے تیسرے حصے سے بھی کم ہے، تو کیا یہ وصیت درست ہے؟ اور اس میں اس بھانجے کے علاوہ دیگر کسی کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال اگر مذکورہ وصیت کردہ جائیداد مرحوم کے کل ترکہ کے تہائی حصہ سے بھی کم ہے، تو یہ وصیت شرعاً نافذ اور معتبر ہوگی، اور اُس حصہ میں دیگر کسی شخص کا حق نہیں ہوگا۔

عـن عـامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الـفتـح مـرضًـا اشـفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يـعـودنـي، فـقـلـت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بـمـالـي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فـالثـلـث؟ قـال: الثـلث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تـذرهـم عـالّة يتـكـفـفون الناس وإنک لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة تـرفعها إلى في امرأتک الخ. (سـنـن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ٣٢/٢، سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / بابٌ: لا ويصة لوارث ١٩٤/٢، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ٣٠٧١، مرقاة المفاتيح ٢٣٠/٦ دار الكتب العلمية بيروت، نصب الراية ٤٠١/٤)

والـمـوصـي بـه يـمـلک بالقبول، فإن قبل الموصى له الوصية بعد موت الموصي يثبت الملک له في الموصى به قبضه أو لم يقبضه. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الوصايا ٩٠/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۶/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایف ڈی کے پیسے کی بھتیجے کے نام وصیت کرنا؟

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری پھوپھی صاحبہ جو غیر شادی شدہ تھیں اپنے نام کے ساتھ ایف ڈی میں میرا نام بھی درج کراگئی تھیں؛ تاکہ اُن کے بعد پیسہ مجھے ملے، اُن کا انتقال ہوگیا ہے، اُن کے وارثین میں اُن کے بھائی بہن بھی حیات ہیں، بتائیں کہ وہ ایف ڈی میری ہی رہے گی یا اس میں وارثین بھی حصہ دار ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایف ڈی میں جو بڑھا ہوا روپیہ ملے گا وہ تو سود اور حرام

ہے، اُس میں کسی کا حق نہیں ہے، اس سود کے پیسے کو غریبوں پر تقسیم کرنا لازم ہے، اور جو اصل جمع شدہ رقم واپس ملے گی، اُن میں آپ ۳/۱ فیصد کے بطور وصیت حق دار ہیں، اور ۳/۲ فیصد رقم اُن کے وارثین بھائی بہن میں حسبِ حصہ تقسیم ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [اٰل عمران: ۱۳۰]

ثم ينفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ٤)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٣٨٥/٦ كراچی، ٥٥٣/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کا پوتوں کو ہبہ کرنا اور وصیت کرنا؟

سوال (۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مقبول حسین اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنے لڑکوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، دو لڑکے تین لڑکیاں حیات ہیں، دو لڑکے: شاکر، ذاکر، تین لڑکیاں: قمر جہاں، فرحت جہاں، نکہت جہاں ہیں، ایک لڑکا صابر حسین مقبول حسین کی حیات میں انتقال کر چکا ہے، اُس کے بیوی بچے ہیں، بیوی نے شاکر حسین سے نکاح کرلیا ہے، تو کیا مقبول حسین کی جائیداد میں سے صابر حسین کی بیوی اور بچوں کو ملے گا یا مقبول حسین کی موجودہ اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں تقسیم ہوگا، زندگی میں کتنے کتنے حصے ہر ایک کے ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مقبول حسین اپنی زندگی میں چاہیں تو صابر حسین کی اولاد کو دے سکتے ہیں، اور ان کے لئے مناسب وصیت بھی کر سکتے ہیں؛ لیکن اُن پوتوں کا وراثت

میں حصہ نہ ہوگا؛ اِس لئے کہ مورث کی صلبی اولاد موجود ہے۔

وتجوز الوصية بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذٰلک لا الزيادة عليه (الدر المختار) هل الوصية بأقل من الثلث أولىٰ أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغنون بما يرثون، فالترک أولىٰ لما فيه من الصدقة، وقال عليه السلام: ''أفضل الصدقة على ذي الرحم الكاشح''. ولأن فيه رعاية الفقر والقرابة. وإن كانوا أغنياء يستغنون بنصيبهم، فالوصية أولىٰ. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ١٠/٣٣٩ زكريا، ٦/٦٥٠-٦٥١ كراچی، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٦/٩١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

١٠/١١/١٤١٩ھ

دادا کا پوتوں کے لئے وصیت کرنا اور پوتوں کا چچا کی زمین سے راستہ مانگنا؟

سوال (٣١):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی اشرف کی تین اولادیں ہیں، محمد رمضان، جمال الدین، محمد سبحان۔ محمد رمضان کا انتقال والد کی موجودگی میں ١٩٨٠ء میں ہوا، اس کے ٥/سال بعد حاجی اشرف کا انتقال ١٩٨٥ء میں ہوا، محمد رمضان کی ٥/اولادیں ہیں محمد رمضان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد حاجی اشرف نے ایک اسٹامپ پیپر پر وصیت لکھی کہ میرے انتقال کے بعد میرے پوتوں کو حصہ دے دینا۔ جمال الدین، محمد سبحان یہ دونوں بھائی اپنی خوشی سے پنچوں کے بیچ جیسا پنچ نے فیصلہ کیا ویسا بٹوارہ کردیا، اس معاملہ کو ٢٧/سال گذر چکے، اب جمال الدین اپنا مکان بنوانے کو کھول دیا ہے، تو مرحوم محمد رمضان کی اولادیں کہہ رہی ہیں کہ ہمیں اُن کی جگہ سے راستہ چاہئے وہ اِس بات پر اڑے ہوئے ہیں اور لڑنے پر آمادہ ہیں۔

(١) کیا وصیت کے مطابق پوتوں کا حق اشرف حاجی کی جائیداد میں بیٹھتا ہے یا نہیں؟ اگر

بیٹھتا ہے تو وہ کس طرح بیٹھتا ہے؟

(۲) بٹوارے کو ۲۷؍سال ہو گئے، کیا وہ جمال الدین کی جگہ میں راستہ نکال سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ ان کو پہلے سے دوسری طرف سے راستہ ہے۔

(۳) اگر وہ زبردستی جمال الدین کی جگہ پر سے راستہ نکالتے ہیں تو شریعت ایسے لوگوں پر کیا حکم لگاتی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حاجی اشرف کا اپنے لڑکے محمد رمضان کے انتقال کے بعد اپنے پوتوں کے لئے وصیت کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اور یہ وصیت صرف تہائی ترکہ میں نافذ ہوگی، ہاں اگر تہائی سے زائد کی وصیت کی ہو اور دیگر وارثین بخوشی اس کی اجازت دے دیں تو تہائی سے زائد میں بھی وصیت شرعاً نافذ ہو جائے گی، اور سوال میں ذکر کردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کے مطابق دیگر ورثہ نے بخوشی ۲۷؍سال پہلے بٹوارہ بھی کر لیا تھا اور پوتوں ولڑکوں میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ مل چکا تھا؛ لہٰذا اَب جب کہ ہر ایک اپنے اپنے حصہ پر قابض ہے تو ایسی حالت میں کسی کے لئے دوسرے کی زمین پر بلا اجازت راستہ بنانے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔

وکون الموصیٰ له غیر وارث وقت الموت أي إن کان ثمه وارث آخر (شامي ۱۰/۳۳۷ زکریا)

عن الحسن في الرجل یوصي بأکثر من الثلث فیرضیٰ الورثة قال: هو جائز. (المسند للإمام الدارمي ۴/۲۰۳۶ رقم: ۳۲۳۷)

إن الموصي إذا ترک ورثه فإنما لایصح وصیته بما زاد علی الثلث، إن لم تجز الورثة، وإن أجازوه صحت وصیته به. (البحر الرائق ۸/۴۰۳ کوئٹه)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح / باب الغصب والعاریة، الفصل

الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ كراچی، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ٣٧٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وفي الشرع: الظلم عبارة عن التعدي عن الحق إلى الباطل، وهو الجور، وقيل: هو التصرف في ملك الغير ومجاوزة الحد. (قواعد الفقه ٣٦٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں اور بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے کے نام کل جائیداد وصیت کرنا؟

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لعل محمد حیات ہیں، اُن کے لڑکے کا انتقال ہوگیا، اُس کی ایک لڑکی یعنی لعل محمد کی پوتی ہے، اپنی اسی پوتی کو پوری جائیداد وصیت نامہ کی شکل میں رجسٹرڈ کردی ہے، اور اپنے بھائیوں اور لڑکیوں کو بالکل محروم کردیا ہے، تو اب مسئلہ کی شکل کیا بنے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق مسئولہ صورت میں لڑکیوں کی موجودگی میں لعل محمد صاحب نے حقیقی پوتی کے لئے جو جائیداد کا وصیت نامہ لکھا ہے، یہ اُن کی وفات کے بعد صرف ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگا یعنی کل جائیداد کے تہائی حصہ کی مالک پوتی ہوگی اور باقی جائیداد بھائیوں اور لڑکیوں کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

ولا تصح الوصية بما زاد على الثلث. (مجمع الأنهر ٤/٤١٨ بيروت)

من شرائطها أن يكون الموصى به مقدار الثلث لا زائدًا عليه وهو ليس بسديد على إطلاقه، فإن الموصى إذا ترك ورثه فإنما لا تصح وصيته بما زاد على الثلث الخ. (البحر الرائق ٨/٤٠٣ كوئٹه)

إذا كان للميت ابنتان فلا شيء لبنت الإبن ...... وفي المضمرات: مات وترك بنتين وابنة ابن وابن ابن، فللبنتين الثلثان والباقي بين أولاد الابن ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠/٢٢٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی وصیت پوتے کے حق میں کتنے مال میں نافذ ہوگی؟

سوال (۳۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے دادا کے تین لڑکے تھے: محمد برجیس، محمد انیس اور محمد اویس، میرے والد محمد برجیس بجلی میں سرکاری ملازم تھے، ۱۹۷۲ء میں بجلی کے کرنٹ مارنے کی وجہ سے انتقال ہوگیا، اُس کے پانچ سال بعد دادا صاحب کا انتقال ہوگیا، میرے تایا محمد انیس صاحب کے تحصیل میں حلفیہ بیان کے مطابق میرے دادا نے میرے لئے یعنی پوتے کے لئے یہ وصیت کی ہے کہ اُس کو بھی جائیداد میں برابر کا شریک کریں، دادا کی وصیت پوتے کے حق میں درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنے کی وصیت ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مسئولہ صورت میں میت کا اس وصیت سے مقصود یہ ہے کہ جتنا اُن کے حقیقی لڑکے کا اُن کی وراثت میں حق بنتا ہے، اتنا ہی وصیت میں پوتے کو دیا

جائے، تو اُن کا پوتے کے لئے یہ وصیت کرنا درست ہے، اور وہ حصہ مسئولہ صورت میں تہائی کے اندر اندر رہی ہے؛ لہٰذا اس وصیت کو نافذ مانا جائے گا، اور پوتے کو لڑکے کے بقدر حصہ ملے گا۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث ...... إلا أن يجيزها الورثة. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ٦٣٨/٤ إدارة المعارف ديوبند، ٦٦٣/٤ الأمين كتابستان ديوبند)

ولو أوصىٰ بمثل نصيب ابنه جاز. (الهداية، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٦٤٧/٤ إدارة المعارف ديوبند)

وتجوز بالثلث للأجنبي، وإن لم يجز الوارث ذٰلک لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦٥١/٦ كراچی، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ٢١٣/٩ رشيدية، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الوصايا ٣٧٦/٧-٣٧٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متبنٰی کے حق میں وصیت کتنے مال میں نافذ ہوگی؟

سوال (۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اپنے والدین کی اکیلی ہوں میرا کوئی بھائی و بہن حقیقی نہیں ہے، میری والدہ نے اپنے حقیقی بھائی کے لڑکے (بھتیجا کو) پسر متبنٰی زبانی طور پر بنایا تھا، اس کی پرورش و پرداخت کرکے اس کی شادی بھی کردی تھی، پسر متبنٰی شادی کے بعد مثل اولاد کے میرے والدین کے ساتھ مکان رہائشی کے بالائی حصہ میں رہائش پذیر تھا اور میرے والدین ذیلی رہائش کرتے رہے، سوئے اتفاق پسر متبنٰی کا انتقال میرے والدین کی حیات میں ہوگیا، اس کے بعد متوفی کی اولاد حسبِ واقعہ منزل بالائی میں رہائش کرتی رہی اور ہنوز بھی رہائش اسی طرح ہے، اگر میرے والدین نے کوئی وصیت پسر متبنٰی کی اولاد ذکور کے حق میں کی ہے، تو ایسی وصیت شرعِ محمدی میں قابل اعتبار رہے، جب کہ اصل صلب کو نظر انداز کیا گیا ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متبنیٰ شخص شرعی طور پر وارث نہیں ہوتا؛ لہٰذا اس کے حق میں اور اُس کی اولاد کے حق میں ایک تہائی مال میں وصیت نافذ ہوگی، اور اگر وصیت ایک تہائی مال سے زائد ہے، تو دیگر وارثین کی مرضی کے بغیر اس کا نفاذ نہیں ہوسکتا؛ بلکہ صرف ایک تہائی ہی میں نفاذ ہوگا۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة. (البداية مع الهداية ٦٣٨/٤)

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤٨٤/١ رقم المادة: ٨٧٩ كوئٹه)

وإن أوصىٰ لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان. (البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٢٢٤/٩ زكريا، وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٦٦٧/٦ كراچى، وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٣٨٧/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ومن أوصىٰ لرجل بثلث ماله ولاٰخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فالثلث بينهما الخ. (الهداية ٦٦٢/٤ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱۰/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پالک کے لئے وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ اکبری بیگم عرف چنی بیگم دو قطعہ مکانات واقع محلّہ قائم کی بیریاں مرادآباد کی مالک تھیں، اُن کے وارثان میں دو پسر: ذاکر حسین، اقبال حسین، اور تین دختر: شہباز ولی، ریحانہ اختر، روشن

اختر بقید حیات ہیں، اُنہوں نے سائل کو اپنے پسر متبنّٰی کی طرح پالا تھا، اور اپنے مندرجہ بالا مکان میں اپنے ایک رجسٹرڈ وصیت نامہ بتاریخ ۱۹۹۶/۵/۲۵ کے ذریعہ سرخ رنگ سے ظاہر حصہ ذاکر حسین کو دیا تھا، اور نیلے رنگ سے ظاہر حصہ اقبال حسین کو دیا تھا، اور پیلے رنگ سے ظاہر حصہ بیٹی شہناز ولی کو دیا تھا، اور بینگنی رنگ سے ظاہر حصہ روشن اختر اور ریحانہ اختر کو دیا تھا، اور گلابی رنگ سے ظاہر حصہ کو راستہ مشترکہ کے لئے چھوڑا تھا۔ براہ کرام مطلع فرمائیں کہ یہ وصیت کس حد تک قانونی وشرعی طور پر صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرحومہ چنی بیگم نے اپنے لے پاک بیٹے منور علی خاں کے لئے جو وصیت کی ہے، اگر وہ مرحوم کے کل مال کے تہائی حصہ کے اندر اندر ہے، تو شرعاً یہ وصیت نافذ ہے، اور منور علی کو اس وصیت شدہ حصہ میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے، اور چنی بیگم نے اپنے دیگر بچوں کے لئے جو وصیت کی ہے وہ اُصولاً نافذ نہیں؛ لیکن مرحومہ کی وفات کے بعد اگر سب وارثین آپس میں راضی ہوں، تو یہ تقسیم معتبر ہوجائے گی۔

ثم تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة الورثة لما روينا. (الهداية ٦٥٤/٤)

وكذا إن كانت الوصية للوارث وأجازت البقية فحكمه ما ذكرنا. (الهداية / كتاب الوصايا ٦٥٦/٤، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الوصايا ٩٠/٦ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي، وإن لم يجز الوارث ذٰلك لا الزيادة عليه، إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦٥٠/٦ كراچی، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ٢١٣/٩ رشيدية، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الوصايا ٣٧٦/٧-٣٧٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پالک کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۳۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اطہر حسین کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں تین بھتیجے: سید فہد علی، سید تحریم علی، سید حسنین علی، دو بھتیجی: مہوش جبین، مہرش جبین، اس میں سے ایک بھتیجی مہوش جبین کو اظہر مہ جبین نے اپنی لے پاک بیٹی بھی بنا رکھی تھی اور اپنی زندگی میں کہتی رہتی تھیں کہ مرنے کے بعد میرا سب کچھ اسے ملنا ہے، اسی کا ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اطہر مہ جبیں کا ترکہ یہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مرحومہ اظہر مہ جبیں کا کل ترکہ تین برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر بھتیجے کو ایک حصہ ملے گا، اور بھتیجیاں وراثت سے محروم ہوں گی؛ البتہ اگر تحریری وثیقہ یا شرعی گواہی سے یہ ثابت ہو جائے کہ مرحوم نے اپنی زندگی میں لے پالک نواسی ''مہوش جبیں'' کے لئے وصیت کی ہے، تو کل متروکہ مال کا تہائی حصہ اولاً مہوش جبین کو ملے گا اور اُس کے بعد مابقیہ مال بھتیجوں میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال علیه السلام: إن اللّٰه تصدق علیکم عند وفاتکم بثلث أموالکم زیادة لکم في أعمالکم. (سنن ابن ماجة ١٩٤)

ثم تنفذ وصایاه من ثلث ما بقي بعد الدین. (السراجي في المیراث ٤)

إذا هلک الرجل وترک ابن أخ لأب وأم وبنت أخ لأب وأم أو ترک ابن أخ لأب، فالمال کله لابن الأخ، ولا شيء لبنت الأخ؛ لأنها من جملة ذوي الأرحام ولیست من جملة أصحاب الفرائض فلم تصر عصبة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٢٦٥/٢٠ رقم: ٣٣٢١٨ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے پورے ترکہ کو لے پالک بیٹی کے نام کرنا؟

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میرے شوہر ظفر حسن مرحوم اپنی زندگی میں بارہا اپنی تمام ترجائیداد وغیرہ میرے نام کرنے کو کہا کرتے تھے؛ لیکن مالی کمزوری اور مستقل بیماری کی وجہ سے وہ میرے نام نہ کرسکے، اور اللہ کو پیارے ہوگئے، اُنہوں نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے میرے بھائی علی محسن کی بیٹی کو گود لے لیا تھا، وہ اَب بھی میرے پاس رہتی ہے، اور میں ہی اُس کا سب خرچ برداشت کرتی ہوں، ہندوستانی قانون کے اعتبار سے میں اپنے شوہر کی تمام ملکیت کی مالک ہوں، شرعاً بتلایا جائے کہ کیا میں اپنی تمام ملکیت کو اپنی لے پالک بیٹی کے نام کرسکتی ہوں یا نہیں؟ شرعاً میں کتنے حصے کی مالک ہوں؟ یہ ورثہ میرے شوہر نے بوقت انتقال چھوڑے تھے، زوجہ حسن آراء بیگم، لے پالک بیٹی: عقد ظفر، بھائی: مظفر، چار بھتیجے: حسین، افسر حسن، اختر شاداب ظفر، ذیشان، چار بھتیجی: اختر شمع، افرزماں، عصمت، نور صبا، نسبتی برادر: علی محسن۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم مسئولہ صورت میں مرحوم ظفر حسین کی لے پالک بیٹی کو اُن کی وراثت میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا، اور مرحوم کے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ کی مالک بیوہ حسن آراء بیگم ہے اور مابقیہ ترکہ کے مالک مرحوم کے بھائی مظفر حسن ہیں، اِس لئے اہلیہ کو پورے ترکہ پر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے؛ بلکہ لازم ہے کہ اپنا حصہ لے کر بقیہ ترکہ مرحوم کے بھائی مظفر کے حوالہ کردیں ورنہ آخرت میں مؤاخذہ دار رہیں گی۔

إن الدعي والمتبنى لايلحق في الأحكام بالابن، فلا يستحق الميراث، ولا يرث عنه المدعي. (أحكام القرآن للتهانويؒ ۱۸۳/۵ کراچی)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسبب وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الهندية / الباب الأول في الفرائض ۴۴۷/۶ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرعی ورثہ کی موجودگی میں لے پالک لڑکی کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اَہلیہ صاحبہ راغبہ بیگم کا انتقال ہوگیا، اُن کے سامان وغیرہ کی تقسیم کے لئے آپ لوگوں کی مدد درکار ہے۔ انتقال کرنے والی کی کوئی اولاد نہیں تھی، ایک لڑکی گود لی تھی، دو ماہ کی بچی کو اپنی سگی اَولاد کی طرح پرورش کی، پڑھا لکھا کر شادی کردی، انتقال کرنے والی زبانی کہا کرتی تھی کہ میرا سارا سامان میری لڑکی کا ہے، کسی کو کوئی چیز نہ دی جائے؛ لیکن پھر بھی میں اللہ پاک اور قرآنِ پاک دینِ اِسلام کی روشنی میں رہنمائی چاہتا ہوں، مہر کی رقم زندگی میں ادا کردی گئی تھی، ایک عدد مکان جو کہ میں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے اپنی اہلیہ کے نام سے خریدا تھا، انتقال کرنے والی زبانی کہتی تھی کہ میرے بعد جب تک شوہر کی زندگی ہے، اُن کے بعد میری لڑکی کا ہے، ورثہ میں شوہر ثناء الرحمٰن لڑکی بشرہ لے پالک اَولاد برادر راغب، طارق، قاسم ہمشیرہ اچھی بی ثروت صاحبہ ایک سرمایہ شوہر کا، زیورات میکہ وسسرال کے، برتن میکے کے، فرنیچر میکے کا، کپڑے میکے سسرال کے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لے پالک اَولاد شرعاً وارث نہیں ہوتی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں بشریٰ رحمٰن کو مرحومہ کے ترکہ میں سے بطور وراثت کچھ نہیں ملے گا؛ البتہ راغبہ بیگم نے اپنے بعد اپنی سب ملکیت اپنی لے پالک بیٹی کو دینے کا اظہار کیا تھا، اُن کی یہ بات وصیت کے درجہ میں ہوجائے گی، اور وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے۔

بریں بنا راغبہ بیگم کے کل ترکہ کا تہائی حصہ اُن کی لے پالک بشریٰ رحمٰن کو ملے گا، اور بقیہ حصے اُن کے موجودہ شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہوں گے اور جس مکان کو راغبہ بیگم کے شوہر نے اپنے سرمایہ سے خرید کر اُن کے نام کردیا تھا، اور وہ اُس پر قابض بھی تھیں، وہ مکان بھی اُن کے مکان میں شامل ہوکر حسبِ ضابطہ تقسیم ہوگا۔

ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي بعد تجهيزه وديونه، ثم يقسم الباقي بين

ورثته. (شامي ٧٦٠/٦-٧٦١ كراچی)

ثـم تقضىٰ ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث / كتاب الفرائض ٣-٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پالک بیٹے کے لئے ساری جائیداد کی وصیت کرنا؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ ایک عورت لاولد تھی اور اپنے بھائی فلاں ابن فلاں کے لڑکے کو اپنے شوہر وتمام رشتہ دار کی راضی خوشی سے اپنی پرورش میں لیا تھا، ۴/۵/ ماہ کی عمر سے ہندہ اپنی حیات تک اس کی پرورش ونگرانی وشادی وپڑھائی لکھائی، ساری ذمہ داری اپنی اولاد کی طرح سنبھالا اور اپنے شوہر کی راضی وخوشی سے رشتہ دار اور دیگر افراد کی موجودگی میں اپنے کل جائیداد مع لوازمات کے اپنے لے پالک بیٹے کو مالک بنادیا اور اپنے شوہر کو وصیت کردی کہ میرے مرنے کے بعد اس جائیداد کا مالک میرا لے پالک بیٹا ہی بنے گا، اور جو اس لے پالک لڑکے کے علاوہ دعویٰ کرے گا، از روئے شریعت واز روئے عدالت کالعدم قرار دیا جائے، کیوں کہ جس طرح میں نے اس کی پرورش کی اسی طرح وہ بھی خدمت گزاری کررہا ہے اور اگر موقع نصیب ہوا اور اس لائق ہوئی کہ میں رجسٹری کرسکوں تو میں اس کو رجسٹری کردوں گی اور نہ کرسکی تو یہ وصیت نامہ ہی بدرجہ قبالہ سمجھا جائے، اور بعد موت کے لے پالک لڑکے نے تجہیز وتکفین کے علاوہ قرض وغیرہ کو چکاتے ہوئے کل جائیداد پر ہندہ کی موجودگی ہی سے داخل قابض ہے اور ہندہ نے اپنی جائیداد کے تمام کاغذات بھی اپنے لے پاک لڑکے کے نام کرادئے، اب اس لے پالک لڑکے کے علاوہ کسی ورثہ کا حصہ ہوگا یا نہیں اور اگر ہوگا تو کیسے؟ اور کیا بیوی جائیداد کی تصدیق اور گواہی معتبر ہوگی کہ نہیں، کیوں کہ شریعت نے کہا کہ قرض کے بعد وصیت والے کو دیا جائے، جب کہ کل جائیداد وصیت کرچکی۔

نوٹ:- ہندہ کے وارث: ہندہ لاولد ایک لے پالک لڑکا ایک شوہر اور دو بھتیجے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں ایک تہائی مال ہندہ کے لے پالک بیٹے کو ملے گا؛ اِس لئے کہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، اور وصیت پوری کرنے کے بعد مابقیہ آدھا مال شوہر کو ملے گا اور بقیہ حصہ بھتیجوں کو ملے گا، ہاں اگر دیگر ورثہ راضی ہوں تو ہندہ کے لے پالک بیٹے کو سارا ترکہ بھی مل سکتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ٦/٦٥٠ کراچی)

ولو أوصیٰ لوارثه ولأجنبي، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة، وإن أجازوا جاز، وإن لم يجيزوا بطل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٦/٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لے پالک بھانجی کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم گواہی دیتے ہیں کہ حاجی محمد عقیل نے اپنے انتقال سے ایک روز قبل یہ وصیت کی تھی کہ میرا مکان اور اُس میں جو کچھ ہے، میرے بعد روشنی بیٹی کا ہوگا، جو اُن کی بھانجی ہے؛ لیکن وہ اُن کے پاس بیٹی کی طرح رہی ہے اور بیٹی ہی بنایا تھا، اور حاجی محمد عقیل یہ تین بھائی تھے، جمیل، عقیل اور شکیل......جن میں سے شکیل زندہ ہیں اور مرنے والے بھائیوں کی اولاد ہیں چار بہنیں حیات ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال حاجی محمد عقیل نے اپنی بھانجی لے پالک روشنی کے لئے جو وصیت کی ہے وہ مرحوم کے کل ترکہ میں سے صرف ایک تہائی حصہ میں نافذ ہوگی، اور بقیہ دو تہائی حصے مرحوم محمد عقیل کے دیگر شرعی وارثین میں تقسیم کئے جائیں گے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الفتح مرضًا اشفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله؟ قال لا: قلت: فثلثي مالي؟ قال: لا، قلت: فالشطر؟ قال: لا، قلت: فالثلث؟ قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تذرهم عالّة يتكففون الناس إنک لن تنفق نفقة إلا أجرت فيها حتى اللقمة ترفعها إلى في امرأتک الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / بابٌ: لا ويصة لوارث ۱۹٤/۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/٦ دار الكتب العلمية بيروت، نصب الراية ٤۰۱/٤)

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين . (السراجي في الميراث ص: ۳، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤۷/٦ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ۳۳۹/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چوری کرنے والے کو میراث سے محرومی کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک بیوہ نے مرنے سے پہلے اپنے بھتیجوں اور لڑکی سے (جو لے پالک تھی) کے سامنے یہ زبانی وصیت کی تھی کہ اِس مکان کے تین حصہ کرکے ایک حصہ لے پالک لڑکی کو دے دینا، دوسرا حصہ میرے سگے بھائی عزیز خاں مرحوم کے پوتے کو دے دینا (جس کا نام فیصل خاں ہے) جس کو میں نے ایک مہینہ پندرہ دن کا لے کر پانچ سال کی عمر تک پالا ہے، اور تیسرا حصہ مسجد کے نام کرنا۔ کبھی ایک حصہ اپنے نام کرنے کو کہتی تھیں، موت کے بعد اس حصہ کا فیصل خاں مالک رہے گا، کبھی یہ کہتی تھیں کہ ان باپ بیٹے کو چھوڑ کر جس نے میرا زیور اور نقد رقم چرائی ہے، اس حصہ کو لے پالک لڑکی کو دے کر اور ایک حصہ میرے والا فیصل کو دے کر باقی شرع سے بھتیجوں کو بانٹ دو، اِن ساری باتوں کے دو سے زیادہ گواہ ہیں؛ لیکن لکھت میں یہ وصیت نہیں آئی، اَب بیوہ کے مرنے کے بعد وہ چور بھائی اور بھتیجے موجود ہیں اور بارہ بھتیجے ہیں، جن میں سے ایک بھتیجہ نے بیوہ ہونے کے بعد سے ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۴ء تک جان و مال سے بہت خدمت کی ہے جو سب کے سامنے واضح ہے، اور جس بھائی نے بیوہ کا تمام مال چرالیا اور اسے پیسہ سے محتاج کر دیتا ہے اور اس چوری کے بعد بہن کو کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا، نہ مرض میں نہ کسی تکلیف میں، اسی وجہ سے بیوہ نے اسے اپنی جائیداد سے عاق و ناحق کر دیا تھا؛ لیکن کیا مرنے کے بعد وہی بھائی اس کے مال کا مالک بن جائے گا، جس وقت بیوہ کا انتقال ہوا، اُس کے بعد ایک بھائی جنت پور میں رہتا ہے اور دوسرا بھائی پاکستان میں، اب اس مسئلہ میں کیا کرنا ہے اور کس کس کو کتنا پہنچتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس بھائی بھتیجہ نے مرحومہ کا مال چرایا ہے وہ سخت گنہگار ہیں، اور اس مال کو واپس کرنا ضروری ہے؛ تاکہ وہ شریعت کے مطابق ورثہ میں تقسیم ہو سکے، یعنی اس کے دو حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر ایک بھائی کو دیا جا سکے، اور مکان کے بارے میں اگر وصیت کا شرعی ثبوت ہو جائے تو اس کا نفاذ صرف ایک تہائی حصہ میں ہوگا، اور جتنے لوگوں کے لئے وصیت کی ہے، اتنے حصے کرکے اس تہائی حصہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا، اور بقیہ دو

تہائی حصے دونوں بھائیوں میں نصفا نصف تقسیم ہوں گے۔ جس بھائی نے چوری کی ہے وہ وراثت سے شرعاً محروم نہیں ہے اور اس سلسلہ میں مرحومہ کی وصیت کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے۔

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤٨٤/١ رقم المادة: ٨٧٩ كوئٹه)

وإن أوصىٰ لأحدهما بجميع ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فثلثه بينهما نصفان. (البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٢٢٤/٩ زكريا، وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٦٦٧/٦ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الوصايا / باب الوصية بثلث المال ٣٨٧/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ومن أوصىٰ لرجل بثلث ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة، فالثلث بينهما الخ. (الهداية ٦٦٢/٤ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں جائیداد وقف کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک بیوہ عورت ہوں، میری عمر تقریباً ۷۵/ سال ہے، میرے شوہر کا آج سے تقریباً ۱۳/ سال قبل انتقال ہو چکا ہے، الحمد للہ میرے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں، سب الحمد للہ حیات ہیں۔ آج سے تقریباً ۴۰/ سال قبل میرے شوہر نے ایکسپورٹ کا کاروبار شروع کیا، کچھ وقت اُنہوں نے باہر کے لوگوں سے شراکت کی، اُن میں سے ایک تقریباً ۳۱/ سال قبل اور دوسرے نے تقریباً ۲۸/ سال قبل میرے شوہر سے الگ ہوکر اپنا اپنا کاروبار شروع کردیا، اور جوں جوں میرے لڑکے بڑے ہوتے چلے گئے، اُن سب کو میرے شوہر اپنے کاروبار میں شامل کرتے رہے۔

۱۹۷۰ء تا ۱۹۸۴ء میرے شوہر اور میرے لڑکے مل کر ایک ہی کاروبار میں شریک رہے، سال ۱۹۸۴ء میں میرے شوہر نے حالات کے مدنظر چار لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو الگ کر دیا اور کہا اَب تم اپنا کاروبار الگ سنبھالو، اور جو لڑکا الگ ہوا اُس کا حساب وکتاب نکال کر اُس کے حوالہ کر دیا گیا، جس وقت یہ حساب بنایا گیا، میری معلومات کے مطابق اُس کا مندرجہ ذیل طریقہ کار اپنایا گیا:

الف:- میرے شوہر نے اپنے تمام اَثاثہ کو ایک جگہ اکھٹا کیا، اُس میں سے چند جائیداد الگ کیں اور اُن جائیداد کو راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی، اِس کے علاوہ ایک باغ بھی الگ کیا، اور ایک رقم میرے لئے محفوظ کر دی، اور باقی لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ اِس بچے ہوئے اَثاثہ کو برابر کے پانچ حصہ بنا کر چار حصہ چار بھائی آپس میں بانٹ لو اور ایک حصہ جو اُن کا اپنا تھا اُس میں باغ شامل کر کے یہ کہا کہ یہ میرا حصہ مانا جائے، اور بعد اپنی زندگی یہ شریعت کے مطابق وارثان میں تقسیم کر دیا۔

ب:- اتفاق ایسا ہوا کہ اِس وصیت کو بنانے کے بعد چند ہی ماہ میں میرے شوہر کا انتقال ہو گیا، اپنے شوہر کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد مجھ کو علم ہوا کہ مزید کچھ رقم میرے شوہر نے کچھ الگ سے ایک اثاثہ کی شکل میں چھوڑی ہے، جو میرے سب سے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ ہے، اُس رقم کا خلاصہ میں اِس طرح کرتی ہوں:

ج:- اندازاً جو ترکہ میرے شوہر نے تقسیم کیا تھا وہ صرف ۲۵/ فیصدی تھا، اور شوہر کا کل ترکہ تقریباً ایک روپیہ تھا، اُس میں سے ۲۵/ پیسے تو میرے شوہر کی وفات کے بعد وارثان میں تقسیم ہو گئے، باقی ۷۵/ پیسے میرے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ تھے۔

د:- مجھ کو اپنے بڑے لڑکے کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ رقم میرے شوہر نے اُس کے پاس بطور اَمانت رکھی ہے، اور یہ ہدایت دی ہے کہ اِس کا استعمال راہِ خدا میں کیا جائے، مجھ کو احساس ہوتا ہے کہ باوجود ۱۳/ سال گذرنے کے اِس رقم کا کچھ حصہ ہی صرف ہوا ہے، اور باقی آج بھی میرے بڑے لڑکے کے پاس محفوظ ہے، یہ رقم جس اَثاثہ کی شکل میں محفوظ تھی، آج کے بھاؤ سے وہ تقریباً ۳ تا ۵/ گنا بڑھ گئی ہے۔

میرے دوسرے کچھ بچے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اِس رقم کا ذکر میرے شوہر نے اُن سے بھی کیا، مگر کبھی راہِ خدا کے نام وقف کرنے کا کوئی ذکر نہیں کیا، اِس بات کا میں اعتراف کرتی ہوں، حالاں کہ میں اُن کی بیوی تھی نہ ہی اُنھوں نے مجھ سے کبھی راہِ خدا میں وقف کرنے کا تذکرہ کیا؛ البتہ اگر کبھی بھی میں نے اُن سے اُن کے مکمل اَثاثہ کے بارے میں معلوم بھی کیا، تو اُنھوں نے یہی کہا کہ مجھ کو خود اندازہ نہیں، ہاں البتہ میرے بعد تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ میرے بڑے لڑکے کا دبدبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے میرے شوہر کچھ باتوں میں کھل کر بولنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

مجھ کو یہ بھی احساس گناہ ہوتا ہے کہ میرے شوہر نے جو جائیداد وغیرہ بھی راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی تھی، وہ ۱۳؍سال گذرنے کے باوجود جوں کی توں پڑی ہوئی ہے، میں اُس کا ذمہ دار اپنے چاروں لڑکوں کو برابر کا مانتی ہوں کہ وہ جس طرح پوری دل جمعی سے اپنے کاروبار کے مسائل کو حل کرتے ہیں، اُن تمام جائیداد کے مسائل حل کرنے میں اپنا وقت صرف کیوں نہیں کرتے؟ میں آپ سے گذارش کرتی ہوں کہ میرے اس مسئلہ کا حل حدیث وقرآن کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق کو رکھ کر اِس مسئلہ کا حل تلاش کریں؟

(۱) یہ رقم ترکہ کے تقسیم سے پہلے میرے شوہر نے میرے بڑے لڑکے کے حوالہ کی تھی۔

(۲) یہ رقم میرے شوہر کی زندگی میں بالکل خرچ نہیں ہوئی، جس وقت میرے شوہر کا انتقال ہوا، یہ رقم پوری کی پوری محفوظ تھی۔

(۳) میرے بڑے لڑکے کا یہ کہنا ہے کہ چوں کہ یہ اَثاثہ اُس کے والد نے اُس کے ذمہ کیا ہے؛ لہٰذا اِس کو خرچ کرنے کا وہ مکمل اختیار رکھتا ہے، اور یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ چاہے دوسروں سے مشورہ لے سکتا ہے چاہے تو نہیں، اور وہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ جو کر رہا ہے بالکل صحیح کر رہا ہے، اور اپنے اِس عمل کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں خود ذمہ دار ہوگا۔

(۴) میرے باقی بچے جن میں پانچ لڑکیاں اور تین لڑکے شامل ہیں، وہ اِس بات کی

دلیل پیش کرتے ہیں کہ شریعت کی رو سے کسی بھی انسان کو مکمل اَثاثہ کا ایک تہائی سے زیادہ راہِ خدا میں وصیت کرنے کا اختیار نہیں ہے؛ لہٰذا اُس کا ایک تہائی نکال کر باقی کا حصہ وارثان میں شریعت کی رو سے تقسیم ہونا چاہئے اور ایک تہائی حصہ کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کو اُن کے ہر مشورہ اور خواہش کا احترام کیا جائے۔

لہٰذا میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اِس مسئلہ میں میری رہنمائی فرمائیں؛ تاکہ میری کسی بھی اَولاد کے ساتھ حق تلفی نہ ہو اور ساتھ ہی میرا سب سے بڑا لڑکا جس سے میں سب سے بڑا ہونے کے ناطہ سب سے زیادہ محبت کرتی ہوں، کسی لاعلمی کی وجہ سے گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں میت کے دو طرح کے اَموال کے بارے میں شرعی حکم معلوم کیا گیا ہے، ہر ایک کے متعلق تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) آپ کے شوہر نے اپنی زندگی میں جن جائیدادوں کے بارے میں باقاعدہ راہِ خدا میں صرف کرنے کی وصیت کی ہے جس کے گواہ موجود ہیں، اُن میں تو بہرحال وصیت کے احکامات نافذ ہوں گے، یعنی میت کے کل ترکہ کے صرف تہائی حصہ کو راہِ خدا میں صرف کیا جائے گا اور بقیہ دو تہائی حصہ وارثین میں تقسیم ہوگا۔

ولا تجوز بما زاد علی الثلث. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ٦٥٥/٤ الأمين كتابستان ديوبند)

(۲) اور جو رقم بڑے لڑکے کے پاس رکھی ہوئی ہے، اُس کے بارے میں چوں کہ دیگر وارثین وصیت کے متعلق لاعلمی ظاہر کرتے ہیں، اِس لئے اُس پر وصیت کا حکم صرف اُسی وقت جاری ہوسکتا ہے جب کہ میت کے اُس رقم کو راہِ خدا میں صرف کرنے کے متعلق دو شرعی گواہ یا پختہ تحریری ثبوت موجود ہوں۔

وإن أنكر سأل المدعي البينة. (الهداية / كتاب الدعوىٰ ٢٠٢/٣ الأمين كتابستان)

ففي النوادر عن محمد: إذا قال أشهدوا أني أوصيت لفلان بألفِ درهمٍ وأوصيت أن لفلانٍ في مالي ألف درهم، فالأولىٰ وصية. (شامي / أول كتاب الوصايا ٦٥٠/٦ كراچی، ٣٣٨/١٠ زكريا، وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا / باب الوصي وما يملكه ٤٦٣/٨ كراچی)

اگر ایسا شرعی ثبوت موجود نہ ہو تو اُس رقم پر وصیت کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا؛ بلکہ وہ مکمل رقم خواہ اُس میں کتنا ہی اِضافہ ہوگیا ہو، میت کے سبھی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کرنی ضروری ہوگی، اگر آپ کے بڑے لڑکے نے ایسا نہ کیا تو وہ خائن شمار ہوگا اور عنداللہ سخت ترین عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔

عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٤٠٤/٤ رقم: ٨٠٧٠ مؤسسة الريان بيروت، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب لا وصية لوارث ١٩٥/٢)

وقال المنذري: إنما يبطل الوصية للوارث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر الورثة، فإذا أجازوها جازت، كما إذا أجازوا الزيادة على الثلث. (عمدة القاري، كتاب الوصايا / باب: لا وصية للوارث ٥٥/١٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي، كتاب الحدود / باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال ١٠٥/٦ زكريا، ٦١/٤ كراچی)

واضح رہے کہ جو رقم ہبہ، صدقہ، یا وقف کے لئے الگ نکال کر رکھ دی جاتی ہے وہ جب تک اپنے مصرف میں خرچ نہ ہو جائے اُس وقت تک مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اور مرنے کے بعد اُس کے ترکہ میں شمار ہوتی ہے؛ لہٰذا حسبِ تحریر سوال جب کہ میت کی زندگی میں مذکورہ رقم جوں کی توں موجود رہی اور صدقہ کی نیت کے باوجود انتقال کے وقت تک صدقہ کے مصرف تک نہیں پہنچی تو محض نیت کر لینے سے وہ آپ کے شوہر کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی؛ بلکہ انتقال ہوتے ہی اُس رقم سے میت کے سبھی وارثین کا حق متعلق ہو چکا ہے۔

وإذ قال: عبدي هٰذا لفلان، وداري هٰذه لفلان، ولم يقل: وصية، ولا كان في ذكر وصية، ولا قال: بعد موتي، كان هبة قياسًا واستحسانًا، فإن قبضها في حال حياته صح، وإن لم يقبضها حتى مات فهو باطل. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصية / الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية وما يجوز من الوصية وما لا يجوز ٩٤/٦)

ب:- اور اگر آپ کا بڑا لڑکا اس پوری رقم کے راہِ خدا میں صرف کرنے کی ہدایت پر دو شرعی گواہ یا پختہ ثبوت پیش کر دے، پھر بھی اُس کا نفاذ صرف ایک تہائی رقم میں ہوسکتا ہے، باقی دو تہائی رقم بہرحال وارثین میں تقسیم کرنی لازم ہے، آپ کے بڑے لڑکے کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد اُس رقم کو مستحقین تک پہنچا کر اپنا ذمہ فارغ کرے، ورنہ وہ مرتکب خیانت ہو کر وصی اور وکیل ہونے کی ذمہ داری سے معزولی کا مستحق ہوگا۔

لا ينبغي له أن يعزله حتى يبدو له منه خيانة، فإن علم منه خيانة عزله.

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصية / الباب التاسع في الوصي وما يملكه ١٣٩/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد کے بارے میں ورثہ کے درمیان شرعی تقسیم کی وصیت کرنا

سوال (۴۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید لاولد ہے، ایک بڑے بھائی حیات ہیں، ان کے تین بیٹے ہیں، زید سے بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے چار بیٹے ہیں، ان چار بیٹوں میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں دوسری ماں سے ہیں، ان کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا ہے، دوسری بیوی حیات ہیں تین بیٹے تین ہی بیٹیاں ہیں، زید کی تین بہنیں ان میں سے ایک کا انتقال ہوگیا، ان کی اولادیں تین لڑکے تین لڑکیاں ہیں، دو بہنیں حیات ہیں، ان کی بھی اولادیں ہیں۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ زید کی جو جائیداد ہے اس کو زید اپنی حیات میں وصیت کرنا چاہتا ہے وصیت کی کیا صورت ہوگی؟ نیز تاحیات ہی اس کا مالک رہے گا آیا جائیداد کی قیمت کا اندازہ لگا کر یا جائیداد کی تقسیم؟

نـــوٹ:- زید نے کچھ جائیداد اہلیہ مرحومہ کے نام سے خریدی تھی، احتیاطاً اس کے لئے زید کی اپنی رائے یہ ہے کہ اس جائیداد کو فروخت کر کے مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ ایصالِ ثواب کے لئے کہیں خرچ کردے یہ مناسب ہے، جواب سے نوازیں؟ بڑے بھائی حیات مرحوم بھائی کی اولاد دو بہنیں حیات ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ آپ صرف یہ وصیت کردیں کہ میرے بعد حسبِ حصصِ شرعیہ میراترکہ تقسیم کیا جائے؛ کیوں کہ اس وقت اگر آپ اپنے وارثین کے حق میں کوئی وصیت کریں، تو اس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور بیوی کے نام کی جگہ کو اگر آپ اپنی زندگی میں اپنی طرف سے مرحومہ بیوی کے لئے صدقہ جاریہ میں لگانا چاہتے ہیں تو شرعاً اس کی اجازت ہے، یہ آپ کی طرف سے اہلیہ مرحومہ پر ایک احسان ہوگا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹٦/۲ رقم:

٢٨٧٠ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ١١٣ رقم: ٣٦٤٠ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ٢٦٥)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ''لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة''. قال ابن قطان في كتابه: ويونس بن راشد قاضي حران، قال أبو زرعة: لا بأس به، وقال البخاري: كان مرجئًا، وكان الحديث عنده حسن. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٤٠٤/٤ رقم: ٨٠٧٠ مكتبة مؤسسة الريان بيروت)

ولا لوارثه وقاتله إلا بإجازة ورثتهٖ لقوله عليه السلام: لا وصية لوارثٍ إلا أن يجيزها الورثة، وهم كبار عقلاء. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٦٥٥/٦ دار الفكر بيروت، ٣٤٦/٦ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ١١٢/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية / الباب الأول في الوصايا ٩٠/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں سب وارثوں کے درمیان جائیداد تقسیم کر کے وصیت کرنا؟

سوال (۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شریعت میں ترکہ کی تقسیم کے لئے وارثوں کے حصص متعین ہیں، کیا اپنے مال کی تقسیم اپنی حیات میں وارثوں کے درمیان مرضی کے مطابق تقسیم کر کے وصیت کی جاسکتی ہے؟ وارث بیوی لڑکا لڑکی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وارثین کے حق میں وصیت کا کوئی اعتبار نہیں؛ تاہم اگر اِس طرح کی وصیت کر دی گئی اور میت کے انتقال کے بعد سبھی وارثین (بشرطیکہ سب عاقل بالغ ہوں) اِس وصیت کے مطابق تقسیم ترکہ پر راضی ہوں تو اس کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہے، اور اگر کوئی ایک وارث بھی اِس تقسیم پر راضی نہ ہو تو اُسے وصیت کے ماننے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا،

بلکہ اُسے اُس کا شرعی حق دینا لازم ہوگا، اور اگر کوئی شخص وصیت اِس طرح کرے کہ میرے مرنے کے بعد سبھی موجود وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ کے مستحق ہوں گے، تو ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے۔

وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي، ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسم رجل في مثل هٰذه الصورة ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ على قول الإمام أحمد ومحمد بن الحسن رحمهما اللّٰه، فالظاهر أن ذلك يسع له. (تكملة فتح الملهم ٧٥/٢)

ولا لوارثة وقاتله مباشرة إلا بإجازة ورثته، لقو له عليه الصلاة والسلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث، وهم كبار عقلاء فلم تجز أجازة صغير ومجنون، وإجازة المريض كابتداء وصية، ولو أجاز البعض ورد البعض جاز على المجيز بقدر حصته الخ.

(الدر المختار مع الشامي ١٠/٣٤٦-٣٤٧ زكريا، البحر الرائق / كتاب الوصايا ٢١٢/٩ زكريا، الفتاویٰ الهندية / الباب الأول من كتاب الوصايا ٩٠/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/۲/۷ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کل مال راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محترمہ شاہدہ خاتون کا انتقال اپنے حقیقی بھائی مولوی راشد علی کے انتقال کے بعد ہوا، مولوی عثمان احمد نظامی صاحب کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ اُنہوں نے مولوی حفیظ الرحمٰن (جو مرحومہ کے باپ کے چچازاد بھائی تھے) سے سنا کہ اُنہوں نے مرحومہ شاہدہ خاتون سے دریافت کیا تھا کہ وہ نقد زیور

اوراپنے حصہ کی زمین وغیرہ کا کیا کریں گی؟ تو زیوراورنقد کے بارے میں مرحومہ نے بتایا تھا کہ وہ اللہ کے نام دے دیا جائے، اوراپنے حصہ کی زمین کے بارے میں مرحومہ نے زبانی بتایا تھا کہ میں اپنے حقیقی بھائی مولوی راشدعلی کی زندگی میں اُنہیں دے چکی ہوں، بھائی کے انتقال کے بعد میرے تعلقات بیوہ بھابھی سے خوش گوارنہیں ہیں؛ لیکن اِس کا مطلب یہ ہرگزنہیں کہ جو چیز میں دے چکی ہوں وہ واپس لے لوں، مرحومہ کے وارثوں میں تین حقیقی بھتیجیاں (۱) فاخرہ (۲) حمیرہ (۳) نادرہ اور دیگر وارثوں میں مولوی حفیظ الرحمٰن مرحوم اور مولوی وحید الرحمٰن مرحوم، مرحومہ کے باپ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

مولوی عثمان احمد نظامی مرحومہ کی بھتیجیوں کے حقیقی ماموں ہیں، اوراُن کی رشتہ داری مولوی حفیظ الرحمٰن مرحوم، اورمولوی وحیدالرحمٰن مرحوم سے بھی ہے۔

مرحومہ کی ایک زمین تقریباً ساڑھے چھ بیگھہ بتائی جاتی ہے؛ لیکن سرکاری کھاتوں میں اُس کا اندراج مرحومہ کے نام نہیں ہے، تو مرحومہ کے کون کون وارث ہوئے اورزمین کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر واقعۃً مرحومہ شاہدہ خاتون نے سارے زیوراور نقدی کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کرنے کی وصیت کی تھی، تو اُس کے ایک تہائی حصے میں اُن کی وصیت نافذ کی جائے گی، اور مابقیہ زیوراورنقد وارثوں کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، اور مرحومہ نے اگر اپنی زندگی ہی میں زمین کو ہبہ کرکے اپنے بھائی مولوی راشدعلی مرحوم کے قبضہ میں دے دیا تھا تو وہ زمین اُن کے بھائی ہی کی ملکیت شمار کی جائے گی، اور دیگر وارثوں کا اُس میں کوئی حق نہیں ہوگا، اورورثہ میں مرحومہ کے باپ کے حقیقی چچازاد بھائی ہی سارے مال کے مستحق ہوں گے؛ اِس لئے کہ وہ عصبہ ہیں، اوربھتیجیاں اور دیگر دور کے رشتہ دارمحروم ہوجائیں گے، اورجس زمین کا ثبوت نہیں ہے، اُس کے بارے میں ہم کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام

الـفتـح مـرضًـا اشـفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يـعـودنـي، فـقـلـت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بـمـالـي كـله، قال لا: قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فـالثـلـث، قـال: الثـلـث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تـذرهـم عالّة يتكففون الناس الخ. (سنـن التـرمـذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ٣٢/٢، سنن ابن ماجة، أبواب الوصايا / باب الوصية بالثلث ١٩٢/٢)

هل الوصية بأقل من الثلث أولىٰ أم تركها؟ قالوا: إن كانت الورثة فقراء ولا يستغـنـون بـمـايـرثـون، فـالترک أولىٰ لما فيه من الصدقة، وقد قال عليه الصلاة والسـلام: "أفـضـل الـصـدقة على ذي الرحم الكاشح". ولأن فيه رعاية حق الفقر والقرابة جميعًا، وإن كانوا أغنياء أو يستغنون بنصيبهم، فالوصية أولىٰ. (الدر المختار / كتاب الوصايا ٥١/٦-٥٢ كراچی، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٩١/٦ زكريا)

وتـجـوز بـالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث لا الزيادة عليه. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٣٩/١٠ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، قوله: (بالقبض) فيشترط القبض قبل الموت. (الدر المختار مع الشامي ٤٩٣/٨ زكريا)

ثـم ذوى الأرحام أي يبدأ بهم عند عدم ذوي الفروض النسبية والعصبات فيأخذون كل المال. (شامي / كتاب الفرائض ٥٠١/١٠ زكريا، بيروت ٤١٥/١٠ بيروت)

يـملک الموهوب له، الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث ٤٧٣/١رقم المادة: ٨٦١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کا کل سامان خیرات کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رامپور ضلع کے ایک خاں صاحب بیڑی بنایا کرتے تھے، کافی عرصہ سے یہاں رہتے تھے، دوکان کے مالک سے ایک مرتبہ اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ اگر اچانک میرا انتقال ہوجائے تو میرا کفن دفن تم کروا دینا، اور میرا سامان کسی کو خیرات کردینا، اَب اتوار میں اُس کا انتقال ہوگیا، اَب اُن کے بھائی بھتیجے وغیرہ کو خبر دی گئی وہ آگئے، کفن دفن اُن کے سامنے ہوا، اَب اُن کے سامان کو اُنہوں نے لے جانے کو کہا، تو اُن کو سامان نہیں دیا گیا، اُن کے اُن وارثین بھائی بھتیجوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں مذکورہ شخص نے اپنے مال کو خیرات کرنے کی جو وصیت کی ہے وہ صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، بقیہ دو تہائی ترکہ اُن کے شرعی وارثین کو دینا ضروری ہے، ہاں اگر ورثا اجازت دے دیں تو کل مال بھی خیرات کیا جاسکتا ہے۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار.

(البداية مع الهداية ٦٥٤/٤–٦٥٥ الأمين كتابستان ديوبند)

اور بھائیوں کی موجودگی میں بھتیجوں کا کوئی حق اُس ترکہ میں نہ ہوگا۔

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ١٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس عورت کا وارث نہ ہو اُس کا کل مال کارِ خیر میں لگانے کی وصیت کرنا؟

سوال (۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت ہمارے مکان میں رہتی تھی، جس کا نام جمیلہ تھا، اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا، اس نے مرنے سے پہلے ہمیں ہدایت کی کہ جو میرا اس مکان میں ہے یعنی نقدی ایک لاکھ اور کچھ زیور، یہ سب کچھ ایسی جگہ دینا؛ تاکہ مجھے ثواب ملتا رہے، یہ عورت تعویذ گنڈے کا کام کرتی تھی اور زکوۃ کے پیسے بھی لیتی تھی، اَب اس نقدی اور زیور کے سلسلہ میں یہ بتائیں کہ یہ رقم مسجد و مدرسہ میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور پھر اس کو کس جگہ استعمال کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ مذکورہ عورت کا کوئی وارث شرعی دستیاب نہیں ہوا؛ اس لئے اس کی وصیت کے بموجب اس کا کل ترکہ کسی مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں لگا دیا جائے۔

ثم بيت المال. (السراجي في الميراث ص: ٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۶/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قریب المرگ آدمی کا متعین حصہ کی کارِ خیر کیلئے وصیت کرنا؟

سوال (۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قریب المرگ آدمی نے اپنی جائیداد میں سے ایک متعین حصہ الگ کر کے وصیت کی کہ اس مال کو کارِ خیر میں استعمال کردیں، مثلاً میرے مرنے کے بعد اس رقم سے میری طرف سے حج بدل کرلیں، تو کیا اِس طرح ایک متعین حصہ الگ کرنا صحیح ہے؟ اور اس مال سے وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر متعین حصۂ وصیت کل مال کے تہائی حصہ کے اندر اندر ہے، تو وارثین پر اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہے ورنہ نہیں۔

وإن عين المال بأن قال: بألف وهو يخرج من الثلث. (غنية ١٨٢ قديم)

ولو أوصىٰ لوارثه ولأجنبي، صح في حصة الأجنبي، ويتوقف في حصة

الـوارث عـلى إجازة الورثة، إن أجازوا جاز، وإن لم يجيزوا بطل. (الـفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول ٦/ ٩٠ زكريا)

ومـن أوصـىٰ لأجـنبـي ولوارثه ظاهر ...... وهٰذا بخلاف ما إذا أقرّ بعين أو ديـن لـوارثـه ولـلأجـنبي، حيـث لا يـصـح في حق الأجنبي كما لا يصح في حق الوارث. (الـعـنـاية على الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الوصايا / باب الوصية بالثلث ١٠/ ٤٥٥ مصطفىٰ البابي الحلبي مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''میرے فلاں باغ کی آمدنی فلاں شخص کودیتے رہنا'' وصیت ہے

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے مرض الموت میں اپنے لڑکے سے یوں کہا کہ ''میرے فلاں باغ کی آمدنی فلاں شخص کودیتے رہنا'' آیا یہ الفاظ وصیت کے ہیں یا ہبہ یا وقف کے؟ نیز اگر یہ وصیت ہے اور صحیح ہے تو پھر یہ کب تک نافذ ہوگی؟ موصی لہ کے انتقال تک یا اس سے پہلے ہی پوری ہوجائے گی؟ نیز وصیت پوری ہونے سے پہلے پہلے لڑکا اس باغ مع زمین کوفروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے لڑکے پر سیلنگ آرہی ہو اور اس باغ کے بیچنے سے سیلنگ ختم ہوجاتی ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا کہ میرے فلاں باغ کی آمدنی فلاں شخص کودیتے رہنا، یہ وصیت کی ایک شکل ہے یہ حق موصی لہ کو زندگی بھر حاصل رہے گا؛ البتہ اگر وارثین سے مصالحت کرلے تو اس آمدنی کے بدلہ کوئی نقد چیز لے لے یا اپنی مرضی سے اپنا حق چھوڑ دے تو وصیت کا حکم ختم ہوجائے گا۔

وإن قـال لـه ثـمـرة بستـانـي أبـدًا فله هٰذه الثمرة وثمرته فيما يستقبل ما عاش. (الهداية / باب الوصية بالسكنى والثمرة ٤/ ٦٧١)

ولـو اشتـری الـمـوصـی له البستان من الورثة جاز، وبطلت الوصية، ولو تـراضـوا عـلى شيء دفعوه إليه على أن يسلم الغلة جاز. (شامي، كتاب الوصايا / باب الوصية بالخدمة والسكنیٰ ۱۰/۱۰٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باغیچہ کا ۲۵ر فیصدی حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد حاجی تسلیم قریشی صاحب مرحوم کا ایک باغیچہ تھا، اُنہوں نے اپنے وارثین کو وصیت کی تھی کہ جب بھی یہ باغیچہ بیچا جائے تو اِس میں سے ۲۵ر فیصدی حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور بقیہ حصہ وارثین میں تقسیم کر دیا جائے، اس وصیت کا سب وارثین کو علم ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ہم وارثین پر اِس وصیت کا پوار کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی بتایا جائے کہ یہ رقم کہاں کہاں خرچ کی جاسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریرِ سوال مرحوم حاجی تسلیم قریشی صاحب کی وصیت کے مطابق اُن کے فروخت شدہ باغیچہ کی ایک چوتھائی رقم کارِ خیر میں خرچ کی جائے گی اور اس وصیت کا پورا کرنا وارثین پر ضروری ہوگا اور یہ رقم وارثین کے آپسی مشورہ سے ہر طرح کے کارِ خیر مثلاً مسجد اور مدرسہ کی تعمیر اور غریبوں اور محتاجوں وغیرہ کی ضروریات میں خرچ کی جاسکتی ہے، کارِ خیر میں سے کسی خاص مصرف میں لگانا ضروری نہیں ہے۔

قال في الهداية في كتاب الوصايا: تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة الورثة ...... لقول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث سعد بن وقاص رضي اللّٰه عـنـه: الثـلـث والثـلـث كثير (وقال قبله) قد نطق به الكتاب وهو قول اللّٰه تعالیٰ

﴿مِنۡ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَا اَوۡ دَيۡنٍ﴾ والسنة وهو قول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إن اللّٰه تعالیٰ تصدق عليكم بثلث أموالكم في آخر أعماركم زيادة لكم في أعمالكم تضعونها حيث شئتم، أو قال حيث أجبتم وعليه إجماع الأمة. (الهداية ٦٥٤/٤-٦٥٥)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع وإن لم يجز الوارث ذلك.

(شامي ٣٣٩/١٠ زكريا)

ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ٣، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

السبيل...... يذكر ويؤنث الطريق كل ما أريد به وجه اللّٰه. (معجم لغة الفقهاء ٢٠٤، كراتشي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے لئے پورے مکان کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری سب سے بڑی بہن شائقہ پروین کا انتقال ۱۳/اپریل بروز اتوار کو ہوا، چار سال پہلے اپنے شوہر کے ساتھ عابد مارکیٹ کے مکان میں رہتی تھی، وہاں اُن کے شوہر نے تالے ڈلوادئے اور ہمارے ماموں سے یہ کہہ کر چلے گئے، میں نے شائقہ کا پتہ صاف کردیا، جب ہم نے اپنی بہن سے پوچھا کہ طلاق دی ہے؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ مجھے مارا تھا ایسا کچھ نہیں کہا، تب وہ ہمارے گھر آ گئیں تھیں، تین مہینے ہمارے گھر رہیں؛ کیوں کہ ہماری بہن کی شادی میں آئیں تھیں، اِس لئے اُن کا زیور اُن کے پاس تھا، پھر اُنہوں نے اپنے شوہر کو حاصل کرکے اُن سے کہا کہ میں اپنے میکے میں نہیں رہوں گی، میرے مکان کا ٹھکانہ اپنے ہاتھوں سے کردو اور میرا زیور لے لو، اُن کے شوہر نے زیور اور کچھ رقم اپنے پاس سے ڈال کر قریب ۴/لاکھ کا مکان خرید کر اُن کو دے دیا اور رجسٹری

بھی ہماری بہن کے نام کرادی، شائقہ باجی نے جب سے وہ مکان لیا تھا تو اُن کا کہنا تھا کہ میں اسے نہ سسرال والوں کو دوں گی اور نہ میکے والوں کو، میری کوئی اولاد نہیں ہے، میں یہ مکان مسجد کے نام کر دوں گی، میرے مرتے ہی یہ مکان مسجد کا ہونا چاہیے اور اِس کا ثواب مجھے ملے، مجھے کوئی ثواب پہنچانے والا نہیں ہے، مکان خریدنے کے سال بھر بعد ہمارے بہنوئی اسی مکان میں جو سرسید نگر پیر کا بازار مسجد حمزہ کے سامنے واقع ہے، ہماری بہن کے ساتھ رہنا شروع کر دیا، چار مہینے سے ممبئی میں جا کر بیٹھ گئے، ہماری بہن کو بھروسے میں رکھ رہے تھے، میرا آپریشن ہوا ہے جب کہ دوسری شادی کر لی ہے، مکان اور سارا سامان ہمارے قبضہ میں ہے، لوگ ہم سے کہہ رہے ہیں کہ تمہاری دو بہنیں کرائے پر رہ رہی ہیں، یہ مکان انہیں رہنے کے لئے دے دو، اور شوہر اس مکان کی چابی کا مطالبہ کرر ہا ہے، آپ ہمیں مشورہ دیجئے کہ شریعت کی اعتبار سے کیا بہتر ہے؟ اُن کے ورثہ میں چھ بہنیں اور دو بھائی ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحومہ شائقہ کا اپنے مکان کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ میرے مرتے ہی یہ مکان مسجد کا ہونا چاہیے، یہ وصیت کے درجہ میں ہے، اور وصیت صرف متروکہ تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، پس یہ دیکھا جائے گا کہ مرحومہ نے کل مال کتنا چھوڑا ہے، اگر سب ترکہ کے اعتبار سے یہ مکان تہائی حصہ بیٹھتا ہو، تو یہ مکمل مکان حسبِ وصیت مسجد کو دے دیا جائے گا، اور اگر یہ کل مکان تہائی ترکہ سے زائد ہو تو صرف تہائی حصہ کے بارے میں وصیت نافذ ہوگی اور بقیہ حصے حسبِ حصصِ شرعیہ وارثین میں تقسیم ہوں گے، اور وارثین میں شوہر بھی شامل ہے، جو اَولاد نہ ہونے کی وجہ کی سے اُس ترکہ میں آدھے حصے کا مالک ہے، اُس کی مرضی کے بغیر دیگر ورثہ کو اپنے اعتبار سے اس مکان میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

وقال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ٣، الفتاوىٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

ولو أوصىٰ أن يجعله أرضه مسجدًا يجوز بلا خلافٍ. (الفتاوىٰ الهندية ٩٧/٦)

وتجوز بالثلث للأجنبي وإن لم يجز الوارث ذلک لا الزيادة عليه. (شامي ٦٥٠/٦ كراچی)

ولو أوصىٰ أن يجعل أرضه مسجدًا، يجوز بلا خلاف ...... ولو أوصىٰ بثلث ماله لأعمال البر ذكر في فتاوىٰ أبي الليث رحمه اللّٰه تعالىٰ أن كل ما ليس فيه تمليک، فهو من أعمال البرّ، حتى يجوز صرفه إلىٰ عمارة المسجد، وسراجه دون تزيينه ...... وفي الفتاوىٰ الخلاصة: ولو أوصىٰ بالثلث في وجوه الخير، يصرف إلى القنطرة أو بناء المسجد أو طلبة العلم. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الثاني في بيان الألفاظ التي تكون وصية والتي لا تكون وصية ما يجوز من الوصية وما لا يجوز ٩٧/٦ زكريا، وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الوصايا / الفصل الثاني في الوصية بالكفارة ٢٣٤/٤ زكريا)

مسجد کا حصہ نکالنے کے بعد مابقیہ ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۲......۲۰

میـــــــــــــــت

شوہر	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
۱/۱۰	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱	۱

مرحومہ کا کل ترکہ مسجد کا حصہ نکالنے کے بعد بیس سہاموں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنے حصے ملیں گے جو اُن کے نیچے درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری ۱۴۳۵/۶/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرنے کے بعد مکان کی مسجد کے لئے وصیت کرنا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان حسرتی بیگم نے گاؤں میں خریدا اور اُس میں چکی لگوا کر اپنے والد کو دی، اور نیت یہ تھی کہ والد جب تک زندہ ہیں، اس چکی کی آمدنی سے کھاتے کماتے رہیں، اُن کے بعد میری ہوجائے گی، اور میں نے اپنے ہی روپیوں سے اپنے لئے خریدا تھا؛ لیکن سوچا بوڑھے والد کہاں کمائی کرنے جائیں گے، اسی سے کھاتے پیتے رہیں گے، پھر میرے والد نے اپنے ایک نواسے کو رکھ لیا وہ بھی ساتھ کام کرتا رہا، اب میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے، تو وہ میری چکی اور میرا مکان مجھے ملنا چاہئے یا نہیں؟

اَب میں یہ مکان مسجد کے نام وصیت کرنا چاہتی ہوں، اور زندگی بھر خود مستفید ہوتی رہوں گی، تو کیا ایسا کرنا صحیح ہوگا، نیز حسرتی بیگم لاولد ہے، اور اس کے وارثین میں صرف شوہر حاجی اشتیاق حسین زندہ ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال اگر حسرتی بیگم نے مذکورہ مکان اپنی ذاتی رقم سے خرید کر والد کو صرف عاریت کے طور پر دیا تھا، اُن کو مالک نہیں بنایا تھا، تو اس مکان کو مسجد کے نام وصیت کرنا بھی درست ہے، بشرطیکہ یہ مکان اس کے کل ترکہ کے تہائی کے اندر اندر داخل ہو، اگر تہائی سے زائد ہو تو دیگر وارثین کی اجازت ضروری ہوگی۔

ولو أوصیٰ أن یجعل أرضه مسجدًا یجوز بلا خلافٍ. (الفتاویٰ الهندیة / کتاب الوصایا ۹۷/۶)

جعل من شرائطها أن یکون الموصیٰ به مقدار الثلث لا زائد علیه وهو لیس بسدید علی إطلاقه؛ فإن الموصی إذا ترک ورثه قائمًا لا تصح وصیته بما زاد علی الثلث إن لم تجز الورثة، وإن أجازوه صحت وصیته به. (البحر الرائق /

كتاب الوصايا ٤٠٣/٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۱۵ھ

مرض الموت میں زکوٰۃ اور خیرات کا کل مال مسجد کو دینا

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بوڑھی عورت جس نے زکوٰۃ کا مال وخیرات کا مال اکٹھا کیا، اور مرض الموت میں کل اثاثہ اور نقد روپۓ مسجد کے سکریٹری کے حوالہ کردۓ، کیا اس رقم کو مسجد کے کسی کام میں لگانا جائز ہے؟ کیا اس رقم سے قبرستان کا گھیراؤ کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرض الموت میں مذکورہ بوڑھی عورت کا اپنا کل اثاثہ مسجد کو دینا وصیت کے درجہ میں ہے، جس کو ثلث مال تک نافذ کیا جائے گا، اور بقیہ دوتہائی حصہ اُس عورت کے شرعی وارثین کا حق ہوگا، اور جو حصہ مسجد کے لئے دیا ہے، اُس کو قبرستان میں لگانا جائز نہیں ہے۔

ولا تجوز بما زاد على الثلث لقول النبي صلى الله عليه وسلم في حديث سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: الثلث، والثلث كثير بعد ما نفى وصيته بالكل والنصف؛ ولأنه حق الورثة. (الهداية ٦٥٤/٤-٦٥٥ المكتبة الأشرفية ديوبند)

اعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية فيعتبر من الثلث. (الدر المختار مع الشامي ٣٨٠/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حالتِ صحت میں وصیت کرنا؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا وصیت صرف وہ ہی تسلیم کی جائے گی اور مانی جائے گی جو قریب المرگ کی جائے؟ یا اگر کسی نے اپنے انتقال سے ۱۰-۱۲/ سال قبل کی ہے، تب بھی اُس کو وصیت ہی سمجھا جائے گا، اور کیا وصیت و وراثت صحرائی وسکنائی دونوں طرح کی زمینوں میں شرعاً نافذ ہوتی ہے یا صرف سکنائی میں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وصیت کے لئے مرض الموت ہی میں کہنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ زندگی میں جب بھی وصیت کریں صحیح ہے، اور اُس کا نفاذ صحرائی یا سکنائی ہر طرح کی جائیداد میں ممکن ہے۔

لأنه تمليک مضاف إلى حال زوال مالكيته. (الهداية ٤/٦٥٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۹/۱۴۱۷ھ

وراثت کا حصہ مسجد میں دینے کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان اشفاق حسین اور لیاقت حسین کے درمیان مشترک تھا، اشفاق حسین نے وصیت کی تھی کہ اِس مکان میں بیوی کو جو حصہ ملے گا وہ کچا باغ کی مسجد میں دیا جائے گا، بیوی نے بھی اِس وصیت کی تائید کی تھی، اَب مکان ۲۸/ لاکھ روپئے میں بک گیا ہے اور بیوی کا بھی انتقال ہوگیا ہے، اُن کے وارث بھتیجے اور بھتیجیاں اُس حصہ کو مسجد میں دینے پر راضی ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ بیوی کا حصہ کتنا ہوگا اور اُس کا مسجد میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ ترکہ ۲۸/ لاکھ میں سے ۱۴/ لاکھ اشفاق حسین کے حصہ میں آئے گا اور اِس ۱۴/ لاکھ میں سے چوتھائی حصہ یعنی ساڑھے تین لاکھ اشفاق حسین کی بیوی کا حصہ ہوگا، اور حسبِ تحریر سوال چوں کہ اِس حصہ کو مسجد میں دینے کی بیوی کی طرف سے

وصیت کی گئی ہے اور بیوی کے وارثین بھتیجے بھی اِس پر راضی ہیں؛ لہٰذا یہ پوری رقم حسبِ وصیت کچا باغ کی مسجد کو دے دی جائے گی۔

ولا تجوز الوصية بأكثر من الثلث إلا أن يجيز ورثة الميت بعد موته. (الفتاویٰ الولوالجية ۳۳۹/۵)

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم أصحاء بالغون. (الجوهرة النيرة ۱۷۳/٤)

وتجوز ...... بالثلث لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۹/۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکتب کے لئے وصیت کردہ زمین کو فروخت کرنا؟

سوال (۵٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں زمین کی آمدنی مکتب کے مصارف میں صرف کرتے رہنا، آمدنی کی کوئی ایسی صورت نہ پائی جو مقصد میں معین ہو، ورثہ نے اس زمین کو فروخت کرڈالا، اَب اِن پیسوں کا استعمال کیوں کر ہو؟ ایک حضرت کا کہنا ہے کہ ایک تہائی مکتب میں دے دیا جائے، اور دو تہائی وارث لوگ استعمال کریں؛ لیکن یہ میری سمجھ میں نہیں آتا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ زمین میت کے متروکہ تہائی مال کے اندر اندر ہو تو اس کی آمدنی مکتب ہی کے مصارف میں صرف کرنی ضروری ہے، وہ زمین اگر بیچ دی گئی ہو تو بیع فسخ کرکے دوبارہ اس کی آمدنی کا ذریعہ پیدا کیا جائے، اور اگر بیع کا فسخ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت سے کوئی اور زمین خرید کر اس سے مکتب کی ضرورت پوری کی جائے، یہ رقم وارثین میں تقسیم کرنی

درست نہیں ہوگی؛ البتہ اگر مرحوم میت کے ترکہ میں صرف یہی ایک زمین تھی اور کوئی مال نہ تھا، تو ایسی صورت میں وہ وصیت صرف ایک تہائی میں نافذ ہوگی اور دو تہائی حصہ میں وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ حصہ دار ہوں گے۔

وتجوز بالثلث لأجنبي وإن لم يجز الوارث ذٰلک لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته بعد موته وهم كبار. (الدر المختار مع الشامي ۳۳۹/۱۰ زکریا، الفتاویٰ الهندية / كتاب الوصايا ٩٠/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۳/۳/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَجنبی کے لئے کل مال کی وصیت کرنا؟

سوال (۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی ورثہ کی موجودگی میں تمام مال کی وصیت کسی کو کردے، تو کیا یہ وصیت قانون شرعی ومسلم پرسنل لاء کے مطابق ہوگی یا خلاف ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی وصیت اجنبی کے لئے صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، اِس سے زیادہ میں ورثہ کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتی۔

ويجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذٰلک لا الزيادة عليه. (الدر المختار ٦٥٠/٦ کراچی، ۳۳۹/۱۰ زکریا، الفتاویٰ الهندية ٩٠/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ
۱۴۱۷/۹/۲ھ

دوا علاج میں خرچ کرنے کے بعد مابقیہ رقم تیمارداروں کے لئے وصیت کرنا؟

سوال (۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: محمد اسلام قمر صاحب کا پچھلے دنوں انتقال ہوا، اُنہوں نے اپنے ترکہ میں کچھ روپیہ چھوڑا ہے، محمد اسلام قمر اپنے ماں باپ کے دو بچے تھے، ایک محمد اسلام قمر اور ایک بہن، بہن کا انتقال بہت پہلے ہو چکا ہے، وہ بھی لاولد تھی، قمر صاحب نے شادی نہیں کی، قمر صاحب کے موت کے وقت نہ کوئی اولاد ہے نہ ماں باپ نہ بھائی بہن نہ ہی چچا تائے، دور کے رشتہ داروں میں خالہ اور ماموں تھے، ان دونوں کا بھی پہلے انتقال ہو چکا ہے، خالہ کے نواسے نواسیاں حیات ہیں، اور ماموں زاد تین بھائی موجود ہیں، مرض وفات جس میں ان کا انتقال ہوا وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، جو بینک بیلنس تھا وہ بھی بینک سے نکلوالیا تھا، قمر کے ہوش وحواس کے زمانے میں یعنی بیماری سے بہت پہلے لوگ ان کے غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے چھیڑتے رہتے تھے کہ روپیوں کا کیا کروگے، تو وہ جواب دیتے تھے کہ میرے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے، میرا جو کچھ ہے مسجد کا ہے؛ لیکن نہ تو انہوں نے اس بارے میں کوئی تحریر چھوڑی، نہ ہی مرض وفات میں کوئی تحریر یا زبانی وصیت کی جب کہ بینک سے روپیہ نکلوانے کے بعد روپیہ ان کی اور ان کے تیمار داروں کی تحویل میں رہا، تیمار داروں نے اس روپیہ کے بارے میں اُن سے پوچھا کہ اس کا کیا کرنا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اسے اپنے پاس رکھو جو میری بیماری میں دوا علاج خرچ ہو اسی میں سے خرچ کرو، اور دوا علاج کے بعد جو رقم بچے گی وہ میری تیمار داری کرنے والوں کی ہوگی۔ آپ سے جواب طلب امر یہ ہے کہ ان بچے ہوئے روپیوں کا کیا کیا جائے کس کو دیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث محمد اسلام قمر مرحوم نے جو رقم چھوڑی ہے، اس میں سے تہائی رقم ان کی تیمار داری کرنے والوں کو مل جائے گی؛ کیوں کہ قمر صاحب کا یہ کہنا ’’کہ دوا علاج کرنے کے بعد جو رقم بچے گی وہ میری تیمار داری کرنے والوں کی ہوگی‘‘ وصیت کے درجہ میں ہے، اور وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوتی ہے، باقی رقم تینوں ماموں زاد بھائیوں میں برابر برابر تقسیم ہوگی، اور خالہ کے نواسے اور نواسیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين. (السراجي في الميراث ص: ٣، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

ثم جزء جديه أو جدتيه وهم الأخوال والخالات ...... وأولاد هؤلاء (الدر المختار) فإن تفاوتوا درجة قدم أقربهم على غيره ولو من غير جهته. (شامي / كتاب الفرائض ٥٥١/١٠ زكريا، الفتاویٰ الهندية / كتاب الفرائض ٤٥٩/٦)

اور صحت کی حالت میں اپنا مال مسجد میں دینے کے ارادہ کو چوں کہ عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا، اور نہ اس کے بارے میں کوئی واضح تحریری وصیت کی؛ اس لئے اس ارادہ کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۸/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت سے رجوع کرنا؟

سوال (۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگرچہ میرے والد مرحوم نے مجھ کو ایک مکان دے دیا تھا، میں نے پہلے مسجد کے نام پر وصیت کردی تھی، بعد میں میرے بھائیوں نے اس پر اعتراض کیا تو اس وصیت کو رد کرکے اپنے بھتیجہ کے نام پر وصیت نامہ کردیا کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کا مسجد کی وصیت سے رجوع کرکے بھتیجہ کے لئے وصیت نامہ لکھنا شرعاً درست ہے۔

عن الشعبي قال: كل وصية إن شاء رجع فيها غير العتاقة. (المصنف لابن أبي شيبة ١٦٠/١٦ رقم: ٣١٤٥٢)

يجب أن يعلم أن الرجوع عن الوصية صحيحة، والرجوع قد يثبت

صريحًا، وقد يثبت دلالةً ضرورةً، فالرجوع صريحًا ظاهرٌ. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/۲۰ رقم: ۳۲۲٦٥٨ زكريا)

ويجوز للموصي الرجوع عن الوصية؛ لأنه تبرع لم يتم، فجاز الرجوع عنه كالهبة. (الهداية ٤/٦٦٠ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میڈیکل ریسرچ کرنے کے لئے اپنی نعش کی وصیت کرنا؟

سوال (٦٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی مسلمان یہ وصیت کرے کہ میری نعش میڈیکل اسپتال والوں کو دے دی جائے؛ تا کہ میڈیکل تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ اس پر ریسرچ کریں، تو یہ وصیت قابل عمل ہے یا نہیں؟ اور میڈیکل اسپتالوں میں انسانی نعشوں پر جو تجربات کئے جاتے ہیں اُس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی انسان کا اپنی نعش کے بارے میں میڈیکل اسپتالوں میں خاص کردینے کی وصیت کرنا قطعاً باطل اور ناجائز ہے، اِس طرح کی وصیت پر عمل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے؛ بلکہ ہر مسلمان کی نعش کو شرعی طور پر دفن کرنا فرض ہے، نیز میڈیکل اسپتال والوں کا کسی بھی انسانی نعش کو میڈیکل تعلیم یا تمرین کے لئے تختۂ مشق بنانا بھی شرعاً جائز نہیں ہے، یہ انسان کی بے حرمتی اور توہین ہے، یہ ایسا ہی گناہ ہے، جیسے کسی زندہ انسان کے اعضاء کو اس کے زندہ رہتے ہوئے تختۂ مشق بنانا ناجائز اور گناہ ہے؛ لہٰذا انسانی نعش پر تجربات کرنے کی کسی حالت میں اجازت نہیں دی جاسکتی۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كسر عظم الميت ككسره حيًا. (سنن أبي داؤد ٢/٤٥٨)

وقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تكسرها، فإن كسرك إياه ميتا ككسرك إياه حيًا. (بذل المجهود ٤٩٧/١٠ رقم: ٣٢٠٧ بيروت)

قال الباجي: تريد أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حياته، وإن كسر عظامه في حال موته يحرم كما يحرم كسرها حال حياته. (أوجز المسالك ٥٨٧/٤)

أحدهما: أن يوصیٰ بما هو معصية عندنا، وعندهم كالوصية للمغنيات والنائحات، فهٰذا لا يصح إجماعًا. (مجمع الأنهر / باب وصية الذمي ٤٥١/٤ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز. (الفتاویٰ الهندية ٣٥٤/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وصیت کے بغیر میت کی طرف سے حیلہ کر کے نماز روزہ کا فدیہ اَدا کرنا؟

سوال (۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے ایک نیک اور صالح بھائی کا انتقال ہوگیا اور کوئی وصیت بھی نہیں کی؛ لیکن زید اپنے بھائی کی نماز روزہ وغیرہ جو اس کے ذمہ قضا تھے یا قضا تو نہیں؛ لیکن احتیاطاً پوری زندگی کی نماز روزہ فرائض کا فدیہ دینا چاہتا ہے ''حیلہ کی شکل'' میں مثلاً ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ پچیس سو روپئے ہیں؛ لہٰذا پچیس سو روپئے ایک لفافہ میں رکھ کر ایک طالب علم کو مالک بنادیا، پھر وہ طالب علم کمرہ سے باہر نکلتا ہے، اور پھر کمرہ میں آ کر وہ لفافہ زید کو ہدیہ کردیتا ہے، زید اُسی وقت وہ لفافہ پھر اسی طالب علم کو دے کر مالک بنادیتا ہے، وہ طالب علم اسی طرح کمرہ سے باہر جاکر آتا ہے اور لفافہ زید کو ہدیہ کردیتا ہے، اِس طرح پوری زندگی نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ احتیاطاً ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حیلہ کی اجازت صرف ضرورت کے وقت ہے، اور

صورت مسئولہ میں چوں کہ انتقال کرنے والے بھائی نے نہ تو کوئی وصیت کی ہے نہ ہی مال چھوڑا ہے؛ لہٰذا اس کی طرف سے نماز روزہ کی فدیہ کی ادائیگی کسی پر لازم نہیں۔ بریں بنا اُس کے فدیہ کو ادا کرنے کے لئے کوئی حیلہ وغیرہ اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، اگر کسی کو ہمدردی منظور ہے تو جس قدر وسعت ہو اُس کی طرف سے فدیہ ادا کردے، حیلہ اختیار نہ کرے۔

وإن لم يوص لا يجب على الورثة الإطعام؛ لأنها عبادة فلا تؤدى إلا بأمره وإن فعلوا ذلک جاز، ويكون له ثوابٌ. (شامي / فصل في العوارض ٤٠٨/٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کتاب الفرائض

ترکہ سے متعلق حقوق

علم الفرائض کو آدھا علم کیوں قرار دیا گیا ہے؟

سوال (۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علم الفرائض کو حدیثِ پاک میں آدھا علم کیوں فرمایا گیا ہے؟ حدیث پاک میں ہے: "**تعلموا الفرائض وعلموها الناس؛ فإنها نصف العلم**" نصف العلم کہنے کی کیا وجہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علم فرائض کو نصف علم کہنے کی متعدد وجوہات ذکر کی گئی ہیں، جن میں سے خاص کردو وجوہات درج ذیل ہیں:

(۱) دیگر علوم کا تعلق زندگی کے زمانے سے ہے اور علم فرائض کا تعلق موت کے بعد کے زمانے سے ہے، اسی اعتبار سے اس کو نصف علم کہا گیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی کو جو مال حاصل ہوتا ہے، اُس کی بنیادی طور پر دوصورتیں ہوتی ہیں: اول یہ کہ وہ اپنے کسب واختیار سے تجارت وغیرہ کے ذریعہ مال حاصل کرے۔ دوسرے یہ کہ غیر اختیاری طور پر اسے مال حاصل ہو، اس غیر اختیاری ملکیت میں علم فرائض کی ضرورت پڑتی ہے، اِسی اعتبار سے اِس کو نصفِ علم کہا گیا ہے۔

علاوہ ازیں بعض حضرات نے حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے نصف کو ایک جزو کے معنی میں رکھا ہے، اس اعتبار سے باقاعدہ تنصیف کی ضرورت نہیں اور علم فرائض کے علوم دینیہ کے ایک جز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

وإنما جعل العلم بها نصف العلم، إما لاختصاصها بإحدى حالتي الإنسان

وهي الممات دون سائر العلوم الدينية، فإنها مختصة بالحياة، وإما لاختصاصها بإحدىٰ سببي الملک أعني الضروري دون الاختياري كالشراء، وقبول الهبة، والوصية وغيرها. (الشريفية ص: ٣)

ومنها: أن النصف في هٰذا الحديث بمعنى أحد القسمين، وإن لم يستاويا. (هامش السراجي في الميراث ص: ٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۴/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث اور وصیت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میراث اور وصیت نامہ کی تقسیم کے بارے میں اللہ اور اُس کے رسول کا کیا حکم ہے؟ میں اپنی حیات میں متعلقین کے حقوق کے لئے وصیت لکھنا چاہتا ہوں؛ اِس لئے گذارش ہے کہ ذیل میں درج رشتہ داروں میں کون کتنے حصہ کا حق دار ہے، اور وصیت کس طرح تحریر کی جاتی ہے؟ مختصراً تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) میری بہن حیات ہے۔ (۲) ایک سگا بھائی اور دو سگی بہنیں حیات ہیں۔ (۳) خالہ زاد بھائی دو بہنیں ہیں۔ (۴) ایک بھتیجہ۔ (۵) چار بھتیجیاں۔ (۶) پانچ بھانجے۔ (۷) چار بھانجیاں ہیں۔ (۸) اپنی حیات میں تقسیم کروں تو میرا کیا حق ہے؟ (۹) املاک غیر منقولہ کے لئے کیا حکم ہے؟ جو اَشیاء استعمال میں ہیں، اُن کے لئے کیا حکم ہے؟ (۱۰) لڑکے غیر شادی شدہ ہیں، دو لڑکے برسر روزگار ہیں، اپنی کمائی سے کبھی کبھار گھر خرچ کو کچھ دے دیتے ہیں، چھوٹا لڑکا گیارہویں جماعت میں زیر تعلیم ہے، میری تمام لڑکیوں کی شادی ہوچکی ہے، میں ریٹائرڈ میونسپل پنشنر ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: وارثین کے حق میں وصیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے؛ بلکہ

سبھی وارثین مورث کے انتقال کے بعد حسبِ حصص شرعیہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ اَب تفصیل وارنمبروں کا جواب یہ ہے: (۱) اگر آپ کی بیوی وفات تک زندہ رہے تو اُسے آٹھواں حصہ ملے گا، (۲) ہرلڑکے کو لڑکی سے دوگنا ملے گا۔ (۳-۴-۵-۶-۷) اُن کا کوئی حصہ آپ کی وراثت میں نہیں ہے؛ البتہ اُن کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کی جاسکتی ہے۔ (۸) زندگی میں تقسیم کریں تو سب اَولاد کو برابر دیں، خواہ لڑکے ہوں یا لڑکی، اور اپنے لئے جتنا چاہیں مقرر کریں، کوئی تحدید نہیں ہے، (۹-۱۰) اَموالِ منقولہ وغیر منقولہ اِسی طرح استعمالی اَشیاء سب ترکہ میں شامل ہیں، سب کا حکم یکساں ہے۔ اِسی طرح وراثت میں سب اولاد شریک ہیں، خواہ بے روزگار ہوں یا روزگار والے ہوں، اِسی طرح شادی شدہ ہوں یا بلا شادی کے ہوں۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آيت: ۱۱]

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ۱۲]

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبة عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالیٰ قد أعطى كل ذي حقٍ حقه، فلا وصية لوارثٍ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارث ۳۲/۲، مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا ۲٦٥)

وهل إرث الحي من الحي أم من الميت (الدر المختار) أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته، والأول قول زفر ومشائخ العراق. والثاني: قول الصاحبين. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ۷٥٨/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/١٠ زكريا)

ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته، وهم كبار.

(الفتاویٰ الهندية / الباب الأول في الوصايا ٩٠/٦ دار الفكر بيروت)

كـمـا أن أعيـان الـمتـوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حـصـصهـم، كـذٰلک يكون الدَّين الذي له في ذمة آخر مشتركًا بينهم على قدر حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ المكتبة الحنفية كوئٹه)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۱/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا میراث چھوڑنے میں؟

سوال (۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اپنی جائیداد کا زندگی ہی میں ورثہ کے درمیان تقسیم کرنے میں زیادہ ثواب ہے، یا ترکہ چھوڑ کر مرنے میں زیادہ ثواب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وارثین کے لئے ہبہ یا ترکہ کی تقسیم میں اصل مدار نیت پر ہے، اگر صلہ رحمی کی غرض سے زندگی میں اُن پر خرچ کرے یا اِس مقصد سے مال جمع کرے کہ مرنے کے بعد وارثین دردرنہ پھریں، انشاء اللہ دونوں صورتوں میں صلہ رحمی کا ثواب ملے گا، حسبِ مصلحت جیسا چاہے معاملہ کر سکتے ہیں؛ البتہ اِس کا خیال رہے کہ زندگی میں اگر تقسیم کا اِرادہ ہو تو لڑکے لڑکیوں کو برابر حصہ دینا چاہئے۔

عـن عـامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الـفتـح مـرضًـا اشـفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

يعودني، فقلت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال: لا، قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تذرهم عالّة يتكففون الناس إنک لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه اللّٰه إلا أجرت بها، حتى اللقمة ترفعها إلىٰ في امرأتک. (مشكاة المصابيح) وقال في المرقاة: وفيه استحباب الإنفاق في وجوه الخير وإنه إنما يثاب على عمله بنيته، وإن الإنفاق على العيال يثاب عليه إذا قصد به وجه اللّٰه تعالىٰ الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ٣٢/٢، مشكاة المصابيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ٢٦٥/٢ رقم: ٣٠٧١، مرقاة المفاتيح، كتاب الفرائض / باب الوصايا ٢٣٠/٦-٢٣١ تحت رقم: ٣٠٧١ دار الكتب العلمية بيروت، ١٨٢/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کی موجودگی میں وراثت کی تقسیم کا مطالبہ جائز نہیں

سوال (۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رئیسہ خاتون میں ایک بیوہ عورت ہوں، میں چاہتی ہوا پنے والدین کی جائیداد کا شرعی تقسیم نامہ ہم دو بہنیں تھیں، میری بڑی بہن کا انتقال ہو چکا تھا، والدین کے سامنے میرے والدین کے دو مکان اور ایک مکان ہے، میری بہن کے چار بچے ہیں ایک لڑکا تین لڑکیاں بہن کا لڑکا چاہتا ہے کہ ساری جائیداد کا مالک میں بنوں میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ یہ بتائیں کہ اس کا کتنا حق بنتا ہے؟ اور میرے نو بچے ہیں چھ لڑکے اور تین لڑکیاں میری والدہ کا انتقال ہو چکا ہے اور میرے والد بہت بزرگ ہیں ان کی عمر لگ بھگ سو سال ہے ان کا نام حاجی اللہ بخش ہے، ساری جائیداد میرے والد کے نام ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک آپ کے والد صاحب باحیات ہیں، اُن کے مال کو تقسیم کرنا اُن کے کسی وارث کے لئے درست نہیں، اُن کی وفات کے بعد جو وارثین زندہ ہوں گے اُنہیں حسبِ حصصِ شرعیہ حق ملے گا، کسی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ ناحق قبضہ کرکے اصل وارثین کو محروم کردے۔

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكمًا. (مجمع الأنهر ٤/٤٩٤)

ولا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (شامي ٦/٢٠٠ كراچی)

أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث قال مشائخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق ٩/٣٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کی موجودگی میں وارثین کا زبردستی زمین تقسیم کرنا؟

سوال (۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ایک ضعیف العمر بیوہ عورت ہوں؛ اِس لئے میں خود چل کر آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتی، میں اپنے نواسے کو لے کر رقعہ ہذا بھیج رہی ہوں، ضروری تحریر یہ ہے کہ میرے شوہر نے ۲۵/ سال پہلے ۵۲۸/ گز زمین اَصالت پورہ میں خرید کر میرے نام کردی تھی، اور میرے آٹھ اَولادیں ہیں، جن میں ۵/ بیٹیاں اور ۳/ بیٹے ہیں، تینوں بیٹے میری زمین کو زبردستی آپس میں بانٹنا

چاہتے ہیں، جب کہ میں اپنی مرضی سے ایک سال کے بعد بانٹنا چاہتی ہوں، آپ شریعت کا حکم اِرسال کرکے اُن کو فتویٰ کے ذریعہ باز رہنے کی ہدایت کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک آپ زندہ ہیں، آپ کی کسی اولاد یا رشتہ دار کو آپ کے ذاتی مال میں حق کے مطالبہ کی اِجازت نہیں ہے۔

عن أبي حميد الساعدي رضي اللّٰہ عنه أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: لا یحل لمسلم أن یأخذ عصًا أخیه بغیر طیب نفس منه. (الترغیب والترهیب / الترهیب من غصب الأرض وغیرها ۶۲۹/۲ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۹/۱۰/۱۶ھ

شوہر کی حیات میں بیوی بچوں کیلئے میراث کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جس گھر میں رہتا ہے وہ زید کی دادی کے نام تھا، اور زید کو ترکہ میں ملا تھا، تو کیا زید اُس مکان کا پوری طرح سے مالک ہے؟ یا زید کی بیوی کا بھی اُس مکان میں کوئی حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کو وہ مکان وراثت میں ملا ہے، اور زید اَبھی حیات ہے، اِس لئے اُس مکان کا وہ تنہا مالک ہے، اُس کی بیوی بچوں کو زید کی زندگی میں اُس مکان میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور نہ ہی اُنہیں مطالبہ کا حق ہے۔

قال مشائخ بلخ: الإرث یثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق / کتاب النواقض ۳۶۴/۹ دار الکتب العلمیة بیروت)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقیقةً أو حکمًا. (شامي / کتاب الفرائض ۴۹۱/۱۰ زکریا، وکذا في مجمع الأنهر / کتاب الفرائض ۴۹۴/۴ کوئٹه)

وهل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ (الدر المختار) وفي الشامية: أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته المعتمد الثاني (الدر المختار) وفي الشامية: لان التركة في الاصطلاح ما تركه الميت (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ١٠ /٤٩٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی حیات میں لڑکیوں کا اپنا حصہ طلب کرنا کیسا ہے؟

سوال (۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری زندگی میں جب تک میں حیات ہوں، میری لڑکیوں کا حصہ مانگنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ کی حیات میں آپ کی لڑکیوں یا دیگر ورثہ کو آپ سے وراثت کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے؛ کیوں کہ وراثت زندگی میں جاری نہیں ہوتی؛ بلکہ وفات کے بعد جاری ہوتی ہے، اور آپ اپنی ملکیت کے خود مالک ومختار ہیں، آپ کی مرضی کے بغیر آپ کی ملکیت میں کسی کو تصرف کا حق نہیں ہے۔

شروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكمًا. (مجمع الأنهر ٤/٤٩٤)

أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث، قال مشائخ بلخ الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق ٩/٣٦٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۴/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کا ماں باپ کے ساتھ ناروا سلوک کرنا اور اپنی میراث کا مطالبہ کرنا؟

سوال (۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہندہ زید کے نکاح میں تھی، جس سے دولڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوئے، حتیٰ کہ دونوں لڑکیوں کی بلوغیت کے بعد زید نے دونوں کا نکاح وشادی بحیثیت ذمہ دار کرادیا، اورلڑکا بھی بالغ ہے، جس کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی ہے، اِس بیچ زید نے ہندہ کی بہت زیادہ بدچلنی پر گرفت کی؛ لیکن پھر بھی وہ اپنی بدچلنی پر قائم رہی، بہت ہی گفت وشنید وافہام وتفہیم کے بعد بھی اُس کے اندر سدھار کی کوئی راہ سوائے زید کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے نظر نہ آئی، جس کی وجہ سے زید نے ہندہ کو تمام دین مہر لوٹاتے ہوئے طلاق دے دی، اور عارضی طور پر اپنی بیٹی اور داماد کو اپنے گھر پر رہنے کی اجازت دے دی، جو درد ِسر بن گیا۔ نوبت یہاں تک آگئی کہ بیٹی نے اپنے باپ زید کی کئی مرتبہ پٹائی بھی کردی، زید مجبوراً اپنی بیٹی اور داماد سے گھر خالی کرنے کو کہتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خالی نہیں کریں گے، زبردستی گھر پر قبضہ کئے ہوئے ہیں، اور بیٹی اپنے باپ زید سے زمین ومکان میں حصہ کی طلب گار ہے، بیٹی کا ظلم از حد بڑھ رہا ہے، اور زید اپنی بیٹی کو اپنی زندگی میں حصہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے، اِن تمام صورتوں کا شرعی حل کیا ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ مذکورہ بیٹی کا اپنے باپ کے ساتھ گستاخانہ عمل انتہائی قابلِ مذمت ہے، اور باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی زندگی میں بیٹی اور داماد کو گھر سے باہر کردے، اور باپ کے زندہ رہتے ہوئے بیٹی اپنے حق وراثت کا مطالبہ نہیں کرسکتی؛ کیوں کہ وراثت زندگی میں نہیں چلتی؛ بلکہ وراثت کا حکم موت کے بعد جاری ہوتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا﴾ [الأحقاف، جزء آیت: ۱۵]

عن مالک أو ابن مالک رضي اللّٰہ عنهما أنه سمع النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم يقول: من أدرک والديه أو أحدهما ثم لم يبرهما دخل النار فأبعده اللّٰہ.

(رواه أبو يعلیٰ بإسناد حسن، كذا في الترغيب والترهيب / الترغيب في بر الوالدين ۳/۲۴۷ رقم: ۳۶۶۶)

عن عبد الرحمن بن أبي بكرة عن أبيه رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال

رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ألا أحدثكم بأكبر الكبائر! قالوا: بلىٰ يا رسـول اللّٰه! قال: الإشراک باللّٰه وعقوق الوالدين. (سـنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء في عقوق الوالدين ١٢/٢)

عـن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: رضـا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين ١٢/٢ رقم: ١٨٩٩، مشكاة المصابيح ٤١٩)

كـل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شـرح الـمجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الباب الثالث في أحكام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢)

عـن حبـان بن أبي جبلة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب من قال يجب على الرجل مكاتبة عبده ٥٩٥/١٠ رقم: ٢١٦١٨)

هل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ المعتمد الثاني. (الدر المختار / كتاب الفرائض ٤٩٣/١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کو جائیداد میں پیشگی حصہ دینا؟

سوال (۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باپ کے اپنی پہلی بیوی سے ایک بیٹا موجود ہے، اور دوسری بیوی سے بھی دوسرے بیٹے موجود ہیں، دونوں طرف کی اَولاد کے درمیان آئندہ میراث کے بارے میں مناقشہ نہ ہو، اِس خیال سے باپ نے اپنے پہلے بیٹے کی خواہش پر اُس کے ساتھ اِس طرح مصالحت کرلی کہ خود اپنی موجودگی میں اپنی جائیداد کا ایک حصہ اپنے پہلے بیٹے کو باقبضہ دے دیا؛ تاکہ وہ بعد موت والد کی

میراث میں دوبارہ دعوے دار نہ بنے، بیٹے نے بھی جائیداد کی پیشگی وصولی پر خوش ہوکر اقرار نامہ لکھ دیا کہ میں آئندہ میراث میں کوئی دعویٰ نہیں کروں گا۔ باپ کی موجودگی تک تو معاملہ ایسا ہی چلتا رہا؛ لیکن باپ کے انتقال کے بعد وہ اَب دوبارہ میراث کا دعوے دار ہے، علماء میں اِس بارے میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے، بعض مفتی صاحبان اِس مصالحت کو اِس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ باپ کا دینا ہبہ مقبوضہ ہے، اور قبل موت والد کے بیٹے کا حق میراث کے ترک کا اقرار غیر معتبر ہے؛ لہٰذا اِس بنا پر وہ اس بیٹے کو دوبارہ باپ کی میراث میں وارث بنا رہے ہیں۔ بظاہر تو اُن کی دلیل اور مسئلہ صحیح معلوم ہوتا ہے؛ لیکن تب تو یہ صورت بہت سے محل میں فساد کا سبب بن جائے گی، نیز باپ کی منشاء کے خلاف ہو رہا ہے اور فریقین کے درمیان طے شدہ فیصلہ کے بھی خلاف ہو رہا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ہبہ محض نہیں؛ بلکہ معاملہ استعواض کا ہے، اگر عوض مسلم نہ رہا تو معوض عنہ بھی واپس ہونا چاہئے؛ لہٰذا درخواست ہے کہ ہمارا خیال شرعاً صحیح ہوگا یا نہیں؟ اگر صحیح ہو تو اُس کے مطابق کتبِ فقہ وفتاویٰ سے کوئی جزئیہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس مسئلہ کی اَصل نوعیت یہ ہے کہ یہ ہبہ اِس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مذکورہ بیٹا والد کے مرنے کے بعد باپ کے ترکہ میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ نہ کرے، جب تک وہ اِس شرط کو پورا نہ کرے گا، اُس کے مالکانہ قبضہ کو تام نہ کہا جائے گا، اور باپ کے مرنے کے بعد اُس کا سابقہ اقرار نامہ تخارج کے تحت میں داخل ہوگا، جس کی بنا پر اُس کا حق مابقیہ ترکہ سے ختم ہوجائے گا اور اُسے مزید مطالبہ کا حق نہ رہے گا۔ بہرحال یہ مسئلہ ابتداءً تو ہبہ بالشرط کا ہے اور انتہاءً اس پر تخارج کے اَحکام جاری ہوں گے اور اُس بیٹے کو ترکہ میں مزید کسی حصہ کا بالکل استحقاق نہ ہوگا، یہی رائے صحیح ہے۔

وفی الاصطلاح: تصالح الورثة علی إخراج بعض منهم بشيءٍ معین من المال دون کمال حصتهٖ وهو جائز إذا تراضوا علیه. (هامش: السراجي في المیراث ۴۲)

وفي الشريفية: أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيء معلوم من التركة. (الشريفية ٨٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں دادا کی میراث بیٹے اور پوتوں کے درمیان تقسیم کرنا؟

سوال (۱۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی عبدالرشید صاحب کے دو صاحب زادے ہیں، جناب خلیل احمد وجناب بشیر احمد، جناب حاجی عبدالرشید صاحب نے اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں اپنی دادالٰہی پوری زمین وجائیداد میں سے اپنے دونوں بیٹوں کو برابر برابر حصہ دے کر آدھا آدھا تقسیم کر کے قبضہ کرادیا تھا، حاجی صاحب نے آپسی کسی قسم کی کوئی شک رنجی باقی نہ چھوڑی تھی۔ اَب مسئلہ رہ جاتا ہے جناب حاجی صاحب کے بڑے صاحب زادے خلیل احمد کا، اُن کے بھی دو صاحب زادے جمیل احمد اور وکیل احمد ہیں، بڑے صاحب زادے جمیل احمد مرحوم شادی شدہ تھے، بعمر ۲۸/سال ۱۹۸۷ء میں فوت ہوچکے ہیں، اُن کے پسماندگان میں بیوی مسماۃ سلمیٰ خاتون، ایک لڑکا مسمیٰ عبدالرحمٰن اور ایک لڑکی مسماۃ گلشن فاطمہ موجود ہیں، جناب خلیل احمد، وکیل احمد، سلمیٰ خاتون، عبدالرحمٰن، گلشن فاطمہ، اِن موجودین کا شرعی طور سے تقسیم کا کیا طریقہ ہوگا؟ کس کو کتنا حصہ شرعی ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی میں وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی، مسئولہ صورت میں خلیل احمد صاحب اپنی مرضی سے جس کو جتنا چاہے دے سکتے ہیں۔ باقی یہ یاد رکھیں کہ اگر زندگی میں جمیل احمد کے پسماندگان کو خلیل احمد نے کچھ نہ دیا اور خلیل احمد کے انتقال کے وقت وکیل احمد حیات رہے، تو سارا ترکہ وکیل احمد کو ملے گا، جمیل احمد کے پسماندگان کا اُس میں کوئی حق نہ ہوگا، اِس لئے اُنہیں جو کچھ دینا ہو اپنی زندگی ہی میں دے کر قابض ودخیل بنادیں۔

عن زيد بن ثابت وعلي وابن مسعود رضي الله عنهم: ...... وإذا ترك ابنا وابن ابن، فليس لابن الابن شيء. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب ترتيب العصبة ٦/٤٥٥ رقم: ١٢٣٧٢ دار الحديث القاهرة)

أولى العصبات بالميراث الابن، ثم ابن الإبن وإن سفل. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠/٢٦٣ رقم: ٣٣٢١٤ زكريا)

وأما لو وهب وسلّم لغير الورثة؛ فإن خرج الموهوب من ثلث ماله، صحت الهبة، وإن لم يخرج ولم تجز الورثة الهبة، فإنما تصح في ما يخرج من الثلث. (شرح المحلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ١/٤٨٤ رقم المادة: ٨٧٩ كوئٹه، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ٤/٤٠٠ زكريا)

فيقدم في هٰذه الأصناف والمدرجين فيها الأقرب فالأقرب أي يرجحون بقرب الدرجة أعني به أولهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة جزء الميت أي البنون ثم بنوهم وإن سفلوا. (سراجى مع الشريفية ٤٦)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۹/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا اگر پوتے کو اپنا مال ہبہ کردے تو اُس میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے وفات سے چندسال پہلے اپنے ایک پوتے بکر کو اپنے سامان اور کتابوں کا مالک بنادیا تھا، اور صراحت کے ساتھ یہ فرمایا کہ ہردوئی میں جو بھی سامان ہے وہ سب تمہارا ہے، اور یہ سب

سامان تم کو کام آئے گا، خاص طور پر کتابیں خریدنے کو بالکل منع کر دیا تھا، یہ بار بار فرمایا کہ میں قبر میں لے کر تھوڑا ہی جاؤں گا، سب تم ہی کو کام آئے گا، جس کے گواہ دیگر دو پوتے خالد اور عمیر اور ایک پوتی ہندہ بھی ہے اور بکر کی ماں بھی تھی۔ ہندہ ایک سال پہلے انتقال کر گئی، نیز اُن کے علاوہ ایک گواہ اور بھی ہے، جو گھر کے باہر کا ہے وہ مفتی بھی ہے، اُنہوں نے زید سے پوچھا تھا کہ جو آپ کے پاس سامان ہے اُس کا کون مالک ہے؟ اِس پر زید نے کہا کہ میرے پاس ہے ہی کیا ژ جو بھی ہے وہ بکر کا ہے، بکر سمجھدار ہے، بکر کو میں نے مالک بنا دیا ہے اپنے بھائیوں کا خیال رکھے گا۔

(۲) زید نے جب اپنے سامان کا مالک بکر کو بنا دیا تھا، اِس لئے بکر زید کی زندگی ہی میں اُن کے سامان کی حفاظت کرتا تھا، اور استعمال میں بھی لاتا تھا، اور اخیر وقت میں تو کوئی چیز خریدنے سے بھی منع کر دیا تھا، یہ سامان استعمال کرو اور بکر بھی اپنا سامان زید کو کبھی بتا کر اور کبھی بغیر بتائے استعمال کراتا تھا، اِس خیال سے کہ جب سامان پرانا ہو جائے گا تو بکر اُس کو استعمال میں لائے گا، ایسا ہی زید کی زندگی میں بکر کافی عرصہ تک کر رہا تھا۔ اِس کی اطلاع زید کو بھی تھی کسی سامان کی اِجازت کے لئے پوچھنے پر بعض دفع ناراض بھی ہوئے کہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے اِس معاملے کے دو گواہ بھی ہیں، جو خاندان اور گھر کے علاوہ ہیں، اَخیر رمضان کے بعد شوال میں کمرے میں تنہائی کے وقت جب کوئی نہ تھا، خاص لطف وکرم کا معاملہ کیا، اور گریہ طاری ہوا، بکر بھی رونے لگا، تو اُسی وقت فرمایا کہ آج سے میرا سب سامان تمہارا ہے، جو بھی استعمال کروں گا تم سے لے کر کروں گا، اِس معاملہ کا بکر کے پاس سوائے اللہ کے کوئی گواہ نہیں ہے۔ مذکورہ بالا صورت میں معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کے سامان اور کتابوں کا بکر مالک ہوا یا نہیں؟ نیز زید کے انتقال کے بعد زید کا یہ سامان ترکہ ہوگا یا نہیں؟ یا صرف بکر مالک رہے گا؟ نیز زید کی بیٹی کا اِس میں شرعی حصہ ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ زید نے اپنی زندگی میں برضا ورغبت اپنے مذکورہ مال کو اپنے پوتے بکر کو ہبہ کر دیا تھا، تو اِس ہبہ کے بعد بکر نے جس جس مال پر

قبضہ کرلیا ہے، وہ سب اُس کی ذاتی ملکیت میں آچکا ہے، اِس میں زید کے باقی ورثہ کا کوئی حصہ نہیں ہے؛ تاہم اگر بکر اُس میں سے کچھ حصہ اپنی مرضی سے دیگر وارثین پر خرچ کردے، تو یہ اُس کی طرف سے شرعاً تبرع واحسان ہوگا۔

رجل وهب في صحته كل المال للواحد جاز في القضاء، ويكون آثمًا فيما صنع. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في هبة الصغير ٣٩١/٤، كذا في قاضي خان، كتاب الهبة / فصل في هبة الوالد لولده ٢٧٩/٣ زكريا، خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الهبة / جنس آخر في هبة الصغير ٤٠٠/٤ رشيدية)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣٥٣/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٤٩١،٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٩٠/٥ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كوئٹه، الهداية ٢٨٣/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کی زندگی میں خریدی گئی زمین کا حکم؟

سوال (۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پانچ بھائی ہیں، چار بھائی مجھ سے بڑے ہیں، جن میں دو بھائی پاگل قسم کے ہیں، میں شادی ہونے کے دس سال بعد تک شرکت میں رہا، میں باہر رہتا ہوں، میں نے اپنا کوئی خرچ ماں باپ پر نہیں ڈالا؛ بلکہ اپنا بوجھ خود اُٹھا کر جو کمایا، سب اُنہیں بھائیوں اور ماں باپ کو دیا، اِس دوران زمین خریدنے کی تیاری کی، میں نے ماں باپ اور بھائیوں سے مشورہ کرکے ایک سال کی اپنی تنخواہ جمع کرکے اِسکوٹر لے لیا، گھر کا چارج بھائی کے ہاتھ میں تھا؛ کیوں کہ ماں باپ بہت سیدھے آدمی

تھے، ہم سب ماں باپ کے ساجھے میں رہے؛ لیکن اسکوٹر لینے کے بعد وہ بھائی جس کے ہاتھ میں چارج تھا، ناراض ہوا اور میں علیحدہ ہوگیا، میں نے اپنا حصہ مانگا تو دو بھائیوں نے جو چالاک ہیں، منع کردیا، اور پھر میں نے بستی کے چند آدمی جمع کئے، تو اُس بھائی نے والد صاحب سے یہ کہلا دیا یعنی والد صاحب نے یہ کہا کہ تم تینوں میرے لڑکے کمانے کے لائق ہو، اِس لئے میں اپنا مال تم تینوں کو نہیں دوں گا؛ بلکہ میرا مال موجودہ اُن لڑکوں کا ہے جو پاگل ہیں، میں خالی علیحدہ ہوگیا، اور یہ چاروں بھائی ماں باپ کے ساجھے میں رہے، میرے علیحدہ ہونے کے تین چار مہینہ کے بعد اُس زمین میں اُنہوں نے چار نام لکھوائے، میرا نام نہیں لکھوایا، یہ زمین اُنہیں روپیوں سے خریدی جو کئی سالوں سے جمع کرتے آرہے تھے، چار پانچ سال کے بعد جب ماں باپ کا انتقال ہوگیا تو یہ چاروں بھائی علیحدہ علیحدہ ہوگئے، جو مال تھا سب چالاک دو بھائیوں نے آدھا آدھا کرلیا، نہ مجھے حصہ دیا نہ اُن پاگلوں کو دیا، تھوڑا حصہ اُن پاگلوں کا لگایا، وہ بھی اِس چالاک بھائی نے ہڑپ کرلیا جس کے ہاتھ میں چارج تھا، جو زمین اُنہوں نے میرے علیحدہ ہونے کے بعد خریدی تھی، اُس میں والد صاحب نے اُن دونوں پاگلوں کا نام لکھوا دیا تھا۔

(۱) تو جو زمین ساجھے میں اور ماں باپ کے سرمایہ سے خریدی گئی ہو تو کیا اُس میں میرا حصہ ہے؟

(۲) جو زمین اُن پاگل بھائیوں کے نام ہے، کیا میرا اُس میں حصہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) برتقدیر صحتِ سوال اگر باپ کی سرپرستی میں کما کر زمین خریدی گئی ہے، تو وہ زمین باپ کے مرنے کے بعد اُسی کے ترکہ میں شمار ہوگی اور اُس کے سب ورثہ کو حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کی جائے گی، آپ بھی اُس میں حصہ دار ہوں گے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده رضي اللّٰه عنه أن أعرابیًا أتی النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: إن لي مالاً وولدًا، وإن والدي یرید أن یحتاج مالي، فقال: أنت ومالک لأبیک. (السنن الکبریٰ للبیهقي / باب نفقة الأبوین ۱۱۷/۸ رقم: ۱۵۷۴۹)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/١٠ زكريا)

كيف ما يتصرف صاحب الملك المستقل في ملكه، فكذا يتصرف أيضًا في الملك المشترك أصحابه بالاتفاق. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثاني ٥٩٩/١ رقم: ١٠٦٩)

القسمة ...... سببها طلب الشركاء أو بعضهم الانتفاع بملكه ...... وركنها هو الفعل الذي يحصل به الإفراز والتمييز بين الأنصباء ...... وحكمها تعيين نصيب كل من الشركاء على حدة. (الدر المختار / كتاب القسمة ٢٥٣/٦-٢٥٤ كراچی)

وأما بتقسيم العين الواحدة وتعيين كل حصة شائعة بكل جزء من أجزائها في قسم منها كقسمة العرصة الواحدة بين اثنين، ويقال لها: قسمة تفريق وقسمة فرد. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب القسمة / الباب الثاني في القسمة ٦١٨/١ رقم المادة: ١١٥ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب القسمة / الباب الأول في تفسيرها الخ ٢٠٣/٥ رشيدية)

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة لم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب، إذا كان الإبن في عيال الأب لكونه معينًا له. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في شركة الوجوه وشركة الأعمال ٣٢٩/٢، رد المحتار / مطلب في شركة الوجوه ٣٢٥/٤ دار الفكر بيروت)

(۲) پاگل بھائیوں کے نام کی زمین کی آمدنی اگر باپ زندگی میں اُنہی پاگل بھائیوں پر خرچ کرتا رہا، اور اپنے استعمال میں نہیں لایا، تو یہ اِس بات کی دلیل ہوگی کہ باپ نے وہ زمین اُنہیں ہبہ کرکے قابض ودخیل بنادیا تھا؛ لہٰذا اَب اُس میں دیگر کسی بھائی کا حق نہ ہوگا، اور اگر پاگل بھائیوں کے نام والی زمین کی آمدنی والد خود اپنے استعمال میں لاتا رہا، اور اُسے پاگل بھائیوں پر خرچ نہ کیا، تو یہ اِس بات کا قرینہ ہوگا کہ اُس نے وہ زمین پاگل بھائیوں کو ہبہ نہیں کی ہے، ایسی صورت میں وہ زمین بھی والد کے انتقال کے بعد سب ورثہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کی جائے گی۔

يـملک الموهوب له، الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک لا لـصـحة الهبة، وتتـم بـالـقبـض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة ٤٦٢/١-٤٧٣)

يـملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١)

ومـنهـا أن يـكـون الموهوب مقبوضًا حتى لا تثبت الملک للموهوب له قبل القبض. (الـفتـاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول في تفسير الهبة وركنها وشرائطها وأنواعها وحكمها ٣٧٤/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کا ذاتی کمائی سے خریدا ہوا سامان ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرنے والی کا ایک لڑکا جو غیر شادی شدہ ہے، وہ اپنی کمائی کا کچھ سامان خرید کر لایا تھا، اُس سامان کو کیا مرنے والی کے سامان کے ساتھ ملا کر سب کو تقسیم کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبالله التوفيق: جو مال لڑکے نے اپنی کمائی سے خریدا ہے وہی اُس کا مالک ہے، اُس کو مال کے ترکہ کے ساتھ ملا کر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۶۰۲)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الـغير بعين من الأموال. (شـامـي / كتـاب الفرائض ٧٥٩/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/١٠ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کی کمائی سے خریدی ہوئی چیزیں باپ کے مرنے کے بعد کس طرح تقسیم ہوں گی؟

سوال (۱۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل جیسا کہ عام طور سے یہ رواج ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کی شادی کردیتا ہے، پھر لڑکے اپنا کاروبار کرتے ہیں؛ لیکن یہ سب ایک ساتھ باپ کے پاس رہتے ہیں، پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام بھائی مل کر مال کماکر اپنے باپ کو دیتے ہیں، اور باپ اُس سے جائیداد مثلاً زمین، گاڑی وغیرہ خریدتا ہے اور کبھی تمام بھائیوں کی رقم کم زیادہ ہوتی ہے، اور کبھی صرف ایک ہی بھائی پوری رقم اپنے باپ کو دیتا ہے، اور دوسرا بالکل نہیں دیتا؛ لیکن رہتے سب ساتھ ہی ہیں، باپ اس رقم سے جائیداد خریدتا ہے، پھر والد کے انتقال کے بعد تمام بھائی پوری جائیداد میں برابر حصہ کا مطالبہ کرتے ہیں، تو کیا اُن کا یہ مطالبہ کرنا صحیح ہے؟ جس بھائی نے کم روپیہ دیا ہے یا بالکل نہیں دیا ہے، میراث میں سے برابر حصہ کے حق دار ہوں گے، یا جس نے زیادہ رقم دی ہے اُس کو زیادہ اور جس نے کم دیا ہے اُس کو کم؟ اِس طریقہ سے جس نے بالکل نہیں دیا ہے اُس کو باپ کی اصل جائیداد کے علاوہ اِضافہ شدہ جائیداد میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اِس بارے میں کوئی قولِ فیصل بیان فرمائیں، یہ شکلیں بہت وجود پذیر ہیں جو بعد میں نزاعی شکلیں اختیار کرتی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کی زندگی میں لڑکوں نے جو رقم بھی باپ کو دی ہے، وہ سب باپ کی ملکیت ہے، اور اِس رقم سے اُس نے جو جائیداد وغیرہ خریدی ہو وہ بھی اُسی کی ملکیت ہوگی، اور یہ سب چیزیں انتقال کے بعد اُس کے ترکہ میں شمار ہوں گی، اور اُس کے سبھی وارث حسبِ حصصِ شرعیہ اُس میں شریک ہوں گے، چاہے پہلے کسی نے باپ کو رقم دی ہو یا نہ دی ہو۔

قال ابن الهمام: روى ابن ماجة عن جابر بسند صحيحٍ نصَّ عليه ابن

القطان والمنذري أن رجلاً قال يا رسول الله! إن لي مالاً وولدًا وأبي يريد أن يحتاج مالي، قال: أنت ومالك لأبيك. (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع / باب الكسب وطلب الحلال ١٧/٦ دار الكتب العلمية بيروت، ٤١/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا)

سئل في إخوة خمسة سعيهم وكسبهم واحدٌ، وعائلتهم واحدةٌ، حصلوا بسعيهم وكسبهم أموالاً فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أخماسًا؟ الجواب: ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخماسًا. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية / كتاب الشركة ٩٥/١ بحواله: تعليقاتِ فتاویٰ محمودية ١٥١/٢٠ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۰/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیٹے کی کمائی سے باپ کا زمین خرید کر دونوں بیٹوں کو برابر دینا؟

سوال (۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو بھائیوں نے الگ الگ مال کمایا؛ لیکن دونوں باپ کے پاس رہتے تھے، ایک بھائی نے اپنے والد کو بھاری رقم دی، جس سے باپ نے چار بیگھہ زمین خریدی، دوسرے بھائی نے کچھ نہیں دیا ہے؛ لیکن باپ نے دونوں بھائیوں کے نام دو دو بیگھہ زمین درج کرادی۔ اَب باپ چاہتا ہے کہ اپنی زمین حین حیات دونوں لڑکوں کو تقسیم کردے؛ لیکن جس بیٹے نے بالکل رقم نہیں دی ہے اُس کو دو بیگھہ کم کر کے دے رہا ہے، تو کیا اِس طرح تقسیم صحیح ہے؟ یہ فقہ کے کس قاعدہ کے تحت آئے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ نے بیٹے کی دی ہوئی رقم سے جو چار بیگھہ زمین خریدی ہے اُس کا باپ مالک ہے، اگر وہ زندگی میں اپنا مال تقسیم کرنا چاہتا ہے تو بہتر ہے کہ سب

اَولاد کو برابر برابر دے؛ لیکن اگر کسی معقول وجہ سے مثلاً نافرمانی کی وجہ سے کسی کو کچھ کم دے تو اِس کی بھی اِجازت ہے۔

ولـو أعطى بعض ولده شيئًا دون البعض لزيادة رشده لا بأس به، وإن كانا سـواءً ا لا ينبغي أن يفضل. (خلاصة الفتاوىٰ ٤/٤٠٠، كذا في البزازية على الفتاوىٰ الهندية / الجنس الثالث في هبة الصغير ٦/٢٣٧)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٧/٤٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۶/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بیٹے کا ذاتی مکان مصلحۃً والد کے نام کرا دینے سے اُن کے ترکہ میں شامل ہوجائے گا؟

سوال (۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مولانا ابوالکلام آزاد بنکر کالونی اَشوک نگر ناگپور-۱۷ میں اِمپرومینٹ ٹرسٹ ناگپور کے پلاٹ نمبر ۴۰۷ پر سرکاری رقم سے بنا ہوا مکان نمبر ۱۸۷۶ میرے والد مرحوم حافظ عبداللہ کے نام پر ہے، یہ مکان میرا ہے، والد صاحب مرحوم کا نہیں ہے، والد صاحب مرحوم کے نام پر ہونے کی وجہ سے میرے چھوٹے بھائی عبدالرحیم کے وارثین اُن کی بیوی جٹن ہاجرہ جی، بیٹے اور بیٹیاں مذکورہ مکان میں اپنے حق اور حصہ ہونے کا مطالبہ کررہے ہیں، میرے دیگر دو بھائی اور ایک بہن جو حیات ہیں اُن کی طرف سے اِس مذکورہ مکان میں حق اور حصہ کا کوئی مطالبہ نہیں ہے۔

(۲) مذکورہ مکان میرا ہے، میرے والد کا نہیں ہے، اُس کو حاصل کرنے کے لئے والد صاحب کا صرف نام ہی استعمال کیا گیا تھا، والد صاحب کی نہ کوئی خواہش تھی اور نہ کوئی کوشش اور نہ والد صاحب کا اُس میں روپیہ لگا۔ والد صاحب کا نام استعمال کرنے کی وجہ اور ضرورت صرف یہ تھی

کہ جس سرکاری اسکیم کے تحت یہ مکانات غریب بے گھر بنکروں کو آپریٹری سوسائٹی کے تحت دیئے گئے تھے، اُس کے مطابق ایک آدمی کو صرف ایک مکان مل سکتا تھا، میں نے ایک مکان کی درخواست اپنے نام سے پہلے سے دے رکھی تھی۔ (اُس وقت مؤمن ویور میں کوآپریٹو سوسائٹی کا سیکریٹری میں تھا) جب میں نے یہ دیکھا کہ بعض ایک ہی گھر میں ایک چھت کے نیچے رہنے والے دو آدمیوں نے اپنے نام کی الگ الگ دو درخواستیں دی ہیں؛ لہٰذا میں نے بھی والد صاحب کے نام سے مزید ایک درخواست دے دی، ہماری سوسائٹی کو تیس مکان الاٹ ہوئے تھے، اور یہ ایک اتفاق کی بات تھی کہ درخواست دینے کی جو آخری درخواست مقرر تھی، اُس وقت صرف تیس ہی درخواستیں موصول ہوئی تھیں؛ لہٰذا اُن سب کو مکان الاٹ ہو گئے، کوئی کانٹ چھانٹ نہیں ہوئی، اِس طرح مجھے کالونی میں دو مکان ملے۔

(۳) مکان بنانے کے لئے ''اپرومینٹ ٹرسٹ'' ناگپور میں جو زمین دی تھی، اُس کی قسطیں اور پوری قیمت میں نے ادا کی، اُس زمین کا جو سالانہ گراونڈ رینٹ آتا ہے وہ میں ہی اَدا کرتا رہا ہوں، اور سرکاری قرض کی جو رقم ادا کرنا باقی ہے، اُس کی پوری ذمہ داری میری ہی ہے، ہم اس مکان پر قابض تو ہیں؛ لیکن مکمل طور پر اُس کے مالک نہیں ہوئے ہیں۔ سرکاری قرض کی مکمل ادائیگی کے بعد جب رجسٹری ہو جائے گی تب ہی ہم اُس مکان کے تسلیم شدہ مالک ہوں گے۔

(۴) مذکورہ مکان کی جو اصلیت وحقیقت ہے وہ اوپر بیان کی گئی ہے، اُس حقیقت واصلیت کو میرے سب بھائی بشمول عبد الرفیق صاحب مرحوم خوب اَچھی طرح جانتے ہیں۔ میرے جو بھائی بہن زندہ ہیں، اُن کی طرف سے مکان میں حصہ ہونے کا کوئی مطالبہ نہیں ہے، والد صاحب کا انتقال ۱۹۷۸ء میں ہوا تھا۔ میرا بھائی عبد الرفیق مرحوم والد صاحب کے انتقال کے بعد تقریباً بارہ تیرہ برس تک زندہ رہا۔ اُس کی طرف سے بھی اُس مکان میں اُس کا حق اور حصہ ہونے کی کوئی بات میرے سامنے نہیں آئی۔

(۵) تقریباً ڈیڑھ دو سال پہلے کی بات ہے کہ عبد الرفیق مرحوم کے ایک لڑکے نے اس

موقع پر جب کہ ہم اُس کو گھر کے کاروبار میں اپنے بھائی کا ہاتھ بٹانے اور گھر کا کوئی کام اپنے ذمہ لینے کے لئے سمجھا رہے تھے، اِس سلسلے میں وہ کچھ نہیں بولا، اور بولا تو صرف یہ بولا کہ: ''میں عبد الرفیق سیٹھ کی اولاد نہیں، اگر دلوا والے مکان میں سے حصہ نہ لیا''۔ یہ سب سے پہلی آواز تھی جو مکان مذکورہ کے والد صاحب کے نام پر ہونے کی وجہ سے بڑے عزم واِرادے کے ساتھ بلند ہوئی تھی، جو میرے کانوں نے سنا، اور اَب میرے مرحوم بھائی کی بیوی جٖحن ہاجرہ جی نے اپنے سب وارثوں کا نام گنا کر مکان مذکورہ کا تصفیہ طلب کیا ہے؛ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) مکان مذکورہ میری ملکیت ہے یا میرے والد صاحب کی ملکیت ہے؟ اُس میں میرے بھائی بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

(۲) میرے بیان کو غلط اور جھوٹ ثابت نہ کرنے کی صورت میں میرے مرحوم بھائی کے وارثوں کا کوئی حق اور حصہ ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر واقعۃً مذکورہ مکان آپ نے اپنے لئے ہی خریدا تھا، اور مصلحۃً اپنے والد صاحب کے نام کرا دیا تھا، پھر اُس کی قیمت کی ادائیگی بھی آپ نے خود کی اور والد صاحب نے اُس میں پیسہ نہیں لگایا، تو ایسی صورت میں اُس مکان پر صرف آپ کی ملکیت ہو گی، یہ والد صاحب کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگا، اور والد صاحب کے وارثین کو اُس کے کسی حصہ میں مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۳۸)

التمليك: هو جعل الرجل مالكًا، وهو على أربعة أنحاء: الأول: تمليك العين بالعوض، وهو البيع. الثاني: تمليك العوض بلا عوض، وهي الهبة. والثالث: تمليك المنفعة بالعوض، وهي الإجارة. والرابع: تمليك المنفعة بلاعوض، وهي العارية. (التعريفات الفقهية الملحق بقواعد الفقه ۲۳۷، بحواله: تعليقاتِ فتاویٰ محموديه ٤٦٩/١٦ ڈابھیل)

لأن تصرف الإنسان في مال غيره، لا يجوز إلا بإذن أو ولاية. (الجوهرة النيرة / كتاب الشفعة ٢٨٥/١ المكتبة الشاملة)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (البيضاوي ٧)

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦٣/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الهبة ٦٨٨/٥ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علیحدہ کاروبار کرنے والے بیٹے کے مال میں باپ یا بھائیوں کا حصہ نہیں

سوال (۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مولوی محمد عرفان صاحب کے چار بیٹے ہیں: جس میں تین بیٹے مع اہل وعیال کے والدین کی شرکت میں رہتے ہیں، والد صاحب کی ۲۰/ بیگھہ زمین کی کاشت بھی کرتے ہیں، اور والد صاحب کی منقولہ وغیر منقولہ آمدنی گھر میں ہی خرچ کرتے ہیں، میں شادی کے بعد سے آج تک والد صاحب سے قطعی طور پر علیحدہ ہوں، ایک حبہ بھی والد صاحب سے نہیں لیا ہے؛ بلکہ وقت ضرورت قرضِ حسنہ کے طور پر ۵۰/ ہزار روپئے سے مدد بھی کرتا ہوں؛ لیکن میری مذکورہ رقم آج تک واپس نہیں کی، میں اپنے بچوں کا خود ہی کفیل ہوں، بھائی مذکورین کہتے ہیں کہ والد صاحب آپ کے مال کے مالک ہیں؛ لہٰذا ہمارا بھی آپ کی کل آمدنی میں حصہ ہے۔ زید کہتا ہے کہ جب میں شادی کے بعد سے آج تک جس کو تین سال کا عرصہ گذر گیا، میں والد صاحب سے قطعی طور پر جدا ہوں، اور میرا گھر سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے، تو میری کمائی میں آپ حضرات کا حصہ کیسا؟ نیز بھائی مذکورین کا کہنا ہے کہ والد صاحب نے آپ کو پڑھایا ہے؛ لہٰذا اُس کی وجہ سے ہی تم کماتے ہوں ورنہ تم بھی

ہماری طرح اَن پڑھ ہوتے، اور اتنی رقم نہیں حاصل کر پاتے۔ دوسرے یہ کہ والد صاحب نے آپ کو علی الاعلان علیحدہ بھی نہیں کیا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا آپ کی آمدنی میں حصہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ علیحدہ ہونے کی کونسی صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات واقعہ کے مطابق ہیں، تو چوں کہ قاری عمران صاحب اپنے والد سے بالکل الگ رہ کر ملازمت کرتے ہیں، اور کاروباری یا جائیداد وغیرہ کے اعتبار سے والد صاحب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اِس لئے قاری عمران صاحب کی آمدنی میں والد صاحب کا اور اُن کی کسی اَولاد کا کوئی حق نہیں، اور والد صاحب نے قاری عمران صاحب کی تعلیم پر طالب علمی کے زمانہ میں جو خرچ کیا ہے وہ اُن کی شرعی ذمہ داری یا زیادہ سے زیادہ اپنی طرف سے تبرع اور عطا تھی، اِس لئے اُس کے معاوضہ کے طور پر قاری عمران صاحب کی آمدنی میں سے اُن کو یا اُن کے ورثہ کو کسی رقم کے مطالبہ کا حق نہیں؛ تاہم قاری عمران صاحب کو چاہئے کہ اپنی گنجائش کے اعتبار سے والد اور بھائیوں پر خرچ کرتے رہیں، اور آخرت میں اَجر وثواب کے مستحق بنیں۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

ثم يفرض على الابن نفقة الأب إذا كان الأب محتاجًا والابن موسرًا، سواء كان الأب قادرًا على الكسب أو لم يكن. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٢٥/٥ رقم: ٨٣٦٧ زكريا)

وكذا تجب النفقة لولده الكبير العاجز عن الكسب كأنثى مطلقًا وزمن

وطالب علم لايتفرغ لذلك. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق / باب النفقة ٥/ ٣٤١ زكريا)

فلا تجب لموسر على غيره نفقة في قرابة الولاد وغيرها من الرحم المحرم؛ لأن وجوبها معلول بحاجة المنفق عليه فلا تجب لغير المحتاج؛ ولأنه إذا كان غنيًا لا يكون هو بإيجاب النفقة له على غيره أولى من الإيجاب لغيره عليه، فيقع التعارض فيمتنع الوجوب؛ بل إذا كان مستغنيًا بماله كان إيجاب النفقة في ماله أولى من إيجابها في مال غيره. (بدائع الصنائع / شرائط وجوب هذه النفقة فأنواع الخ ٣/ ٤٤٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۷/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کو دیا ہوا پیسہ باپ کے انتقال کے بعد ترکہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟

سوال (۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، زید کے انتقال کے بعد زید کی ایک ڈائری ملی، جس میں زید کی تحریر میں مختلف رقومات زید کے ایک لڑکے کے نام لکھی ہوئی تھیں، معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ اپنے کاروباری سلسلہ میں زید کے لڑکے نے زید سے لی تھیں، جس کا تقاضا زید نے اپنی زندگی میں اپنی لڑکیوں اور اپنے سالے کے لڑکے سے کیا تھا کہ میرا فلاں لڑکا چالاکی سے مجھ سے روپئے لے گیا ہے، مجھے اُس سے میرے روپئے لاکر دو، زید کے تقاضا کرنے کے گواہ زید کی لڑکیاں اور زید کے سالہ کا لڑکا ہیں، جب کہ اُس لڑکے کے کاروبار سے زید کا کوئی تعلق نہیں تھا نہ ہی ہے۔ تو کیا اُس لڑکے پر زید کا قرض واجب ہوتا ہے، جو اُس نے رقومات حاصل کی تھیں؟ کیا اُن رقومات کے سب ورثہ حصہ دار ہوتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَصل حکم شرعی یہ ہے کہ اگر باپ نے بطورِ قرض مذکورہ

روپئے اپنے بیٹے کو دیا ہے، تو وہ قرض ہو کر باپ کی وفات کے بعد اُس کے ترکہ میں شمار ہوگا، اور اگر بطور ہبہ دیا ہے تو پھر نہ تو قرض ہوگا اور نہ ہی ترکہ میں شامل ہوگا؛ بلکہ وہ صرف اُسی بیٹے کا حق ہوگا جس کو باپ نے دیا ہے۔ اَب واضح طور پر قرض کے طور پر دینے کا ثبوت پیش کرنا ضروری ہے، اِس کے بغیر اُس رقم کو قرض ثابت نہیں کیا جاسکتا؛ لہٰذا اگر سائل کے پاس قرض کا واضح ثبوت ہو تو وہ پیش کرے، اِس کے بعد ہی اَصل حکم معلوم ہوسکے گا۔

دفع لإبنه مالاً ليتصرف فيه ففعل و كثر ذٰلك فمات الأب إن أعطاه هبة فالكل له وإلا فميراث. (الدر المختار، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ٨/٥٣٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۲ ۱۴۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی کمائی سے باپ کے ترکہ میں ہونے والا اِضافہ سب ورثہ میں تقسیم ہوگا

سوال (۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسمی محمد سلیم کا ۱۹۸۸ء میں انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے انتقال کے وقت تین مکان چھوڑے، اور ورثہ میں ان کی پہلی بیوی خیر النساء سے چار لڑکیاں جہاں آراء، حسن آراء، عصمت جہاں اور چمن آراء، اور دو لڑکے: محمد شریف، معظم علی کو چھوڑا، ان کی اس بیوی کا انتقال ان کی حیات میں ہی ہوگیا، پھر اُنہوں نے دوسری شادی مسرت جہاں سے کی، اُن سے چار لڑکے محمد رئیس، محمد نوشاد، محمد شمشاد، محمد ارشاد اور تین لڑکیاں عالم آراء، انجم آراء، عمرانہ ہے، باپ کے انتقال کے بعد باپ کا کل کاروبار پہلی بیوی کے سب سے بڑے لڑکے معظم علی کے زیر تحت چلتا رہا، اس عرصہ میں کاروبار کو ترقی ملی اور انہوں نے اس کاروبار کے پیسہ سے دو مکان دو سو پچاس گز کے اور خریدے، پھر ۱۹۹۵ء میں انہوں نے اپنے سب بھائیوں کو الگ کردیا۔ اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ محمد سلیم کا کل ترکہ ۱۹۸۸ء سے جب سے باپ کا انتقال ہوا ہے، تب سے تقسیم ہوگا یا ۱۹۹۵ء سے تقسیم ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں محمد سلیم نے بوقتِ انتقال جتنا ترکہ چھوڑا اور پھر اُن کی پہلی بیوی کے بڑے لڑکے نے اپنے والد مرحوم کے کاروبار کو سنبھالا، جس کے نتیجہ میں کاروبار اور والد کے ترکہ میں اضافہ ہوا، یہ کل ترکہ محمد سلیم کی ملکیت میں شمار ہوگا، اِس لئے ۱۹۹۵ء میں بھائیوں کی علیحدگی کے وقت والد مرحوم کے ترکہ میں جتنا بھی اِضافہ ہوا ہے، وہ سارا ترکہ اُن کے زندہ وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا۔

لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم إنما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأي. (شامي ٥٠٢/٦ زكريا)

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو وصي الصغار في الأراضي المورثة، تصير جملة الحاصلات مشتركةً بينهم. وأما لو بذر بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزارع فقط، ولو كان البذر مشتركًا ...... ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه، فالحاصلات له خاصةً، لكنه يضمن لبقية الورثة حصتهم مما نقصت الأرض بزراعته. (شرح المجلة لسليم رستم باز / كتاب الشركة ٦٠٩ رقم المادة: ١٠٨٩ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / كتاب المزارعة ومطالبه ٢٠٧/٢ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۲/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بعض ورثہ کے ترکہ میں کاروبار کرنے کے نفع میں دیگر وارثین حصہ دار ہوں گے یا نہیں؟

سوال (۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ہمارے والد صاحب نے ایک دوکان اور کچھ مکان وگودام وغیرہ کرایہ پر لے رکھے تھے جن کا کرایہ بہت معمولی ہی تھا، اور ہم چھ بھائی ہیں جن میں سے تین تو اپنا بزنس لے کر والد صاحب سے الگ ہوگئے تھے، اور ہم تین بھائی والد صاحب کے ساتھ دوکان میں بزنس میں برابر کے شریک تھے؛ لیکن ۱۹۸۷ میں اُن تین بھائیوں میں سے ایک کو رامپور بزنس کے لئے مشورہ سے بھیجا گیا، اِس شرط پر کہ اگر آپ کا بزنس نہیں چلا تو آپ کبھی بھی ہمارے بزنس میں آکر برابر کے شریک ہوسکتے ہیں، جب وہ بھائی وہاں گیا تو اُس نے طرح طرح سے محنت کی؛ لیکن اُس کا وہاں بزنس تقریباً چل نہیں پایا۔ تو اُن کے والد صاحب کا تو ۱۹۹۲ء میں انتقال ہوہی چکا تھا، اَب اِس جائیداد پر صرف دو بھائی قابض تھے، جب یہ ۲۰۰۳ء میں نینی تال آئے اور بھائیوں سے اِس شرط کے مطابق بزنس میں شریک ہونے کو کہا، تو بھائیوں نے صاف منع کردیا کہ نہ مکان وغیرہ میں آپ کا کوئی حق ہے اور نہ دوکان میں، اور ابھی بھی یہ جائیداد کرایہ پر ہے، جو بہت معمولی ہے۔

اور آج اس جائیداد کی بازار میں قیمت تقریباً ڈھائی تین کروڑ ہے۔ تو اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ بھائی اِس جائیداد کو استعمال کرنے میں برابر کا شریک ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اُن کے نہ دینے پر یہ کس طرح کے گنہگار ہوں گے؛ جب کہ اُن دونوں بھائیوں نے رامپور بھیجنے کے وقت مجھ سے وعدہ بھی کیا تھا کہ جائیداد میں تو ہر حال میں برابر کے شریک ہیں؛ لیکن اَب یہ دونوں بھائی میرے حق استعمال کو ۲۰۰۳ء سے غصب کئے ہوئے ہیں، جس کا مطالبہ میں نے نینی تال آتے ہی کردیا تھا، جو ابھی تک مجھے نہیں ملا ہے۔ تو گیارہ سال تک اُنہوں نے جو میرا حق استعمال نہیں دیا تو اُس کا کیا بدلہ ہوگا، اور نہ دینے پر کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۱۹۹۲ء میں جس وقت والد صاحب کا انتقال ہوا اُس وقت مذکورہ دوکانوں اور گودام میں جو سامان تھا وہ والد صاحب کے ترکہ میں شامل ہوگا، اور اُس میں اُن کے سب وارثین خواہ وہ والد صاحب کے ساتھ کام کرتے ہوں یا الگ ہوگئے ہوں، حسبِ

حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے۔ اِسی طرح ان کرایہ کی دو کانوں سے فائدہ اٹھانے میں بھی سب وارثین حق دار ہوں گے؛ البتہ والد کے انتقال کے بعد جن بھائیوں نے مذکورہ کاروبار اپنی محنت سے بڑھایا ہے، اُس اضافہ میں دیگر وارثین شریک نہیں ہوں گے۔ اور اُن بھائیوں نے آپ کو رامپور بھیجتے وقت جو یہ وعدہ کیا تھا کہ جب آپ واپس آئیں گے تو کاروبار میں شریک ہوں گے، تو اخلاقاً اِس وعدہ کی پاس داری کرنی چاہئے؛ لیکن اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے تو اُن کے کاروبار کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ اور موجودہ صورتِ حال میں تنازع کے حل کی صورت یہ ہے کہ مذکورہ کرایہ کی دوکانوں پر وارثین کو حسبِ حصصِ شرعیہ قبضہ دے کر اُس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی جائے؛ کیوں کہ طویل مدتی کرایہ داری میں کرایہ دار کی ملکیت تو نہیں آتی؛ لیکن حق قرار حاصل ہو جاتا ہے، اور یہ حق قرار قانوناً وارثین تک منتقل ہوتا ہے؛ لہٰذا کسی ایک یا بعض وارثین کا اس پر قبضہ کرنا اور دوسرے کو محروم کر دینا صحیح نہیں ہے۔ (مستفاد: فقہی اجتماعات کے اہم فقہی فیصلے وتجاویز ۸۰-۸۱)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة إن يقاسموا الربح. (شرح المجلة / كتاب الشركة ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱۱/۲۹ھ

دو بھائیوں کے مشترکہ کاروبار اور اُس کے منافع کی تقسیم

سوال (۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فتاویٰ حاضر خدمت ہیں، سوال یہ ہے کہ زید ابھی حیات ہے، اس کا ایک لڑکا ہے، بکر انتقال فرما چکے ہیں، اُن کے تین لڑکے ہیں، سب اِس مشترکہ کاروبار میں شریک ہیں، اور اِسی مشترکہ کاروبار میں سے کچھ زمین جائیداد بھی خریدی ہے، اور سب کا مشترکہ کھانا پینا ہے، اور مشترکہ سب بچوں کی شادی بیاہ ہوئے ہیں، اور سب کی بیویوں کو زیور بھی مشترکہ ہی چڑھایا ہے، ایسی صورت

میں ایک مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اور تحریر دونوں فتووں کی ایک ہی ہے، اور الگ الگ ہیں، اور جو دو فتوے شاہی کے ہیں وہ بھی آدھے آدھے کے ہیں، کچھ مقامی علماء سے بھی مشورہ کیا وہ بھی آدھے آدھے کو کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کس طرح سے تقسیم کریں، کچھ بچوں نے جوانکواری کی اُس کی بابت پنچوں نے بیان دئے، جناب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے بھی بیان اور فتویٰ دیکھ کر آدھا آدھا ہی حصہ بتلایا؛ لیکن کافی دنوں سے یہ معاملہ پنچوں کے پاس ہے، اُن کو فریقین نے اپنا معاملہ سونپتے وقت کہا تھا کہ جو بھی فیصلہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہوگا مانیں گے، اور پنچوں نے بھی حلف اُٹھایا تھا کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہی فیصلہ دیں گے۔ علماء کرام سے مشورہ کر لینے کے بعد اب کچھ پنچوں کا کہنا ہے کہ محمد ابراہیم اور اُس کے لڑکے کو چالیس پیسے کا حصہ اور محمد اسماعیل کے تینوں لڑکوں کو ساٹھ پیسے دے دئے جائیں، یا پھر محمد اسماعیل کے ایک لڑکے کو نوکری دلادی جائے۔ اور کچھ پنچوں کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جب دونوں فریق کا آدھا آدھا حصہ ہے، تو دونوں فریق میں آدھا آدھا ہی تقسیم ہو، جو پنچ ساٹھ اور چالیس کے لئے بضد ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ محمد اسماعیل کے لڑکوں کی زیادہ محنت ہے، اُن کو زیادہ حصہ دیا جائے؛ لیکن جب تقریباً ۲۰ر سال پہلے محمد اسماعیل کا انتقال ہوا تھا، سب بچے نابالغ تھے، محمد ابراہیم نے سب بچوں کی پرورش کی، اور اُنہوں نے بھی کافی محنت کی۔

سوال یہ ہے کہ سب فتوے اور بیان حاضر خدمت ہیں، اور جب سے دونوں بھائی شریک ہوئے تھے، اور آج تک کوئی بٹوارہ نہیں ہوا، تو جو روپیہ محمد ابراہیم اور محمد اسماعیل کو اپنے والد سے ملا تھا، اُس سے ہی مشترکہ کاروبار شروع کیا، اَب کل سامان کا کس طرح بٹوارہ کریں؟

نوٹ:- جامع الہدیٰ کو جو تحریر فتویٰ کے لئے بھیجی ہے، اُس میں مبالغہ سے کام لیا ہے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ محمد ابراہیم کے لڑکے کو یا اپنے چھوٹے بھائی کو کاروبار میں شامل کیا؛ بلکہ شروع سے ہی بغیر شامل کئے اُس مشترکہ کاروبار میں شامل تھے، اور نہ کبھی ایسی کوئی بات ہوئی کہ چچا تم آرام کرو، اللہ اللہ کرو، اور آرام کرو؛ بلکہ محمد ابراہیم کو خود ہی اپنے بھتیجوں پر اعتماد تھا؛ بلکہ بیمار رہنے کی وجہ سے ذمہ

داری اُن پر ڈال دی، اور کبھی کبھی خود بھی تھوڑی دیر کے لئے دوکان پر کھڑے ہوتے رہے، اور ابھی حیات ہیں، اُس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب صحیح اور درست ہے، کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے استفتاء کا جواب مؤرخہ ۳۰؍محرم الحرام ۱۴۱۷ھ کو لکھا جاچکا ہے، اُس کے بعد ۲۲؍صفر ۱۴۱۷ھ کو اُس کی نقل بھی دی گئی تھی، جس میں صاف طور سے یہ تحریر ہے کہ ابراہیم اور اسماعیل کے مشترکہ کاروبار کی آمدنی اور اُس کے بعد دونوں کی اولاد کے درمیان جاری مشترکہ کاروبار کا نفع اور اُس سے خرید کردہ تمام جائیداد وغیرہ نصفا نصف تقسیم ہوکر آدھا حصہ ابراہیم صاحب کو اور آدھا حصہ اسماعیل مرحوم کے ورثہ کو ملے گا، اَب موجودہ وضاحتی تحریر سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مذکورہ استفتاء کے مندرجات مطابق واقعہ ہیں، اِس لئے اَب بھی ہمارا موقف وہی ہے جو پہلے فتویٰ میں لکھا گیا ہے، اور جامع الہدیٰ کے فتویٰ میں جو چار حصوں میں تقسیم کرنے کی بات لکھی گئی ہے وہ اُس وقت ہے جب کہ چاروں بھائی ایک باپ کی اَولاد ہوں، یہاں یہ صورت نہیں ہے؛ لہٰذا نصفا نصف ہی تقسیم ہوگی۔

كما في الشامية: والمراد أن شركة الملك لا تبطل أي لا يبطل الاشتراك فيها؛ بل يبقى المال مشتركًا بين الحي وورثة الميت كما كان.

(شامي، كتاب الشركة / مطلب يرجع القياس ٣٢٧/٤ دار الفكر بيروت)

وحكمها في شركة الملك صيرورة المجتمع من النصيبين مشتركًا بينهما. (البحر الرائق / كتاب الشركة ١٧٩/٥)

شركة الملك سميت بذٰلك لحصولها بأسبابه، وفائدتها أن كل حاصل منهما يكون على قدر المال ...... وكل من شريكي الملك أجنبي في قسط صاحبه. (النهر الفائق / كتاب الشركة ٢٩٤/٣-٢٩٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱؍۶؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کے مکان میں سے ذاتی تصرف کے بقدر رقم نکال کر مابقیہ ورثہ میں تقسیم ہوگا

سوال (۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ناظم الدین ولدیت صادق حسین عرض کرنا چاہتا ہے کہ مرحوم صادق حسین ولدیت رحیم بخش کی آٹھ اولادیں تھیں، جن میں ہم تین بھائی اور پانچ بہنیں تھیں، جس میں سے ایک بہن کا انتقال ہو چکا ہے؛ لہٰذا ہم تین بھائی اور چار بہنیں باقی ہیں، میرے والد کی ملکیت میں ایک دکان اور ایک مکان تھا، دکان منجھلے بھائی طاہر الدین کے پاس تھی، جسے اس نے بیچ کر اس کا پیسہ اپنے پاس رکھا، اس پیسہ پر دیگر بھائی بہنوں کا حق ہے یا نہیں؟

میرے والد صاحب کے مکان میں میں نے اپنے کمرہ کے اوپر جس میں میں رہتا ہوں، اپنے روپئے سے ایک کمرہ بنوایا، بنواتے وقت میرے بھائیوں اور ان کی بیویوں اور میری بہنوں کے درمیان یہ طے پایا کہ جب یہ مکان فروخت ہوگا تو اس مکان میں لگائی گئی میری رقم مجھے ملنے کے بعد باقی بچا پیسہ تمام حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے گا، اس پر ہر ایک نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، تو کیا میرا رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس جائیداد میں بہن کتنے حصہ کی شریک ہیں؟ حالاں کہ بہنیں کہہ چلی ہیں کہ ہم نے اپنے حصے اپنے بھائیوں کو دے دیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مرحوم صادق حسین کے انتقال کے وقت دکان اور مکان کی شکل میں چھوڑے ہوئے ترکہ میں اس کی اولاد لڑکے اور لڑکیاں دونوں شرعی وراثت کی حق دار ہوں گی؛ لہٰذا دوکان فروخت کر کے طاہر حسین کو جو رقم حاصل ہوئی ہے اس میں اس کے سارے بھائی بہنوں کا حق ہے، نیز بڑے لڑکے ناظم الدین نے والد کے متروکہ مکان میں اپنے ذاتی خرچ سے کمرہ بنوانے میں جو رقم صرف کی ہے، مکان کی اصل قیمت لگا کر اس رقم کو اس

سے الگ کر کے بقیہ مال بھی بھائی بہنوں میں وراثت کے طور پر تقسیم ہوگا، بریں بنا مرحوم صادق حسین کی کل جائیداد گیارہ حصوں میں تقسیم ہوکرلڑکی کوایک حصہ اورلڑکےکودو حصے ملیں گے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آيت: ١١]

ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين. (سراجي ١٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی وفات کے بعد بھائیوں کے مشترکہ کاروبار کی آمدنی سب بھائیوں پر برابر تقسیم ہوگی

سوال (۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم لوگ سات سگے بھائی ہیں، ہمارے والد صاحب کی ایک دوکان تھی، والد صاحب دل کے مریض تھے؛ اِس لئے بڑا بھائی پڑھائی چھوڑنے کے بعد دوکان چلانے میں لگ گیا، اِس وقت دوکان میں صرف ۱۰/ ہزار روپئے کا سامان تھا اور قریب ۱۵/ ہزار روپئے کا قرض دینا تھا، سبھی بھائی چھوٹے تھے پڑھائی کررہے تھے، بڑے بھائی اکیلے ہی قریب آٹھ سال تک اللہ کے فضل سے دوکان چلارہے تھے، اور چھوٹے بھائی پڑھائی لکھائی اور دیکھ ریکھ کررہے تھے، اِس کے بعد دھیرے دھیرے دو تین سال کے فاصلہ سے دو نمبر تین نمبر چار نمبر پانچ نمبر کے بھائی بھی اُس کاروبار میں بڑے بھائی کو ساتھ دینے لگے، اور جیب خرچ سب بھائی لیتے تھے؛ لیکن پانچ نمبر کے بھائی کا خرچ تمام بڑے بھائیوں سے زیادہ تھا، اور چپکے چپکے ہزاروں روپئے دوکان سے نکال کر دوستوں میں فضول خرچی کرنے لگے، اس سے کاروبار کو کافی نقصان ہوا، بڑے بھائی نے کافی ڈانٹا سمجھایا، اِسی دوران ایک نمبر تین نمبر بھائی نے ایک الگ دوکان کھول کر چلانے لگے، پھر چار نمبر والے بھائی بڑے ہوگئے تو وہ بھی اسی کاروبار میں جڑ گئے، اِسی دوران دو نمبر اور پانچ نمبر بھائیوں

نے مل کر والد صاحب والی دوکان چلانے لگے،اس کے ایک سال بعد ۱۹۸۷ء میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اِس عرصہ میں بڑے بھائیوں کے سمجھانے کے باوجود پانچ نمبر والے بھائی نے اپنی غلطی نہیں سدھاری اور فضول خرچی کرتے رہے، پھر سب بھائیوں نے آپس میں مشورہ کر کے اس کی شادی کرادی؛ تاکہ سدھر جائے؛ لیکن چپکے چپکے پیسہ نکال کر اپنے سسرال والوں کو دینے لگے، اُس پر بڑے بھائیوں نے والد صاحب والی دوکان جو دو نمبر و پانچ نمبر بھائی چلارہے تھے، اُس کا سارا سامان جوڑ کر پانچ نمبر بھائی کو دے دیا، اورتاکید کردی کہ اس دوکان کا فائدہ نقصان کے تم ذمہ دار ہو، اور اسے اچھی طرح چلانا بھی تمہاری ذمہ داری ہے، وہ اکیلے دوکان چلانے لگے اُس کے بعد دو نمبر بھائی اُس دوکان سے ہٹ کر اپنا الگ کاروبار چلانے لگے۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ پانچ نمبر بھائی جو قریب پندرہ سال سے اپنا الگ کاروبار چلارہے ہیں، صرف اُسی کے فائدہ کے وہ حق دار ہیں، یا باقی بھائیوں کے کاروبار میں بھی اُن کا حصہ ہوگا۔ نیز یہ واضح رہے کہ والد صاحب کے ملکیت کا جو بھی مکان اور دوکان وزمین جائیداد ہے، اُن سب میں پانچ نمبر بھائی کو برابر یعنی سات حصہ کا ایک حصہ دیا جارہا ہے، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ والد کی زندگی میں اور والد کے انتقال کے بعد سب بھائیوں نے جو بھی اجتماعی یا انفرادی طور پر کاروباری محنتیں کی ہیں، وہ مشترک سمجھ کر کی ہیں، اِسی وجہ سے ہر دوکان اور ہر کاروبار میں سب بھائیوں کو برابر برابر حصہ دیا جاتا رہا۔ بریں بناء پانچویں بھائی نے جو الگ دوکان کر رکھی ہے اُسے بھی مشترک ہی مانا جائے گا، اور اس کی آمدنی میں سب بھائیوں کا حصہ ہوگا، اور یہ صورت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ حسبِ حصص شرعیہ ہر وارث کا حصہ الگ اور متعین نہ ہوجائے۔ (کفایت المفتی ۹/۳۰۹، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۵۴۷)

سئل في إخوة خمسة سعيهم وكسبهم واحد وعائلتهم واحدة حصلوا بسعيهم وكسبهم أموالاً، فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أخماسًا؟

الجواب: ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخماسًا. (تنقيح الفتاوىٰ الحامدية / كتاب الشركة ٩٥/١ المكتبة الميمنية مصر)

أب وابن يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما مال، فالكسب كله للأب إذا كان الابن في عيال الأب لكونه معينا له. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في شركة الوجوه وشركة الأعمال ٣٢٩/٢)

دفع لابنه مالاً ليتصرف فيه، ففعل وكثر ذلك فمات الأب إن أعطاه هبة، فالكل له وإلا فميراث. (الدر المختار) بأن دفع إليه ليعمل للأب الخ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ٥٢٠/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۳/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کا مکان فروخت کر کے بڑے بھائی کا روپیہ پر قبضہ کرنا؟

سوال (۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعد آداب کے گذارش یہ ہے کہ میں کچھ مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ سے فیصلہ صادر فرمانے کی گذارش کرتا ہوں، ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ہمارے والد کے انتقال کے بعد ایک مکان تھا، جس کو ہم نے ساڑھے چھ لاکھ روپئے میں بیچا تھا، جس کے سارے پیسے اَمانت کے طور پر ہم نے اپنے بڑے بھائی کو اَمین بناتے ہوئے اُن کے پاس رکھ دئے، کچھ سال بعد جب ہم نے اپنے حصہ کے پیسے مانگے تو اُنہوں نے ہمارے ہاتھ میں ایک خرچ کا پرچہ تھمادیا، اور کہہ دیا کہ سارے پیسے خرچ ہوگئے، اُنہوں نے خرچ کرنے سے پہلے ہم سے اجازت بھی نہیں لی، کیا بغیر اجازت بھائیوں سے خرچ کرنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا اُنہوں نے ہمارا حق نہیں مارا ہے؟ اگر اُنہوں نے حق مارا ہے، تو اِس کا اجر ہمیں اللہ کے گھر ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والد کا جو مکان ساڑھے چھ لاکھ میں بیچا گیا ہے، اُس

میں سبھی وارثین کا حصہ ہے، اُس رقم میں وارثین کی اجازت کے بغیر بڑے بھائی کو تنہا تصرف کرنے کا حق نہیں، اگر اُس نے تصرف کیا تو وہ دیگر حصہ داروں کی طرف سے عنداللہ مؤاخذہ دار ہوگا، اور اُس پر سب حق داروں کو اُن کا حق دینا لازم ہوگا۔

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب أو السنة. (شامي / أول كتاب الفرائض ١٠/٤٩٧)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ كراچی)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه، وجب عليه ردّه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢/١ رقم المادة: ٩٧ كوئٹه، وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے بیٹے کے نام ہبہ کردہ مکان میں دوسرے بیٹوں کا حصہ طلب کرنا؟

سوال (۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین لڑکے ہیں، اور اس کی کل آراضی ۳۶/بیگھہ ہے، جس میں سے ۱۴/بیگھہ آراضی اپنے بڑے لڑکے کو دے دی، اپنی صحت میں دو سال وفات سے قبل، جب کہ زید نے جب سے اپنے بڑے لڑکے کو آراضی دی ہے اُسی وقت سے وہ اُس کی کل پیداوار کا بھی مالک ہے، زید کی وفات کے بعد ۲۲/بیگھہ آراضی کو اُس کے دو چھوٹے لڑکوں نے تقسیم کرلیا۔ اَب وہ یہ کہتے ہیں کہ اُن کے بھائی کے پاس زیادہ آراضی ہے؛ لہٰذا اُس میں سے ہم کو بھی ملنا چاہئے، جب کہ زید کا بڑا لڑکا یہ کہتا ہے کہ مجھ کو والد صاحب نے حالتِ صحت میں دے دی تھی؛ لہٰذا اُس میں تمہارا کوئی حق

نہیں اور جو زید نے علاوہ آراضی کے اشیاء متروکہ چھوڑیں وہ بھی سب دونوں چھوٹے لڑکوں نے لے لیا، مسئلہ بالا میں آراضی واشیاء متروکہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال جب کہ والد نے اپنی حیات میں صحت کی حالت میں مذکورہ جائیداد اپنے بڑے لڑکے کو دے دی تھی اور لڑکے نے باپ کی زندگی ہی میں اُس پر پوری طرح قبضہ اور تصرف کرلیا تھا، تو اَب والد کی وفات کے بعد اُس جائیداد میں بڑے لڑکے کے علاوہ دوسرا کوئی لڑکا یا وارث حصہ دار نہیں ہے، اور دیگر اشیاء متروکہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ سب وارث حصہ دار ہوں گے۔

والقبض لا بد منه لثبوت الملک. (الهداية ٢٨٣/٣ الأمين كتابستان ديوبند)

تنعقد أي الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض الكامل. (شرح المجلة، كتاب الهبة / الفصل الأول ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي. (شرح المجلة ٦١/١ رقم المادة: ٩٧)

ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف ما شاء. (شرح المجلة، كتاب الشركة / الفصل الثامن ٦٤٣/١ رقم المادة: ١١٦٢)

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة ٦١٠/١ رقم: ١٠٩٢)

يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير بعينها ...... لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑے بیٹے کا باپ کو دوکان کرانا اور چھوٹے بیٹے کا اُس میں سے اپنا حق طلب کرنا

سوال (۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو بیٹے ہیں، زید نے دونوں کو برابر برابر حصہ تقسیم کردیا، اَب زید کے پاس کچھ نہیں بچا تو زید کے بڑے بیٹے نے اُن کو ایک دوکان کرادی، جب دوکان اچھی چلنے لگی، تو چھوٹے بھائی نے کہا کہ اِس دوکان میں میرا بھی حصہ ہے، حالاں کہ چھوٹے بھائی نے دوکان میں کچھ نہیں دیا، تو زید کے چھوٹے بیٹے کو دوکان سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ بڑے بیٹے نے تنہا باپ کو دوکان کرائی ہے، اور چھوٹے بیٹے نے کچھ بھی نہیں دیا ہے، اِس لئے باپ کی زندگی میں اُس میں چھوٹے بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں ہے؛ البتہ والد کے انتقال کے بعد اُس دوکان میں اُن کے سب موجودہ وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ حصہ دار ہوں گے۔

يعتبر كونه وارثًا أو غير وارثٍ وقت الموت لا وقت الوصية. (الدر المختار / كتاب الفرائض ٧/٦٥١ كراچی)

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكمًا كمفقود. (شامي / أول كتاب الفرائض ١٠/٤٩١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے ترکہ میں سے مہر، عدت کا خرچ اور زندگی کے سابقہ اخراجات کا مطالبہ کرنا

سوال (۲۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: خدمت میں عرض یہ ہے کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرا نکاح ۱۹۶۲ء میں ہوا، نکاح میں میرے مہر ایک ہزار پانچ اشرفی طے کئے گئے؛ کیوں کہ میں اپنے شوہر کی دوسری بیوی ہوں، اِس نکاح کی رسید میں یہ بھی لکھ دیا گیا کہ اگر ہم دونوں میں کوئی اختلاف ہوتا ہے، تو ۵۰/روپئے مہینہ خرچ ادا کریں گے، میں اپنے شوہر کے ساتھ ۱۹۷۵ء تک رہی، اُس کے بعد سے میں الگ رہ کر گزر بسر کررہی ہوں، ۱۹۷۶ء سے کوئی خرچ کا پائی پیسہ نہیں ادا کیا، مجھے جب موقع ملتا ۲-۴/مہینے یا اِس سے پہلے اور بعد میں اُن سے ملنے اُن کے گھر جاتی رہی، اور اپنی پریشانی ظاہر کرتی رہی، اَب ۲-۳/سال سے طبیعت خراب چل رہی تھی، بیماری کے دوران گھر اور اسپتال بھی کئی مرتبہ گئی، اور طبیعت معلوم کی، بروز جمعرات ۹ نومبر ۲۰۰۶ کو اُن کا انتقال ہوگیا، میں اپنے شوہر کے گھر گئی، اور جنازہ اٹھتے ہی میں اپنے گھر واپس آ گئی اور اَب عدت میں ہوں، میں اپنے نکاح کی رسید آپ کو بھیج رہی ہوں، غور فرما کر بتائیں کہ مجھے اپنے شوہر کی جائیداد میں سے اپنے مہر عدت خرچ اور ۳۰/سال کا خرچ جو رسید کے مطابق ادا نہیں کیا، کیا مل سکتا ہے، اور یہ سب کتنا ہوا؟

نـــــوٹ:- جنازہ اُٹھنے سے پہلے مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ ۲-۴/دن میں مہر وغیرہ ادا کردئے جائیں گے؛ لیکن ابھی تک ادا نہیں کئے گئے ہیں، اُن حضرات نے وعدہ کیا تھا، محمد معروف (بیٹا) معراج حسین داماد نورالدین ندوی فقط۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات درست ہیں، تو آپ کو اپنے مرحوم شوہر کے ترکہ میں سے مقررہ مہر اور اپنے حق وراثت کے مطالبہ کا حق ہے؛ البتہ نکاح نامہ میں ناراضگی کی شکل میں ماہ بماہ جو رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا، وہ عدم ادائیگی کی شکل میں ساقط ہوچکی ہے، اَب اُس کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اور حصہ وراثت کی تفصیل اُسی وقت بتائی جاسکتی ہے، جب کہ مرحوم کے تمام ورثہ کے بارے میں وضاحت کی جائے۔

قولہ: والنفقة لا تصير دينًا الخ، أي إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها، أو

كـان حاضرًا فامتنع فلا يطالب بها؛ بل تسقط بمضي المدة. (شامي، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: لا تصير النفقة دينًا إلا بالقضاء أو الرضاء ۳۱۱/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱۰/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد سامانِ جہیز اور کا حکم

سوال (۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد سلیمان کی دس سال پہلے شادی ہوئی تھی اُن کی بیوی بیمار ہوئی، اُن کا انتقال ہوگیا، اُن کے کوئی اولاد نہیں ہے، لڑکی والے اور لڑکے والوں میں جہیز ومکان میں لگائے گئے روپئے اور مہر کے بارے میں کچھ تنازع ہوگیا، دونوں فریقوں نے تنازع دور کرنے کے لئے ہمیں سرپنچ مقرر کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ ہمیں اِس بارے میں تحریر فرمادیجئے کہ شریعت کی رو سے کس کو کتنا حق پہنچتا ہے؟ تاکہ صحیح فیصلہ کرسکیں؟

لڑکی والوں نے جہیز میں درج ذیل سامان دیا تھا: الماری، صندوق، ڈبل بیڈ، پنکھا، فولڈنگ بیڈ، گھر کے استعمال کا متفرق سامان، ایک سونے کی چیز؟

لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ ہم بھائیوں والدین اور چچا وغیرہ نے اُن کے مکان میں مرمت کے لئے روپیہ دیا، اُنہوں نے سلیمان کے ہاتھ میں کوئی روپیہ نہیں دیا۔

مہر جوکہ پانچ ہزار روپیہ بنے تھے، اُس کے بارے میں لڑکے والوں کا کہنا ہے کہ سلیمان نے فرم سے ایڈوانس پانچ ہزار روپیہ لاکر بیوی کے ہاتھ میں دئے، جوکہ مکان کی مرمت کے لئے تھے؛ لیکن بیوی نے کہا کہ یہ روپیہ میرے مہر کے آگئے ہیں، اِس بات کے گواہ لڑکی کے دونوں بھائی ہیں، جوکہ اِس وقت وہاں موجود تھے، بعد میں بیوی نے اپنی رضامندی سے مہر کے روپئے مکان کی مرمت میں لگادئے، تو کیا مہر ادا ہوگئے؟ اگر نہیں ہوئے تو شوہر کو پھر ادا کرنے ہیں یا نہیں؟ لڑکی کے وارثین میں شوہر اور لڑکی کے باپ ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بیوی مہر پر قبضہ کرچکی جس پر اس کے دو بھائی گواہ موجود ہیں، تو مہر کی ادائیگی شرعاً ہوچکی، اَب اُس کے بعد لڑکی کے انتقال کے وقت جو ماں باپ کا دیا ہوا جہیز یا سسرال سے ملا ہوا سامان موجود ہے، اُس کا آدھا حصہ شوہر سلیمان کو اور بقیہ آدھا حصہ لڑکی کے باپ کو ملے گا، اِس کے علاوہ لڑکی کے بھائی چچا وغیرہ کسی بھی حصہ کے شرعاً مستحق نہیں ہیں، اور اُنہوں نے جو روپیہ سلیمان کے مکان کی مرمت میں لگایا ہے، اگر وہ بطور قرض تھا تو اُس کے مطالبہ کا حق ہے، اور اگر بطور اِعانت وامداد تھا، جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ اُن کی طرف سے تبرع واحسان ہے، اَب اُس کے مطالبہ کا حق نہیں۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كان الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها. (المستدرك للحاكم / كتاب البيوع ٦١/٢ رقم: ٢٣٢٤ دار الكتب العلمية بيروت، السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب المكافاة في الهبة ١٨١/٩ رقم: ١٢٢٥٧)

وما سوىٰ ذٰلک من الحقوق تقبل شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال. (الهداية / كتاب الشهادة ١٥٤/٣)

أما للزوج النصف عند عدم الولد. (السراجي في الميراث ١١)

ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء، والأمهات، وإن علوا، والأولاد، وإن سفلوا، وأولاد البنين، وأولاد البنات في ذٰلک سواء، وكذٰلک الإخوة والأخوات والأعمام والعمات، والمحرمية بالسبب لا بالقرابة لا تمنع الرجوع كالآباء والأمهات والإخوة والأخوات من الرضاع. وكذا المحرمية بالمصاهرة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الهبة / الفصل الخامس في الرجوع في الهبة ٤٤٩/١٤ رقم: ٢١٦٧١ زكريا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۴/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بیوی کے مرنے کے بعد جہیز اور زیورات میں میراث جاری ہوگی

سوال (۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہوگیا، شوہر زندہ ہے، اُس نے اپنا جہیز چھوڑا، وہ میراث کا حکم رکھتا ہے، یا میکہ واپس جائے گا، اُس کا مالک کون ہوگا؟ اِسی طرح شوہر نے شادی کے وقت یا بعد میں جو زیور دیا ہے اُس کا کیا حکم ہے؟ وہ شوہر کا قرار پائے گا، یا عورت کا؟ شرع متین کا جو حکم ہو مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہیز کا وہ سامان جو عورت کو میکے سے ملا ہے، تو وہ عورت ہی کی ملک ہے؛ لہٰذا اُس کو عورت کے شرعی وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کردیا جائے گا، اور شوہر کو بھی اُس کے حصہ کے موافق ملے گا؛ البتہ شوہر کی طرف سے جو زیورات ملے ہیں، اگر شوہر نے اُس کو مہر میں یا ہبہ کے طور پر دیئے تھے، تو اُس کی مالک بھی عورت ہی ہوگی، اور اُس میں میراث جاری ہوگی؛ لیکن اگر وہ زیورات شوہر نے عاریت کے طور پر دیئے تھے، تو وہ شوہر کے ہوں گے، اور وہی اُس کا مالک ہوگا۔

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة، وأنه إذا طلقها تأخذه كله، وإذا ماتت يورث عنها ولا يختص بشيء منه. (شامي، كتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: فيما لو زفت إليه بلا جهاز ٢٩٩/٥ زكريا)

وأما إذا جرت في البعض يكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة، وهو الصحيح. (شامي، كتاب النكاح / باب المهر ٣٠٩/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے انتقال کے بعد مہر کا مستحق کون؟

سوال (۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اِس کے دو یا تین بچے ہیں، مہر کی اَدائیگی بیوی کی موجودگی میں نہیں ہو پائی تھی، کیا وہ مہر بیوی کے والدین کو دے دیا جائے یا پھر اُس مہر کے مستحق اس کے بچے ہیں؟ اُس کا صحیح مصرف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ مہر بیوی کے شرعی ورثہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا، ورثہ میں اُس کے والدین، بچے اور شوہر شامل ہوں گے۔

کما أن أعیان المتوفی المتروکة عنه مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم، کذٰلک یکون الدَّین الذي له في ذمة آخر مشترکًا بینهم علی قدر حصصهم. (شرح المجلة لسلیم رستم باز، کتاب الشرکة / الفصل الثالث ۱/ ٦١٠ رقم المادة: ۱۰۹۲ المکتبة الحنفیة کوئٹه)

یبدأ من ترکه المیت الخالیة ...... لأن الترکة في الاصطلاح: ما ترکه المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال. (رد المحتار / کتاب الفرائض ٦/ ٧٥٩ کراچی، وکذا في البحر الرائق / کتاب الفرائض ۹/ ٣٦٥ رشیدیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر میراث کا بدل نہیں

سوال (۳۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یعقوب خاں نے اپنی حیات میں ۳؍شادیاں کیں، جس میں سے ۲؍بیویاں اُن کی حیات میں ہی گذر گئیں اور ایک بیوی شوہر کے انتقال کے کافی عرصہ بعد تک حیات رہیں، اور بعد میں انتقال کر گئیں، اُن کا نام کشوری بیگم تھا، شوہر نے کشوری بیگم کو بروقت نکاح بالعوض دین مہر ۱۲؍گز زمین بقدر آٹھواں حصہ از جملہ کل قطعہ مکان ۱۹۳۸ء میں ایک کاغذ رجسٹرڈ کرایا تھا، یعنی کل مکان ۹۶؍گز

تھا، اَب کیا کشوری بیگم کو شوہر کے انتقال کے بعد ملنے والا آٹھواں حصہ مزید ملے گا یا نہیں؟ کیا پہلی بیویاں جو اپنے شوہر کی حیات میں گذر چکی ہیں، آٹھواں حصہ اُنہیں بھی ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شوہر کے انتقال کے بعد کشوری بیگم کو کل ترکہ کا آٹھواں حصہ الگ سے ملے گا؛ اس لئے کہ ۱۲ ؍گز زمین بوقتِ عقد بعوض دین مہر تھا، وہ حصۂ وراثت کا بدل نہیں بن سکتا۔ پہلی جو دو بیویاں شوہر سے پہلے انتقال کر گئیں، اُن کو شوہر کی میراث سے کچھ نہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (سنن ابن ماجة ١٩٤)

يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦-٧٦١ كراچی)

ويستحق الإرث برحم ونكاح صحيح. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ٤٩٧/١٠ زكريا)

فإذا مات أحدهما فقد انتهى النكاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن الفرقة بينهما لا تقع إلا بقضاء القاضي، فيتوارثان، ويجب المهر. (تبيين الحقائق، كتاب النكاح / باب الأولياء والإكفاء ٥١١/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

قال الكمال: قوله: والشيء بانتهائه يتقرر؛ لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه، فيستعقب مواجبة الممكن إلزامها من المهر والإرث والنسب الخ. (فتح القدير، كتاب النكاح / باب المهر ٣٢٢/٣ دار الفكر بيروت، الدر المختار / باب المهر ١٠٢/٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰؍۳؍۱۴۲۱ھ

ترکہ کی تقسیم سے قبل مہر کی ادائیگی

سوال (۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے تاؤ کا انتقال ہوگیا ہے؛ لیکن اُنہوں نے مہر ادا نہیں کیا ہے، تائی کا کہنا ہے کہ پانچ ہزار روپئے مہر طے ہوئے تھے، یہی بات اُن کی نندو دیور بھی کہہ رہے ہیں؛ لیکن تاؤ کے سسرال والے کہہ رہے ہیں کہ پانچ ہزار روپئے کے ساتھ ساتھ پانچ اشرفیاں بھی ہیں، ایسے وقت میں جب کہ اختلاف ہورہا ہے، تو کس کی بات مانی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب کہ بیوی صرف پانچ ہزار روپئے مہر کا اقرار کررہی ہے اور مرحوم کے رشتہ دار بھی اُسی کے اقراری ہیں، تو مرحوم کے ترکہ میں سے صرف پانچ ہزار روپئے مہر میں دئے جائیں گے۔ اور مزید پانچ اشرفیوں کا جو دعویٰ سسرال والوں کی طرف سے ہے، اس کے لئے معتبر ثبوت یا گواہی ضروری ہے، اگر یہ ثبوت نہ ہو تو اُن اشرفیوں کو مہر میں ادا کرنے پر مرحوم کے وارثین کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال في خطبته: البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه. (سنن الترمذي، أبواب الأحكام / باب ما جاء في أن البينة على المدعي واليمين على المدعىٰ عليه ۲٤٩/۱)

قال النووي: هٰذا الحديث قاعدةٌ شريفةٌ كلية من قواعد أحكام الشرع، ففيه أنه لا يقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه؛ بل يحتاج إلى بينةٍ أو تصديق المدعىٰ عليه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء / باب الأقضية والشهادات ۲۹۹/۷ تحت رقم: ۳۷٥۸ دار الكتب العلمية بيروت، ۲٥۰/۷ المكتبة الأشرفية ديوبند)

البينة على المدعي واليمين على من المنكر. (شرح المجلة / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٥۱/۱ رقم المادة: ٧٦ كوئٹه)

فإذا صحت الدعویٰ من المدعي سأل القاضي المدعیٰ علیه عنها لینکشف له وجه الحکم، فإن اعترف بدعواه قضا علیه بها ...... وإن أنکر سأل المدعي البینة لإثبات ما ادعاهم، فإن أحضرها قضیٰ بها لظهور صدقها، وإن عجز عن ذٰلک وطلب یمین خصمه اُستحلف علیها. (اللباب في شرح الکتاب / کتاب الدعویٰ ۱۲۲/۳، کذا في البحر الرائق / کتاب الدعویٰ ۳٤٥/۷ زکریا)

یبدأ من ترکة المیت بتجهیزه ثم تقدم دیونه التي لها مطالب من جهة العباد. (الدر المختار / کتاب الفرائض ۷٦۱/٦ کراچی)

المهر یتأکد بأحد معان ثلاثة، الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء کان مسمی أو مهر المثل، حتی لا یسقط منه شيئ بعد ذٰلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح / الباب السابع في المهر ۳۰۳/۱ زکریا، البحر الرائق / باب المهر ۲٥۱/۳ زکریا، شامي، کتاب النکاح / باب المهر ۱۰۲/۳ کراچی)

فإذا مات أحدهما فقد انتهی النکاح، سواء مات قبل البلوغ أو بعده؛ لأن الفرقة بینهما لا تقع إلا بقضاء القاضي، فیتوارثان، ویجب المهر. (تبیین الحقائق، کتاب النکاح / باب الأولیاء والإکفاء ٥۱۱/۲ دار الکتب العلمیة بیروت)

قال الکمال: قوله: والشيء بانتهائه یتقرر؛ لأن انتهائه عبارة عن وجوده بتمامه، فیستعقب مواجبة الممکن إلزامها من المهر والإرث والنسب الخ. (فتح القدیر، کتاب النکاح / باب المهر ۳۲۲/۳ دار الفکر بیروت، الدر المختار / باب المهر ۱۰۲/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۱۲/۲ھ

تقسیم ترکہ سے پہلے قرض کی ادائیگی ضروری ہے

سوال (۳۳۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبدالکریم عرف ابراہیم ولد اللہ بخش مرحوم نے دوشادیاں کیں، پہلی بیوی سے اُن کے تین بیٹے محمد اسماعیل، محمد اسحاق، اور محمد حنیف پیدا ہوئے ۱۹۵۰ء میں اُن کی موجودگی میں انتقال ہوگیا، دوسری بیوی شاکرہ بیگم کے بطن سے تین بیٹے محمد سلیم عرف گڈو، محمد یاسین عرف ببو، محمد حسن عرف بھیا اور تین بیٹیاں حنیفہ خاتون، عمر جہاں، انیسہ خاتون عرف گڈی، نفیسہ خاتون عرف ببلی موجود ہیں، دوسری بیوی کا انتقال بھی عبدالکریم کی موجوگی میں ہوا تھا، عبدالکریم پانچ لاکھ روپیہ کا قرضہ چھوڑ کر مرے ہیں اور قرض کی وصولی کے لئے قرض خواہ نے اُن کی زندگی میں ہی مقدمہ دائر کردیا تھا، جو بدستور چل رہا ہے، شریعت کی روشنی میں جواب دیا جائے کس کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ اور یہ بھی بتایا جائے کہ اس قرض کی ادائیگی کس طرح کی جائے گی جو مرحوم کے اوپر واجب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم کا متروکہ ۶۶؍گز کا مکان جو لڑکوں کے قبضہ میں ہے، اُس کو فروخت کرکے حاصل شدہ رقم سے اولاً مرحوم کا ۵؍لاکھ روپئے کا قرض ادا کیا جائے گا اور اُس کے بعد جو رقم بچے گی اسے پندرہ حصوں میں تقسیم کرکے لڑکوں کو دو دو حصہ اور لڑکیوں کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ...... ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (السراجي في الميراث ص: ٣-٥، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۸؍۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے اورشوہر کے درمیان ترکہ کی تقسیم، جہیز اورمہر کا حکم

سوال (۳۴):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک بہن کی شادی ۱۸؍سال پہلے ممبئ میں ہوئی تھی، اور اُس کو ایک لڑکا بھی ہے جس کی عمر اَب ۱۶؍سال ہے، میری بہن کا انتقال ۲؍سال پہلے ممبئ میں ہوگیا تھا، میرے بہنوئی نے اُس کے ایک سال کے بعد دوسرا نکاح کرلیا ہے، میری بہن کا زیور اور سامان جو میکہ سے گیا تھا اور بہنوئی نے جو زیور شادی میں چڑھایا تھا وہ سارا سامان اور سارا زیور میرے بہنوئی کے پاس ہے، لڑکا اپنے باپ کے پاس رہتا ہے، لڑکا اِس شادی کے ہوجانے کے بعد اپنی سوتیلی ماں سے پریشان ہے، اُس کا باپ لڑکے کو اپنے ماموں کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے، اِن پریشانیوں میں جو کہ ہمارے بھانجے کی آنے جانے کی رکاوٹ اور جو زیور اور جہیز جو میرے بہنوئی نے جس پر اپنا اختیار کرلیا ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور میری بہن کا مہر کس کو ادا کیا جائے گا، مہربانی کرکے آپ اپنی رائے اور فتویٰ دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کی مرحومہ بہن کا سارا مال ان کی وفات کے بعد شوہر اور لڑکے کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، مرحومہ بہن کے مال میں اس کے بھائی بہنوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، مرحومہ کو میکہ کی طرف سے دیا جانے والا جہیز، زیور اور مہر سب اس کے ترکہ میں شامل ہیں، اور بہنوئی کی طرف سے جو زیور دیا گیا تھا اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بطور ہبہ تھا، تو ترکہ میں شامل ہے اور اگر وہ بطور عاریت تھا، تو وہ صرف بہنوئی کی ملک ہے، مرحومہ کے ترکہ میں شامل نہیں، اور مرحومہ کا مال اس کے شوہر اور بیٹے کے درمیان درج ذیل تناسب سے تقسیم ہوگا۔

مرحومہ کا کل ترکہ ۴؍برابر حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ شوہر کو اور تین حصے لڑکے کو ملیں گے، اورلڑکا سولہ سال کی عمر میں بالغ ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اسے صلہ رحمی کے بطور اپنے ماموں وغیرہ سے

ملتے رہنا چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۶۰/۵، فتاویٰ محمودیہ ۱۰۶/۱۲ ڈابھیل، ایضاح النوادر ۱۲/۲-۱۵)

قال عبدالرحمٰن رضي اللّٰه عنه: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: قال اللّٰه تبارک وتعالى: أنا اللّٰه وأنا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لها من اسمي، فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب في قطعية الرحم ۱۲/۲ المكتبة الأشرفية ديوبند)

المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكًا لا عاريةً ...... ويكون الجهاز تركة يتعلق بها حق الورثة، وهو الصحيح. (شامي ۳۰۹/٤، الأشباه والنظائر ۱۵۷)

وإذا بعث الزوج إلیٰ أهل زوجته أشياء عند زفافها ...... فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلک إذا بعث إليها على جهة التمليک. (الفتاویٰ الهندية، باب المهر / الفصل السادس عشر في جهاز البنت ۳۲۷/۱)

ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر ۲۳۳/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے مرنے کے بعد جہیز کے زیور کو صدقہ جاریہ کرنا

سوال (۳۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ ۱۶ر سال تک زید کے نکاح میں رہی، مگر کوئی بچہ تولد نہ ہوا، اَب ۱۶ر سال کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، انتقال ہندہ کے بعد ہندہ کے والد یہ چاہتے ہیں کہ ہم نے جہیز میں ہندہ کو جو زیور دیا تھا، اور اُس کے شوہر نے جو نکاح میں دیا تھا وہ سب صدقۂ جاریہ میں لگا دیں۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اُن سب میں سے صدقۂ جاریہ میں کتنا لگا سکتے ہیں؟ اور اُس کے شوہر زید اپنے مصرف میں کتنا لا سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ہندہ کے ترکہ میں سے نصف حصہ کا مالک اُس کا شوہر ہے، اور بقیہ نصف حصہ والد اور والدہ کا ہے۔ اَب اگر شوہر اُس کے متروکہ مال میں سے اپنا حق نہ لے کر والد کی مرضی کے مطابق صدقۂ جاریہ میں صرف کرنا چاہے تو اِس کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر وہ اِس پر راضی نہ ہو تو مجبور نہیں کیا جائے گا، وہ اپنا حق لے سکتا ہے۔

وأما للزوج فحالتان: النصف عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث ١١)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الباب الثالث في أحكام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢ مكتبة الإتحاد ديوبند)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ مكتبة الإتحاد ديوبند، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۲/۱۴۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو کے نام کردہ زمین سسر کی میراث میں شامل نہ ہوگی

سوال (۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے سسر کی دو بیگھہ زمین تھی جس کے حق دار اُن کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، جس میں اُنہوں نے جب اپنے بڑے بیٹے کی شادی کی تھی تو ۴۰۰ رگز جگہ اُس دو بیگھہ زمین سے ہٹ کر اُن کی بیوی کے دین مہر میں لکھت میں دی تھی، جو اُنہوں نے اپنے سسر کی زندگی میں ہی بیچ دی تھی، پھر دوسرے بیٹے کی شادی ہوئی تو ۱۰۰ رگز جگہ اُن کی بیوی کے دین مہر میں لکھت میں دی تھی، باقی تین بیٹوں کی شادی میں اُنہوں نے کوئی لکھت نہیں دی تھی، اور نہ ہی اُنہوں نے اپنی زندگی

میں کوئی بٹوارہ تقسیم کیا تھا، اَب اُن کے انتقال کے بعد میں جب بٹوارے کا سلسلہ چلا، تو جس بھائی کی بیوی کو ۱۰۰؍گز جگہ دی تھی، اُس جگہ کو لکھت میں لانے کے لئے کہا گیا، تو اُنہوں نے کہہ دیا کہ اِس ۱۰۰؍گز جگہ سے کسی کو کوئی مطلب نہیں ہے، یہ میری بیوی کے نام ہے، باقی جگہ میں میں تمہارا برابر کا حق دار ہوں، اِس بات پر اُن میں سے تین بھائیوں نے جن کی بیویوں کو کوئی لکھت نہیں ملی تھی، اُنہوں نے یہ آواز اٹھائی کہ ہماری بیویوں کو بھی لکھت میں جگہ ملنی چاہئے، ۱۰۰؍گز نہیں تو پچاس پچاس گز ملنی چاہئے، اِس بات پر کوئی راضی نہیں ہوا، اور بٹوارے کا مسئلہ اِس بات کو لے کر رکا ہوا ہے۔ اَب سے تقریباً ایک سال تین مہینے پہلے میرے شوہر کا قتل کر دیا گیا، جو کہ سب بھائی بہنوں میں چھوٹے تھے، میری شادی نو سال پہلے میرے سسر کی زندگی میں ہوئی تھی، میری عمر ۳۸؍سال ہے، اور میری ایک لڑکی نو سال کی ہے، دوسرا بیٹا سات سال کا ہے، اور تیسرا لڑکا چار سال کا ہے، آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، میرے میکے والے ہی میری اور میرے بچوں کی پوری طرح سے دیکھ بھال کرتے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اَب بٹوارے کا مسئلہ حل ہوا، بہنوں کو حق دیا گیا، اور بھائیوں کو اُن کا حق ملا؛ لیکن وہ جو بہوؤں کے نام کی جگہ نکالی گئی ہے، اُس جگہ کو میرے شوہر سمیت تینوں بھائی مانگ رہے تھے؛ لیکن اَب فیصلہ ہونے کے بعد اُس جگہ کو وہ دو بھائی جو حیات ہیں، وہ آپس میں ہی تقسیم کر رہے ہیں، اُن کا کہنا ہے کہ جو مر گیا اُس کو ہم نہیں دیں گے، وہ میرے یتیم بچوں کا حق مار رہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے سسر نے جو زمین آپ کی دو بہوؤں کو دین مہر میں دے کر اُنہیں قابض و مالک بنا دیا، تو اَب اُس میں کسی کا حق متعلق نہیں رہا، اس زمین کی وہ مالک ہیں، سسر کی وفات کے بعد وہ زمین وراثت میں شمار نہ ہوگی، اُس کو وراثت میں شامل کرنے کا مطالبہ کسی کے لئے بھی شرعاً درست نہیں ہے، اُس زمین کے علاوہ آپ کے سسر کے انتقال کے وقت جو کچھ زمین اور دیگر ساز وسامان موجود تھا، اُس میں آپ کے سسر کے وہ تمام بیٹے اور بیٹیاں

حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہیں، جو اُن کی وفات کے وقت موجود تھے، باپ کی وفات کے بعد انتقال کرنے والا وراثت سے محروم نہ ہوگا، اور اُس کو وراثت سے محروم کرنے والے یا اُس کی کوشش کرنے والے سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے؛ لہٰذا آپ کے مرحوم شوہر کو بھی آپ کے سسر کے ترکہ سے حصہ ملے گا، جس کے حق دار آپ کے بچے اور آپ ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوْضًا﴾ [النساء: ۷]

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَآتُوْا الْيَتَامَى اَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَتَبَدَّلُوْا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲]

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١٥/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

باقی وراثت کی تفصیلی تقسیم تمام وارثین کے نام وغیرہ دینے پر کی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۴/۱۰ھ

لڑکے کی شادی کے لئے رکھا ہوا زیور میت کے ترکہ میں شامل ہوگا

سوال (۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب میں نے اپنی لڑکی کی شادی کی تھی تو میری بیوی نے اُس کو سونے کا سیٹ بنوا کر دیا تھا اور سونے کا کچھ زیور میرے لڑکے کے لئے رکھ دیا تھا، کیا وہ زیور لڑکے کا رہا یا بیوی کا ترکہ ہوگا، یہ زیور اُنہوں نے لڑکے کی شادی کی نیت سے رکھا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کی شادی پر جو زیور اُسے دیا گیا تھا وہ لڑکی ہی کا

ہے، اُس میں کسی دوسرے کا حق نہیں اور جو زیور لڑکے کی شادی کی نیت سے رکھ دیا گیا تھا، وہ میت کے ترکہ میں شمار ہوگا، اور سب وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ اُس کو تقسیم کیا جائے گا۔

جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلک ليس له الاسترداد منها، ولا لورثته بعده.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير ٤/٣٠٦ زكريا)

والقبض لابد منه لثبوت الملک. (الهداية / كتاب الهبة ٣/٢٨٣ إدارة المعارف ديوبند)

والمراد من التركة ما تركه الميت خاليًا عن تعلق حق الغير بعينه. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٧/٤٧١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکی کی شادی کے لئے رکھے ہوئے زیورات میں وراثت چلے گی یا نہیں؟

سوال (۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، چار بچے ہیں، تین بالغ ہیں اور ایک نابالغ ہے، جس میں بڑی لڑکی کی شادی کو ۲ر مہینہ تھے کہ والد کا ہاٹ فیل ہوگیا، لڑکی کے لئے برتن اور زیور رکھا تھا، اگر اُس زیور کو میں پہنتی بھی تو شوہر ناراض ہوتے تھے اور کہتے کہ یہ تو میری لڑکی کا ہے، تین گواہ بھی ہیں، اَب کیا کرنا ہے؟ کیا اِن زیورات اور برتنوں کی لڑکی مالک ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالغ لڑکی کے لئے جو زیور اور برتن الگ رکھ دئے گئے ہیں، وہ اُن کی اُس وقت تک مالک نہ ہوگی، جب تک کہ اُس کو وہ چیزیں سپرد کر کے قابض نہ بنادیا جائے، قبضہ سے پہلے ہبہ میں ملکیت نہیں آتی؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر لڑکی قابض اور مالک نہیں ہوئی، تو یہ زیورات وغیرہ میت کے سبھی ورثہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوں گے، صرف لڑکی

کی ملکیت نہ ہوں گے۔

لأن الهبة للولد الكبير لا تتم إلا بقبضه ولو كان في عياله، كذا في المحيط. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٩٠/٧ زكريا)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذٰلک يكون الدَّين الذي له في ذمة آخر مشتركًا بينهم على قدر حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ المكتبة الحنفية كوئٹه)

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۱/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی وارث کا اپنا حق لینے سے انکار کرنا؟

سوال (۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احمد خاں بن جہانگیر خاں کا انتقال ہوا، اُن کی دو بیوی: رئیسن: جن سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، اور پانچ لڑکیوں میں سے دو نے ترکہ لینے سے انکار بھی کردیا ہے، اور اس بیوی کا احمد جان کی زندگی میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔ نجمہ بیگم: ان سے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کل ورثہ ایک بیوی تین لڑکیاں اور سات لڑکے چھوڑے، اور ترکہ میں سوگز زمین ہے، جس میں سے احمد خاں نے اپنے جیتے جی چوتھائی کی وصیت اپنی بیوی نجمہ کے نام کردی تھی؛ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم کی پہلی بیوی کی اولاد میں سے جن لڑکیوں نے

وراثت میں حصہ لینے سے انکار کردیا ہے، اُن کے انکار اور ترکِ میراث کی وجہ سے ان کا حق باطل نہ ہوگا؛ بلکہ بدستور ان کا حق ترکہ میں باقی رہے گا؛ البتہ اپنا حصہ لینے اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد ان کو اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہیں اپنے حصہ کا مالک بنادیں، یا اپنے تمام بھائی بہنوں پر تقسیم کردیں، اور احمد خاں نے زندگی میں ہی مکان کے چوتھائی حصہ کی جو وصیت اپنی بیوی نجمہ بیگم کے نام کی ہے، تو نجمہ بیگم چوں کہ شرعی وارث ہیں، اور وارث کے لئے شرعاً وصیت نافذ نہیں ہوتی، ہاں اگر باقی تمام ورثہ اس وصیت پر رضامند ہوجائیں، تو ایسی صورت میں وصیت کے مطابق ان کو مکان کا چوتھائی حصہ دینا لازم ہوگا، اس کے بعد مابقیہ جائیداد ۱۳۶ر حصوں میں تقسیم ہوکر نجمہ بیگم کو ۱۷ر حصہ اور ہر لڑکے کو ۱۴-۱۴ر حصے اور ہر لڑکی کو ۷-۷ر حصے ملیں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۲۳۸-۲۳۹ ڈابھیل)

لو قال الوارث: تركت حقي لم يبطل حقه إذ الملك لا يبطل بالترك. (الأشباه والنظائر / باب ما يقبل الإسقاط من الحقوق وما لا يقبله ص: ۲۳۹ زكريا، كذا في جامع الفصولين / الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين ۲/ ٤٠ إسلامي كتب خانه كراچی، وكذا في رد المحتار / باب إقرار المريض، فصل في مسائل شتى ٥/ ٦٢٣ كراچی)

ولا لوارثه إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة. (شامي ١٠/ ٣٤٦ زكريا)

لا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا / الباب الأول في تفسيرها وشرط جوازها ٦/ ٩٠ زكريا، مجمع الأنهر ٤/ ٤١٨ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایکسیڈینٹ کے بعد گورنمنٹ سے ملی ہوئی رقم ترکہ میں شامل ہوگی

سوال (۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا سڑک حادثہ میں ایکسیڈینٹ ہوگیا تھا، جس پر اُسے گورنمنٹ کی طرف سے کچھ روپیہ

ملیں گے، سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو کلیم یعنی روپیہ ملے گا وہ بیوی ہندہ کا ہوگا یا اُس کے دیگر وارثین بھائیوں وغیرہ میں بھی تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایکسیڈینٹ کی وجہ سے جو کلیم ملے گا، وہ وارثین میں تقسیم ہوگا، صرف بیوی ہی کا حق نہ ہوگا۔

عن عمر وعلي وزيد رضي اللّٰه عنهم قالوا: تورث كما يورث المال خطؤه، وعمده. (المسند للإمام الدارمي ١٩٧٣/٤ رقم: ٣٠٨٤)

لأن الإرث يجري في الأعيان المالية. (شامي / كتاب الفرائض ٧٦٢/٦ كراچی)

إن أعيان الأموال يجري فيها الإرث. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٣/٢٠، رقم: ٣٣٠٧٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فسادزدہ کی موت پر میت کے ورثہ کو حکومت کی طرف سے ملنے والا پیسہ کس کا ہے؟

سوال (۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سردار خاں ولد اَمان اللہ خاں ساکن باون کھیڑی تحصیل حسن پور مرادآباد کو ۶/ دسمبر ۱۹۹۲ء کے بعد جو ملک میں فساد اور ظلم وستم کا طوفان ہوا تھا، اُس کی لپیٹ میں سردار خاں مرحوم کو غیر مسلم بدمعاشوں نے اپنے ہی جنگل میں ظلماً مار ڈالا ہے (خدا کرے مرحوم موصوف کو شہادت کا درجہ نصیب ہو، آمین) جس کی بنا پر مقتول کے متعلقین کو حکومت سے دو لاکھ روپئے کا معاوضہ ملا ہے؛ لہٰذا دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے اُس کا حق دار کون ہے؟ سردار خاں کے والد اَمان اللہ خاں یا اُس کی بیوی نرگس جہاں یا نرگس جہاں کے والدین؛ اِس لئے کہ سردار خاں

مرحوم کے کوئی بچہ وغیرہ نہیں ہے۔

فتویٰ لینے کی ضرورت اِس لئے پڑی کہ سردار خاں مرحوم کے معاوضہ کو اُس کی زوجہ نرگس جہاں اور نرگس جہاں کے والدین نے لے لیا ہے، تو کیا اَز روئے شریعت یہ معاوضہ لینا اُن لوگوں کے لئے جائز ہوا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اِس مسئلہ سے متعلق کوئی صریح جزئیہ اَحقر کی نظر سے نہیں گزرا؛ البتہ اُصول وضوابط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں حکومت کی طرف سے مقتول سردار خان کے پسماندگان کو جو دو لاکھ روپئے ملے ہیں، وہ سردار خاں کے ترکہ میں شامل نہیں ہیں؛ اِس لئے کہ سردار خاں مرتے وقت اِس رقم کا مالک یا مستحق نہیں تھا۔

التركة ما يتركه الميت من مملوكه شرعًا. (حاشيه شريفية شرح السراجية ص: ٤)

بریں بنا اُس پر وراثت کے اَحکام جاری نہیں ہوں گے؛ بلکہ حکومت کے قانون کا اعتبار ہوگا، اگر قانونی طور پر اِس رقم کی مستحق مقتول کی بیوہ ہے، تو مقتول کے باپ کو اس رقم کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اور اگر قانوناً اس کا مستحق باپ ہے تو بیوہ کو وہ رقم لینی درست نہیں۔

القاعدة أن القول للمملک في التمليک وعدمه. (رسائل ابن عابدين ١/ ٤٥ سهيل أكيڈمي لاهور، پاكستان) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۹/۴ھ

کیا LIC کی رقم مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگی؟

سوال (۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرحوم زید کے نام دو ایل آئی سی کی پالیسی بھی ہیں، جس میں زید نے اپنے والد صاحب کو وارث بنایا تھا، جو کہ اب انتقال کر گئے، ایل آئی سی کی تقسیم کیسے ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایل آئی سی کی اصل رقم جو زید نے جمع کرادی ہے، وہ اُس کے ترکہ میں شامل ہے، جو وارثین میں تقسیم ہوگی، اور زائد رقم نکال کر غریبوں میں بانٹ دی جائے اسے کوئی وارث اپنے استعمال میں نہ لائے۔

التركة في الإصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي ١٠/٤٩٣ زكريا)

إن أعيان الأموال يجري فيها الإرث. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الفرائض ٢٠/٢١٣ رقم: ٣٣٠٧٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ترکہ میں TV، VCR چھوڑا؟

سوال (۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے مال وارثت میں ایک TV اور VCR چھوڑا، کیا اُس کو وراثت میں شمار کرکے تقسیم کیا جائے گا؟ یا مالِ حرام ہونے کی بنا پر اُس کو ضائع کردیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں TV اور VCR فروخت کرکے اُن کی قیمت ورثہ میں تقسیم کی جائے گی۔

ولأبي حنيفة أنها أموال لصلاحيتها لما يحل من وجوه الانتفاع، وإن صلحت لما لايحل، فصار كالأمة المغنية. (الهداية ٣/٣٨٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۱۱/۲۴ھ

میت کے متروکہ مال میں سے فدیہ، زکوٰۃ اور حج بدل کیلئے رقم نکالنا؟

سوال (۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
زید کے ایک بیوی سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں بیوی کو طلاق دے چکا ہے، اور اپنی ہی زندگی میں اپنے مال کو پانچ لڑکوں اور دو لڑکیوں پر تقسیم کر دیا ہے، اور کچھ رقم اپنے پاس روک کر رکھی یہ کہہ کر کہ یہ رقم میرے بڑھاپے اور بیماری میں کام آئے گی، اور اس سے تجارت کرتے رہے، اور دوسری بیوی جو صوبہ بہار کی رہنے والے تھی اُس سے ایک لڑکا ہوا، اور بائیس سال پہلے وہ بیوی اپنے لڑکے کو لے کر بہار چلی گئی، ہر چند اُس کو بلایا مگر وہ نہیں آئی، اور نہ ہی لڑکے کا کوئی پتہ ہے، اور نہ ہی بیوی کا کوئی علم ہے۔

زید یکم رمضان کو بیمار ہوا، اور چار دن بعد اس کا انتقال ہو گیا، اس درمیان نہ ہی روزے رکھ سکا، اور نہ ہی نمازیں پڑھ سکا، اُس نے ایک لاکھ ۳۷/ ہزار ۸۰۷/ روپئے چھوڑے ہیں اور اِس رقم کے بارے میں یہ وصیت کی ہے کہ اس رقم کو مدرسوں اور مسجدوں میں خرچ کر دینا، صورتِ مسئولہ میں یہ معلوم کرنا ہے کہ:

(۱) جن لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی زندگی میں دے چکے ہیں، کیا اِس مال میں اُن کا کوئی حق ہے یا نہیں؟

(۲) جو لڑکا بہار میں ہے جس کو اپنی زندگی میں دینا چاہتے تھے؛ لیکن اس کے نہ آنے کی وجہ سے نہ دے سکے، اور اَب اُس کا کوئی پتہ نہیں، اس کے دینے کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) چار دن کے روزے اور نمازیں چھوٹی ہیں اُن کے فدیہ کی کیا صورت ہوگی؟

(۴) وصیت کے مطابق کیا تمام رقم کو مسجد اور مدرسوں میں خرچ کرنا درست ہے؟

(۵) زید ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ماہ شعبان میں دیا کرتا تھا، اور شعبان میں اس پر ایک سال گذر گیا، اس کے بعد رمضان میں انتقال ہوا، تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

(۶) زید اپنی زندگی میں حج نہ کر سکا جب کہ اس کی یہ خواہش تھی، کیا اس رقم میں سے حج بدل کرانا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جن لڑکوں اور لڑکیوں کو زید اپنی زندگی میں ہبہ کر کے قابض و مالک بنا چکا ہے ان کا بھی زید کے متروکہ مال میں شرعی حق بنتا ہے۔

(۲) زید کا جو لڑکا بہار میں ہے اس کا حصہ مقررہ نکال کر محفوظ رکھا جائے گا، اور اس کی تلاش رکھی جائے گی، جب وہ آجائے تو اُس کی امانت اُسے حوالہ کرنی ہوگی۔

(۳) چوں کہ زید نے نماز روزہ کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت نہیں کی ہے، اِس لئے ورثہ پر ترکہ میں سے اُس کی ادائیگی لازم نہیں ہے؛ البتہ اگر سب ورثہ راضی ہوں اور بطورِ تبرع ادا کردیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وأما دین اللّٰہ تعالیٰ فإن أوصیٰ به وجب تنفیذه من ثلث الباقي وإلا لا.

(الدر المختار مع الشامي / کتاب الفرائض ۱۰/٤٩٥ زکریا)

(۴) یہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی بقیہ دوتہائی مال ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

ثم تقدم وصیته ...... من ثلث ما بقي بعد تجهیزه ودیونه. (الدر المختار ۱۰/٤٩٥-٤٩٧ زکریا)

(۵-۶) مسئولہ صورت میں ترکے میں سے زکاۃ اور حج بدل کے لئے رقم نکالنا ورثہ پر لازم نہیں ہے۔

محترز قوله: من جهة العباد، وذٰلک کالزکاة والکفارات ونحوها، قال الزیلعي: فإنها تسقط بالموت فلا یلزم الورثة أداء ها، إلا إذا أوصیٰ بها أو تبرعوا بها هم من عندهم. (شامي / کتاب الفرائض ۱۰/٤٩٥ زکریا)

خلاصہ یہ ہے کہ حسبِ تحریرِ سوال زید کی متروکہ رقم میں سے ایک تہائی حصہ حسبِ وصیت مساجد و مدارس میں خرچ کیا جائے گا اور مابقیہ دوتہائی حصہ اُس کے موجودہ وارثین میں تقسیم ہوگا، اس مابقیہ رقم کا آٹھواں حصہ دوسری بیوی کا حق ہوگا، اور بیوی کو دینے کے بعد بقیہ رقم چھ لڑکوں اور دو

لڑکیوں کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگی کہ لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا، اور دوسری بیوی اور اس کے لڑکے کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا، اور دونوں کی تلاش جاری رکھی جائے جب وہ آجائیں تو اُن کی امانت اُنہیں سونپ دی جائے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷٦، شريفيه ٤٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۶/۱۰/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طویل مدتی کرایہ کے مکانات اور دوکانوں میں حقِ وراثت کا مسئلہ

نوٹ:- اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے نویں فقہی اجتماع منعقدہ: ۲۱-۲۲/ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۱-۲/ جون ۲۰۱۳ء بمقام شیخ الہند ہال دیوبند میں ''طویل مدتی کرایہ داری میں حق وراثت'' کے موضوع پر حضرت الاستاذ نے درج ذیل جوابات تحریر فرمائے تھے، جو قارئین کے اِفادہ کے لئے ذیل میں درج ہیں۔ (مرتب)

سوال (۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندوستان کے طول وعرض میں یہ بات بکثرت سامنے آتی ہے کہ ایک شخص کسی دوکان یا مکان کا کرایہ دار ہوتا ہے، اور وہ مکان سالوں سے معمولی کرایہ پر اس کے تصرف میں رہتا ہے، اور ملکی قانون کے اعتبار سے لمبی مدت سے قابض کرایہ دار سے دوکان یا مکان خالی کرانا سخت مشکل ہے، اب ہوتا یہ ہے کہ اگر اس کرایہ دار کا انتقال ہوجائے اور اس کی کئی اولادیں ہوں، تو ان اولادوں میں جو چالاک ہوتا ہے وہ مورث کے مرنے کے بعد جوڑ توڑ کر کے مالک سے اپنے نام کرایہ داری کرالیتا ہے، اور اس جگہ پر قبضہ کرکے دیگر وارثین کو محروم کر دیتا ہے، اور کرایہ داری کا معاملہ ہونے کی وجہ سے دیگر وارثین کوئی قانونی کارروائی بھی نہیں کرپاتے، اس سے بظاہر ان کی سخت حق تلفی ہوتی ہے، تو اس صورتِ حال میں سوال یہ ہے کہ:

(۱) ایسے طویل مدتی کرایہ داروں کو شرعاً کرایہ دار ہی کے درجہ میں مانا جائے گا یا مالک کے درجہ میں؟

(۲) اس طرح کی دوکانوں اور مکانوں میں کرایہ دار کے انتقال کے بعد سب وارثین کا حق ہوگا یا نہیں؟

(۳) اگر ایک وارث قابض ہوکر دیگر وارثوں کو محروم کردے اور اپنے نام کرایہ داری کرالے تو اس کا یہ عمل شرعاً درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: -(۱) شرعی اُصول کی روشنی میں کرایہ دار چاہے طویل مدتی ہو یا قلیل مدتی، وہ اصل مالک کے رجہ میں نہیں رکھا جاسکتا، اور ملکی قانون کے اعتبار سے قلیل مدتی کرایہ داری جس میں باقاعدہ ایک سال یا تین سالوں کا اگریمنٹ لکھا جاتا ہے، اس میں بھی یہی حکم ہے؛ اس لئے کہ حکومت بھی کرایہ دار کا ساتھ نہیں دیتی؛ لیکن طویل مدتی کرایہ دار کو مستقل قبضہ کا حق حاصل ہوجاتا ہے اور مالک اگر چاہے بھی تو اس سے زبردستی خالی نہیں کراسکتا، تو ایسی صورت میں واقعہ یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے کرایہ دار کو جائیداد پر قبضہ کے حقوق صراحۃً یا دلالۃً دے دئے جانے کی بنیاد پر اس حق کو متقوم اور قابل عوض ماننے کی گنجائش دی جاسکتی ہے، ایسی صورت میں کرایہ دار کا قبضہ چاہے اصل ملکیت نہ ہو؛ لیکن ملکیت کے مشابہ سمجھا جائے گا۔

الإجارة الطويلة ببخاریٰ صحيحة عند عامة المشائخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۳۳/۱۵ رقم: ۲۳۲۷۵ زكريا)

وتصح الإجارة على أي مدة طالت أو قصرت وهو في قول أكثر العلماء، وفي حاشيته يقول الحنيفة: تصح الإجارة على أي مدة معلومة سواء أكانت طويلة أم قصيرة؛ لأن المدة إذا كانت معلومة كان قدر المنفعة فيها معلوماً إلا في الأوقاف، فلا تجوز الإجارة الطويلة فيها على ما هو مختار كيلا يدعي المستأجر ملكها. (وهي ما زاد عدا ثلاث سنين في الضياع أي العقارات وعلى

سنة في غيرها). (الفقه الحنفي وأدلته ٧٥/٢)

ومن قال: بأن مال المسلم محل لتملک الكفار بالاستيلاء وهو أصحابنا ما جعلوا مجرد الاستيلاء سببًا. (المحيط البرهاني ٥٠٦/٥ رشيدية كوئته)

إن حكم الحكام لازم الإجراء على جميع من كان في ولا يتهم. (شرح المجلة ١١٩٨/٢، رقم: ١٨٤٨)

وإن غلبوا على أموالنا وأحرزوها بدارهم ملكوها ...... ولنا أن الاستيلاء ورد على مال مباح فينعقد سبباً للملک دفعاً لحاجة المكلف. (البحر الرائق ٩٥/٥)

(۲) طویل مدتی دوکانوں اور مکانوں میں کرایہ دار کے انتقال کے بعد اس پر قبضہ میں سب وارثین کا حق ہوگا، کسی ایک وارث کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے نام کرایہ داری کرا کر دیگر ورثہ کو بے دخل کردے؛ کیوں کہ ملکی قانون اور حکومت کی نظر میں کرایہ دار کا قبضہ مستحکم اور متقوم ہے۔

شركة الملک تنقسم قسمين: اختياري وجبري، الشركة الاختيارية هي الاشتراک الحاصل بفعل المتشاركين ...... الشركة الجبرية هي الاشتراک الحاصل لا بفعل المتشاركين؛ بل بسبب آخر كالاشتراک الحاصل في صورتي التوارث واختلاط المالين. (شرح المجلة ٥٩٨/١ رقم: ١٠٦٢-١٠٦٤)

كل من الشركاء في شركة الملک أجنبي في حصة سائرهم، فليس أحدهم وكيلاً عن الآخر ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه. (شرح المجلة ٦٠١/١ رقم: ١٠٧٥)

وللشريک الآخر أخذ حصته منه ولا يسوغ للقابض أن يختص به وحده. (شرح المجلة ٦١٣/١ رقم: ١١٠١)

ورأيت في فتاویٰ الكازروني عن العلامة اللقاني أنه لو مات صاحب الخلو يوفى منه ديونه ويورث عنه وينتقل لبيت المال عند فقد الوارث. (شامي / مطلب: في خلوّ الحوانيت ٣٨/٧ زكريا)

نعم إذا مات شخص وله وارث شرعي يستحق خلو حانوت مورثه عملاً بعرف ما عليه الناس وأما إذا مات شخص وعليه دين ولم يخلف ما بقي دينه، فإنه يوفى من خلو حانوته. (الأشباه والنظائر ۲۸۹ زکریا)

الذين قالوا من المالكلية والحنفية والحنابلة أن الخلو يملك ويباع ويرهن ذهبوا كذٰلک إلى أنه يورث، ولا يخفى أن الخلو في الأوقاف عند من أفتى بأنه يملک يورث على فرائض اللّٰه تعالیٰ. (الموسوعة الفقهية ۲۹۰/۱۹ كويت)

(۳) اگر کرایہ دار کو دوکان یا مکان خالی کرنے پر مالک کی طرف سے معاوضہ مل رہا ہے تو اس کی دو شکلیں ہیں: اول یہ کہ دکان یا مکان میں کوئی سامان قابل قیمت موجود ہے، مثلاً فرنیچر الماری وغیرہ، تو اس ملنے والی رقم کو اس سامان کا عوض مانا جائے گا، اور یہ رقم سب وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی، اس میں تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔

اور اگر دوکان یا مکان میں کوئی سامان قابل قیمت نہیں ہے؛ بلکہ صرف قبضہ ہٹانے کے عوض رقم ملی ہے، تو اس ملی ہوئی پگڑی کی رقم میں یہ دیکھا جائے گا کہ کرایہ دار نے جائیداد کرایہ پر لیتے وقت کوئی زائد رقم مالک کو دی تھی یا نہیں، اگر دی تھی تو اکثر مفتیانِ کرام کی رائے ہے کہ خالی کرتے وقت یہ کرایہ دار اتنی ہی رقم (یا زائد رقم) مالک سے لینے کا مجاز ہے؛ لیکن اگر کرایہ دار نے شروع میں کوئی رقم نہ دی تھی، تو اب اکثر مفتیان کے نزدیک یہ رقم اس کے لئے مالک سے لینا درست نہ ہوگا، اور یہ پگڑی کی رقم مشتبہ ہے اور اس کا اصل مالک کی طرف لوٹانا یا صدقہ کرنا ضروری ہے؛ لیکن جب یہ رقم لے لی جائے گی تو سب وارثین اس پر حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے؛ تاہم یہ مسئلہ غور طلب ہے، حضرات اہل افتاء کو گہرائی کے ساتھ غور کرکے ہی کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔

وفي الأشباه: لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ...... لكن أفتى كثير باعتباره وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال وبلزوم خلو الحوانيت، فليس لرب المال إخراجه ولا إجازتها لغيره ولو وقفا. وفي الشامي:

اعتبـار العـرف الخاص ينبغي أن يفتى بأن ما وقع في بعض أسواق القاهرة من خلو الحـوانيت لازم، ويصير الخلو في الحانوت حقاً له فلا يملك صاحب الحانوت إخراجه منها، ولا إجازتها لغيره، ولو كانت وقفاً. (شامي مطلب: خلوّ الحوانيت ٣٤/٧-٣٧ زكريا)

أن أصل المذهب الحنفي لا يجيز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ...... وكذا لا يجيز بيع الحق. (الفقه الإسلامي ٥٤٤/٤)

نعم جرت العادة أن صاحب الخلو حين يستأجر الدكان بالأجرة اليسيرة يـدفـع لـلناظر دراهم تسمى خدمة هي في الحقيقة تكملة آجرة المثل أو دونها. (شامي / مطلب: في الكرك ٤١/٧ زكريا)

إذا أصلـح فـي البيـت شيـئـاً أو طيَّـن البيت أو جصَّصَ أو زاد فيـه لوحـاً فـالـفـضل حلالٌ؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملاً لأمره على الصلاح، وإن لـم يزد فيه شيئاً لا يطيب له الفضل لنهي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن ربح ما لم يضمن. (المبسوط للسرخسي ٦٩/٨ بيروت)

وبهٰذا أفتـى فـي الإسـمـاعيـلية والـحـامـدية وغيرهما خلافاً لما أفتى به بـعـضهـم عن عدم الرجوع؛ لأن الفارغ فعل ما في وسعه وقدرتهٖ إذا لا يخفى أنه غيـر الـمـقـصـود مـن الـطـرفين ولا سيما إذا أبقى السلطان والقاضي التيمار أو الـوظيفة على الفارغ؛ فإنه يلزم اجتماع العوضين في تصرفه، وهو خلاف قواعد الشرع فافهم. (شامي ٣٧/٧ زكريا)

ذكـر السيد محمد أبو السعود في حاشيتهٖ على الأشباه: أن الخلو يصدق بالعين المتصل اتصال قرار وبغيره ...... والمراد بالمتصل اتصال قرار ما وضع لا لِيُـفـصَـل كـالبـنـاء ...... بقي لو كان الخلو بناءاً أو غرّاساً بالأرض المحتكرة أو الـمـمـلـوكة يجري فيه حق الشفعة؛ لأنه لما اتصل بالأرض اتصال قرار التحقق

بالعقار. (شامي ٤١/٧ زكريا)

ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئاً. (الدر المختار) **قوله: أو أصلح فيها شيئاً بأن جصصها أو فعل فيها سناه وكذا كل عمل قائم؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملاً لأمره على الصلاح كما في المبسوط**. (شامي ٢٠/٥ زكريا)

...... **وفي حضر الأشباه: الحرمة تتعدد مع العلم بها إلا في حق التوارث، وقيده في الظهيرية بأن لا يعلم أرباب الأموال. وفي الشامي: أي فإنه إذا علم أن كسب مورثه حرام يحل له** ...... **لكن إذا علم المالک بعينه فلا شک في حرمته ووجوب رده عليه، وهذا معنى قوله: وقيده في الظهيرية: مات رجل ويعلم الوارث أن أباه كان يكسب من حيث لا يحل؛ ولكن لا يعلم الطالب بعينه ليرد عليه حل له الإرث، والأفضل أن يتورع ويتصدق بنية قضاء أبيه، وكذا لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالکه لما في البزازية: أخذ مورثه رشوة أو ظلمًا إن علم ذٰلک بعينه لا يحل له أخذه، وإلا فله أخذه حكمًا**. (شامي / مطلب: فيمن ورث مالاً حرامًا ٢٢٣/٧ بيروت، ٣٠١/٧ زكريا)

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالاً مختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً والأحسن ديانة التنزه عنه. (شامي / مطلب: فيمن ورث مالاً حرامًا ٣٠١/٧ زكريا، ٢٢٣/٧ بيروت، الفتاویٰ الهندية ٣٤٩/٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲/۷/۱۴۳۴ھ

طویل مدتی کرایہ داری کے بارے میں ایک اَہم تجویز

نوٹ:- اِدارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے نویں فقہی اجتماع منعقدہ: ۲۱-۲۲/ رجب ۱۴۳۴ھ مطابق ۱-۲/ جون ۲۰۱۳ء بمقام شیخ الہند ہال دیوبند میں ''طویل مدتی کرایہ داری میں حق وراثت'' سے متعلق درج ذیل تجویز بالاتفاق منظور کی گئی، جو برائے اِفادہ درج ذیل ہے:

اِسلامی اُصول کی روشنی میں کرایہ دار کو مالک کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا؛ لیکن ہندوستان جیسے غیر اسلامی ممالک میں جہاں بہت سی صورتوں میں کرایہ دار کو قانونی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے، اور مالک بآسانی اپنی ملکیت کرایہ دار سے خالی کرانے کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ طویل مدتی کرایہ داری میں یہ بات بالکل واضح ہے۔ نیز بعض صورتوں میں کرایہ داری کے حقِ قرار کو تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کرایہ دار کی وفات کے بعد اُس کے وارثین کی حق تلفی کی صورت بھی سامنے آسکتی ہے، اِن تمام پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فقہی اجتماع درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

(۱) کرایہ دار کو شرعی اُصول کی روشنی میں حقیقی مالک کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا؛ بلکہ وہ صرف کرایہ داری کے زمانے میں اُس ملکیت سے انتفاع کا حق رکھتا ہے، بیع وشراء کا حق نہیں رکھتا۔

(۲) اگر کرایہ داری کی مدت متعین ہو، تو مقررہ وقت گذرنے پر عقدِ اجارہ خود بخود ختم ہوجائے گا، اَب یا تو مالک سے صراحۃً یا دلالۃً نیا عقد کیا جائے یا مالک کے مطالبہ پر جائیداد خالی کردی جائے، اِس صورت میں مالک کی مرضی کے بغیر کرایہ دار کا جبری قبضہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ صریح ظلم ہے۔

(۳) طویل مدتی کرایہ داری کی وجہ سے اگرچہ کرایہ دار کو مالکانہ حقوق حاصل نہ ہوں گے؛ لیکن بعض صورتوں میں - جیسے پٹہ دوامی یا اُس کے مشابہ - کرایہ داروں کو حقِ قرار حاصل ہوگا، اور مالک کو بلاکسی عذرِ شرعی کے معاملہ کو فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۴) جن صورتوں میں کرایہ دار کو شرعاً کرایہ داری برقرار رکھنے کا استحقاق ہوا، اُن صورتوں میں اُس کی وفات کے بعد تمام ورثہ کو یہ استحقاق رہے گا، کسی ایک وارث کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے نام کرایہ داری منتقل کراکے دوسروں کو محروم کردے۔

(۵) نیز اِس صورت میں اگر حقِ اجارہ داری سے دست برداری کے بدلہ کوئی معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے، تو اُس میں حسبِ اُصولِ شرع تمام ورثہ حق دار ہوں گے۔

اگر کسی جگہ بیت المال بھی نہ ہو تو پھر لاوارث کے ترکہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۴۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کسی جگہ بیت المال نہ ہو، جیسا کہ آج کل کے دور میں یہ نظام اکثر شہروں میں نہیں ہے، تو پھر میت کے ترکہ کو کس جگہ استعمال کیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی میت لاوارث ہو اور اُس نے مال چھوڑا ہو، تو یہ مال معتبر دینی مدارس کے سپرد کردیا جائے؛ کیوں کہ اسلامی بیت المال موجود نہ ہونے کی صورت میں یہ مدارس اُس کے قائم مقام قرار دئے جاتے ہیں؛ اِس لئے کہ اُن اداروں میں بھی مسلمانوں کے اَموال کو نادار غریب طلبہ پر صرف کرنے کا انتظام ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن العابدين: وأما الرابع: أي الضوائع مثل مالا يكون له أناس وارثون (الدر المختار) فمصرفه المشهور هو اللقيط الفقير والفقراء الذين لا أولياء لهم فيعطى منه نفقتهم وأدويتهم وكفنهم وعقل جنايتهم. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الزكاة / باب المصرف ٢٨٣/٣ زكريا)

وما أخذ من تركة الميت الذي مات ولم يترك وارثًا ...... وهٰذا النوع يصرف إلى نفقة المرضى وأدويتهم وهم الفقراء، وإلىٰ كفن الموتى الذين لا مال لهم وإلى اللقيط وعقل جناية، وإلىٰ نفقة من هو عاجز عن الكسب، وليس له من تجب عليه نفقته، وما أشبه ذلك. (الفتاوى الهندية، كتاب الزكاة / الباب السابع في المصارف ١٩١/١، مستفاد: فتاوىٰ حقانيه ٥٢٩/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۴؍۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث ووصیت سے متعلق بعض مسائل

نوٹ: - اِس موضوع پر اِسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سوال نامہ کے جوابات جو حضرت الاستاذ نے تحریر فرمائے تھے، وہ برائے اِفادہ ذیل میں درج ہیں۔ (مرتب)

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اَحکام میراث اِسلامی شریعت کا اَہم ترین حصہ ہے، قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں بڑی صراحت ووضاحت اور قطعیت کے ساتھ میراث کے اَحکام ومسائل اور شرعی وارثین کے حصص بیان کیئے گئے ہیں، اوراُن احکام کی قطعیت کو بیان کرنے کے لئے ﴿فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ﴾ کے الفاظ وارد ہیں۔ کسی شخص کے اِنتقال کے بعد اُس کے متروکہ مال میں میراثِ شرعی کا اجراء اور حصصِ شرعیہ کے مطابق وارثین میں اُس کی تقسیم خود ورثہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگ اسلامی قانون میراث کے مطابق حقوق متقدمہ قبل المیر اث کی ادائیگی کے بعد بقیہ ترکہ باہم تقسیم کرلیں۔ کوئی شرعی وارث اپنے حق سے محروم نہ رہے، اور نہ کسی کو اُس کے حصۂ شرعی سے کم ترکہ ملے۔ اَحکامِ میراث سے ناواقفیت کی صورت میں وارثین کی ذمہ داری ہے کہ علماء اور مفتیانِ کرام سے اِس کام میں مدد لیں۔ نیز اگر کوئی وارث یا غیر وارث ترکہ کے تقسیم شرعی میں رکاوٹ بن رہا ہے، تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ میت کے متروکہ مال میں تقسیم شرعی جاری کرے۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ایسے ممالک میں آباد ہیں جہاں اِسلام کا قانونِ میراث جاری نہیں ہے اور مسلمانوں میں عموماً اتنی دین داری نہیں ہے کہ وہ اپنے ذاتی نفع ونقصان سے بلند ہوکر اتباعِ شریعت کے جذبے سے اپنے اوپر بخوشی اسلام کے قانونِ میراث کو جاری کریں اور حصصِ شرعیہ کے مطابق میراث تقسیم کرلیں۔ جس وارث کا مالی فائدہ قانون ملکی جاری کرنے میں ہوتا ہے وہ عموماً شرعی قانون میراث پر عمل کرنے سے گریز کرتا ہے اور نتیجہ کے طور پر متروکہ مال میں شرعی وراثت جاری نہیں ہو پاتی، بعض اَوقات ایسے ممالک میں اسلام کے قانونِ میراث کے جاری ہونے کا تنہا راستہ یہ بچتا ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والا شخص وفات سے پہلے ایسا وصیت نامہ تیار کرجائے، جس میں اپنے متوقع وارثین کے لئے اُن کے حصصِ شرعیہ کی صراحت کردی جائے، اور وضاحت سے لکھ دیا جائے کہ فلاں فلاں اشخاص کو میری وفات کے بعد میرے متروکہ اَموال میں سے اتنا اتنا دے دیا جائے۔ تقریباً تمام ہی غیر مسلم ممالک میں مرنے والے کی وصیت کو اَہمیت اور اَولیت دی جاتی ہے، اور اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے؛ لہٰذا اِس طرح کی تحریری اور قانونی وصیت کے بعد یہ بات تقریباً یقینی

ہوجاتی ہے کہ شرعی وارثین کواُن کا حصہ صحیح طور پرمل جائے گا۔ اِس صورت حال میں درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں:

(۱) جن ممالک میں اِسلام کا قانونِ میراث جاری نہیں ہے، وہاں کے مسلمانوں کے لئے زندگی ہی میں اِس طرح کا وصیت نامہ لکھا دینا؛ تاکہ اُن کی وفات کے بعد تمام وارثین کواُن کے حصصِ شرعیہ مل جائیں، واجب ہے یا جائز یا ممنوع؟

(۲) اِس طرح کا اِجمالی یا تفصیلی وصیت نامہ لکھنا حدیث "لا وصية لــــوارث" کے خلاف تو نہیں ہے، کہ اِس حدیث کے معارض ہونے کی بنا پر وہ غیر معتبر اور غیر شرعی قرار پائے؟

(۳) حدیثِ نبوی: "لا وصية لوارثٍ" کا موردو مقصد صرف وہ وصیت ہے، جس کے ذریعہ کسی وارث کو اُس کے حصۂ شرعی سے زائد مال بذریعۂ وصیت دلانا ہو یا وہ وصیت ہی ممانعت کے دائرے میں آتی ہے، جس کے ذریعہ کسی وارث کو اُس کے حصۂ شرعی سے زائد مال دلانا لازم آتا ہو؟ اِس کا مقصد تمام ورثہ کو پورے طور پر دلانا ہو؟

(۴) غیر مسلم ممالک میں اسلام کے قانونِ میراث کو جاری کرانے کی مزید کیا شکلیں ہوسکتی ہیں؟ اُن کی طرف بھی رہنمائی فرمائیں؟

(۵) یہ بات تقریباً فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا اور کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا؛ لیکن اِس وقت غیر مسلم ممالک میں ایک صورت یہ درپیش ہے کہ بعض دفعہ مسلمان مورث کی حیثیت میں ہوتے ہیں اور کسی غیر مسلم سے اُس کی ایسی قرابت ہوتی ہے کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اُسے بھی حق میراث حاصل ہوتا۔ قانون کے ذریعہ اُس مسلمان کے مال سے اِس غیر مسلم رشتے دار کو متروکہ مال دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح اگر مورث غیر مسلم ہوا اور اُس کا مسلمان اُس کا قرابت دار ہو، تو قانون اُسے ترکہ میں حق دلاتا ہے۔ اگر وہ نہ لے تو ترکہ دوسرے غیر مسلم قرابت داروں میں تقسیم ہوجائے گا۔ تو کیا ایسی صورت میں جب کہ مسلمان کے مال سے غیر مسلم کو ترکہ دلایا جاتا ہو، مسلمان بھی اُس ترکہ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؟ وہ اِس کے لئے کوشش

کر سکتے ہیں یا قبول کر سکتے ہیں؟ اِس سلسلہ میں اِس بات کو بھی پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ دعوتی نقطۂ نظر سے بھی اِس مسئلہ کی بڑی اَہمیت ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اِسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے صاحبِ ثروت والد یا والدہ کے ترکہ سے بالکل محروم ہو جائے گا، تو مادیت کے غلبہ کی وجہ سے یہ بات اُس کے قبولِ اسلام کے لئے رکاوٹ بن سکتی ہے، یا بعض دفعہ ایسی سخت معاشی تنگی سے گزرنا پڑتا ہے کہ اگر یہ تنگی اُس کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہ کرے تب بھی اُس جیسے بہت سے لوگ جو کسی درجہ میں اِسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں، اس کی معاشی بدحالی کو دیکھ کر اپنے قدم روک سکتے ہیں، خاص کر ہندوستان میں اِس طرح کے واقعات سے گذرتے رہتے ہیں، جو دعوتِ دین کے کام کی طرف متوجہ ہیں۔

(۶) بعض اَوقات اِس مقصد کے تحت کہ آئندہ مورث کی اَولاد کے درمیان اختلاف نہ ہو، مورث اپنی زندگی ہی میں اَولاد کے درمیان حصے مقرر کر دیتا ہے کہ اُس کے گذرنے کے بعد اُس کی تفصیل کے مطابق ترکہ کو تقسیم کر دیا جائے۔ عام طور پر اُس میں حق میراث کا تناسب بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے؛ لیکن اِس جہت سے وصیت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ زندگی میں ورثہ کو ہبہ نہیں کرتا، اور موت کے بعد اپنی منشاء کے مطابق ترکہ کی تقسیم چاہتا ہے، کیا وصیت کی صورت معتبر ہوگی؟ جب کہ اُس میں وارث کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ اُن کے درمیان انصاف قائم رکھنا مقصود ہے۔

(۷) اگرچہ وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے؛ لیکن اِس سے وہ صورت مستثنیٰ ہے جس میں دوسرے ورثہ راضی ہوں، تو اس سلسلہ میں دیگر ورثہ کی رضامندی مورث کی موت کے بعد معتبر ہوگی یا مورث کی زندگی میں بھی اُس کا اعتبار ہوگا؟ مثلاً اگر ایک شخص نے اپنی کسی ایک اولاد کی خدمت یا اُس کی مجبوری کو دیکھتے ہوئے تمام ورثہ کی رضامندی سے اُس کے حق میں وصیت نامہ بنادیا اور اُس پر دوسرے ورثہ کے دستخط حاصل کرالئے اور ہبہ نامہ نہیں بنایا؛ تاکہ وہ شئ اُس کے اختیار سے باہر نہ چلی جائے، تو کیا یہ رضامندی کافی ہوگی، اور اُس کی موت کے بعد یہ وصیت کافی ہوگی؟

(۸) جو لوگ لاولد ہوتے ہیں، اُن کو فطری طور پر اِس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اُن کے

گذرنے کے بعد اُن کی بیوہ کا حق محفوظ رہے، اور وہ بے سہارا نہ ہوجائے۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنی بیوہ کے لئے کسی دوسرے وارث کے موجود نہ ہونے کی صورت میں وصیت کرجائے، تو کیا اِس کا اعتبار ہوگا؟

(۹) اگر کسی وارث یا غیر وارث کے حق میں مرنے والے نے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کردی، جب کہ اُس کی زندگی میں دوسرے ورثہ اِس پر رضامند ہوگئے تھے، تو کیا یہ وصیت معتبر ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سوال نامہ کے پسِ منظر میں ایسے ممالک میں جہاں اِسلام کا قانونِ میراث نافذ نہیں، وہاں ترکہ کی حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لئے قانونی کارروائی کے طور پر اِس بات کا وصیت نامہ لکھوانا کہ میرے بعد میرا ترکہ میرے فلاں فلاں وارثین کو حسبِ حصصِ شرعیہ دیا جائے، اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ دراصل اِصطلاحی وصیت نہیں ہے؛ بلکہ ایک قانونی خانہ پری ہے، اور اِس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں؛ بلکہ اگر کسی وارث کی طرف سے بدعنوانی کا اندیشہ قوی ہو، تو ایسی قانونی تدبیر کرنے کی اَہمیت مزید بڑھ جائے گی؛ تاکہ ممکنہ طور پر حق تلفی سے بچا جاسکے۔

المستفاد: إن الوصية للوارث ليست وصية باطلة، بدليل أنه لو اتصلت بها الإجازة جازت، والباطل لا يحتمل الجواز بالإجازة، وبه تبين أن الوارث محل للوصية. (بدائع الصنائع، كتاب الوصايا / وأما الذي يرجع إلى الموسى له ٤٣٥/٦ زكريا)

وكما أفاده العلامة المحقق محمد تقي العثماني حفظه الله بقوله: وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته، فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث.

(تكملة فتح الملهم، كتاب الهبات / مذهب الجمهور، التسوية بين الذكر والأنثىٰ ٧٥/٢)

(۱-۲) حسبِ حصص شرعیہ ترکہ کے تقسیم کی قانونی وصیت حدیث: ''لا وصیة لوارثٍ'' کے خلاف نہیں ہے؛ اِس لئے کہ اِس وصیت کی رو سے کسی بھی وارث کو اُس کے حق سے زیادہ نہیں مل رہا ہے؛ حالاں کہ ممانعت کا محمل وہی صورت ہے، جب کہ کسی وارث کو اُس کے حق شرعی سے زیادہ دینے کی وصیت کی جارہی ہو، پس جس وصیت میں ایسی بات نہ ہو وہ ممنوع نہ ہوگی۔

عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، فلا وصية لوارث. (سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ٣٩٦/٢ رقم: ٢٨٧٠ دار الفكر بيروت، سنن الترمذي ٣٢/٢ رقم: ٢١٢٠)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تجوز الوصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٥٠٢/٦ رقم: ١٢٥٣٤ دار الحديث القاهرة، سنن الدار قطني ٨٦/٤ رقم: ٤٢٥١)

قال الإمام المحدث الشاه ولي الله الدهلوي: فلما تقرر أمر المواريث قطعًا لمنازعتهم وسدًّا لضغنائهم كان من حكمه أن لا يسوغ الوصية لوارثٍ إذ في ذٰلک مناقضة للحد المضروب. (حجة الله البالغة ٣٠٤/٢ مكتبه حجاز ديوبند، تكملة فتح الملهم / أول كتاب الوصية ٩٣/٢ مكتبه دار العلوم كراچی)

(۴) سب مسلمانوں کو اِجتماعی طور پر کوشش کرنی چاہئے کہ وہ غیر مسلم ممالک میں کم اَز کم مسلمانوں کی حد تک شرعی میراث کا قانون جاری کرانے پر حکومت کو آمادہ کریں، اور ساتھ میں عوام کی ذہن سازی ہونی چاہئے کہ وہ سب وارثین کو اُن کا شرعی حق دینے کا ماحول بنائیں اور کسی کی حق تلفی نہ کریں۔ اور اُس کی ایک شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ زندگی میں جس وارث کا جو شرعی حق بنتا ہو، اُس کو قانوناً رجسٹرڈ کرادیا جائے، پھر اگرچہ مرتے دم تک اُس پر مورث کا قبضہ رہے، تب بھی اُس کی وفات کے بعد ہر حق دار کو اپنا حق قانوناً آسانی وصول ہوجائے گا۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي الله عنه قال: مرضت عام

الفتح مرضًا اشفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال لا: قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنياء خير من أن تذرهم عالّة يتكففون الناس الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ٣٢/٢)

(۵) بطور وراثت مسلمان اور غیر مسلم میں ترکہ کا استحقاق شرعاً ثابت نہیں ہے، جمہور فقہاء کی رائے یہی ہے؛ لیکن دارالحرب میں اگر دھوکہ کے بغیر کوئی مال قانونی طور پر کسی مسلمان کو حاصل ہورہا ہے، تو حضراتِ طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک حربی کا مال ہونے کی حیثیت سے اُسے لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن مسلم ممالک میں اگر یہ صورت پیش آتی ہے تو اُس کی اجازت نہ ہوگی۔

لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب؛ ولأن مالهم مباح، وبعقد الأمان منهم لم يصر معصومًا إلا أنه التزم أن لا يتعرض لهم بغدر، ولا لما في أيديهم بدون رضاهم، فإذا أخذ برضاهم أخذ مالاً مباحًا بلا غدر، فيملكه بحكم الإباحة السابقة. (البحر الرائق، كتاب البيوع / قبيل باب الحقوق ٢٢٦/٦ زكريا، ١٣٥/٦ كراچی، البناية والنهاية، كتاب البيوع / باب الربا ٢٩٩/٨ المكتبة النعيمية ديوبند)

(٦) دراصل یہ وصیت نہیں؛ بلکہ ایک دستاویز ہے؛ لہٰذا مورث کی وفات کے بعد اگر سب ورثہ راضی ہوں، تو اُسی کے مطابق ترکہ تقسیم کرسکتے ہیں، اور اگر اُس پر اتفاق نہ ہوسکے تو اُس میں تبدیلی کی بھی گنجائش ہے، گویا کہ مورث نے زندگی میں ورثہ کے لئے جو وصیت کی ہے، وہ دوسرے ورثہ کی رضامندی کے بغیر حتمی اور لازمی نہیں ہے۔

لإن الوصية للوارث ليست وصية باطلةٌ بدليل أنه لو اتصلت بها الإجازة جازت، والباطل لا يحتمل الجواز بالإجازة، وبه تبين أن الوارث محل للوصية.

(بدائع الصنائع، كتاب الوصايا / شرائط الركن ٤٣٥/٦ زكريا)

(۷) مورث کی زندگی میں وارثین کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں؛ لہٰذا وہی رضامندی معتبر ہوگی جو مورث کے انتقال کے بعد ہو۔

قال أبو حنيفة: عن القاسم بن عبد الرحمٰن عن أبيه عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه في الرجل يوصي بوصية فتجيزها الورثة في حياته، ثم يردون بعد موته، قال: ذٰلك النكرة لا يجوز. رواه محمد في الآثار. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب رد الوصية بعد الإجازة ۳۲۹/۱۸ رقم: ۵۹۷۵ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله: قال أبو حنيفة الخ. وقال: به نأخذ إجازة الورثة قبل الموت ليس بشيء، فإن أجازوه بعد الموت وهي لوارث أو أكثر من الثلث فذٰلك جائز، وليس لهم أن يرجعوا، وهو قول أبي حنيفة. قلت: معنى قوله: "ذٰلك النكرة لا يجوز": إن ذٰلك الرد هو الإنكار من إجازة الوصية، فلا تجوز الوصية به، فافهم، واللّٰه أعلم. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب رد الوصية بعد الإجازة ۳۲۹/۱۸ رقم: ۵۹۷۵ دار الكتب العلمية بيروت ۲۹٦/۱۸ إدارة القرآن كراچی)

وإنما يصح قبولها بعد موته؛ لأن أوان ثبوت حكمها بعد الموت فبطل قبولها وردها قبله. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الوصايا ۳٤۹/۱۰ زكريا)

ولا معتبر بإجازتهم في حال حياته؛ لأنها قبل ثبوت الحق إذا ألحق يثبت عند الموت، فكان لهم أن يردوه بعد وفاته بخلاف ما بعد الموت؛ لأنه بعد ثبوت الحق فليس لهم أن يرجعوا عنه. (الهداية، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ...... وما يكون رجوعًا عنه ٦۳۹/٤ إدارة المعارف ديوبند)

إن إجازتهم في حال حياة الموت ساقطة؛ لأن إجازتهم في ذٰلك الوقت غير معتبرة أصلاً. (فتح القدير، كتاب الوصايا / باب في صفة الوصية ما يجوز من ذٰلك ٤۱۷/۱۰ دار الفكر بيروت، ٤٤۸/۱۰ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ثم وقت الإجازة هو ما بعد موت الموصى، ولا تعتبر الإجازة حال حياته، حتى أنهم لو أجازوا في حياته لهم أن يرجعوا عن ذٰلک بعد موته وهٰذا قول عامة العلماء. (بدائع الصنائع / كتاب الوصايا ٤٨٢/٦-٤٨٣)

ولا يعتبر الرد والإجازة إلا بعد موت الموصى نص عليه أحمد، وروي ذٰلک عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه وهو قول شريح، وطاؤس، والحكم، والثوري، والحسن بن صالح، والشافعي، وأبي حنيفة وأصحابه، وأبي ثور، وابن المنذر رحمهم اللّٰه. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب عدم جواز الوصية بما زاد على الثلث الخ ٣٢٨/١٨ دار الكتب العلمية بيروت، ٣٩٥/١٨ إدارة القرآن كراچی)

(۸) اگر مورث کا بیوی کے علاوہ کوئی شرعی وارث موجود ہے، تو اُس کے لئے بیوی کے متعلق وصیت بغیر شرعی وارث کی رضا مندی کے معتبر نہ ہوگی؛ لیکن اگر کوئی شخص ایسا لا وارث ہے کہ بیوی کے علاوہ اُس کا کوئی رشتہ دار زندہ موجود نہیں، تو اَب اگر وہ بیوی کے حق میں کوئی وصیت کرتا ہے، تو وہ مکمل طور پر نافذ ہوجائے گی، اور بیوی کو حصہ وراثت بھی ملے گا، اور وصیت کی بھی وہ پوری طرح مستحق ہوگی، اور یہی تفصیل بیوی کی طرف سے شوہر کے متعلق وصیت کرنے کے بارے میں بھی ہے۔

امرأة هلكت وتركت زوجًا لا وارث لها غيره – إلىٰ قوله – فإن كانت أوصت للزوج بنصف المال، فالمال كله للزوج النصف بحكم الإرث، والنصف بحكم الوصية. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٦٢/٢٠ رقم: ٣٢٨٨٨ زكريا)

قال في الزيادات: في امرأة لا وارث لها إلا زوجها، فأوصت له بنصف مالها؛ فإنه يأخذ النصف بالميراث ثم النصف الباقي بالوصية. (المبسوط للسرخسي، كتاب الوصايا / باب الوصية بأكثر من الثلث لوارث فيجيز ذلك بعد الورثة ٢/٢٩)

حتى لو أوصى لزوجته أو هي له ولم يكن ثمة وارث آخر تصح الوصية. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٤٧/١٠)

(۹) کسی غیر وارث کے حق میں مورث کی طرف سے ایک تہائی سے زیادہ وصیت کے

متعلق اُس کی زندگی میں شرعی وارثین کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اُن کی رضامندی وہی معتبر ہوسکتی ہے جو مورث کے انتقال کے بعد متحقق ہو۔

ولا تجوز الوصية بأكثر من الثلث إلا أن يجيز ورثة الميت بعد موته. (الفتاویٰ الولوالجية / كتاب الوصايا ٣٣٩/٥)

ويعتبر كونه وارثًا أو غير وارثٍ وقت الموت لا وقت الوصية؛ لأنه تمليک مضافٍ إلى ما بعد الموت فيعتبر وقت التمليک. (تبيين الحقائق ٣٧٦/٧ زكريا، العناية / باب في صفة الوصية ٤٢٣/١٠ دار الفكر بيروت)

الثاني أن تكون الإجازة بعد موت الموصى، فلا عبرة بإجازة الورثة حال حياة الموصى، فلو أجازوها حال حياته ثم ردوها بعد وفاته صح الرد وبطلت الوصية، سواء أكانت الوصية للوارث أم لأجنبي بما زاد عن ثلث التركة، وهٰذا رأي الحنفية والشافعية والحنابلة، وكذٰلک قال المالكية. (الفقه الإسلامي وأدلته / القائلون بمشروعية الوصية للوارث ٤٨٤/٨)

قوله: قال أبو حنيفة الخ. وقال: به نأخذ إجازة الورثة قبل الموت ليس بشيء، فإن أجازوه بعد الموت وهي لوارث أو أكثر من الثلث فذٰلک جائز، وليس لهم أن يرجعوا، وهو قول أبي حنيفة. قلت: معنى قوله: ”ذٰلک النكرة لا يجوز“: إن ذٰلک الرد هو الإنكار من إجازة الوصية، فلا تجوز الوصية به، فافهم، واللّٰه أعلم. (إعلاء السنن، كتاب الوصايا / باب رد الوصية بعد الإجازة ٣٢٩/١٨ رقم: ٥٩٧٥ دار الكتب العلمية بيروت، ٢٩٦/١٨ إدارة القرآن كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۵/۳/۱۸ھ

تقسیم سے پہلے ترکہ میں تصرف کرنا

مشترکہ کاروبار سے جائیداد خریدنا؟

سوال (۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم تین بھائی ہیں، ہم سب ساتھ رہتے ہیں، سب کا کاروبار ایک ہی ہے، ایک ہی جگہ کھانا وغیرہ بنتا ہے، سب خرچ اسی کاروبار سے کرتے ہیں، ہمارے بڑے بھائی کا بڑا لڑکا جس کی پڑھائی وشادی کا خرچ ہم سب نے مل کر اٹھایا ہے، شادی کے بعد یہ لڑکا باہر جاکر ڈاکٹری کرنے لگا، اُس نے وہاں جاکر اپنے نام سے کچھ جائیداد خریدی ہے، ہم دونوں چھوٹے بھائیوں نے بھی اپنے اپنے نام سے کچھ جائیداد خرید لی ہے، یہ سب اسی کاروبار سے اور ساتھ رہتے ہوئے خریدا ہے۔

اَب ہمارے بڑے بھائی کل مال کا بٹوارہ کرنے کو کہہ رہے ہیں، وہ ہم دونوں بھائیوں سے الگ ہو رہے ہیں، ہمارے والد صاحب ابھی حیات ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ہی رہ رہے ہیں وہ بھی ہم دونوں بھائیوں کے ساتھ رہیں گے، بڑے بھائی صاحب کا کہنا ہے کہ ہم دونوں چھوٹے بھائیوں نے جو جائیداد خریدی ہے اس میں سے ان کو برابر کا حصہ دیا جائے، جب کہ وہ اپنے لڑکے کی جائیداد سے ہمیں حصہ دینے کو تیار نہیں ہے، ہمارے والد صاحب کا کہنا ہے کہ ان کے لڑکے کی خریدی جائیداد اور ہم دونوں بھائیوں کی خریدی جائیداد و کل کاروبار کی قیمت لگاکر برابر تین حصوں میں تقسیم کردی جائے، اس بارے میں ہماری شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بھائیوں نے کاروبار کی رقم سے جو

جائیدادیں بنائی ہیں، وہ سب مشترک ہیں، اُن میں سب بھائیوں کا برابر کا حصہ ہے اور جس بھائی کے لڑکے نے باہر جاکر اس کاروبار سے الگ ہوکر ڈاکٹری شروع کردی ہے اور اُس ڈاکٹری کی آمدنی سے اُس نے اپنے نام جو جائیداد لی ہے، وہ اُس کی ذاتی ملکیت ہے، اُس کو دیگر بھائیوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

المستفاد: وما حصله أحدهما فله، وما حصلاه معًا فلهما نصفين، إن لم يعلم ما لكل، وما حصله أحدهما بإعانة صاحبه فله، ولصاحبه أجر مثلهٖ بالغًا ما بلغ (الدر المختار) قال الشامي: وما حصله أحدهما أي بدون عمل من الآخر ...... تنبيه: يؤخذ من هٰذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدةٍ، وأخذ كل منهما يكتسب على حدةٍ ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوي ولا التمييز، فأجاب بأنه بينهما سوية، وكذا لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم، ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأي ...... ثم هٰذا في غير الابن مع أبيه لما في القنية، الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب، إن كان الإبن في عياله لكونه معينًا له، ألا ترىٰ لو غرس شجرةً تكون للأب، ثم ذكر خلافًا في المرأة مع زوجها إذا اجتمعا بعملهما أموالاً كثيرةً. فقيل: هي للزوج، وتكون المرأة معينةً له، إلا إذا كان لها كسبٌ على حدةٍ فهو لها. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الشركة / فصل في الشركة الفاسدة ٥٠٢/٦ زكريا، ٣٢٥/٤ دار الفكر بيروت، الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب الرابع في شركة الوجوه وشركة الأعمال ٣٢٩/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

كل أحد أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين. (السنن الكبرىٰ ٧٩٠/٧ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر منقسم ترکہ کے مال میں کسی ایک شریک کا محنت کرکے اِضافہ کرنا؟

سوال (۴۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا بڑا بیٹا کاروبار کے لئے زید کے ساتھ محنت کرتا تھا، زید کی چھوٹی اَولاد اِسکول میں تعلیم حاصل کرتی تھی، بعض اَولاد کی سرکاری ملازمت لگ گئی، بعض نے کوئی ہنر سیکھا اور اپنا الگ کاروبار کیا، زید کی وفات کے وقت زید کا یہ کاروبار مختصر تھا، بڑا بیٹا محنت کرتا رہا، کاروبار میں ترقی ہوتی رہی اور کاروبار بہت بڑا ہوگیا۔ اِس کاروبار سے بڑے بیٹے نے زید کے رہائشی کچے مکان کو پختہ بلڈنگ بنوایا، نیز اپنے نام پر کچھ زمین کھیت مکان خریدا، زید کا ترکہ وارثوں میں تقسیم کرنا ہے، زید نے جس حالت میں مکان اور کاروبار چھوڑا تھا، اُس کا اعتبار ہوگا یا موجودہ بلڈنگ اور جو کچھ جائیداد بڑے بیٹے نے اپنے نام پر خریدا ہے۔ موجودہ کاروبار سمیت یہ سب جائیداد زید کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور دوسری اَولاد نے اپنی ملازمت اور ہنر کے ذریعہ جو کچھ الگ جمع کیا ہے، اور جائیداد خریدی ہے، وہ بھی اُس میں شامل کی جائے گی یا نہیں؟ آں محترم سے درخواست ہے کہ اِس بارے میں چند کتب کی عبارتیں تفصیلی حوالہ کے ساتھ ارقام فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے اِنتقال کے وقت اُس کی جو بھی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد تھی، اُس میں سب ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق وراثت ہیں؛ لیکن زید کے انتقال کے بعد اُس کے بڑے لڑکے نے اپنے طور پر دیگر بھائیوں کے اشتراک کے بغیر جو کاروبار بڑھایا، اُس کے نفع میں بقیہ وارثین مستحق نہیں ہیں، اِسی طرح دیگر بھائیوں نے جو کمایا ہے وہ بھی اُن کا ذاتی حق ہے، اُس میں دیگر وارثین حصہ دار نہیں ہے، اُس کی تائید درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

لأن الترکة في الاصطلاح ما ترکه المیت من الأموال صافیًا عن تعلق حق الغیر بعین من الأموال. (شامي / کتاب الفرائض ۶/۷۵۹ کراچی، ۱۰/۴۹۳ زکریا)

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح، فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاوىٰ الغياثية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ۳٤٦/۲ كوئٹه)

إذا بذر بعض الورثة الحبوب المشتركة بإذن الكبار أو رضي الصغار تصير تجملة الحاصلات مشتركة بينهم في الأراضي المورثة، أما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزارع فقط. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٠٩/١ رقم: ١٠٨٩)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المجلة سليم رستم باز ٦١٠/١ رقم: ١٠٩٠، كذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ٢٠٧/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر منقسمہ متروکہ پیسے سے خرید کردہ کاروباری زمین میں دوسرے بھائی کا حصہ مانگنا؟

سوال (۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں ظہیر عالم ولد اَمیر حسن مرحوم ماں شہزادی بیگم ابھی حیات ہیں، میرے والد کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ۲۸ رسال پہلے ہو چکا ہے، میرے والد جب بیمار تھے تبھی انہوں نے کام کے لئے کچھ رقم مجھے دی اور میرے ماموں کی شرکت میں مجھے کام کرادیا، اُس کے کچھ دنوں کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا، والد کے انتقال کے بعد جو رقم گھر تھی وہ بھی مجھے مل گئی، جو تقریباً چالیس ہزار کے قریب تھی، کچھ دنوں کے بعد میرے ماموں نے مجھے دھوکا دیا، اور مجھے کافی نقصان دکھایا، تبھی میں نے بینک سے ایک لاکھ روپئے لون پر لئے اور کام کیا۔ کچھ دنوں کے بعد کئی لوگوں کی شرکت میں بھی کام کیا، اُس

وقت میری عمر پندرہ سال کی ہوگی، میرے چھوٹے بھائی کی عمر آٹھ سال جس کا نام تجمل ہے، میرے چھوٹے بھائی کی عمر چار سال جس کا نام محمد جاوید ہے، میری تین بہنیں بھی ہیں، میں نے اپنے بھائی بہنوں کو پڑھایا لکھایا، اور اُن کی شادیاں بھی کیں۔ صرف تجمل نے اپنی شادی خود اپنے پیسے سے کی؛ کیوں کہ وہ بیس سال سے اپنا الگ کام کررہا ہے، اپنے پیسے سے اُس نے اپنی الگ زمین بھی خریدی اور خود ہی بیچ دی، اور اُس کی شادی کچھ سال پہلے ہوچکی ہے، دو لڑکے بھی ہیں، میری پانچ لڑکیاں ہیں۔ میں ظہیر عالم نے بھی اپنے ہی کام سے اور اپنے ہی نام سے اپنی لڑکیوں کے لئے کئی زمینیں خریدیں۔ میرے بھائی تجمل اِسلام جو اپنا کام بیس سال سے الگ کررہا ہے، اُس کا کہنا ہے کہ تم نے جو بھی زمین خریدی ہے، اُس میں میرا بھی حصہ ہے؛ کیوں کہ میرے والد نے جو رقم کام کے لئے دی تھی، اُسی سے تم نے سب کچھ خریدا ہے۔ شریعت کی رو سے بتائیں کہ کیا اُس کا حصہ بنتا ہے؟ یاد رہے کہ میں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو اپنی دوسو گز جگہ دی اور تقریباً دو لاکھ روپئے کا کاروبار کرادیا، اور اَب سب سے چھوٹا بھائی میرے ساتھ کاروبار میں شریک ہے؛ لہٰذا اُن کا کاروبار بالکل الگ ہے، نفع نقصان کے وہ خود مالک ہیں؛ لیکن وہ میرے دوسو گز زمین پر کاروبار کرتے ہیں۔ اِس کے باوجود وہ اُس زمین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اور جو زمینیں میں نے اپنے کاروبار کے پیسے سے خریدی ہیں، اُن میں بھی وہ اپنے حصہ کا دعوی کرتے ہیں۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ میرے اُن بھائی کا میری دوسو گز زمین جس پر میں نے اُن کو کاروبار کرکے دیا تھا، اِس پر اُن کا ملکیت کا دعوی کرنا اِسی طرح میری خرید کردہ زمینوں پر اپنے حصہ کا دعویٰ کرنا درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد نے اپنی زندگی میں آپ کو ماموں کے ساتھ کاروبار کرنے کا حکم دیا تھا، اور والد کی وفات کے بعد اُس مد میں آپ نے چالیس ہزار روپئے ترکہ میں سے لئے تھے، جو آپ کے بقول کاروباری نقصان ہونے کی

وجہ سے سب ختم ہو گئے تھے، پھر آپ نے بینک سے لون لے کر اَز سرِ نو کاروبار شروع کیا، اور اُسی کاروبار کی آمدنی سے جائدادیں خریدیں، تو اُس نئے کاروبار کے خود آپ مالک ہیں، اس میں آپ کے دیگر بھائی بہنوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ پس آپ کے بھائی تجمل اسلام کا آپ کی دو ہزار گز جگہ پر اپنا حق جتانا صحیح نہیں ہے؛ البتہ جو چالیس ہزار کی رقم آپ نے والد صاحب کے انتقال کے بعد گھر سے لے کر کاروبار میں لگائی ہے، اور وہ سب بھائی بہنوں میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کرنا چاہئے، اور بھائی بہنوں کی پڑھائی لکھائی پر جو بھی آپ نے خرچ کیا ہے، وہ آپ کی طرف سے تبرع واحسان ہے، آپ اُس پر عنداللہ اَجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المجلة ٦١٠/١ رقم: ١٠٩٠)

وأما لو بذرها بغير إذن بقية الورثة، فالغلة للزراع فقط، ولو كان البذر مشتركًا ...... ولكن لو بذر أحدهم حبوب نفسه فالحاصلات له خاصة. (شرح المجلة ٦٠٩/١ رقم: ١٠٨٩)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ كراچی،

وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ٣٧٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے کاروبار پر کسی بیٹے کا ذاتی تصرف؟ اور اَولاد اور بیوی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد محترم مرحوم کا بیڑی کا کاروبار ہے، جو اُنہوں نے تقریباً ۱۹۵۵ء میں شروع کیا تھا، والد صاحب کے سامنے کاروباری پوزیشن کچھ خراب ہوگئی تھی، والد صاحب کا انتقال ۱۹۸۰ء میں ہوا، والد محترم کے سات بیٹے، تین بیٹیاں اور بیوی موجود تھی، اُس کے بعد ہم لوگ کاروبار میں محنت کرتے رہے، ۱۹۹۳ء کے قریب ایک بھائی نے اُس کاروبار میں پیسہ لگایا، اور اُس کے بعد ایک اور بھائی اُس کاروبار میں شریک ہوگئے، پھر اُن دونوں نے اس کاروبار کو اپنے نام رجسٹرڈ کرالیا، جس کی خبر گھر میں کسی کو بھی نہیں تھی۔ کیا یہ صحیح ہے کہ جب ہم سب لوگ کاروبار میں محنت کرتے رہے، وقتاً فوقتاً تھوڑا بہت پیسہ بھی لگاتے رہے، کیا اُس کاروبار میں باقی بھائی بہنوں کا اُس میں کوئی حق ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس وارث کا کتنا حق ہے؟ فی الوقت ایک بھائی کا انتقال ہو چکا ہے، اُن کی اَولادیں موجود ہیں اور والدہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ (۲) والد کا نام اختر الدین مرحوم والدہ کا نام صابرہ بی مرحومہ۔ بیٹوں کا نام: (۱) اَفسر الدین مرحوم (۲) سلیم الدین (۳) نسیم الدین (۴) شمیم الدین (۵) نعیم الدین (۶) فہیم الدین (۷) وسیم الدین۔ بیٹیوں کے نام: (۱) راشدہ بی (۲) ساجدہ بی (۳) خالدہ بی (۳) وارثین میں بیوی آمنہ بی اور تین بیٹیاں: (۱) اسماء (۲) صائمہ (۳) آسیہ ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ واقعہ مسئولہ میں مذکورہ معاملے میں

قدرے تفصیل ہے۔ اَولاً تو یہ دیکھا جائے گا کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت اُن کا کل ترکہ کیا تھا، اُس ترکہ میں اُن کے وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے، جن میں بیٹیاں اور بیوی بھی شامل ہے، اُس کے بعد جو چلتا ہوا کاروبار ہے اُس میں سے جو نفع حاصل ہوگا اُس میں وہ سب بھائی اپنے حصوں اور اپنی طرف سے لگائے ہوئے مزید رقم کے تناسب سے حق دار ہوں گے، کسی بھائی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ دوسروں کی مرضی کے بغیر کل کاروبار اپنے نام رجسٹرڈ کرالے۔

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا)

إذا أخذ أحد الورثة مبلغًا من نقود التركة قبل القسمة بدون إذن الآخرين وعمل فيه، وخسر كانت الخسارة عليه، كما أنه إذا ربح لا يسوغ لبقية الورثة أن يقاسموه الربح. (شرح المجلة لسليم رستم باز / قبيل: الفصل الثالث في الديون المشتركة ٦١٠/١ رقم: ١٠٩٠ إتحاد بك ڈپو ديوبند)

لو تصرف أحد الورثة في التركة المشتركة وربح فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاوىٰ الغياثية. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الشركة / الباب السادس في المتفرقات ٣٤٦/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ كراچی)

أعيان المتوفىٰ المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین سے جبراً دستخط کرا کر اُن کا موروثی مکان دوسرے کے نام کرانا؟

سوال (۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے چچا عبدالعزیز صاحب اور چچا محمد شفیع صاحب نے اپنے بڑے بھائی عبدالمجید صاحب کے انتقال کے بعد عبدالمجید صاحب کے ورثہ سے زبردستی دستخط کرا کر عبدالمجید صاحب کے مکان کو اپنے بھتیجے عبدالوحید کے نام کردیا، چچا عبدالعزیز صاحب اور چچا محمد شفیع صاحب اور وحید صاحب تینوں کا انتقال ہوا، چچا عبدالعزیز صاحب کے کوئی اَولاد نہیں تھی، چچا عبدالعزیز نے جو جائیداد چھوڑی، اُس کے مالک چچا محمد شفیع صاحب ہوئے، چچا محمد شفیع صاحب نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی اَولاد کو بتادیا تھا کہ جو مکان عبدالوحید کے نام کیا ہے وہ میرے بڑے بھائی عبدالمجید کا تھا، عبد الوحید صاحب کی اَولاد کو بھی معلوم ہے؛ کیوں کہ اُن کے پاس عبدالمجید صاحب کے مکان کے کاغذ ہیں، عبدالوحید صاحب کی اور چچا محمد شفیع صاحب کی اَولاد کافی مال دار ہے۔ اَب بتائیں کہ عبدالمجید صاحب کے ورثہ کا کون حق دے گا؟ کیا اُن کو بالکل محروم کردیا جائے گا؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ صورتِ مسئولہ میں عبدالمجید کے ورثہ سے جبراً جو دستخط لئے گئے ہیں، اُس سے اُن کا حق ساقط نہ ہوگا، مذکورہ مکان پر عبدالوحید یا اُس کے ورثہ کا قبضہ درست نہیں ہے، اِس مکان کو عبدالمجید کے ورثہ کو واپس کرنا ضروری ہے۔

وإذا أكره الرجل على بيع ماله ...... وأكره على ذٰلك بالقتل الشديد أو بالحبس فباع أو اشترىٰ فهو بالخيار، إن شاء أمضى البيع وإن شاء فسخه، ورجع بالمبيع؛ لأن من شرط صحة هٰذه العقود التراضي. (الهداية / كتاب الإكراه ٣٣٠/٣ إدارة المعارف ديوبند، ٣٤٦/٣ الأمين كتابستان ديوبند)

ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي، وإن أخذه ولو على ظن أنه ملكه وجب عليه ردّه. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦٢/١ رقم المادة: ٩٧ كوئته، وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود / فصل في التعزير ٦٨/٥ زكريا)

لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في تعريف المال والملك ٥٠٢/٤ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی بیماری اور معذوری سے فائدہ اُٹھا کر اُن کا مکان بہو کے نام کرانا؟

سوال (۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم پانچ بھائی اور دو بہنیں کل سات ہیں، دو عرصۂ دراز سے پاکستان میں رہتے ہیں، اور وہ دونوں اُس مکان میں سے حصہ لینا نہیں چاہتے۔ ہمارے والد کا گذشتہ سال انتقال ہو چکا ہے، انتقال سے پانچ سال پہلے سے وہ ضعفِ دماغ وبصر سے معذور ہو گئے تھے، اِسی معذوری کا فائدہ اُٹھا کر ایک بھائی نے جس کے ساتھ والدین رہتے تھے، بہت خاموشی کے ساتھ یہ مکان اپنی بیوی کے نام کرادیا، اور والد صاحب کی وفات کے بعد اُس نے نو لاکھ روپئے سے زیادہ میں فروخت کردیا اور ہماری تایازاد بہنیں اور ہمارے بھائی بہن کو اُس مکان کے حصہ سے دور کردیا گیا۔

اِسی طرح اِس ابن الوقت بیٹے نے قبرستان کی زمین کو بھی والد صاحب کی معذوری کے وقت میں دوسروں کو فروخت کردیا تھا۔ کیا اِس طرح سے والدین کو اپنی اَولاد کے درمیان کسی کو محروم کرنا اور کسی کو دے دینا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسی اَولاد جو دوسروں کے حقوق غصب کر کے اور ظالمانہ طریقہ پر اُن کی اِس معذوری سے فائدہ اُٹھا کر دوسروں کو محروم کردے تو ایسا شخص شرعاً کس سزا کا مستحق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال کسی بھائی کا والد صاحب کی کمزوری اور معذوری سے فائدہ اُٹھا کر پورا مکان خاموشی سے اپنی بیوی کے نام کرالینے کا یہ عمل انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ اور اِس طرح نام کرالینے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر صرف مکان نام کیا؛ لیکن والد کی زندگی میں بیوی کو اُس پر قبضہ اور تصرف کا حق حاصل نہ ہوسکا، تو یہ ہبہ تام نہیں ہوا، اور نہ یہ وصیت درست ہوئی؛ لہٰذا والد کی وفات کے بعد یہ مکان اُن کے ترکہ میں شامل ہوگا، اور اُن کے سبھی وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ اُس میں حق دار ہوں گے، پس اِس مکان کو مذکورہ بھائی کی طرف سے بیع کرنا شرعاً کالعدم مانا جائے گا اور اُس پر لازم ہے کہ وہ بیع کو فسخ کر کے سب حصہ داروں کو اُن کا حق اَدا کرے، ورنہ عنداللہ سخت مؤاخذہ دار ہوگا۔

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١٥/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر)

إذا وهب واحدٌ في مرض موته شيئًا لأحد ورثته، وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة، لا تصح تلك الهبة أصلاً؛ لأن الهبة في مرض الموت وصيةٌ، ولا وصية لوارثٍ. ولكن لو أجاز الورثة هبة المريض بعد موته صحت ...... وإنما تتوقف الهبة على إجازة الورثة إذا مات المريض من ذٰلك المرض، كما قيده في المتن بقوله: "بعد وفاته". وأما لو برئ المريض، نفذت الهبة ولو لم يجزها الورثة.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الفصل الثاني في هبة المريض ٤٨٤/١ رقم المادة: ٨٧٩ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب العاشر في هبة المريض ٤٠٠/٤ رشيدية)

وفي المرض المعتبر المبيح ...... لصلاته قاعدًا اعتاقه ...... وهبته ووقفه

وضمانه كل ذٰلك حكمه كحكم وصيته، فيعتبر من الثلث (الدر المختار) قوله: وهبته: أي إذا اتصل بها القبض قبل موته أما إذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية؛ لأن هبة المريض هبة حقيقيةٌ، وإن كانت وصية حكمًا كما صرح به قاضي خان. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الوصايا / باب العتق في المرض ١٠/٣٨٠-٣٨١ زكريا)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا. (الدر المختار / كتاب الهبة ٥/٦٨٨ كراچی)

وتتم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣/٣٥٣ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٣/٤٩١ مكتبة فقيه الأمة ديبند)

وروي أن سيدنا أبا بكر الصديق رضي اللّٰه عنه دعى سيدتنا عائشة رضي اللّٰه عنه في مرض موته، فقال لها: إني كنت نحلتك جداد عشرين وسقًا من مالي بالعالية، وإنك لم تكوني قبضتيه ولا حرزتيه، وإنما هو اليوم مال الوارث.

(بدائع الصنائع، كتاب الهبة / ركن الهبة ٥/١٦٢-١٦٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کو فرضی باپ بنا کر باپ کی جائیداد اپنے نام لکھانا؟

سوال (۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے چند بھائی ہیں اور باپ بکر ہے، تو زید نے بکر سے کسی بات پر جھگڑا کیا، اور بکر نے اپنی تمام زمین ایک بیگھہ چھوڑ کر سب بیٹوں میں تقسیم کردی یعنی لکھ دی، اور زید کا حصہ زید کے نام نہیں لکھا، اَب زید نے کسی دوسرے کو باپ بنا کر اپنا حصہ لکھوالیا، بعد میں پتہ چلا تو باپ نے زید پر مقدمہ دائر کردیا، تو کیا زید باقی جو زمین اور مال ہے، باپ کے مرنے کے بعد اُس میں سے حصہ

پائے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ نے اپنے بیٹوں کے نام جو زمین کر دی اور بیٹوں کو اُس پر قابض بھی بنا دیا ہو تو وہ زمین اُن تمام بیٹوں کی ہوگئی۔

ولو وهب رجل شيئًا لأولاده في الصحة ...... روي عن أبي حنيفة أنه لا بأس به. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤)

اور لڑکے زید کو والد نے کچھ نہیں دیا تھا، اس کا فرضی کارروائی کر کے مذکورہ زمین اپنے نام کرالینا بلاشبہ دھوکہ اور فریب تھا۔ اور زید کا دوسرے شخص کو فرضی باپ قرار دینے کا عمل نہایت قابل مذمت ہے۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرے اُس پر جنت حرام ہے۔

عن أبي بكر رضي اللّٰه عنه يقول: سمعته أذناي، ووعاه قلبي محمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من ادعىٰ إلى غير أبيه، وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام. (صحيح مسلم، كتاب الإيمان / باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ٥٧/١ رقم: ٦٣ بيت الأفكار الدولية، صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب من ادعى إلى غير أبيه ١٠٠١/١ رقم: ٦٧٦٦ دار الفكر بيروت)

جو حصہ زید کے والد نے کسی کے نام نہیں کیا ہے، والد کے انتقال کے بعد زید اور اُس کے تمام بھائی بہن اور جو بھی شرعی ورثہ ہوں، وہ سب اُس حصہ میں شریک ہوں گے، اور زید کو بقدر حصہ والد کے مرنے کے بعد میراث ملے گی۔

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ كوئٹه)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق

حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کے مکانِ مرہونہ کو چھڑا کر تین بھائیوں کا اپنے نام کرنا؟

سوال (۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مکان خرید کردہ دو بھائی سریع الاسلام وسراج الاسلام ولد علی الدین مرحوم ساکن تمبا کو والان مرادآباد، دونوں بھائیوں نے مذکورہ مکان کو بینک میں رہن رکھ کر بینک سے روپئے لے لیا، سریع الاسلام کا انتقال کچھ سال بعد ہوگیا، اُنہوں نے ورثہ میں رفیع الاسلام، سمیع الاسلام، سعید الاسلام اور معراج الدین چار لڑکے اور ایک لڑکی پھول جہاں چھوڑی، جو مکان رہن رکھا تھا، سریع الاسلام کے انتقال کے بعد اُن کے بھائی نے مکان کا نصف حصہ بینک میں آدھا روپیہ جمع کر کے چھڑا لیا اور نصف حصہ سریع الاسلام کے تین لڑکے رفیع الاسلام، سمیع الاسلام اور معراج الدین نے چھڑا کر تینوں نے اپنے اپنے نام کرالیا، اور سعید الاسلام اور لڑکی پھول جہاں کو کوئی اطلاع نہیں دی، ایسی حالت میں لڑکا سعید الاسلام اور لڑکی پھول جہاں اپنے حصہ کا شرعاً مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جتنا روپیہ بینک کے مطالبہ کا دیا گیا ہے، اُس میں سعید الاسلام اور پھول جہاں دین دار ہیں یا نہیں، شریعت کے مطابق اُس مکان میں اُن دونوں کا بھی حصہ قائم ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رہن رکھنے سے چوں کہ شیٔ مرہونہ میت کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی؛ لہٰذا مذکورہ نصف مکان میں سریع الاسلام کے سبھی ورثہ کا شرعی حق ہوگا اور جن تین لڑکوں نے روپیہ دے کر مکان بینک سے چھڑایا ہے وہ حصہ کے تناسب سے بقیہ چھوٹے ہوئے ورثہ سعید الاسلام اور پھول جہاں سے قرض کے حصہ کی رقم لے کر اُنہیں بھی مکان میں شریک

کریں، ورنہ حق تلفی کے گنہگار ہوں گے۔

فلو كبارًا خلفوا الميت في المال فكان عليهم تخليصه. جوهره. (الدر المختار مع الشامي / باب التصرف في الرهن وبايعته عليه ٥١٩/٦ كراچی، ١٤٢/١٠ زكريا)

ما يقبضه كل واحد من الدائنين من الدين المشترك يكون مشتركًا بينهما، وللشريك الآخر أخذ حصته منه، ولا يسوغ للقابض أن يختص به وحده. (شرح المجلة، كتاب الشركة / الفصل الثالث في ديون المشتركة ٦١٣/١ رقم المادة: ١١٠١ كوئٹه، كذا في الفتاویٰ الهندية / الباب السادس من كتاب الشركة ٣٣٧/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۷ھ

تقسیم وراثت سے قبل بیٹے کے مال پر والدین کا قبضہ کرنا؟

سوال (۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الف مرحوم کی کچھ واجبات بینک اکاؤنٹ ڈاک خانہ میں جمع تحویل اور اُس کے بچوں کی جمع شدہ رقم اُس کی پنشن پرائیویڈٹ فنڈ وغیرہ اُس کے والد حاصل کرنا چاہتے ہیں، از روئے شرع کیا الف کے والد کا یہ فعل جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وراثت تقسیم ہونے سے پہلے سارا مال الف کے والدین کو لینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۵۳/۵)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٢٠٠/٦ كراچی)

ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد

منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الشركة / أنواع الشركة وأركانها وشرائطها وأحكامها وما يتعلق بها ۳۰۱/۲ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم میراث سے قبل میت کے کپڑے اور بستر صدقہ کرنا؟

سوال (۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا تقسیم میراث سے پہلے میت کا گدا چادر کپڑے وغیرہ مسجد میں یا فقیر کو دینا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ سب مال میت کے ترکہ میں شامل ہے؛ لہٰذا تمام وارثین کی رضامندی کے بغیر تقسیم سے قبل اُسے فقیر کو یا مسجد میں دینا درست نہ ہوگا۔

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۲ المكتبة الحنفية كوئٹه)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه. (الدر المختار مع الشامي ۲۹۱/۹ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی کی متروکہ جائیداد کو بغیر وصیت کے مسجد میں دینا اور دیگر ورثہ کو محروم کرنا؟

سوال (۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ۵/ بھائی تھے جب زید جوان ہوا، تو زید نے اپنے بڑے بھائی بکر سے کہا کہ میں اپنے حصہ

کی زمین بیچ کر شادی کروں گا، زید کے بڑے بھائی بکر زید کو منع کرتے رہے، آخر کار زید نے غصہ میں آ کر زہر پی لیا اور زید مرتے وقت کچھ وصیت نہیں کر سکا کہ میں اپنے حصہ کی زمین مسجد کے نام کرتا ہوں، اَب زید کے بڑے بھائی بکر یہ کہتے ہیں کہ میں زید کے حصہ کی زمین مسجد کے نام کرتا ہوں؟ جب کہ زید کے اور تین بھائی کے مالی حالات ٹھیک نہیں ہیں، اور پھر کچھ دنوں کے بعد بکر یہ بھی کہتا ہے کہ زید کے حصہ کی زمین کی جو قیمت ہوگی اُس کو میں مسجد میں لگاؤں گا، کیا یہ سب بکر کی من مانی صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں زید کے حصہ کی زمین اُس کے ترکہ میں شامل ہے، جس میں اُس کے سبھی شرعی وارثین کا حق ہے، اُن سب کی مرضی کے بغیر کوئی ایک بھائی زید کی متروکہ جائیداد کو وقف نہیں کرسکتا، اور نہ اُسے فروخت کر کے خود ہی اُس کی رقم کسی مسجد میں لگا سکتا ہے؛ البتہ شرعی طور پر زید کی وراثت میں سے جتنا حصہ بکر کو پہنچتا ہے اُسے وہ اپنی مرضی سے کہیں بھی خرچ کرسکتا ہے۔

يبدأ من تركة الميت الخالية ...... لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ زكريا)

ولايجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمر، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه. (الفتاویٰ الهندية ٣٠١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وارثین کی اجازت کے بغیر ان کا حصہ خیرات کرنا

سوال (۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دلشیر کی نہ بیوی ہے نہ اُولاد نہ باپ نہ بھائی نہ چچا، صرف چچازاد بھائی دو ہیں، جن سے کبھی کوئی

تعلق نہیں رہا، دوسرے چچازاد بھانجی ہیں، ایسی حالت میں دلشیر کا انتقال ہوتا ہے، کچھ زیورات سونے چاندی کے وراثت میں چھوڑے ہیں، جو زید کے پاس تھے، زید نے کچھ زیورات اپنے کام سے گروی رکھ لئے، جو قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی بنا پر چلا گیا۔ اَب زید چاہتا ہے کہ اَمانت میں خیانت ہوئی ہے، اگر دلشیر زندہ ہوتے تو اُن سے معافی مانگ لیتے، اَب اُس کا بدل جتنی رقم ہو اور جو موجود ہے اُس سے زید چاہتا ہے کہ خیرات کردے؛ تاکہ اُن کی روح کو ثواب پہنچے، تو کیا خیرات کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دلشیر کی جو رقم آپ پر واجب ہے وہ دلشیر کے وارثین کا حق ہے، پس اُسے خیرات نہ کیا جائے؛ بلکہ وارثین یعنی مرحوم کے چچازاد بھائیوں کو ہی کو دی جائے، اس کے بغیر دلشیر کا حق ادا نہ ہوگا۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وراثت کا روپیہ اگر تاخیر سے تقسیم ہو تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوا، اُس نے ۵؍لاکھ روپئے ترکہ میں چھوڑے، سب ورثہ کو معلوم تھا کہ میت کا ترکہ فلاں وارث کے پاس رکھا ہے؛ لیکن کبھی کسی نے اپنے حصہ کا مطالبہ نہیں کیا، میت کی

وفات کو۳۲؍سال گذر چکے ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ آج اگر یہ ترکہ وارثین ۴؍لڑکوں میں تقسیم کیا جائے تو اُن پر اُس رقم کی پچھلے سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعض فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ وراثت پر جب تک وارث قبضہ نہ کرے، وہ اُس کے حق میں دین ضعیف یا دین متوسط کے درجہ میں ہوتا ہے، (جس میں قبضہ سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی) بریں بناء مسئولہ صورت میں جس وارث کے پاس مالِ وراثت موجود ہے اور وہ اُس پر قابض ہے، اُس کے حصۂ وراثت میں تو سابقہ سالوں کی زکوٰۃ حسبِ شرائط واجب ہوگی؛ لیکن دیگر وارثین جن کا قبضہ ابھی تک نہیں ہوا تھا، اُن پر اُس مال میں گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

وأما الدين الضعيف فهو الذي وجب له بدلاً عن شيء، سواء وجب له بغير صنعه كالميراث، أو بعضه كالوصية – إلىٰ قوله – ولا زكاة فيه ما لم يقبض كله، ويحول على الحول بعد القبض. (بدائع الصنائع ٢/٩٠ المكتبة النعيمية ديوبند)

ومثله ما لو ورث دينًا على رجل (الدر المختار) أي قبل الدين المتوسط فيما مر، ونصابه من حين ورثه، وروي أنه كالضعيف. (الدر المختار مع الشامي ٣/٢٣٨ زكريا)

المستفاد: والضعيف وهو بدل ما ليس بمال كالمهر والوصية لا تجب فيه الزكاة ما لم يقبض نصابًا ويحول عليه الحول بعد القبض (مراقي الفلاح) وتحته قوله: الوصية إذ تأخرت عند الوارث عامًا. (طحطاوي على المراقي ص: ٧١٦)

المستفاد: فلو ملك شيئًا ولم يقبضه كصداق المرأة قبل قبضه، فلا زكاة عليها فيه. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢/٦٥٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱؍۵؍۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث سے محرومی کے اَسباب

موانع اِرث کی تفصیل

سوال (۶۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موانع ارث کیا کیا چیزیں ہیں؟ تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا حکم تجویز فرمادیں کہ کونسا مانع میراث کب توریث سے محرومی کا سبب بنتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موانع اِرث چار چیزیں ہیں: (۱) غلامی، یعنی اگر کوئی رشتہ دار غلام ہوتو نہ تو وہ وارث بنے گا نہ اُس کی وراثت چلے گی، خواہ وہ بیٹا یا باپ ہی کیوں نہ ہو؟

(۲) ہر ایسا قتل جس کی وجہ سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہو۔ بریں بنا قاتل عمد مستحق وراثت نہ ہوگا۔

(۳) اختلافِ دینین، چناں چہ کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور نہ ہی مسلمان کافر کا وارث ہوگا۔

(۴) اختلافِ دارین یعنی دار الحرب اور دار الاسلام کا اختلاف یا ایک دار الحرب کا دوسرے دار الحرب سے اختلاف، اس مانع کا تعلق صرف غیر مسلمین سے ہے، گویا ایک ملک کے رہنے والے غیر مسلم دوسرے ملک کے رہنے والے رشتے داروں کے وارث نہ ہوں گے، مسلمانوں کے لئے یہ وجہ مانع ارث نہیں ہے؛ لہٰذا ایک ملک کا رہنے والا مسلمان دوسرے ملک کے مورث کا وارث بن سکتا ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

المانع من الإرث أربعة: الرق وافرًا كان أو ناقصًا. والقتل الذي يتعلق به

وجـوب الـقـصـاص أو الكفارة، واختلاف الدينين، واختلاف الدارين. إما حقيقة كالعربي والذمي، أو حكما كالمستأمن والذمي أو الحربيين من دارين مختلفين، والـدار إنـمـا تـخـتـلف بـاخـتـلاف المنعة والملك لانقطاع العصبة فيما بينهم.

(السراجي في الميراث ص: ٧-٨ مكتبه بلال ديوبند، ص: ١٣-١٤-١٥ مكتبة الإتحاد ديوبند)

ومن المتفق عليه بين الفقهاء أن المسلمين يتوارثون فيما بينهم مهما اختلفت ديـارهـم ودولهـم وجنسياتهم، وعند الإمام أبي حنيفة وهو الراجح في مذهب الشافعية، وعـند بعض الحنابلة، أن اختلاف الدارين يمنع من التوارث بين غير المسلمين.

(الموسوعة الفقهية ٢٨/٣ كويت، شامي / كتاب الفرائض ٥٠٣/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

اختلافِ دارین کی تفصیل

سوال (٦٢): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: موانع ارث میں اختلافِ دینین اور اختلافِ دارین کی تفصیلی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''اختلافِ دین'' مطلقاً مانع ارث ہے، یعنی نہ تو کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔ اور ''اختلافِ دار'' یہ صرف کفار وغیر مسلمین کے لئے مانع ارث بنتا ہے، مثلاً دارالاسلام میں رہنے والا ذمی کافر کسی دارالحرب کے کافر شہری کا وارث نہیں بن سکتا۔ اِسی طرح ایک دار الحرب کا شہری دوسرے دارالحرب شہری کا وارث نہیں بنے گا، حتی کہ اگر اختلاف دارین حکمی پایا جائے تب بھی آپس میں وراثت نہیں جاری ہوگی۔ اور اختلافِ دار حکمی کی مثال یہ ہے کہ کوئی حربی شہری ویزہ لے کر دارالاسلام میں آئے اور دارالاسلام میں اس کا کوئی رشتہ دار ذمی مقیم ہو، تو اُن دونوں کے درمیان

وراثت جاری نہ ہوگی۔ اِس کے برخلاف مسلمانوں کے مابین اختلافِ دار کے باوجود وراثت جاری ہوگی؛ لہٰذا ایک اسلامی ملک میں رہنے والا دوسرے اسلامی ملک کے شہری یا دارالحرب میں رہنے والا مسلمان مسلم ملک کے مسلمان شہری کا وارث بنے گا۔ مثال کے طور پر تقسیم ہند کے موقع پر جو اعزاء پاکستان چلے گئے تھے، اُن میں اور ہندوستان میں رہ جانے والوں کے درمیان حسبِ ضابطہ وراثت جاری ہوگی، اس اختلافِ دار کی وجہ سے کسی کا حق وراثت ختم نہ ہوگا۔

واختلاف الدينين أي إسلامًا وكفرًا. (هامش السراجي ٧)

واختلاف الدينين حتى لا يرث الكافر من المسلم، ولا المسلم من الكافر. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٦/٢٠ رقم: ٣٣٠٨١ زكريا)

واختلاف الدارين إما حقيقةً كالحربي والذمي أو حكمًا كالمستأمن والذمّي أو الحربيين من دارين مختلفين. (السراجي في الميراث: ٧-٨)

وكذلک اختلاف الدارين سبب حرمان الميراث؛ لأن الميراث إنما يستحق بالنصرة ولا ينصر أحدهما لصاحبه، ولكن هٰذا الحكم في حق أهل الكفر لا في حق المسلمين. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٧/٢٠ رقم: ٣٣٠٨٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۳۷/۴/۲۲ھ

کافر ماں کے مال میں مسلمان لڑکے کا حصہ

سوال (۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ہندو لڑکا مسلمان ہوگیا ہے اور اُس کی ماں کے ساتھ مال وجائیداد ہے، اُس کے علاوہ کوئی اَولاد نہیں ہے، اور نہ ہی باپ ہے اور نہ ہی کوئی عزیز واَقارب ہے، یہ جو دولت ہے اِس دولت میں اُس لڑکے کا شرعی کیا حکم ہے، ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماں اگر مسلمان ہوجائے تو وہ لڑکا مرنے کے بعد ماں کا

شرعی وارث ہوگا، اور اگر مسلمان نہ ہوتو کافر ماں کے مال میں مسلمان اَولاد کا بطور وراثت کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور مسئولہ صورت میں مناسب یہ ہے کہ وہ ہندو ماں اپنے مسلمان لڑکے کے لئے کل مال کی وصیت کردے، تو یہ وصیت نافذ ہوجائے گی اور ماں کے مرنے کے بعد بطور وصیت لڑکا مال کا مالک ہوجائے گا۔

عن أسامة بن زيد رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (صحيح البخاري ١٠٠١/٢ رقم: ٦٧٦٤، سنن الترمذي، أبواب الفرائض / باب ما جاء في إبطال الميراث بين المسلم والكافر ٣١/٢ رقم: ٢١٨٩)

ثم لا خلاف أن الكافر لا يرث المسلمين بحال، وكذٰلك المسلم لا يرث الكافر في قول أكثر الصحابة رضي اللّٰه عنهم، وهو مذهب الفقهاء. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٩٥/٢٠ زكريا، البحر الرائق ٥٠٠/٨)

الحربي المستأمن إذا أوصى للمسلم أو الذمي يصح في الجملة غير أنه إن كان دخل وارثه معه في دار الإسلام فأوصى بأكثر من الثلث وقف ما زاد على الثلث على إجازة وارثه وإن لم يكن له وارث أصلاً تصح من جميع المال. (الفتاویٰ الهندية ١٣٢/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴/۹/۱۴۱۴ھ

غیر مسلم والدہ کی میراث میں مسلمان بیٹی کا حصہ

سوال (۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ عمر ۹۴ رسال پیدائشی کرسچن ہیں، اور میں نے ۴۰ رسال قبل اسلام قبول کرلیا ہے اور مسلمان ہوں، میرے شوہر مرحوم بھی مسلمان تھے، میرے بچے بھی مسلمان ہیں، سب شادی شدہ ہیں اور علیحدہ رہتے ہیں۔ میں اپنی والدہ کی تنہا وارث ہوں، میری ایک اور بہن تھی جو فوت ہوگئی

ہے، ہم دو بہنوں کے علاوہ اُن کی اور کوئی اولا دنہیں تھی، میری والدہ علیحدہ تنہا رہتی ہیں، ذاتی مکان ہے، اَثاثہ ہے وہ اپنی کل جائیداد منقولہ وغیرمنقولہ میرے نام وصیت کرنا چاہتی ہیں، یعنی Will (وصیت) کے ذریعہ، کیا میں اُن کی وصیت کے مطابق اُن کی جائیداد کی وارث بن سکتی ہوں؟ کیا اسلام میں اس کی اجازت ہے کہ اُن کی چیزوں کو اپنی ملکیت کے طور پر قبول کرلوں اور تصرف میں لاؤں؟ شرعی جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت تو جاری نہیں ہوسکتی؛ لیکن وصیت اُن کے درمیان شرعاً نافذ ہوجاتی ہے، اب مسئولہ صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر آپ کی والدہ کا کوئی اور اُن کا ہم مذہب وارث زندہ موجود نہیں ہے، مثلاً بھائی یا اُن کی اولادیں وغیرہ، تو آپ کے حق میں ان کی کل مال کی وصیت پوری نافذ ہوجائے گی، اور اُن کے انتقال کے بعد آپ اُن کے چھوڑے ہوئے سب مال کی مالک قرار پائیں گی؛ لیکن اگر والدہ کا کوئی شرعی وارث ان کا ہم مذہب قریب یا دور کا رشتہ دار موجود ہو، تو پھر یہ وصیت صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی، اور بقیہ مال کے بارے میں اُن کے دیگر وارثین کی رضامندی ضروری ہوگی۔

إذا دخل الحربي دار الإسلام بأمان وأوصیٰ بماله لرجل مسلم كله أو لذمي ولا وارث له في دار الإسلام فإنه يجوز. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۹٦/۱۹ رقم: ۳۱۹۲۰ زکریا)

الحربي المستأمن إذا أوصى للمسلم أو الذمي يصح في الجملة غير أنه إن كان دخل وارثه معه في دار الإسلام فأوصى بأكثر من الثلث وقف ما زاد على الثلث على إجازة وارثه وإن لم يكن له وارث أصلاً تصح من جميع المال. (الفتاویٰ الهندية ۱۳۲/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۴/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر شوہر مسلمان ہو جائے تو کیا کافرہ بیوی بچوں کو اُس کی میراث سے حصہ ملے گا؟

سوال (٦٥):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اور اُس کی بیوی چار بچوں کے ساتھ خوش گوار زندگی بسر کر رہا تھا، رفتہ رفتہ اُس شخص کی توجہ مذہبِ اسلام کی طرف ہوتی گئی، خداوند قدوس نے اپنی رحمت سے نوازا، اور یہ شخص مسلمان ہوگیا؛ لیکن بیوی اپنے مذہب پر قائم رہی، اُس شخص نے بیوی بچوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے مسلمان لڑکی سے شادی کر لی، اور اپنی جائیداد کا کچھ حصہ مسجد کے نام کیا، اور باقی مسلم بیوی اور بچوں کے نام کیا۔ پہلی بیوی اور بچے جس مکان میں مقیم تھے وہ مکان فروخت کر دیا، بیوی بچے بے دخل ہوگئے، یہ عورت در در کی ٹھوکریں کھاتی دکھتے دل سے مسلم شوہر کی سات پشتوں کو کوستی رہتی تھی، وقت گذرتا گیا، ایک دن غیر مسلم عورت کی موت ہوگئی، مسلم شوہر کو اُس کے کاریہ کرم کی ذمہ داری سونپی گئی؛ تاکہ مرنے والی کی آتما کو شانتی مل جائے، ورنہ اُس کی آتما بھٹکتی اور پریشان کرتی رہے گی، شوہر نے ایسا کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنا دامن بچا لیا، تو غیر مسلم بیوی اور بچوں کا مسلم شوہر کے مال وجائیداد میں اسلام کے مطابق حق بنتا تھا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم بیوی اور بچوں کا مسلمان شوہر کے مال اور جائیداد میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے؛ لیکن مذکورہ نومسلم شخص نے غیر مسلم بچوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا وہ ہرگز مناسب نہ تھا۔

عن أسامة بن زيد رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم. (صحيح البخاري، كتاب الفرائض / باب لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم ١٠٠١/٢ رقم: ٦٧٦٤ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم / كتاب

الفرائض رقم: ١٦١٤ بيت الأفكار الدولية، سنن الترمذي ٣١/٢ رقم: ٢١٨٩، سنن أبي داؤد ٤٠٣/٢)

المانع من الإرث ...... أربعة...... واختلاف الدينين. (السراجي ٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مذہبِ قادیانیت اختیار کرنے والے کو میراث ملے گی یا نہیں؟

سوال (٦٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص نے مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب اختیار کرلیا یعنی قادیانی ہوگیا، اُس کو میراث ملے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قادیانی لوگ کافر ومرتد ہیں؛ لہٰذا کوئی بھی قادیانی کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔

واختلاف الدينين. (السراجي في الميراث ٧)

قال العلامة اليسد الجرجاني رحمه اللّٰه تعالىٰ: وأما المرتد، فلا يرث من أحدٍ لا من مسلمٍ ولا من مرتدٍ؛ لأنه جان بارتداده، فلا يستحق الصلة الشرعية التي هي الإرث؛ بل يحرم عقوبةً. (الشريفية شرح السراجية / فصل في المرتد ١٤١ كراچی، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب السادس في ميراث أهل الكفر ٤٥٥/٦ زكريا، وكذا في الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / النوع الثالث في المناسخة، الفصل الخامس في موانع الإرث ٤٧٢/٦ زكريا)

ويمنع الإرث الرق والقتل واختلاف الملتين. (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٧/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

المرتدة لا ترث من أحد؛ لأنها ليست ذات ملة. (الشريفية / فصل في المرتد ١٤١ طبع: مجتبائي دهلي)

وأما المرتد فلا يرث المسلم بالإجماع. (المنهاج في شرح صحيح مسلم / كتاب الفرائض ص: ١٠٢٤ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۱۲؍۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قاتل مستحقِ میراث نہیں

سوال (٦٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے ۲۰۰۲ء میں اپنی بیٹی انجم کی شادی مبین کے ساتھ کی تھی، ۱۵؍ماہ کے بعد اس کے شوہر نے اسے جلاکر مار دیا تھا، جس پر اسے ۷؍سال قید کی سزا بھی ہوئی تھی، وارثین میں شوہر مبین اور والد اچھن میاں کو چھوڑا، اُس کے علاوہ اور کوئی لڑکا لڑکی وغیرہ نہیں ہے، تو لڑکی کا سامان جہیز کس کو ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ واقعہ درست ہے، اور شوہر مبین کا اپنی مرحومہ بیوی انجم کا قاتل ہونا ثابت ہے، تو مرحومہ انجم کا کل ترکہ (سامانِ جہیز وغیرہ) اس کے والد اچھن میاں کو ملے گا، شوہر کا اُس کے ترکہ میں کچھ حق نہ ہوگا، اور اگر شوہر نے مہر ادا نہ کیا ہو تو اُس پر مہر کی ادائیگی بھی لازم ہے جو مرحومہ کے والد اچھن میاں کو دیا جائے گا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: القاتل لا يرث. (سنن الترمذي / أبواب الفرائض ٣١/٢ رقم: ٢١٩٢)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من قتل قتيلاً فإنه لا يرثه، وإن لم يكن له وارث غيره، وإن كان ولده أو والده، فإن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قضىٰ ليس لقاتل ميراث. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٦٢/٩ رقم: ١٢٤٩١)

والقتل مباشرة بغير حقٍ، ففي القتل يشترط لحرمان الميراث ثلاثة

أشياء:

أحـدهـا: الـمباشرة سواء كانت عمدًا أو خطأً حتى أنّ من تسبّب إلى قتل مورثه بأن صب الماء على طريق فزلق فيها مورثه ومات، لا يحرم عن الميراث.

والشرط الثاني: أن يكون القتل بغير حق، فالقتل بحق لا يوجب حرمان الميراث.

والشـرط الثـالث: أن يكون المباشرة مخاطبًا، حتى أن الصبي والمجنون إذا قتـل لا يتـعـلق بوجوب القصاص والكفارة ولا يمنع الإرث والإلزام. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الخامس في بيان ما يستحق به الخ ٢١٧/٢٠ رقم: ٣٣٠٨٢ زكريا)

اتـفـق الأئـمة الأربـعة عـلى أن القتل الذي يتعلق به القصاص يمنع القاتل البـالغ العاقل من الميراث، إذا كان القتل مباشرًا. (الـموسوعة الفقهية / مادة: إرث، موانع الإرث: القتل ٢٣/٣ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية الكويت)

الـمـانع من الإرث أربعة: ...... والقتل الذى يتعلق به وجوب القصاص أو كفارة. (السراجي في الميراث ص: ٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث سے محروم اور عاق کرنے کا حکم

عاق کرنے کا مطلب کیا ہے؟

سوال (۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: براہِ کرم کتاب وسنت کی بنیاد پر لفظ ''عاق'' کے معنی اور مفہوم سے مطلع فرمانے کی زحمت کریں، اور یہ بھی کہ بدرجۂ مجبوری کن کن حالات اور وجوہات سے کوئی بھی باپ اپنے بیٹے کو شرعی حدود میں اور شرعی طریقہ سے عاق کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عاق کرنا یعنی مال متروکہ ہوتے ہوئے لڑکے کو حق وراثت سے محروم کردینا شرعاً کوئی چیز نہیں ہے، ایسے عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۳۶۴)

البتہ جو لڑکا اپنے والدین کا نافرمان ہو وہ عنداللہ سخت عذاب کا مستحق ہے، اور یہ ایسا بدترین عمل ہے کہ اکثر دنیا میں ہی اُس کی سزا سامنے آجاتی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

عن المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه حرم عليكم عقوق الأمهات الخ. (صحيح البخاري ۸۸٤/۲ رقم: ٥٩٧٥ دار الفكر بيروت، الترغيب والترهيب مكمل ٥٣٨ رقم: ۳۸۰۱ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي بكرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا أنبئكم بأكبر الكبائر ثلاثا؟ قلنا: بلىٰ يا رسول اللّٰه! قال: الإشراك باللّٰه وعقوق الوالدين. (صحيح البخاري ۸۸٤/۲ رقم: ٥٩٧٦، صحيح مسلم: ۸۷، سنن الترمذي ۱۹۰۱،

الترغيب والترهيب مكمل ۵۳۸ رقم: ۳۸۰۲ بيت الأفكار الدولية)

عن أبي بكرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كل الذنوب يؤخر اللّٰه منها ما شاء إلى يوم القيامة، إلا عقوق الوالدين، فإن اللّٰه يُعجِّله لصاحبه في الحياة قبل الممات. (رواه الحاكم ۱۷۳/٤ رقم: ۷۲٦۳ دار الفكر بيروت، الترغيب والترهيب مكمل ۵۳۹ رقم: ۳۸۱۵ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۷/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلا وجہ عاق کرنے والے کی آخرت میں گرفت

سوال (٦۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: باپ کا اپنی اولاد کو بلا کسی وجہ کے عاق کرنا تو کیا آخرت میں ان کی گرفت ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بلا کسی وجہ کے والد صاحب اپنی اولاد کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کریں تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ حدیث میں وارد ہے کہ: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث قطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ جنت میں اُس کی وراثت میں سے قطع کرے گا''۔ (مشکوٰۃ شریف ۱/۲٦٦)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹٤ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ

نافرمان لڑکے کو عاق کرنا؟

سوال (۷۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: زید کے تین لڑکے ہیں جن میں ایک لڑکا نافرمان ہے، وہ اپنے والدین کی عزت وآبرو سے کھیلتا ہے، کیا اُس کو والدین اپنے مال سے عاق کرسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں اولاد کو عاق کردینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یعنی عاق کرنے سے اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، اس لئے عاق کرنے کے بجائے دعا اور حسنِ تدبیر کے ذریعہ مذکورہ لڑکے کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہیں۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۴/۳۶۴)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم: من قطع میراث وارثه، قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیامة. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الثالث ۲٦٦، وکذا في سنن ابن ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ۱۹٤ رقم: ۲۷۰۳ دار الفکر بیروت)

ولو کان ولده فاسقًا فأراد أن یصرف ماله إلی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث هٰذا خیر من ترکه؛ لأن فیه إعانة علی المعصیة ولو کان ولده فاسقًا لا یعطی له أکثر من قوته. (البحر الرائق ۲۸۸/۷ زکریا، کذا في فتاویٰ قاضي خان علی الفتاویٰ الهندیة / فصل في هبة الوالد لولده ۲۷۹/۳ زکریا)

المختار: التسویة بین الذکر والأنثیٰ في الهبة. (البحر الرائق / کتاب الهبة ٤۹۰/۷ زکریا)

ولو وهب رجل شیئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضیل البعض علی البعض في ذٰلک لا روایة لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ أنه لا بأس به إذا کان التفضیل لزیادة فضل له في الدین، وإن کانا سواء یکره، وروی المعلی عن أبي یوسف أنه لا بأس به إذا لم یقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوی بینهم یعطي الإبنة مثل ما یعطي للإبن وعلیه

الفتویٰ. (الفتاوىٰ الهندية، الهبة / الفصل السادس في هبة الصغير ٣٩١/٤ زكريا، عمدة القاري ١٤٦/٦ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/۲/۱۴۱۵ھ

جس لڑکے کو عاق کردیا گیا، جائیداد میں اُس کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنے لڑکے تبریز کو اپنی جائیداد سے عاق کردیا؛ لہٰذا محمد تبریز کو اُن کے والد کے مال وجائیداد میں حصہ ملے گا؟ اور معلوم یہ کرنا ہے کہ تبریز کو اپنی ماں کی جائیداد میں سے حصہ مل سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے، مسئولہ صورت میں تبریز اپنے باپ اور ماں دونوں کے ترکہ میں شرعی حصہ دار ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۱۷/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا باپ کیلئے اپنی بیٹی کو عاق کرکے وراثت سے محروم کرنا جائز ہے؟

سوال (۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا والد محترم اپنی اولاد کو خاص کر بڑی لڑکی کو جائیداد ودعاؤں سے عاق کرسکتے ہیں، اس سلسلہ میں ان پر شرعاً کیا ذمہ داری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عاق کرنے کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اس کی وجہ سے اولاد وراثت سے محروم نہ ہوگی، اب رہ گئی اولاد سے ناراضگی، تو اگر یہ اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے

ہےتو بجا ہے، اولاد کوایسا رویہ اپنانا چاہئے کہ والداُس سے پوری طرح خوش رہیں اور ناراض نہ ہوں۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۳۶۴/۴)

عن النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه أنّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ألك بنون سواه؟ قال: نعم، قال: فكلهم أعطيت مثل هٰذا، قال: لا، قال: فلا أشهد على جور. (صحيح مسلم، هبات / باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة ٣٧/٢ رقم: ١٦٢٣)

وفي الخانية: رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون آثما فيما صنع. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٦٥/١٤ رقم: ٢١٧٣٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ

جائیداد کے حصوں سے بیٹیوں کو محروم کرنا

سوال (۷۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) اگر کوئی صاحب جائیداد باپ اپنی جائیداد میں سے بیٹیوں کو حصہ نہ دے کر اُس کا فائدہ بیٹوں کو پہنچاتا ہے، تو کیا وہ اپنے اِس عمل کی وجہ سے خدا کے یہاں جواب دار ہوگا؟

(۲) بیٹیوں کا حصہ باپ کی جائیداد میں بیٹوں کے مقابلے کس مناسبت سے ہوتا ہے؟ براہِ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱) اپنی جائداد سے بیٹیوں کو محروم کردینا اور صرف بیٹوں کو مالک بنانا کھلی ہوئی نااِنصافی ہے، اِس پر آخرت میں مؤاخذہ ہوگا۔

(۲) زندگی میں اگر جائیداد تقسیم ہو تو بیٹے بیٹیوں کو برابر دینا چاہئے، اور انتقال کے بعد جائیداد اگر تقسیم کی جائے تو بیٹی کا حق بیٹے کے مقابلہ میں نصف ہوتا ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء، جزء آیت:۱۱]

ولـو وهـب جـمـيـع مـالـه من ابنه جاز، وهو آثم نص عليه محمدؒ. (الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الجنس الثالث في هبة الصغير ٢٣٧/٦ زكريا)

عـن أنـس بـن مـالك رضـي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسـلـم: مـن قـطـع ميـراث وارثـه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة الـمـصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

وفـي الـخـلاصة: الـمختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گولٹی کی شادی کر کے لڑکی کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بہن کا دختری حصہ ۴؍بیگھہ نکلتا ہے، اُن کے والد صاحب حصہ دینے کے ڈر سے گولٹے شادی کرنا چاہتے ہیں، حالاں کہ جائیداد بہت ہے، گولٹے شادی نہ کر کے حصہ دلوانا اچھا ہے یا حق تلفی کروانا؟ گولٹے شادی ہوجانے پر حصہ نہیں ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں لڑکی کی شادی خواہ گولٹے والی ہو یا بلا گولٹے والی، بہرحال والد کے انتقال کے بعد اپنے حصہ وراثت کی مستحق ہے، اِس طرح کی شادی سے اسے ہرگز محروم نہیں کیا جاسکتا ہے، اور جو محروم کرے گا وہ گنہگار ہوگا، باقی گولٹے کی شادی کا کیا مطلب ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں، اِس کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد ہی کوئی شرعی حکم بیان کیا جاسکتا

ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/ ۴۴۳، فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۴۷)

عـن أنـس بـن مـالـک رضـي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسـلـم: مـن قـطـع میـراث وارثـه، قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة. (مشکاة الـمـصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایاء الفصل الثالث ۲٦٦، وکذا في سنن ابن ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ۱۹٤ رقم: ۲۷۰۳ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۱/۱۹ھ

لڑکیوں کی شادی میں خرچ کر کے اُن کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۷۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پانچ سالے اور ایک سالی ہے، ان کے والدین بھی الحمد اللہ باحیات ہیں، اور وہ اپنی حیات میں جائیداد کی تقسیم کرنا چاہتے ہیں، بلکہ کر چکے ہیں، وہ اس طریقہ سے کہ ہر ہر سالے کو ڈھائی ایکڑ زمین جن کی قیمت ۶/ لاکھ روپئے ہے، اُن کے والدین بھی اپنے گزارے کے لئے ایک ایکڑ زمین اور ایک مُڈگی شیئر کی رکھ لیئے ہیں، اُن کی لڑکیوں سے یوں کہتے ہیں کہ تمہاری شادی تو شرعی ہوئی ہے؛ لیکن ہمارا تقریباً تین لاکھ اس شادی میں خرچ ہوا ہے اور تم کو جائیداد میں حصہ نہیں ملے گا؛ حالاں کہ اُن کے لڑکوں کی شادیوں میں بھی تقریباً ایک ایک لاکھ کا خرچ آیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تقسیم قرآن وحدیث کے مطابق ہے؟ کیا لڑکیاں والدین کی جائیداد کے حق دار ہیں کہ نہیں؟ تقسیم کا صحیح طریقہ اور والدین کے حق نہ دینے پر لڑکی اُن سے لڑسکتی ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے لکھئے، مہربانی ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: والدین کو اپنی سبھی اَولاد کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنا چاہئے، اور زندگی میں اگر جائیداد تقسیم کرنی ہو تو لڑکے لڑکی سبھی کو برابر دینی چاہئے، لڑکیوں کو یہ کہہ

کر جائیداد سے محروم کر دینا کہ ہم نے اُن کی شادی میں روپیہ خرچ کر دیا تھا، یہ شرعاً صحیح نہیں ہے، شادی میں خرچ کرنے کی وجہ سے اُن کا حق ختم نہیں ہوجاتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں لڑکیوں کو غیر منصفانہ تقسیم پر والدین کے اوپر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔

عن أبي صفرة قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يخطب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم. (شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم: ٨٦٩١)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة. (البحر الرائق ٤٩٠/٧ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا)

يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوىٰ. (شامي ٥٠١/٨-٥٠٢ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٣٩١/٤ زكريا)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ، نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ [النساء: ٧]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من كانت له أنثىٰ فلم يأدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها – يعني الذكور – أدخله اللّٰه الجنة. رواه أبوداؤد. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني ٤٢٣)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ابتلي بشيءٍ من البنات فصبر عليهن، كن له حجابًا من النار. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء في النفقة على البنات ۱۳/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۴/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے کی وجہ سے بیٹی کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۷۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب حاجی محمد رفیق صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، جنہوں نے ترکہ میں ایک باغ دیہات میں چھوڑا، جس کا اندراج تحصیل مرادآباد میں ہوتا تھا، محمد رفیق صاحب کے وارثین میں چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور کاشت کاری کی زمین میں لڑکی کا نام اندراج نہیں ہوتا تھا، اِس وجہ سے لڑکی کا نام اندراج نہیں ہوسکا؛ لیکن حاجی محمد رفیق صاحب نے اپنے چاروں لڑکوں کو زبانی وصیت کی کہ ہمشیرہ کا حصہ باغ میں ضرور دینا اور اُن چاروں بھائیوں نے بھی وعدہ کرلیا کہ ہماری ہمشیرہ کا ترکہ اُس کو ضرور دیا جائے گا، پھر حاجی محمد رفیق صاحب نے وصیت لکھ کر بھی دے دی، جس کی ایک کاپی میرے پاس بھی موجود ہے، اور اَب حاجی محمد رفیق صاحب کے تین لڑکوں کا انتقال ہوگیا ہے، اور ایک لڑکی ابھی حیات ہے، تو حاجی محمد رفیق کے ترکہ میں بیٹی کا حصہ آتا ہے یا نہیں، اور کیا سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے سے بیٹی کا شریعت کی نظر میں حق ختم ہوجاتا ہے؟ مہربانی فرماکر اس کا جواب دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حاجی محمد رفیق صاحب کے ترکہ میں شریعتِ مطہرہ کی رو سے بیٹی بھی مستحق ہوگی، سرکاری کاغذات میں اندراج نہ ہونے سے بیٹی محروم نہیں ہوگی۔

أن من مات عن ولدٍ فنصيبه لولده. (شامي، كتاب الوقف / مطلب في مسئلة السبكي الواقعة في الأشباه ٤٦٥/٤ كراچی، ٦٩٢/٦ زكريا)

ما يستحق به الإرث شيئان: النسب والسبب، فالمسماة بالنسب على ثلاثة أنواع: المنتسب: وهم الأولاد. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٦/٢٠ رقم: ٣٣٠٧٩ زكريا)

ولا يحرم ستة من الورثة بحال ألبتة: الأب والأم والابن والبنت أي الأبوان والولدان والزوجان. (الدر المختار، كتاب الفرائض / فصل في العصبات ٧٧٩/٦ دار الفكر بيروت، ٥٢٩/١٠ زكريا)

والأصل الثالث في نظام الميراث الإسلامی: أن الميراث يشترک فيه الرجال والنساء والكبار والصغار، وكان العرب في الجاهلية لا يورثون البنات ولا النساء ولا الصبيان شيئًا من الميراث ...... جاء الإسلام فأبطل هٰذه العادة القاسية، وأنزل اللّٰه تعالیٰ حكم توريث النساء بقوله: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ، نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ (تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / الميراث حق الرجال والنساء ٥/٢ مكتبة دار العلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۷/۱۴۱۵ھ

دنیوی عدالت اور سرکاری قانون سے بیٹیوں کے حق کو میراث سے ختم کرنا؟

سوال (۷۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَمیر خاں نے اپنے انتقال کے بعد دو بیویاں اور اُن سے ایک ایک لڑکا چھوڑا، پہلی بیوی کا نام قمر بانو جس کا لڑکا محبوب خاں اور دوسری بیوی بلقیس بانو سے عثمان علی خاں ہے، اَمیر خاں نے

اپنی بیوی قمر بانو کے مہر میں ۱۳۵/۱ ایکڑ زمین ہبہ کردی تھی، دوسری بیوی بلقیس بانو کے مہر میں موضع کوڑ پہ متعلقہ لاتور کی زمین دے دی۔ قمر بانو کے انتقال کے بعد اُن کی زمین اُن کے بیٹے محبوب خاں کے نام ہوئی، محبوب خاں کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی امراؤ بانو اور دوسری بیوی شریفا بی تھیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکا تولد ہوا تھا، جس کا انتقال امراؤ بانو کی حیات ہی میں ہوا، دوسری بیوی سے لڑکی عابدہ بانو اور ایک لڑکا حامد علی خاں تولد ہوا، محبوب خاں اپنی عمر کے ۲۵/سال میں پلیگ کی بیماری سے انتقال کر گئے، اُس وقت محبوب خاں کے فرزند حامد علی خاں کی عمر صرف پانچ ماہ تھی، محبوب خاں کی جائیداد اُن کے انتقال کے بعد لڑکا کم عمر ہونے کی وجہ سے اُن کی پہلی بیوی امراؤ بیگم کے نام منتقل ہوئی، امراؤ بانو نے اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے اپنے شوہر کی دوسری بیوی کی لڑکی نور بانو کی شادی موضع پوپلا کے میر زاہد علی سے کر کے ان کو گھر داماد بنالیا؛ تا کہ جائیداد کی حفاظت اور نگرانی ہو اور عثمان جو محبوب کے سوتیلے بھائی تھے، اِس طرح زاہد علی اپنی پوری جائیداد سنبھالتے ہوئے انتقال کر گئے، اور اُن کے بچے ابھی تک اسی گھر میں رہتے ہیں، مثل ایک خاندان کے اور یہ سمجھتے تھے کہ حامد علی اُن کو بسببِ وعدہ اپنی بہن نور بانو کا حصہ اُنہیں دیں گے۔

امراؤ بیگم نے اپنے دیور کے ڈر سے حامد علی کو اپنی جائیداد کا حق وراثت کا کروا کر کل جائیداد حامد علی خاں کے نام کردی، اُس کے بعد دیور عثمان خاں نے امراؤ بانو اور اُن کے سوتیلے بیٹے حامد علی پر دعویٰ دائر کیا، اِس بناء پر کہ حامد علی محبوب خاں کی ناجائز اولاد ہے؛ لیکن خواجہ خاں صاحب کی گواہی سے عدالت نے شریفاً بی کو محبوب خاں کی منکوحہ بیوی اور اُن کے دو لڑکیاں اور ایک لڑکے کو جائز اولاد اور اُس کی جائیداد کے جائز وارث قرار دی، اور وہ جائیداد ابھی تک حامد علی کے نام اور قبضہ میں ہے، حامد علی نے اپنی حیات میں اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے نام کر دئے، اور گھر اپنی بیوی میمونہ کے نام کر گئے اور اپنی دونوں بہنوں نور بانو اور عابدہ بانو کو اپنے والد کی جائیداد سے محروم رکھا، اور زندگی پھر یہ کہتے رہے کہ میں سب کا حق دے کر مروں گا، اَچانک حرکتِ قلب کے بند ہونے سے حامد علی کا انتقال ہوگیا، اَب اُن کے ورثہ حامد علی کی بہنوں کا حق دینا نہیں چاہتے اور

کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے تمہارا حق ثابت نہیں ہوتا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَداءِ حقوق صورتِ مسئولہ میں محبوب علی خاں کے انتقال کے وقت اُن کے جو بھی ورثہ زندہ موجود تھے، وہ سب اُن کے ترکہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے، اُن ورثہ میں اُن کی دو بیٹیاں بھی شامل ہیں، سرکاری قانون میں کسی شخص کے نام رجسٹری وغیرہ کرالینے سے مستحق کا حق ہرگز ختم نہیں ہوسکتا، بیٹیوں کا اپنے باپ کی جائیداد وغیرہ میں جو حق قرآنِ کریم نے دیا ہے، دنیوی عدالت اُسے اِس حق سے محروم نہیں کرسکتی، قرآنِ کریم میں فرمایا گیا:

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

اِس لئے حامد علی خاں کے ورثہ پر لازم ہے کہ وہ حامد علی کی بہنوں کا حق اُن کے مستحقین کے حوالہ کریں، ورنہ اُن سے آخرت میں مؤاخذہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ [النساء: ۷]

قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: إن أوس بن ثابت الأنصاري توفى عن ثلاث بنات وامرأة، فجاء رجلان من بني عهد، وهما وصيان له يقال لهما: سويد، وعرفجة وأخذ ماله، فجاء ت امرأة أوس إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وذكرت القصة، وذكرت أن الوصيين ما دفعا إليّ بناته شيئًا من المال، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ''ارجعي إلى بيتك حتى أنظر ما يحدث اللّٰه في أمرك'' فنزلت على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم هٰذه الآية، ودلت على أن للرجال نصيبًا وللنساء نصيبًا. (التفسير الكبير للرازي ۹/۲ ۵۰)

فشركة الأملاك العين يحرثها رجلان أو يشتريانها فلا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بإذنه، وكل واحد منهما في نصيب صاحبه كالأجنبي. (الهداية / كتاب الشركة ٦٢٤/٣ شركة علمية ملتان، ٦٠٥/٢ المكتبة النعيمية ديوبند)

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة، كتاب الشركة / الفصل الثاني في الديون المشتركة ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان اولاد

سوال (۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد اور چچا دونوں سگے بھائی ہیں، زید کے والد کا انتقال ہوجاتا ہے، اَب زید کی والدہ نے زید کے چچا سے نکاح کرلیا، اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، لڑکی کے جوان ہونے پر لڑکی کی شادی ہوجاتی ہے، زید نے شادی میں کوئی روپیہ پیسہ نہیں لگایا، زید کے کارنامے اپنے والدین کے ساتھ اچھے نہیں تھے؛ بلکہ اُن کو مارا پیٹا بھی؛ اِس لئے والدین ہمیشہ بدظن رہے، اَب چچا کا بھی انتقال ہوجاتا ہے، مگر زید نے اَب بھی اپنی والدہ کی کوئی خدمت نہیں کی؛ بلکہ برابر لعن طعن کرتا رہا، والدہ نے اپنی زندگی دوسروں کے یہاں کھاپی کر گذاری، زید کی والدہ بیمار ہونے پر اپنی لڑکی کے یہاں چلی جاتی ہے، وہاں انتقال سے پہلے کچھ وصیتیں فرمائیں، ایک یہ کہ زید کو میری صورت مت دکھانا، دوسرے یہ کہ مجھے یہیں پر دفن کرنا (یعنی لڑکی کے یہاں) تیسرے یہ کہ میرا گھر تیرے نام ہے، اسی وقت ایک وکیل کو بلاکر وصیت نامہ لکھوا کر انگوٹھا لے لیا گیا۔

اَب یہ بتائیں کہ زید کا اُس میں کیا حصہ ہے، یا وصیت ہونے پر لڑکی کا ہی حصہ ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنا بہت بڑا اور سنگین گناہ ہے، اِس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے؛ لیکن مسائل وراثت کا تعلق بدسلوکی اور حسنِ سلوک پر نہیں ہے؛ بلکہ جو حصہ شرعی جس وارث کے لئے طے ہے، وہ اسے مل کر رہے گا، خواہ اُس کا معاملہ میت کے ساتھ کیسا ہی رہا ہو؟ نیز شریعت میں کسی وارث کے حق میں وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کی والدہ نے اپنے جس مکان کی وصیت لڑکی کے لئے کی ہے وہ شرعاً معتبر اور نافذ نہیں ہے؛ بلکہ اُس مکان کو حسبِ حصصِ شرعیہ زید سمیت سب وارثین میں تقسیم کیا جائے گا، اور حصصِ شرعیہ کی تفصیل تمام وارثین کے معلوم ہونے پر ہی بیان کی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ۸/۴۲۷، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۶۸)

قال اللّٰہ سبحانہ تعالیٰ: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا﴾ [الإسراء: ۲۳-۲٤]

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم قال: رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدين ۲/۱۲ رقم: ۱۸۹۹، مشكاة المصابيح، كتاب الآداب / باب البر والصلة، الفصل الثاني ٤۱۹)

الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوىٰ / مطلب: واقعة الفتوىٰ ۷/۵۰۵ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۷/٤۷۱ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤/٤۹٤ المكتبة الغفارية كوئٹه)

وهٰذا العلم مختص بحاله الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب

الـملـك؛ فـإنهـا جبـرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب الملك. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٧١/٧ زكريا)

والثـالـث أمـا اختياري وهو الوصية، أو اضطراري وهو الميراث. (مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٤/٤ المكتبة الغفارية كوئٹه)

ولا تـصح الوصية للوارث ويستوي فيه الرجال والنساء. (البحرالرائق / باب الوصية للأقارب وغيرهم ٤٤٥/٨ کراچی، الهداية ٦٤١/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین کو، کتا، سور اور جنگلی کہنے والے کو جائیداد وغیرہ سے محروم کرنا؟

سوال (۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور اپنے باپ کو گالی دے کتا، سور، جنگلی کہے، اور یہی اس کی بیوی ساس، سسر کو گالیاں دیتی ہو، تو ایسی صورت میں اگر وہ بیٹا قربانی کرے یا حج کو جائے یا نماز روزہ ودیگر عبادات ادا کرے تو اس کی عبادت قبول ہوں گی یا نہیں؟ اور باپ کو ایسی صورت میں اپنے اس بیٹے کو اپنی وراثت سے نکالنے کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟ اور شریعت میں اس بیٹے کو کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا، جب بیٹا یہاں تک کہہ رہا ہو کہ میں تمہاری صورت دیکھنا نہیں چاہتا، مجھے تمہاری صورت سے بھی نفرت ہے اور میرے مال میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، اور اس کے علاوہ بہت سی دیگر باتیں بھی ہیں جو یہاں درج نہیں کی گئی ہیں، یہ شخص اپنی بیوی سے بھی گالی (کتا، جنگلی) کہلواتا ہے، اور یہ کہنا کہ تو کہیں چلا جا، جا کے مرجا، ڈوب جا، یہ معاملہ ماں باپ دونوں کے ساتھ کرتا ہے، تو اُس کا حکم کیا ہے؟ اور یہی اس کی بیوی کرتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کے ساتھ بے ادبی گالم گلوچ بدترین گناہ اور انتہائی

شقاوت اور محرومی کی بات ہے، اِن اذیت ناک حرکتوں کی وجہ سے والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زندگی میں اس لڑکے کو اپنے مال سے محروم رکھیں، یا دیگر بچوں کو دے کر اُسے محروم کردیں؛ لیکن اگر بچوں کو باقاعدہ ہبہ اور قبضہ کئے بغیر والدین کی وفات ہوجائے، تو اُن کے مال میں سے اس نافرمان بیٹے کو بھی حسبِ حصصِ شرعیہ حق ملے گا، مرنے کے بعد عاق کے اعلان کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ [بنی اسرائیل ۲۳]

عن عبد اللّٰہ ابن عمرو رضي اللّٰہ عنه عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: رضا الرب في رضا الوالد، وسَخَطُ الرب في سخط الوالد. (سنن الترمذي، أبواب البر والصلة / باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدین ۱۲/۲، مشکوة المصابیح / أبواب البر والصلة ۴۱۹)

وقد انعقد الإجماع علی جواز إعطاء الرجل ماله لغیر ولده، فإذا جاز له أن یخرج جمیع ولده من ماله جاز له أن یخرج عن ذٰلک بعضهم. (تکملة فتح الملهم / کتاب الهبات ۷۰/۲ مکتبة دار العلوم کراچی)

وأیضًا فیه وفي البحر: ولو کان ولده فاسقًا، فأراد أن یصرف ماله إلی وجوه الخیر ویحرمه عن المیراث، هٰذا خیر من ترکه؛ لأن فیه إعانة علی المعصیة، ولو کان ولده فاسقًا، لا یعطی له أکثر من قوته. (البحر الرائق / کتاب الهبة ۲۸۸/۷ کراچی)

ولو وهب رجل شیئًا لأولاده في الصحة، وأراد تفضیل البعض علی البعض في ذٰلک لا روایة لهٰذا في الأصل عن أصحابنا، وروي عن أبي حنیفة رحمه اللّٰہ تعالیٰ أنه لا بأس به إذا کان التفضیل لزیادة فضل له في الدین، وإن کانا سواء یکره. (الفتاوی الهندیة، الهبة / الفصل السادس في هبة الصغیر ۳۹۱/۴ زکریا، عمدة القاري ۱۴۶/۶ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کو مارنے اور شراب نوشی کرنے والے لڑکے کو جائیداد سے محروم کرنا؟

سوال (۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا لڑکا نافرمان ہے، ایک ہی لڑکا ہے، دو لڑکی ہیں، مجھ کو مارنے پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے، اور شراب بھی پیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرا رہائشی مکان اور جنگل کی زمین وغیرہ یہ مرے خود خریدے ہوئے ہیں، میرے باپ یعنی لڑکے کے دادا نے ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ میں اپنی جائیداد وغیرہ کس طرح تقسیم کروں، میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں پر ہی تقسیم کردوں، یا از روئے شرع ایسے باغی اور نافرمان لڑکے کا بھی کچھ حق ہے، اور اگر ہے تو پھر لڑکیوں کے مقابلہ میں اس کا کتنا حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آپ زندگی میں اپنی جائیدادوں کو لڑکیوں کو اس طرح ہبہ کردیں کہ اُس میں آپ کا کوئی مالکانہ حق اور استحقاق باقی نہ رہے، تو انتقال کے بعد اس جائیداد میں آپ کے نافرمان لڑکے کا کوئی حق نہ ہوگا، اگر ایسا نہ کیا گیا، تو پھر انتقال کے بعد آپ کا لڑکا شریعت کی رو سے لڑکی کے مقابلہ میں دوگنے حصہ کا مستحق ہوگا، ۴ر حصوں میں دو حصے لڑکے کو اور ۱-۱ر حصہ ہر لڑکی کو ملے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وقال البخاري ههنا: حدثنا محمد بن يوسف عن ورقاء، عن ابن أبي نجيح عن عطاء عن أبن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كان المال للولد، وكانت الوصية للوالدين، فنسخ اللّٰه من ذلك ما أحب، فجعل للذكر مثل حظ الأنثيين،

وجعل للأبوين لكل واحد منهما السدس والثلث، وجعل للزوجة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (تفسير ابن كثير مكمل ٢٩٩ دارالسلام رياض)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاع مميزًا غير مشغول. (الدر المختار / أول كتاب الهبة ٤٨٩/٨ زكريا)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لا لصحة الهبة. (شرح المجلة لسليم رستم بار ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۱/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے ساتھ ناروا سلوک کرنے اور اُبوت کی نفی کرنے والے بیٹے کو وراثت سے محروم کرنا

سوال (۸۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے تین بیٹے ہیں اور تینوں ہی شادی شدہ ہیں، اُن میں سے بڑا لڑکا باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور بوقتِ ضرورت جب اُس لڑکے کو قرض کی نوبت آتی ہے، تو پدری محبت جوش میں آتی ہے، اور باپ اس بیٹے کو بطور قرض رقم دے دیتا ہے، جب باپ اپنی رقم کو طلب کرتا ہے تو اِس وقت یہ لڑکا رقم واپس دینے سے انکار کرتا ہے، اور باپ کو گالی گلوچ کرتا ہے، اور مار پیٹ پر آمادہ ہوجاتا ہے، اور اس بیٹے کو اب باپ سے کلام وسلام کئے ہوئے دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔

ایک مرتبہ اس لڑکے سے باپ نے قرض دی ہوئی رقم کا مطالبہ کیا تو اس لڑکے نے آٹھ یا دس لوگوں کے درمیان یہ بات کہی کہ یہ میرا باپ ہی نہیں ہے، اور باپ کو جھٹلا دیا اور یہ کہہ دیا کہ میرے پاس ان کی کوئی بھی رقم نہیں ہے، تو اس صورت میں باپ اپنی وراثت میں سے اس لڑکے کو کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں حق وراثت سے محروم کردینے کی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں مذکورہ نافرمان بیٹے کو وراثت سے محروم کردینے کی وصیت سے وہ محروم نہ ہوگا؛ البتہ یہ ممکن ہے کہ آپ کل مال اپنی زندگی میں دیگر فرماں برداراولادوں میں برابر تقسیم کرکے اُنہیں قابض ومالک بنادیں اور نافرمان بیٹے کو کچھ نہ دیں، اُس کی شرعاً گنجائش ہے، اِس کی وجہ سے آپ سے آخرت میں کچھ مؤاخذہ نہ ہوگا۔

الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوىٰ / مطلب: واقعة الفتوىٰ ٥٠٥/١ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٧١/٧ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٤/٤ المكتبة الغفارية كوئٹه)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا)

وإن كان له ولدٌ فاسقٌ لا يعطيه، وينبغي أن لا يعطيه أكثر من قوته كي لا يصير معينًا له على المعصية. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٤٦٢/١٤ رقم: ٢١٧٢٥ زكريا)

ولو نحل بعضًا وحرم بعضًا جاز من طريق الحكم ...... وعلى قول المتأخرين ...... لا بأس أن يعطى المتأدبين والمتفقهين دون الفسقة الفجرة. (بدائع الصنائع ١٨٢/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۰/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نافرمان اور گستاخ بیوی اور بیٹے کو جائداد سے محروم کرنا؟

سوال (۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام منصور خاں ہے میری عمر ٦٧ سال ہے میں جلگاؤں مہاراشٹر میں رہتا ہوں میں

نے ۱۹۷۰ میں شب نوری سے نکاح کیا ایک ہفتے کے بعد ہی سے بیوی الگ رہنے لگی ۔ کچھ دنوں کے بعد ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہوگئی پھر جھگڑا کر کے اپنے میکے چلی گئی ۔ میں ان تمام باتوں کو برداشت کرتا رہا۔ بیوی کبھی میرے پاس اور کبھی میکے میں رہتی ۔۱۹۷۳ میں صابر نامی لڑکا پیدا ہوا۔ جھگڑا کرتے کرتے بیوی نے پولیس کاروائی بھی کی ۔

اِن تمام باتوں سے پریشان ہوکر میں نے طلاق دینے کا ارادہ کرلیا؛ لیکن میرے والد نے منع کردیا؛ لہٰذا میں نے دوسرا نکاح ۱۹۷۷ء میں امینہ بی سے کرلیا، دوسری بیوی میرے پاس رہتی تھی اور پہلی بیوی اپنے میکے میں رہتی تھی ، میں اس کا اور بچے کا خرچ برابر دیتا رہا، اس کے پاس آتا جاتا رہا، اس کے ذریعہ ۱۹۸۰ میں پہلی لڑکی اور ۱۹۸۱ میں دوسری لڑکی ہوئی ۔۱۹۸۴ سے ۱۹۹۷ تک میرا لڑکا صابر میرے پاس رہا؛ لیکن اس نے آج تک ایک روپیہ بھی کما کرنہیں دیا، ۱۹۹۵ میں صابر کی شادی میں نے کردی شادی کے بعد میری پہلی بیوی بھی تمام بچوں کے ساتھ میرے پاس رہنے لگی ، اور پھر ماں بیٹے میرے ساتھ بار بار جھگڑے کرتے رہے۔ ایک مرتبہ صابر نے سارے گھر میں مٹی کا تیل ڈال کر میری دوسری بیوی اور اس کے بچوں کو جلانے کا ارادہ کیا ، میں نے جب اِس حرکت کی وجہ معلوم کی ،تو کہنے لگا کہ جیسے میری ماں شب نور میکے میں رہی ۔ اِسی طرح امینہ بی کو بھی میکے میں رہنے کے لئے روانہ کردو، اس دوران صابر کو شراب کی عادت بھی ہوگئی اور دوسری بیوی کے بچوں کو شراب کے نشے میں مارتا تھا، ان تمام چیزوں کو برداشت کرتے ہوئے میں زندگی گزارتا ہی رہا، یہاں تک کہ پہلی بیوی کی دونوں لڑکیاں جوان ہوگئیں ؛ لہٰذا ایک کے بعد ایک میں نے اپنی بیوی کی پسند سے اپنی لڑکیوں کی شادی بھی کردی ۔ روزانہ کے تکرار سے پریشان ہوکر میں نے پہلی بیوی سے کہا کہ میں تجھے تیرے میکے میں یا دوسرے گاؤں میں گھر دلا دیتا ہوں ؛ تا کہ تو اپنے بچوں کے ساتھ وہاں رہے؛ لیکن وہ میرے ساتھ میری عمارت ہی میں رہنے پر بضد رہی ۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے پڑوس کے مکان کو خرید لیا؛ لیکن اس مکان میں رہنے کے بعد بھی مجھ سے بہت جھگڑے کرتی رہی ، اور جھگڑے کر کے پونہ شہر روانہ ہوکر کرائے کے مکان میں رہنے لگی ۔ کرائے کے مکان

کے لئے بطور ڈپازٹ میں نے ہی رقم ادا کی اور خرچ وغیرہ کے لئے رقم بھی روانہ کرتا رہا، ۱۹۹۷ سے ۲۰۱۰ تک میں اپنے لڑکے صابر کی الگ الگ طریقے سے مدد کرتا رہا، اور برسر روزگار بننے کے لئے تعاون کرتا رہا۔ کبھی گاڑیوں کی شکل میں کبھی لکڑی آرا مشین دلا کر؛ لیکن وہ کسی میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ 524184 روپئے خرچ ہو گئے۔ اِس دوران پہلی بیوی مجھ سے جھگڑ اکرتی رہی کبھی پولیس معرفت کبھی مہیلا منڈل (عورتوں کی حقوق کے تحفظ کرنے والی تنظیم) اور کبھی منیہار برادری معرفت اور مجھ پر کیس بھی کیا؛ لیکن مین اِن تمام باتوں کو برداشت کرتا رہا۔

اِس کے بعد ایک مرتبہ اُس نے ذاتی مکان کا مطالبہ کیا اور پونہ شہر میں لینے پر بضد رہی۔ میں نے اس شرط پر مکان دلانے کا وعدہ لیا کہ تمہارا جلگاؤں کی پراپرٹی میں کوئی حق نہیں رہے گا، اس پر انہوں نے رضا مندی کا اظہار کیا؛ لہٰذا اس بیوی اور لڑکے صابر کو اُن کی پسند کا ایک مکان پونہ میں ۲۳ جنوری ۲۰۰۴ کو خرید کر دے دیا، اور انہوں نے ۳ رفروری ۲۰۱۰ میں سرکاری اسٹامپ بھی لکھنے کو دیا کہ کہ اب ہمارا کوئی حق جلگاؤں کی پراپرٹی میں نہیں رہے گا؛ لیکن اس عورت پر رحم کھاتے ہوئے میں نے آج تک اسٹامپ پر بھی کچھ نہیں لکھا، ۲۰۰۴ء میں گھر دلانے کے بعد صابر دو سال تک اپنی ماں بچوں کے ساتھ پونہ رہا؛ لیکن ۲۰۰۶ء میں صابر جلگاؤں آ گیا، اومیرے ہی گھر میں رہنے لگا، میں اس کو بھی برداشت کرتا رہا، اور اس کے تمام اخراجات بھی برداشت کرتا رہا۔ پھر صابر نے ۲۰۰۹ء میں برادری کے کچھ ذمہ دار حضرات کو دھمکی دی کہ اگر تم نے میرا فیصلہ نہیں کیا، تو میں اپنے بال بچوں کے ساتھ خودکشی کر کے تم کو پولیس کے حوالے کردوں گا۔ اور یہ دھمکی دے کر پونہ روانہ ہو گیا، اس کے باوجود بھی میں نے صابر کو پونہ شہر کے ایک علاقے یگڑی میں ایک دوسرا مکان خرید کر دیا، جس میں وہ دونوں رہے۔

دسمبر ۲۰۱۲ پھر رحم کھاتے ہوئے میں نے اپنی پہلی بیوی سے حج پر لے جانے کا ارادہ ظاہر کیا وراس کا تذکرہ کر کے بیوی سے پاسپورٹ بنانے کے لئے اسول کا داخلہ منگوایا۔ تو وہ جلگاؤں آئی اور اپنے بیٹے کی شکایت کرنے لگی کہ کرایہ بیٹا استعمال کر رہا ہے، اور مجھ کو گالیاں دیتا اور مارتا ہے؛

لہٰذا آپ تیسرا مکان پونہ میں دلا دو، میں نے کہا تم حج پر میرے ساتھ چلو اور پونہ چھوڑ کر اپنے میکے میں رہو، میں مکمل خرچ دیتا رہوں گا؛ لیکن وہ اس بات پر بضد رہی کہ آپ حج کی رقم سے مجھے مکان دلا دو؛ لہٰذا میں نے پھر اس شرط پر کہ تمہارا جلگاؤں پراپرٹی میں کوئی حق نہیں رہے گا، اس کا تیسرا مکان خرید کر دینے کا وعدہ کیا، اور اس نے مکمل سرکاری دستاویز پراپرٹی میں کوئی حق نہ رہنے کا ۱۴ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو لکھ کر دیا، اور مکمل کاغذات میرے حوالے کئے، میں اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے ۱۶ر دسمبر کو پونہ گیا، اور ان کے لئے مکان بھی تلاش کرنے لگا؛ لیکن میری پہلی بیوی اور صابر کہنے لگے کہ ہمیں اتنا بڑا مکان دو جتنا تمہارا جلگاؤں میں ہے۔ میں نے کہا جتنا میں نے تم پر خرچ کیا ہے، اس کو کم کر کے جو رقم بچے گی میں اس کا مکان دلا دیتا ہوں، اس پر صابر کہنے لگا کہ اس کا اندازہ لگائیں، تو پھر ہمارے حصے میں کچھ بھی نہیں آئے گا؛ لہٰذا تم خرچ شدہ 524184 ر روپئے بھی چھوڑ دو، اور جو دو مکان پونہ میں دلا دئے ہیں، اُن کو بھی چھوڑ دو، اور الگ سے جلگاؤں کی طرح یہاں بھی عمارت دلا دو یا جلگاؤں میں اتنا بڑا مکان دلا دو۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوا، تو ماں بیٹوں نے میرے نام وکیل معرفت نوٹس روانہ کر دیا، جس میں میرے سارے احسانات کا صاف انکار کر دیا گیا، اور میرے بیوی کے پراپرٹی کے چھوڑنے کے دستاویز کو دھوکہ دھڑی بتایا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان احسانات کے باوجود اب میں اپنی نافرمان بیوی اور بیٹے کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ جب کہ آج تک میرے بیٹے نے ایک روپئے کا مجھے فائدہ نہیں پہنچایا؛ بلکہ دونوں ماں بیٹے میری عزت ہی نیلام کرتے رہے۔ اب میں اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد تقسیم کرنا چاہتا ہوں، تو کیا جلگاؤں کی پراپرٹی میں دوسری بیوی اور اُن کے بچوں کے نام کر سکتا ہوں اور نافرمان اولاد کو اپنی جائداد سے محروم کر سکتا ہوں؟ جب کہ جلگاؤں کی عمارت میں جتنا اُن کا حق تھا، الحمد للہ میں ادا کر چکا ہوں۔ میری پہلی بیوی سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں، جو سب شادی شدہ ہیں۔ لڑکیوں سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے، اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں؛ لہٰذا براہِ کرم شریعت کی روشنی میں مجھے اس کا حل بتا دیں؛ تاکہ آخرت میں مجھ سے

حقوق میں نا انصافی کا مؤاخذہ نہ ہو۔ عمارت کے علاوہ کچھ زمین بھی میرے نام پر ہے، تو کیا نافرمان بیوی اور بیٹے کا حق اس میں آئے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد وغیرہ تقسیم کی جائے تو سب لڑکے لڑکیوں کو برابر برابر دینا چاہئے۔ اب آپ نے طویل سوال میں جو صورت لکھی ہے، اس کی روشنی میں یہ اندازہ لگائیے کہ آپ نے پہلی بیوی اور لڑکے لڑکیوں کو مختلف اوقات میں کتنا کتنا مال دیا ہے؟ اُس کو سامنے رکھ کر مابقیہ جلگاؤں وغیرہ کی جائداد آپ تقسیم کرنا چاہتے ہیں، اس کو سب لڑکے ولڑکیوں میں برابر سرابر تقسیم کردیں، اور پہلی بیوی کے بچوں کو جتنا دے چکے ہیں، اس کو حساب سے الگ کرلیں، تو آپ پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا، نیز نافرمان اور گستاخ بیوی اور لڑکے کو آپ مزید کچھ نہ دیں، تو اس میں بھی شرعاً کچھ حرج نہیں ہے۔

يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوىٰ. (شامي ۵۰۱/۸ زكريا)

لا بأ س بأن يعطى من أولاده من كان عالما متأ دبا ولا يعطى منهم من كان فاسقًا فاجرًا. (مجمع الأنهر ۴۷/۳)

وعند أبي يوسف بينهما سواء هو المختار لورود الآثار. (خلاصة الفتاوىٰ ۴۰۰/۴ المكتبة الأشرفية ديوبند، البحر الرائق ۲۸۸/۷ زكريا)

يعطي الإبنت مثل ما يعطي للإبن وعليه الفتوىٰ. (الفتاوىٰ الهندية ۳۹۱/۴، فتاوىٰ قاضي خان ۳۷۹/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۴/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کے مال پر جبراً قبضہ کرنے والے لڑکے کو میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے تین لڑکے: طاہر، شمعون، امتیاز اور دولڑکیاں ہیں، ابھی حال ہی میں میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، امتیاز کی شادی ہوچکی ہے، وہ مجھے بے حد پریشان کرتا ہے، بچیوں کی بھی مار پیٹ کرتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، میں بے حد پریشان ہوں اور میری حیات میں میری دوکان اور مکان پر قرضہ لے لیا ہے۔ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جب تک میں حیات ہوں، میری دوکان مکان سب میرا ہے اس میں میرے لڑکے امتیاز کا کوئی حق شرعاً ہے یا نہیں؟ اور اس نے جو قرض لیا ہے شرعاً کیسا ہے؟ میرے مکان کے ایک کمرہ میں تالا بھی لگا لیا ہے، تو یہ حرکتیں کرنا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ میرے بقیہ دولڑکے اور دولڑکیاں ابھی کنوارے ہیں، ماں کے انتقال پر وہ سب غمزدہ ہیں، اور یہ لڑکا امتیاز اس طرح کی حرکتیں کرتا ہے تو کیا میں اپنے دولڑکوں اور دولڑکیوں کو تمام جائیداد دے دوں اور اس نافرمان لڑکے کو محروم کردوں، شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی میں آپ کے مال پر آپ کی اولاد کا کوئی جبری حق نہیں ہے، مذکورہ لڑکے کا آپ کی جائیداد پر قبضہ کرکے آپ کو بے دخل کرنا اس پر تالا لگانا، یا اس پر قرض لینا کچھ بھی جائز نہیں ہے، اور ان حرکتوں کی بنا پر وہ سخت گنہگار ہے، اس قرض کے بھی آپ شرعاً ذمہ دار نہیں ہیں، وہ خود اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے؛ تاہم اس لڑکے کے متعلق نافرمانی کی بنا پر آپ کا اسے محروم کردینے کی وصیت کرنا تو شرعاً معتبر نہ ہوگا، ہاں یہ ممکن ہے کہ زندگی ہی میں اس نافرمان لڑکے کے علاوہ دوسری اولاد کو برابر برابر دے کر انہیں قابض ودخیل بنادیا جائے، اور نافرمان لڑکے کو بالکل محروم کردیں۔

ولو كان ولده فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير، ويحرمه عن الميراث هٰذا خير من تركه. (الفتاوى الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس ٣٩١/٤ زكريا)

وتصح بإيجاب وقبول، وتتم بالقبض الكامل. (ملتقى الأبحر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كوئٹه)

وتتم بالقبض الكامل ...... لقوله عليه السلام: ولا تجوز الهبة إلا مقبوضة.

(مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٩١/٣ كوئٹہ، كذا في الهداية / كتاب الهبة ٢٨١/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ اور بھائی بہنوں کی حق تلفی کرنے والے کو میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محبوب الٰہی ایک قطعہ دوکان کے مالک تھے، ۱۹۸۲ء میں محبوب الٰہی کا انتقال ہوگیا، پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار لڑکے اور ایک لڑکی ہیں، اُن کے انتقال پر ابن احسان الٰہی بسلسلہ روزگار شہر سے باہر تھا، اُس سے چھوٹے لڑکے کی عمر ۳؍سال تھی، اور لڑکی کی عمر ۷؍سال تھی، جب کہ سب سے بڑا لڑکا مہر الٰہی عیال دار اور برسر روزگار تھا؛ لیکن کبھی اُس نے والد کی تیمارداری نہیں کی، دورانِ علالت کبھی معالج کے پاس بھی لے کر نہیں گیا، یہ کام محبوب الٰہی کی زوجہ کرتی تھیں، اور اُن کے انتقال کے بعد مہر الٰہی نے اپنی والدہ یا بہن بھائیوں کا کوئی خیال نہیں رکھا، اُن کے کسی برے وقت میں اُن کا کوئی ساتھ نہیں دیا؛ بلکہ کچھ ذہنی اذیتیں پہنچائیں، یہاں تک کہ محبوب الٰہی کی لڑکی جوان ہوگئی اور ۴؍سال قبل اُس کی شادی کردی گئی، اور شادی کے جملہ اخراجات مرحوم کے لڑکے احسان الٰہی نے برداشت کئے، اِس سلسلہ میں اُن کو کچھ قرض بھی لینا پڑا، اِس شادی پر بھی مہر الٰہی نے کسی طرح کا مالی یا جسمانی تعاون نہیں کیا۔ سب سے چھوٹا لڑکا ذیشان الٰہی ابھی زیر تعلیم ہے، جس کے تمام اخراجات وگھر کی کفالت احسان الٰہی کے ذمہ ہے، مختصراً یہ کہ محبوب الٰہی کی چھوڑی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنے والے مہر الٰہی کو کچھ نہ دیں، تو کیا از روئے شرع یہ جائز ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محبوب الٰہی کے بڑے لڑکے مہر الٰہی نے اگرچہ اپنے والد اور بھائی بہنوں کا حق ادا نہ کرکے اَچھا نہیں کیا؛ تاہم وہ اِس بنا پر والد کی وراثت کے حق سے

محروم نہ ہوگا، اور حسبِ حصصِ شرعیہ اُسے والد کے ترکہ میں سے اپنا حصہ لینے کا حق ہوگا، کسی دوسرے وارث کو اُس کا حق تلف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط. (تکملة رد المحتار، کتاب الدعویٰ / مطلب: واقعة الفتویٰ ۱/۵۰۵ کراچی، وکذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۷/۴۷۱ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴/۴۹۴ المكتبة الغفارية کوئٹہ)

وهٰذا العلم مختص بحال الممات وغيره بالحياة، أو باعتبار أسباب الملک؛ فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول الميراث، والثاني غيره من أسباب الملک. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۷/۴۷۱ دار الكتب العلمية بيروت)

والثالث إما اختياري وهو الوصية، أو اضطراري وهو الميراث. (مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴/۴۹۴ المكتبة الغفارية کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۸/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدین سے علیحدہ ہوجانے کی وجہ سے لڑکے کو میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وبکر دو بھائی ہیں، بکر اپنے والدین سے علیحدہ ہوگیا اور کسی بھی حرج ومرض بہرحال کسی بھی حالت میں کسی طرح شریک نہیں ہوا، یہاں تک کہ اُن کی وفات میں کفن ودیگر اِخراجات میں شریک نہیں ہوا۔ اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ والد کی کچھ جائیداد ہے، اُس میں کا حصہ زید اُن کو دینا نہیں چاہتا، از راہِ کرم ارشاد فرمائیں کہ کیا حصہ نہ دینا ٹھیک ہے یا دینا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت نے جو حصہ جس وارث کا مقرر کردیا ہے، وہ

اُس کوضرور دیا جائے گا؛ لہٰذا بکر کو اپنے والدین سے علیحدہ ہوجانے کی وجہ سے والدین کے انتقال کے بعد اُن کی وراثت سے محروم کرنے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے، اِس لئے بکر کو اپنے والد کی وراثت شریعت کے مطابق ملے گی، اور اُس نے والدین کے ساتھ اگر حق تلفیاں کی ہوں تو اُس کی سزا آخرت میں بھگتے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶۳/۵)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلني وصله اللّٰه، ومن قطعني قطعه اللّٰه. (مشكاة المصابيح، كتاب الأدب / باب البر والصلة ٤١٩/٢)

"الرحم" قال السيوطي: أي الرحم الأقارب كيف كانوا. قوله: "ومن قطعني" والقطع عبارة عن الغضب عليه والإعراض عنه. (مرقاة المفاتيح / باب البر والصلة ١٤١/٩-١٤٢ رقم: ٤٩٢١ دار الكتب العلمية بيروت)

ثم يقسم الباقي بعد ذٰلك بين ورثته (الدر المختار) وقال ابن عابدين: هو ما كان ثابتًا بالبينة مطلقًا أو بإقرارٍ، ثم تقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذٰلك بين ورثته. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ٧٦١/٦ كراچی)

أسباب الملك فإنها جبرية أو اختيارية، فالأول: الميراث، والثاني: غيره من أسباب الملك. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٧١/٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَمانت کی رقم نہ دینے کی وجہ سے میراث سے محروم کرنا؟

سوال (۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زبیدہ نے زینب کو بطور اَمانت کچھ رقم دی، زبیدہ نے باہرہ کو اپنی رقم لینے کے لئے زینب کے پاس بھیجا، بغیر زینب سے کہے ہوئے باہرہ نے آکر زینب سے کہا کہ زبیدہ اپنی رقم اَمانت منگا رہی

ہے، زینب نے باہرہ سے کہا کہ زبیدہ کو میرے پاس لے آ ؤ، میں نے رقم اُنہیں سے لی ہے، اُنہیں کو دوں گی، یا زبیدہ مجھ سے آ کر کہہ دے کہ میری رقم باہرہ کو دے دو تب میں رقم دے دوں گی، زبیدہ نہ تو خود رقم لینے کو آئی اور نہ آ کر حکم دیا، تو کیا زبیدہ کا اُس نہ دینے سے زینب پر ناراض ہونے کا حق ہے صحیح ہے یا غلط؟ کیا زینب پر لازم تھا کہ رقم لے کر خود حاضر ہوتی جب کہ زبیدہ اور زینب کی کسی وجہ سے نا اتفاقی ہے، اور اگر زینب زبیدہ سے کوئی حق وراثت رکھتی ہو، تو زبیدہ کو اِس رقم نہ دینے پر ناراض ہو کر وراثت سے محروم کرنے کا حق ہے، کیا محروم کرنے سے محروم ہو جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب باہرہ نے زینب سے جا کر کہا تھا کہ زبیدہ اپنی اَمانت منگا رہی ہے، تو زینب کو اَمانت کی رقم اُسے حوالہ کر دینی چاہئے تھی، اُس رقم کے نہ دینے پر زبیدہ کا زینب سے ناراض ہونا حق بجانب ہے؛ لیکن اگر وہ زبیدہ کی وارث ہے تو محض اِس بنیاد پر اُس کا حق وراثت ختم نہ ہوگا، اگر زبیدہ اسے محروم کرنے کا اعلان بھی کر دے پھر بھی وہ زبیدہ کی وفات کے بعد اُس کی وراثت ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۳٦۴)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لتؤدن الحقوق إلى أهلها يوم القيامة حتى يقاد الشاة الجلجاء من الشاة القرناء.

(مشكاة المصابيح، باب الظلم / الفصل الأول ٢/٤٣٥)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۳/۱۴۱٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی بہو کا مہر دے کر بیٹے کو جائیداد میں سے حصہ نہ دینا؟

سوال (۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ انوری بیگم اپنی ملکیت حیات میں ساڑھے ستاون گز زمین اس طرح کہ دو لڑکے اور ایک لڑکی پر تقسیم کرنا چاہتی ہے، اس میں سے ایک تہائی حصہ بڑے بیٹے کی بہو کے نام دین مہر میں دے دیا ہے، باقی آراضی کیسے تقسیم ہوگی، بیٹوں کو کتنی اور بیٹی کو کتنی ملے گی؟ انوری بیگم نے اپنی بڑی بہو خیر النساء کو ایک تہائی حصہ دین مہر میں دے دیا وہ خیر النساء کا بحیثیت مالکہ تصور ہوگا یا وراثت میں شامل ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب انوری بیگم اپنی مذکورہ زمین اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہتی ہے، تو اسے اولاد کے درمیان تقسیم میں برابری کرنی چاہئے؛ لہٰذا جو ایک تہائی بڑی بہو کو مہر میں دے چکی ہے، وہ بڑے لڑکے کے حصہ میں شمار کرکے بقیہ ایک ایک تہائی دوسرے لڑکے اور لڑکی کو دے دینی چاہئے؛ کیوں کہ بڑی بہو کا جو مہر ہے وہ اس کے شوہر پر واجب ہے اور جب انوری نے لڑکے کے اوپر جو حق مہر واجب ہے، اس کو اپنی ملکیت سے ادا کردیا، تو گویا کہ اس نے وہ حصہ اپنے لڑکے کو دے کر مہر کی ذمہ داری سے اسے بری کردیا۔

وإن قصده سوى بينهم يعطي البنت كالإبن عند الثاني وعليه الفتوىٰ، قال الشامي: إن التنصيف بين الذكر والأنثى أفضل من التثليث. (شامي / كتاب الهبة ۸/۵۰۱-۵۰۰ زكريا، الفتاوى الهندية، الهبة / الباب السادس ۳۹۱/٤ زكريا، البحر الرائق/ كتاب الهبة ٤۹۰/۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس بھائی کے صرف لڑکیاں ہوں اُس کو میراث سے محروم کرنا

سوال (۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دو سگے بھائی ہوں ایک کے صرف لڑکیاں ہوں اور دوسرے کے لڑکے بھی ہوں، تو کیا جس بھائی کی صرف لڑکی ہیں اُس کا کوئی حق نہیں، سارا حق اُسی کا ہے جس کے لڑکے ہوں، اور وہ سب کچھ اپنے نام کروالے، ایسا کرنے والا شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دونوں سگے بھائی اپنے والد کے ترکہ میں برابر کے حصہ دار ہوتے ہیں یہ کہنا کہ جس بھائی کے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں وہ والد کے حصہ سے محروم رہے اور جس کے یہاں لڑکے ہوں وہ ساری جائیداد کا حق دار ہے، یہ بات سراسر ظلم ہے اور اِس ظلم کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷؍۱؍۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زندگی میں جائیداد کی تقسیم میں اولاد میں سے کسی کو زیادہ اور کسی کو محروم کرنا؟

سوال (۸۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی باپ اپنی تندرستی کی حالت میں اپنی جائیداد کسی بیٹے کو کم کسی بیٹے کو زیادہ یا کسی کو بالکل محروم کرسکتا ہے یا نہیں؟ یا بعض جائیداد کو اپنے لڑکے کے علاوہ کسی غیر کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے یہاں اس سلسلہ میں علماء کے درمیان تنازع چل رہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص تندرستی کی حالت میں اپنی جائیداد بلا کسی وجہ کے لڑکے لڑکیوں میں کمی بیشی کے ساتھ تقسیم کر کے ہر ایک کو اپنے حصہ کا مالک بنا دے تو اگر چہ یہ تقسیم درست ہو جائے گی؛ لیکن اس طرح کی تفریق کی وجہ سے دل آزاری کی بنا پر وہ گنہگار ہوگا، ہاں اگر کسی خاص سبب کی وجہ سے مثلاً کسی اولاد کی زیادہ فرماں برداری وخدمت کی وجہ سے اس کے ساتھ زیادتی کا معاملہ کرے تو شرعاً یہ جائز ہے، اور رہ گئی کسی وارث کو محروم کرنے کی بات، تو اس کی دو شکلیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر زندگی میں دوسروں کو دے کر اسے بلا وجہ محروم کر رہا ہے، تو گنہگار ہے اور اگر اس کی بدمعاملگی کی وجہ سے محروم کر رہا ہے تو گنجائش ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ زندگی میں محروم نہ کرے؛ بلکہ یہ وصیت کر دے کہ میرے بعد اس کو میرے ترکہ سے کچھ نہ دیا جائے، جسے عرف میں عاق کرنا کہتے ہیں، تو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور مورث کے انتقال کے بعد وہ بہر حال حسب حصص شرعیہ اپنے حصہ کا مستحق ہوگا۔ اور کسی شخص کا ہوش وحواس وتندرستی کے عالم میں اپنی اولاد کے علاوہ کسی اور کے نام جائیداد کرنا جب کہ اولاد اس مال کی محتاج ہو، شرعاً مناسب نہیں ہے۔ احادیث شریفہ میں اس طرح اولاد کو محروم کر دینے پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: من قطع میراث وارثه، قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الثالث ٢٦٦، وکذا في سنن ابن ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفکر بیروت)

إن الوالد إن وهب لأحد ابنائه هبة أکثر من غیره اتفاقاً أو بسبب علمه أو عمله أو بره بالوالدین من غیر أن یقصد بذٰلک إضرار الاٰخرین ولا الجور علیهم کان جائزاً علی قول الجمهور. أما إذا قصد الوالد الإضرار، أو تفضیل

أحـد الأبـنـاء عـلـى غيـره بـقصد التفضيل من غير داعية مجوزة لذٰلک؛ فإنه لا يبيحه أحد. (تكملة فتح الملهم ۷۱/۲ مكتبة دارالعلوم كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

باپ کا اپنی جائیداد کی رجسٹری میں کسی خاص وارث کا نام چھوڑ دینا؟

سـوال (۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب حاجی محمد نذیر صاحب مرحوم کے چار لڑکے: اظہار الحق، اسرار الحق، انوار الحق، محمد مبین اور تین لڑکیاں: اشرف النساء، شریف النساء، تہذیب النساء ہیں، اظہار الحق باپ سے جدا ہوکر علیحدہ رہنے لگے، اس کے بعد باپ نے زمین اور دوکان خریدی، اور زمین ودوکان کی رجسٹری میں اسرار الحق، انوار الحق، محمد مبین کا نام لکھا ہے، اِس زمین اور دوکان میں کن کن لوگوں کا حق ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الـجـواب وبالله التوفيق: اگر حاجی صاحب مرتے وقت تک زمین دوکان پر خود قابض رہے اور اسرار الحق وغیرہ کو قبضہ اور تصرف کا حق نہیں دیا، تو اِس جائیداد میں اُن کے سبھی ورثہ حصہ دار ہوں گے، خواہ اُن کا نام رجسٹری میں ہو یا نہ ہو، اور اگر رجسٹری کنندہ لڑکوں کے قبضہ اور تصرف میں وہ جائیداد شروع سے رہی ہے، تو پھر وہی اُس کے مالک ہیں، دیگر ورثہ کا اُس میں حق نہیں ہے۔

تـنـعقد الهبة بالإيجاب والقبول: وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرعات لا تتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٤٦١/٢ رقم المادة ۸۳۷ كوئٹه)

يـملک الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملک، لا لصحة الهبة. (شرح المجلة لسليم رستم بار ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١ كوئٹه)

ولـكـل واحد أن يتصرف في حصته كيف شاء. (شرح المجلة، كتاب الشركة /

الفصل الثامن ٦٤٣/١ رقم المادة: ١١٦٢ كوئٹه)

والقبض لا بد منه لثبوت الملک. (الهداية ٢٦٧/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۲/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مشترکہ جائیداد کسی ایک فرد کے نام کردینے سے دیگر ورثہ کا حق ساقط ہوجائے گا؟

سوال (۹۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب مرحوم حاجی عزیز الدین صاحب کے تین صاحبزادے ہیں، جن کے نام بالترتیب حاجی معز الدین، معین الدین، اور احتشام الدین ہیں، والد صاحب مرحوم سندیلہ کے مشہور معروف اور کامیاب کاروباری تھے، جو اپنے دو بھانجے زاہد علی مرحوم وراشد علی مرحوم کے ساتھ کاروبار کیا کرتے تھے، کاروباری ترقی کے ساتھ زمین کی وسعت سندیلہ موضع شیونگرہ وموضع مشوں اور کٹرا ہار تک پہنچ گئی، والد صاحب اور لوگوں کا بھٹہ اینٹ لگانے کا ارادہ ہوا، اس کے لئے زمین خریدی گئی، مگر لگوانے کے لائسنس کے متعلق یہ بنیادی شرط تھی کہ زمین اس کے نام رجسٹرڈ ہو، جو لائسنس ہولڈر ہو اس بنیاد پر یہ زمین والد صاحب نے بڑے بھائی معز الدین صاحب کے نام کرادی، والد صاحب نے بھٹہ اینٹ شروع کرنے کے لئے ایسا کیا تھا کہ یہ زمین مکمل طور پر بڑے بھائی کو نہیں دی تھی، مگر کھیتی وغیرہ ہوتی رہی، اس درمیان ہم دونوں چھوٹے بھائی معین الدین واحتشام الدین علی گڑھ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے، والد صاحب نے جو بھی زمینیں خریدیں اس کا نصف حصہ اپنے بھانجوں کے نام اور نصف حصہ اپنے نام کرایا، ۱۹۸۲ء میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا، والد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں نہ کوئی باہمی بٹوارہ ہم سبھی بھائیوں کے نام کیا اور نہ زبانی وصیت یا کسی تحریری وصیت بھی نہیں کی۔

اس درمیان میں کاروباری اور گھریلو بٹوارہ ہم تینوں بھائیوں کا ہوگیا، مگر معاملہ مذکورہ

زمین کا ہے، جس کے بارے میں بڑے بھائی صاحب کہتے ہیں کہ زمین کی رجسٹری میرے نام ہے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس مذکورہ زمین میں آپ دونوں بھائیوں یا اور کسی کا حصہ نہیں ہوتا ہے، اب ہمیں اس زمین کے متعلق شرعی فتوی چاہئے کہ مذکورہ زمین جوکہ مشترکہ پیسے سے خریدی گئی ہے، اور مشترکہ استعمال میں رہی، ہم دونوں بھائیوں معین الدین اور احتشام الدین کا شرعی نقطہ نظر سے کیا حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق جو زمین مشترکہ سرمایہ سے خریدی گئی، اور مشترکہ استعمال میں رہی ہو، اس میں سبھی وارثین کا حصہ ہے، کسی مصلحت سے محض نام کردینے سے زمین پر مالکانہ حقوق حاصل نہیں ہوجاتے، بلکہ ملکیت کے لئے تصرف واستعمال کا تنہا اختیار ضروری ہوتا ہے، اور وہ یہاں نہیں پایا گیا، اس لئے سوال میں مذکورہ زمین میں والد صاحب کے سبھی وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ حقدار ہوں گے، اور صرف بڑے بھائی کو پوری زمین اپنے قبضہ میں لینے کا حق نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۵۱۳)

عن سعيد بن زيد رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين.

(صحيح البخاري، بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٢/٤٥٤، وكذا في مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاث؛ بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء. (الفتاوى الهندية / كتاب الفرائض ٦/٤٤٧ زكريا)

وشرط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاع مميزًا غير مشغولٍ. (الدر المختار / كتاب الهبة ٨/٤٨٩) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

اَولاد اور بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے جائیداد کسی دوسرے کو ہبہ کرنا؟

سوال (۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں روڈویز میں ملازم تھا، نوکری چھوٹنے کے بعد مجھے وہاں سے فنڈ کی رقم ملی، میں نے بیوی کو دے دیا، اُس نے اِس رقم سے مکان خرید لیا، اُس بیوی سے چار بچے ہیں، دو بچے میری بیوی ساتھ لائی تھی، اب اُن سب نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے، نافرمان ہیں، اب اُن کی سرکشی کی وجہ سے میں اپنی جائیداد جو میری والدہ کے ترکہ سے ملی ہے، اپنے بیوی اور بچوں کو نہ دے کر اپنے بھائی اور بھتیجوں کو دینا چاہتا ہوں، تو کیا مجھے یہ حق ہے کہ میں اپنی جائیداد اپنے بھائی وغیرہ کو دے دوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اولاد اور بیوی کی نالائقی اور زیادتی کی بنا پر آپ اپنی جائیداد اپنی زندگی میں کسی اور کو ہبہ کردیں، اور اُس کو قبضہ دے دیں، تو ایسا کرنا درست ہوگا، اور مرنے کے بعد اُس جائیداد میں بیوی اور اولاد کا حصہ نہ ہوگا؛ لیکن اگر زندگی میں کسی دوسرے کو قابض ومالک نہیں بنایا تو وفات کے بعد سب وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها زوج النبي صلی اللّٰه علیه وسلم أنها قالت: إن أبا بكر الصديق نحلها جداد عشرين وسقًا من ماله بالغابة، فلمّا حضرته الوفاة قال: واللّٰه يا بنيّة! ما من أحد من الناس أحبّ إليّ غني منک، ولا أعز الناس عليّ فقرا من بعدي منک، وإني كنت نحلتک جداد عشرين وسقًا فلو كنت جددتيه، واحرزتيه كان لک، وإنما هو اليوم مال وارث، وإنما هو أخوک، وأختاک، فاقتسموه على كتاب اللّٰه تعالیٰ، فقالت عائشة: واللّٰه يا أبت لو كان كذا وكذا لتركته؛ إنما هي اسماء فمن الأخرىٰ قال: ذو بطن بنت خارجة أراها جارية. (شرح معاني الآثار، الهبة والصدقة / باب الرجل ينحل بعض بنيه دون بعض ۲/۲۴۵ رقم: ۵۷۱۶، الموطأ لإمام مالك، الأقضية / باب ما لا يجوز من النحل ۴۷۴)

قال العيني: إن عمل الخليفتين: أبي بكر وعمر رضي الله عنهما بعد النبي صلى الله عليه وسلم على عدم التسوية قرينة ظاهرة في أن الأمر للندب.

(عمدة القاري / باب الأشهاد في الهبة ١٤٧/١٣ بيروت)

ولو كان ولده فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هٰذا خير منه تركه. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس ٣٩١/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۹/۵ھ

بیوی بچوں کو حصہ نہ دے کر ساری زمین کو بلاضرورت فروخت کرنا

سوال (۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رئیس الدین نامی ایک شخص ہے، اس کے بیوی بچے ہیں، کچھ بچے بڑے ہیں کچھ چھوٹے ہیں، رئیس الدین اپنی زمین چالیس پچاس بیگھہ بیچ چکا ہے، اور اَب بھی جو بھی ہے اسے بیچنے کی فکر میں ہے، جب کہ بہت سے بچے چھوٹے ہیں، اور کچھ بچے شادی کے لائق ہیں، بڑے بچے اپنے باپ کے خرچ واخراجات کا بھی خیال رکھتے ہیں، پھر بھی وہ جائز ناجائز مال خرچ کرتے رہتے ہیں، تو کیا شرعاً اُن کے لئے ایسا کرنا درست ہے؟ یا اپنے اہل وعیال کے لئے بھی بچا کر رکھنا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی شخص کے لئے اپنے مال کو بلاضرورت فضول خرچیوں میں اُڑانا درست نہیں ہے، اور آدمی کو اپنے بچوں کے مستقبل کی بھی فکر کرنی چاہئے، اور اُن کے لئے ایسا انتظام کر کے جانا چاہئے کہ وہ دوسروں کے لئے بوجھ بن کر زندگی نہ گذاریں؛ اس لئے مسئولہ صورت میں رئیس الدین کو چاہئے کہ وہ اپنی جائیدادیں بے ضرورت نہ فروخت کریں؛ البتہ اگر وہ ضرورت کی وجہ سے فروخت کرتے ہیں، تو اُس کا انہیں حق ہے، اولاد کو اُس میں رخنہ ڈالنے کی اِجازت نہیں ہے۔

عـن أنـس بن مالک رضي اللّٰه عنه أنه قال: أتی رجل من بنی تمیم – وفیه – کیف أنـفـق وکیف أصـنع؟ – إلیٰ قوله – فقال: یا رسول اللّٰه! أقلل لي، قال: فآت ذا القربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرًا. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ١٣٦/٣)

عـن عـامـر بن سعد بن أبي وقاص عن أبیه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الفتح مـرضًا اشفیتُ منه علی الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یعودني، فقلت یا رسول اللّٰه! إن لي مالاً کثیرًا ولیس یرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي کله، قال لا: قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث کثیـرٌ، إنک أن تذر ورثتک أغنیاء خیر من أن تذرهم عالّة یتکففون الناس الخ.

(سنن الترمذي، أبواب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة بالثلث ٣٢/٢، صحیح البخاري ٨٠٦/٢)

الـمـالک هـو الـمتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک.

(التفسیر البیضاوي ٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۷/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوتے کا حق بغیر اجازت تایا کو استعمال کرنا

سوال (۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دادا صاحب کے انتقال کے بعد زمین تایا محمد انیس صاحب کے قبضہ میں رہی اور اُس کی پیداوار بھی استعمال کرتے رہے، اَب دس سال سے تایا صاحب نے وہ زمین میرے سپرد کردی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو پیداوار تایا صاحب استعمال کر چکے ہیں، کیا اُن کے لئے وہ مباح ہے یا وہ پوتے کا حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پوتے کے حق کو اُس کی اِجازت کے بغیر تایا کا استعمال

کرنا جائز نہیں تھا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلاَ تَأْكُلُوْآ اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ١١٨/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیوی کی اَولاد کو میراث سے بے دخل کرنا

سوال (۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی دو بیوی ہیں، زید کا انتقال ہوگیا، اور دوسری بیوی حیات ہے، پہلی بیوی سے دو لڑکے دو لڑکیاں اور دوسری بیوی سے صرف دو لڑکیاں ہیں، زید نے اپنی زندگی میں پہلی بیوی کی اَولاد کو قانونی طور سے ناحق کردیا ہے اور کوئی کاروبار کا ذریعہ بھی نہیں، ماں کا خرچ وغیرہ اُن کی بیٹی داماد اُٹھاتے ہیں، زید نے اپنی زندگی میں ۲۵۰ رگز کے دو پلاٹ لئے تھے اور ایک ۳۲ رگز کا پلاٹ ہے، یہ کل جائیداد ہے۔ اور اُس کو قرض اُدھار لے کر کرا تھا، اُس کا قرض وغیرہ بیٹی نے ادا کیا؛ لیکن پہلی بیوی کی اَولاد باوجود قانونی طور سے ناحق کرنے کے اپنا حصہ مانگتی ہے؛ لیکن شرع کے لحاظ سے جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنی اَولاد کو قانوناً حق قرار دینے سے وہ اَولاد شرعاً ناحق نہیں ہوتی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کی موجودہ بیوی اور دونوں بیویوں کی اَولاد سب اُس کے متروکہ مال میں حق دار ہوں گی؛ البتہ مال کی تقسیم سے قبل جس بیٹی نے باپ کا قرض اَدا کیا ہے اَولاً

اُسے ادا کرنا ضروری ہوگا، اُس کے بعد مال کی تقسیم ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۳۶۴)

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء، جزء آیت: ۱۱]

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قوله: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ﴾ أي يفرض عليكم قال تعالیٰ: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ﴾ أي هٰذه الأحكام التي قد بينها لكم لتعرفوها وتعملوا بها، قوله: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ في قسمة المواريث فيقربها ويعمل بها كما أمره اللّٰه تعالیٰ ﴿يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ يريد في قسمة المواريث فلم يقسمها ولم يعمل بها ﴿وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ﴾ أي يخالف أمره ﴿يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا﴾ الخ. (الجامع لأحكام القرآن الكريم للقرطبي / الجزء الخاص ٦٦/٣-٧٢ دار الفكر بيروت)

أو اضطراري: وهو الميراث. (مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٤/٤ كوئٹه)

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٦٠/٦ كراچی، ٤٩٥/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سسرال میں رہنے والے بھائی کو رہائش گاہ میں حصہ نہ دینا

سوال (۹٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ایک بھائی سسرال میں رہتے ہیں، والدین کی خبر گیری نہیں کرتے، اور باقی سب والدین کی دوائی کھانا پینا وغیرہ ہر طرح کی خدمت اپنے پیسے سے کرتے ہیں، تو اُن باقی بھائیوں کا کہنا ہے کہ اس بھائی کو جو سسرال میں رہتے ہیں، کھیت کا تو حصہ ملے گا؛ لیکن رہائش گاہ کا حصہ نہیں ملے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زندگی میں والدین اپنے مال کے خود مالک ہیں، اُس میں کسی اَولاد کا کوئی حصہ نہیں؛ البتہ والدین کی وفات کے بعد اُن کے سب متروکہ مال میں انتقال کے وقت موجود سبھی وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہوں گے، اور اگر کسی وارث نے والدین کی خبر گیری نہ کی ہو تو پھر بھی اُسے وراثت میں سے حصہ ملے گا، خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے جائیداد یا مکان کے کسی حصہ میں سے اسے محروم نہ کیا جائے گا؛ لہٰذا بعض بھائیوں کا یہ کہنا کہ جو بھائی سسرال میں رہتا ہے، اس کو صرف کھیت میں سے حصہ دیا جائے، رہائش گاہ میں سے نہ دیا جائے، یہ کہنا غلط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۴۸۶ ڈابھیل)

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء من الملک.

(التفسير البيضاوي ۷/۱)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ كراچی، ۴۹۳/۱۰ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۶۵/۹ زكريا، تبيين الحقائق ۴۷۱/۷ زكريا)

الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوىٰ / مطلب: واقعة الفتوىٰ ۵۰۵/۱ كراچی، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۷۱/۷ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۴/۴ المكتبة الغفارية كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَصحاب الفرائض اور تقسیم ترکہ کے اُصول

اَصحابُ الفرائض اور اُن کی حالتیں

سوال (۹۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَصحابُ الفرائض کسے کہتے ہیں؟ اَصحابِ فرائض کون کون ہیں؟ اور اُن کے حالات کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''فرائض'' فریضۃ کی جمع ہے اور فریضہ کے معنی مقررہ حصہ کے آتے ہیں۔ اور اَصحابُ الفرائض سے مراد میت کے وہ وارثین ہیں جن کے حصے (مثلاً: نصف، ربع، ثمن، ثلث، ثلثان، سدس) شریعت میں مقرر کردئے گئے ہیں، جو قرض وغیرہ کی ادائیگی کے بعد ترکہ میں سب سے پہلے وراثت کے مستحق بنتے ہیں اور ایسے وارثین کل بارہ ہیں، جن میں سے چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں، مرد وارثین درج ذیل ہیں:

(۱) باپ (۲) جد صحیح (۳) اخیافی (ماں شریک) بھائی (۴) شوہر۔

اور مؤنث وارثین درج ذیل ہیں: (۱) بیوی (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) حقیقی بہن (۵) علاتی بہن (۶) اخیافی بہن (۷) ماں (۸) جدہ صحیحہ۔

والفرائض جمع فريضة: وهي ما قدر من السهام في الميراث. (السراجي في الميراث ص: ٥)

الفروض المقدرة في كتاب اللّٰه تعالىٰ ستة، النصف، والربع، والثمن، والثلثان، والثلث، والسدس على التضعيف والتنصيف، وأصحاب هذه السهام

إثنا عشر نفرًا. أربعة من الرجال: وهم الأب، والجد الصحيح (وهو أب الأب وإن علا) والأخ لأم، والزوج. وثمان من النساء وهن: الزوجة، والبنت، وبنت الإبن وإن سفلت والأخت لأب وأم، والأخت لأب، والأخت لأم، والأم، والجدة الصحيحة. (السراجي في الميراث ص: ۹)

اوراَصحاب الفرائض کی حالتیں اختصار کے ساتھ ذیل میں درج ہیں:

(۱) باپ کے اَحوال:- باپ کی تین حالتیں ہیں:

الف:- فرضِ مطلق: یعنی باپ کے ساتھ میت کی کوئی مذکر اولاد (لڑکا، پوتا، پڑپوتا الخ) ہو، تو باپ کو کل مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلِاَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ب:- فرض مع التعصیب: اگر باپ کے ساتھ میت کی صرف مؤنث اولاد ہو تو ایسی صورت میں باپ کو چھٹا حصہ بھی ملے گا، اور مؤنث اولاد کو دینے کے بعد بطور عصبہ مابقیہ حصہ بھی ملے گا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ألحقوا الفرائض بأهلها، فما بقي فهو لأولیٰ رجلٍ ذكرٍ. (صحیح البخاري، كتاب الفرائض / باب میراث الولد من أبیه وأمه ۹۹۷/۲ رقم: ٦٧٣٢ دار الفكر بیروت، صحیح مسلم، كتاب الفرائض / باب ألحقوا الفرائض بأهلها الخ ۳٤/۲ رقم: ١٦١٥ بیت الأفكار الدولیة)

ج:- تعصیبِ محض: اگر میت کی کوئی مذکر یا مؤنث اولاد نیچے تک نہ ہو، تو ایسی صورت میں باپ بطور عصبہ کل مال کا مستحق ہوتا ہے، اور عصبہ محض کہلاتا ہے۔

وذٰلک لقوله تعالیٰ: ﴿فَاِنۡ لَمۡ يَكُنۡ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] إذ یفهم منه أن الباقي للأب فیكون عصبةً. (الشریفیة علی السراجي ٥٧ مكتبة الباز مكة المكرمة)

(۲) جدِ صحیح (دادا) کے اَحوال:- دادا کی چار حالتیں ہیں:

الف:- سقوط: اگر میت کا باپ موجود ہو، تو دادا محروم ہوتا ہے۔

ویسقط الجد بالأب؛ لأن الأب أصل في قرابة الجد إلی المیت. (السراجي في المیراث ص: ۱۰)

ب:- فرضِ مطلق: یعنی میت کا باپ موجود نہ ہو، اور دادا کے ساتھ میت کی کوئی مذکر اولاد (لڑکا، پوتا، پڑپوتا الخ) ہو، تو دادا کو کل مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- فرض مع التعصیب: اگر دادا کے ساتھ میت کی صرف مؤنث اولاد ہو تو ایسی صورت میں دادا کو چھٹا حصہ بھی ملے گا، اور مؤنث اولاد کو دینے کے بعد بطور عصبہ ما بقیہ حصہ بھی ملے گا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ألحقوا الفرائض بأهلها، فما بقي فهو لأولیٰ رجلٍ ذکرٍ. (صحیح البخاري، کتاب الفرائض / باب میراث الولد من أبیه وأمه ۹۹۷/۲ رقم: ٦۷۳۲ دار الفکر بیروت، صحیح مسلم، کتاب الفرائض / باب ألحقوا الفرائض بأهلها الخ ۳٤/۲ رقم: ۱٦۱۵ بیت الأفکار الدولیة)

د:- تعصیب محض: اگر میت کی کوئی مذکر یا مؤنث اولاد نیچے تک نہ ہو، تو ایسی صورت میں دادا بطور عصبہ کل مال کا مستحق ہوتا ہے، اور عصبہ محض کہلاتا ہے۔

وذٰلک لقوله تعالیٰ: ﴿فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] **إذ یفهم منه أن الباقي للأب فیکون عصبةً.** (الشریفیة علی السراجي ۵۷ مکتبة الباز مکة المکرمة)

(۳) اخیافی (ماں شریک) بھائی کے اَحوال:- اخیافی بھائی کی تین حالتیں ہیں:

الف:- سدس: اگر ایک اخیافی بھائی ہو تو ترکہ میں سے سدس یعنی چھٹے حصہ کا مستحق ہوگا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُوْرَثُ كَلاٰلَةً اَوِ امْرَأَةٌ وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

والمراد أولاد الأم إجماعًا، وتدل عليه قراء ة أبي وله أخ أو أخت من الأم. (الشريفية على السراجي ۵۸ مكتبة الباز مكة المكرمة)

ب:- ثلث: اگر ایک سے زیادہ اخیافی بھائی (یا بہن) ہوں اور کوئی حاجب نہ ہو، تو اُن کو ثلث یعنی تہائی حصہ ملتا ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ج:- سقوط: اگر میت کی اولاد نیچے تک یا باپ دادا اوپر تک موجود ہوں، تو اخیافی بھائی محروم ہوتا ہے۔

ويسقطون بالولد وولد الابن وإن سفل، وبالأب وبالجد بالاتفاق؛ لأنهم من قبيل الكلالة، كما علم من الآية. وقد اُشتُرط في إرثها عدم الولد والوالد إجماعًا. لقوله تعالىٰ: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلاٰلَةِ، اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهٗ اُخْتٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۳] وقوله عليه السلام: "الكلالة من ليس له ولد ولا والدٌ". (رواه الدارمي) لكن ولد الابن داخلٌ في الولد لقوله تعالىٰ: ﴿يٰبَنِيْ اٰدَمَ﴾ والجد داخلٌ في الوالد، لقوله تعالىٰ: ﴿كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ﴾ فلا إرث لأولاد الأم مع هؤلاء. (الشريفية على السراجي ۵۸ مكتبة الباز مكة المكرمة)

نوٹ:- اخیافی رشتہ میں مؤنث ومذکر تقسیم اور استحقاق میں برابر ہوتے ہیں۔ یعنی اگر اخیافی بھائی بہن متعدد ہوں تو بہن کو بھی اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا بھائی کو ملتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک اخیافی بھائی یا بہن ہوں تو اُنہیں سدس ہی ملے گا، اور اگر متعدد ہوں تو ثلث کے مستحق ہوں گے، اور بہن بھائی میں فرق نہیں کیا جائے گا۔

ذكورهم وإناثهم في القسمة والاستحقاق سواءٌ. أما في القسمة: فلأن الأنثىٰ منهم تأخذ منه مثل ما يأخذه الذكر، كما يدل عليه جعلهم شركاء في الثلث. وأما في الاستحقاق: فأن الواحد منهم مذكرًا كان أو مؤنثًا يستحق السدس، وإذا تعددوا ذكورًا أو إناثًا أو مختلطين استحقوا الثلث. (الشريفية على السراجي ٥٨ مكتبة الباز مكة المكرمة)

(۴)شوہر کے اَحوال:- شوہر کی دو حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود نہ ہو، تو شوہر کو نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ب:- ربع: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود ہو، تو شوہر کو ربع یعنی چوتھائی حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

(۵)بیوی کے اَحوال:- بیوی کی دو حالتیں ہیں:

الف:- ربع: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود نہ ہو، تو بیوی کو ربع یعنی چوتھائی حصہ ملے گا۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ب:- ثمن: اگر میت کی کوئی اولاد مذکر یا مؤنث موجود ہو، تو بیوی کو ثمن یعنی آٹھواں حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

نوٹ:- اگر متعدد بیویاں ہوں تو اُن کے مقررہ حصہ میں سے سب کو برابر حصہ ملے گا۔

(۶) بیٹیوں کے اَحوال:- بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں:

الف:- **نصف**: اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو، تو بیٹی کو کل مال کا نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ب:- **ثلثان**: اگر میت کی ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دو تہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- **عصبہ بغیرہ**: اگر میت کی بیٹیوں کے ساتھ بیٹے بھی موجود ہوں، تو یہ بیٹیاں عصبہ بغیرہ بن جائیں گی، اور اَصحاب الفرائض کو دینے کے بعد جو ترکہ بچے گا، وہ اُن بیٹے بیٹیوں کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ کے اعتبار سے تقسیم ہوگا، یعنی بیٹوں کو دوہرا اور بیٹیوں کو اکہرا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

(۷) پوتیوں کے اَحوال:- پوتیوں کی چھ حالتیں ہیں:

الف:- **نصف**: اگر میت کی صرف ایک پوتی ہو اور کوئی حاجب نہ ہو، تو اُسے کل مال کا نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ويشترط فيها عدم الصلبيات؛ لأن النص ورد فيها صريحًا، فإذا عُدمن قامت بنات الابن مقامهن. (الشريفية على السراجي ٦١ مكتبة الباز مكة المكرمة)

ب:- ثلثان: اگر میت کی ایک سے زائد پوتیاں ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دوتہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- سدس: اگر پوتی کے ساتھ میت کی صرف ایک بیٹی ہو، تو پوتی کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا؛ (تاکہ فی الجملہ مؤنث وارثین کا دوتہائی حصہ مکمل ہوجائے)

ولهن السدس مع الواحدة الصلبية تكملةً للثلثين. (السراجي) **والدليل عليها أن حق البنات الثلثان، وقد أخذت الواحدة الصلبية النصف لقوة القرابة، فيبقى السدس من حق البنات، فتأخذه بنات الابن واحدةً كانت أو متعددةً، وما بقي من التركة فلأولىٰ عصبة.** (الشريفية مع السراجي ٦١ مكتبة الباز مكة المكرمة)

د:- محروم: اگر پوتی کے ساتھ دو یا دو سے زائد میت کی صلبی لڑکیاں ہوں، تو پوتیاں محروم ہوجائیں گی۔

ولا يرثن مع الصلبيتين عند عامة الصحابة رضي اللّٰه عنهم إذ لم يبق معهما شيء من حق البنات. (الشريفية على السراجي ٦١ مكتبة الباز مكة المكرمة)

ه:- عصبہ بغیرہ: اگر پوتیوں کے ساتھ اُن کے ہم رتبہ کوئی پوتا موجود ہو، تو وہ عصبہ بغیرہ بن جائیں گی، اور پوتوں کو دوہرا اور پوتیوں کو اکہرا حصہ ملے گا۔ (ایسی صورت میں اگر چہ میت کی متعدد صلبی لڑکیاں موجود ہوں، پھر بھی پوتیاں محروم نہ ہوں گی)

فإن بنات الابن إذا كان بحذائهن غلامٌ، سواءٌ كان أخاهن أو ابن عمهن، فإنه يعصِّبهن، كما أن الابن الصلبي يعصب البنات الصلبية الخ، فكذا يعصِّبها في استحقاق الباقي من الثلثين مع الصلبيتين، وإليه ذهب عامة الصحابة وعليه جمهور العلماء رحمهم اللّٰه تعالىٰ. (الشريفية ٦١ مكتبة الباز مكة المكرمة)

و:- ساقط: اگر پوتی کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا موجود ہو، تو پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں؛ کیوں کہ پوتیوں کے مقابلہ میں بیٹا میت کے زیادہ قریب ہے، اور اقرب کی موجودگی میں قریب محروم ہوتا ہے۔

ویسقطن بالابن. (السراجي في الميراث ص: ۱۳)

(۸) حقیقی بہنوں کے اَحوال:- حقیقی (ماں باپ شریک) بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر حقیقی بہن صرف ایک ہو (اور کوئی حاجب نہ ہو) تو اُسے کل مال کا نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِيۡ الۡكَلَالَةِ اِنِ امۡرُؤٌ هَلَكَ لَيۡسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهٗۤ اُخۡتٌ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷٦]

ب:- ثلثان: اگر میت کی ایک سے زائد بہنیں ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دو تہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنۡ كَانَتَا اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷٦]

ج:- تعصیب بالغیر: اگر حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہوں، تو بہنیں عصبہ بالغیر بنیں گی، اور ہر بھائی کو دوہرا حصہ اور ہر بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنۡ كَانُوۡۤا اِخۡوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷٦]

د:- تعصیب مع الغیر: اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی الخ موجود ہو، تو بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال بطور عصبہ مع غیرہ حقیقی بہنوں کو ملے گا۔

لقوله عليه السلام: "إجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً". ذهب أكثر الصحابة إلى تعصيب الأخوات مع البنات وهو قول جمهور العلماء. (الشريفية ٦٥، الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الفرائض ۲۳۷/۲۰)

في حديث ابن مسعود رضي اللّٰه عنه: أقضي فيها بما قضى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم للإبنة النصف، ولإبنة الابن السدس، تكملةً للثلثين، وما بقي فللأخت. (صحيح البخاري / كتاب الفرائض ٩٩٧/٢ رقم: ٦٧٣٦-٦٧٤٢ دار الفكر بيروت)

ہ:- **سقوط**: اگر حقیقی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا الخ یا باپ یا دادا موجود ہو، تو حقیقی بہنیں ساقط ہوکر محروم ہوں گی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اِنِ امْرُؤٌ هَلَکَ لَیْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَکَ وَهُوَ یَرِثُهَا اِنْ لَمْ یَکُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٧٦]

والأخوات لأب وأمٍ وبنوا العلات أي الإخوة، والأخواتُ لأبٍ، كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ. الخ

وأما سقوطهم بابن الابن فلدخوله تحت الابن، وقيامهٖ مقامه عند عدمهٖ، وأما سقوطهم بالأب؛ فلأنهم كلالةٌ، وتوريث الكلالة مشروطٌ بفقد الولد والوالد كما عرفت. (الشريفية على السراجي ٦٧)

(۹) علاتی بہنوں کے اَحوال:- علاتی (باپ شریک) بہنوں کی سات حالتیں ہیں:

الف:- نصف: اگر علاتی بہن صرف ایک ہو (اور کوئی حاجب نہ ہو) تو اُسے کل مال کا نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَکَ لَیْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَکَ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٧٦]

ب:- ثلثان: اگر علاتی بہن ایک سے زائد ہوں تو اُن کو ثلثان یعنی دوتہائی مال ملے گا، جو اُن میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَکَ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٧٦]

ج:- سدس: اگر علاتی بہن کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو، تو علاتی بہن کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

ولهن السدس مع الأخت لأب وأم تكملةً للثلثين، فإن حق الأخوات الثلثان، وقد أخذت الأخت لأب وأم النصف، فبقي منه السدس فيعطىٰ للأخوات لأب حتى يكمل حق الأخوات. (الشريفية مع السراجي ٦٦)

د:- محروم: اگر علاتی بہن کے ساتھ دو یا اُس سے زائد حقیقی بہن ہو، تو علاتی بہن محروم ہوجائے گی۔

ولا يرثن مع الأختين لأب وأم؛ لأنه قد يكمل لهما حق الأخوات، أعني الثلثين، فلم يبق للأخوات لأب شيءٌ. (الشريفية على السراجي ٦٦)

ہ:- تعصیب بالغیر: اگر علاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی موجود ہوں، تو علاتی بہنیں عصبہ بالغیر بنیں گی، اور ہر علاتی بھائی کو دوہرا حصہ اور ہر علاتی بہن کو اکہرا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آيت: ١٧٦]

إلا أن يكون معهن أخٌ لأب فيعصِّبهن، وحينئذٍ يكون الباقي بينهم للذكر مثل حظ الانثيين. (الشريفية على السراجي ٦٦)

و:- تعصیب مع الغیر: اگر علاتی بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی میں سے کوئی موجود ہو، تو بیٹیوں کو حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال بطور عصبہ مع غیرہ علاتی بہنوں کو ملے گا۔

لقوله عليه السلام: ''إجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً''. ذهب أكثر الصحابة إلى تعصيب الأخوات مع البنات وهو قول جمهور العلماء. (الشريفية ٦٥، الفتاوىٰ التاتارخانية / كتاب الفرائض ٢٣٧/٢٠)

في حديث ابن مسعود رضي اللّٰه عنه: أقضي فيها بما قضى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم للإبنة النصف، ولإبنة الابن السدس، تكملةً للثلثين، وما بقي

فللأخت. (صحيح البخاري / كتاب الفرائض ٩٩٧/٢ رقم: ٦٧٣٦-٦٧٤٢ دار الفكر بيروت)

ز:- سقوط: اگر علاتی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا الخ یا باپ یا دادا یا حقیقی بھائی بہن موجود ہوں، تو علاتی بہنیں ساقط ہوکر محروم ہوں گی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٧٦]

والأخوات لأب وأمٍ وبنوا العلات أي الإخوة، والأخواتُ لأبٍ، كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأب بالاتفاق، وبالجد عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ. الخ

وأما سقوطهم بابن الابن فلدخوله تحت الابن، وقيامه مقامه عند عدمه، وأما سقوطهم بالأب؛ فلأنهم كلالةٌ، وتوريث الكلالة مشروطٌ بفقد الولد والوالد كما عرفت. (الشريفية على السراجي ٦٧)

(۱۰) اخیافی (ماں شریک) بہن کے اَحوال:- اخیافی بہن کی تین حالتیں ہیں:

الف:- سدس: اگر ایک اخیافی بہن ہو تو ترکہ میں سے سدس یعنی چھٹے حصہ کی مستحق ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُوْرَثُ كَلَالَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٢]

والمراد أولاد الأم إجماعًا، ويدل عليه قراءة أبي وله أخ أو أخت من الأم. (الشريفية على السراجي ٥٨)

ب:- ثلث: اگر ایک سے زیادہ اخیافی بہنیں ہوں اور کوئی حاجب نہ ہو، تو اُن کو ثلث یعنی تہائی حصہ ملتا ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصَى بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٢]

ج:- سقوط: اگر میت کی اولاد نیچے تک یا باپ دادا اوپر تک موجود ہوں، تو اخیافی بہن محروم ہوتی ہے۔

ویسقطون بالولد وولد الابن وإن سفل، وبالأب وبالجد بالاتفاق؛ لأنهم من قبيل الكلالة، كما علم من الآية. وقد اُشتُرط في إرثها عدم الولد والوالد إجماعًا. لقوله تعالىٰ: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلاٰلَةِ، اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهٗ اُخْتٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۳] **وقوله عليه السلام: "الكلالة من ليس له ولد ولا والدٌ".** (رواه الدارمي) **لكن ولد الابن داخلٌ في الولد لقوله تعالىٰ: ﴿يٰبَنِىْ اٰدَمَ﴾ والجد داخلٌ في الوالد، لقوله تعالىٰ: ﴿كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ﴾ فلا إرث لأولاد الأم مع هؤلاء.** (الشريفية على السراجي ۵۸ مكتبة الباز مكة المكرمة)

(۱۱) ماں کے اَحوال:- ماں کی تین حالتیں ہیں:

الف:- سدس: اگر ماں کے ساتھ میت کا لڑکا یا لڑکی یا پوتا یا پوتی الخ یا میت کے بھائی بہنوں میں سے دو یا اُس سے زائد ہوں، تو ماں کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ...... فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

ب:- ثلث الکل: اگر میت لاولد ہو، یا میت کے بھائی بہن ایک سے زائد نہ ہوں، تو ماں کو کل مال کا ثلث یعنی تہائی حصہ ملے گا۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ وَلَدٌ وَوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۱]

ج:- ثلث مابقی: اگر میت لاولد ہو، اور اُس کے بھائی بہن بھی دو سے زائد نہ ہوں؛ لیکن شوہر یا بیوی موجود ہوں (مثلاً: لاولد بیٹے کا انتقال ہوا، اور اُس کی بیوی موجود ہے، یا لاولد بیٹی کا انتقال ہوا، اور اُس کا شوہر موجود ہے) تو شوہر یا بیوی کو اُن کا مقررہ حصہ دینے کے بعد مابقیہ مال کا تہائی حصہ ماں کو ملے گا۔

هٰذا إذا لم يكن مع الأبوين أحد الزوجين، وأما إذا كان معهما أحدهما فلها ثلثُ ما يبقىٰ بعد فرض أحد الزوجين. (الشريفية ٦٩)

(۱۲) جدۂ صحیحہ کے اَحوال:- جدۂ صحیحہ (دادی، نانی) کی دو حالتیں ہیں:

الف:- سدس: جدۂ صحیحہ کو (اگر کوئی حاجب نہ ہو) میت کے کل ترکہ کا سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

أما إعطاء الجدة الواحدة السدس، فلما رواه أبو سعيد الخدري ومغيرة ابن شعبة وقبيصة بن ذويب رضي اللّٰه عنهم من أنه صلى اللّٰه عليه وسلم أعطاها السدس. (الشريفية على السراجي ٧١-٧٢ مكتبة الباز مكة المكرمة)

ب:- سقوط: اگر جدۂ صحیحہ کے ساتھ ماں موجود ہو، تو تمام جدات ساقط ہوجاتی ہیں، خواہ وہ باپ کے واسطے سے ہوں یا ماں کے واسطہ سے۔ اور اگر باپ موجود ہو، تو صرف باپ کے واسطے والی دادیاں ساقط ہوتی ہیں۔ اِسی طرح دادا کے موجود ہونے کی صورت میں دادا کے واسطے والی تمام جدات ساقط ہوجاتی ہیں۔ (لیکن اگر باپ موجود نہ ہو تو دادا کی وجہ سے دادا کی بیوی یعنی میت کی دادی ساقط نہیں ہوگی؛ کیوں کہ اِس کا رشتہ جوڑنے میں دادا کا واسطہ نہیں آرہا ہے) اسی طرح اگر قریب والی دادی یا نانی موجود ہو، تو دور والیوں کو محروم کردے گی۔

ويسقطن كلهن بالأم والأبويات أيضًا بالأب، وكذٰلك بالجد إلا أم الأب، وإن علت، فإنها ترث مع الجد؛ لأنها ليست من قبله، والقربىٰ من أي جهةٍ كانت تحجب البعدىٰ من أي جهة كانت. (السراجي في الميراث ص: ٢٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تضعیف وتنصیف کا مطلب

سوال (۹۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فروض مقدرہ میں علی التضعیف والتنصیف کا کیا مطلب ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ کریم میں وارثین کے مقررہ حصے دوطرح کے ہیں: (۱) نصف، ربع، ثمن (۲) ثلثان، ثلث، سدس۔ ان میں سے ہر دوطبقوں کی تضعیف وتنصیف ہوسکتی ہے، مثلاً اگر تضعیف کی جائے تو ثمن کا دوگنا ربع اور ربع کا دوگنا نصف ہے۔ اِسی طرح دوسرے طبقے میں سدس کا ضعف ثلث اور ثلث کا ضعف ثلثان ہے۔ اوراگر گھٹایا جائے تو پہلے طبقے میں نصف کا آدھا ربع اور ربع کا آدھا ثمن ہے، اسی طرح دوسرے طبقے میں ثلثان کا آدھا ثلث ہے اور ثلث کا آدھا سدس ہے، اسی کو ''علی التضعیف والتنصیف'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قوله: على التضعيف والتنصيف: بأن النصف ضعف الربع، والربع ضعف الثمن، والثلثان ضعف الثلث، والثلث ضعف السدس، والثمن نصف الربع، والربع نصف النصف، والسدس نصف الثلث، والثلث نصف الثلثين. (حاشية السراجي: ۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۷/۴/۲۲ھ

تماثل، تداخل، توافق اور تباین کی تعریف

سوال (۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوعددوں کے درمیان کتنی نسبتیں ہوتی ہیں؟ تماثل، تداخل، توافق اور تباین کسے کہتے ہیں؟ مثال سے سمجھادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوعددوں کے درمیان چارطرح کی نسبتیں ہوتی ہیں، تماثل، تداخل، توافق اور تباین، اَب ہر ایک کی الگ الگ تعریف ملاحظہ فرمائیے۔

تماثل کی تعریف: - دو برابر عددوں کی آپسی نسبت کو تماثل کہتے ہیں، جیسے پانچ اور پانچ۔

أمـا المتماثلان: فهما المتساويان كالثلاثة والثلاثة والخمسة والخمسة.

(الفتاوىٰ الهندية ٤٦٦/٦ زكريا، البحر الرائق ٤١٠/٩ زكريا)

تداخل کی تعریف:- دوعددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے عدد کو کاٹ دے، یعنی بڑا عدد چھوٹے عدد پر برابر تقسیم ہوجائے، تو دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہوگی، مثلاً: ۳ اور ۹، اِن میں تین نو کو تین بار میں کاٹ دیتا ہے، اِس ئے اِن دونوں کے درمیان تداخل کی نسبت ہے۔

أمـا الـمتـداخلان فكل عددين: أحدهما: جزء الآخر، وهو أن لا يكون أكثر من نصفه كالثلاثة مع التسعة. (الفتاوىٰ الهندية ٤٦٦/٦ زكريا، البحر الرائق ٤١٠/٩ زكريا)

توافق کی تعریف:- دوعددوں میں سے بڑا عدد اگرچہ چھوٹے عدد پر برابر تقسیم نہ ہو؛ بلکہ کوئی تیسرا عدد ایسا ہو، جو اُن دونوں کو تقسیم کردے، تو اُن دونوں عددوں کی آپسی نسبت کو توافق کہیں گے۔ جیسے ۸/اور ۱۲، ان میں سے ایک دوسرے کو نہیں کاٹتا ہے؛ البتہ ۴، ان دونوں کو تقسیم کردیتا ہے، ۸/کو دو بار میں اور ۱۲/کو تین بار میں۔

وأمـا المتوافقان فكل عددين لا يفني أحدهما الأخر، ولا يقسم عليه لكن يـفـنيهـا عـدد آخر، فيكونان متوافقين بجزء العدد المفني كالثمانية مع الإثني عشر يفنيهما أربعة فهما متوافقان بالربع. (الفتاوىٰ الهندية ٤٦٦/٦ زكريا، البحر الرائق ٤١٠/٩ زكريا)

تباین کی تعریف:- ایسے دوعددوں کی نسبت کو کہتے ہیں جو نہ تو برابر ہوں، نہ تو چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم کرے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو تقسیم کرے، جیسے: ۴/اور ۵، یہ برابر ہیں، نہ چھوٹا بڑے کو تقسیم کرتا ہے اور نہ ہی کوئی تیسرا عدد دونوں کو تقسیم کرتا ہے۔

وأمـا الـمتباينان فكل عددين ليسا متداخلين ولا متماثلين ولا يفنيهما إلا الواحد كالخمسة مع السبعة وأمثاله. (الـفتاوىٰ الهندية ٤٦٦/٦ زكريا، البحر الرائق ٤١٠/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

تصحیح کی تعریف اور اُس کے اُصول

سوال (۱۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: علم فرائض میں تصحیح کا کیا مطلب ہے؟ اور اُس کے بنیادی اُصول کیا ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تصحیح کی اصطلاح علم فرائض میں کسر کو دور کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے، پس جہاں سہام (حاصل شدہ وراثت کے حصے) رؤوس (مستحق متعدد ورثہ) پر برابر تقسیم نہ ہوسکیں، وہاں تصحیح کے اُصول اپنانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اِس طرح کے اُصول کل سات ہیں، جن میں سے تین کا تعلق سہام اور رؤوس کی تعداد سے ہے، اور چار کا تعلق متفرق رؤوس کی آپسی تعداد سے ہے۔ اختصار کے ساتھ وہ سب اُصول ذیل میں درج ہیں:

اُصول ۱:- اگر سہام رؤوس پر بلا کسر تقسیم ہوجائیں، تو ضرب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مثلاً: ماں باپ اور دو بیٹیاں ہوں، تو مسئلہ کل چھ سے بنے گا، ۲-۲/ ہر بیٹی کو، اور ۱-۱/ ماں باپ کو ملے گا۔

اُصول ۲:- اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو، اور اُن کے سہام اور رؤوس کے درمیان توافق کی نسبت ہو، تو عددِ رؤوس کے وفق کو اصل مسئلہ میں یا اگر مسئلہ عائلہ ہو تو عول میں ضرب دیا جائے گا، اُس کے بعد جس فریق کو جو سہام ملے ہیں، اُن کو عددِ مضروب میں ضرب دیا جائے گا، جس کی بنا پر کسر ختم ہوجائے گا۔ مثلاً: ماں باپ اور دس بیٹیاں ہوں، تو مسئلہ ۶/ سے بنے گا، ماں باپ کو ۱-۱/ دے کر ۴/ سہام دس بیٹیوں کو ملیں گے، اور یہ چار دس پر پورے تقسیم نہیں ہوں گے، اِس لئے تصحیح کی ضرورت پڑے گی، اور چار اور دس میں توافق ہے؛ اِس لئے کہ دو کا عدد دونوں کو کاٹ رہا ہے، اِس اعتبار سے دس کا وفق پانچ نکلا، جس کو اصل مسئلہ چھ سے ضرب دیا گیا، تو تیس سے تصحیح ہوئی، اس کے بعد ہر وارث کے سہام کو عددِ مضروب پانچ سے ضرب دیا گیا، تو ماں باپ کو ۵-۵/ سہام ملے،

اور دس بیٹیوں کو جو ۴؍سہام ملے تھے، اُن کو پانچ میں ضرب دیا، تو اُن کے کل سہام ۲۰؍ہو گئے، اور ۲۰؍کو جب ۱۰؍میں تقسیم کیا تو ہر ایک بیٹی کو ۲-۲؍سہام ملے، اور کسر ختم ہو گیا۔

اُصول ۳:- اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو، اور اُن کے سہام اور رؤوس میں تباین ہو، تو کل رؤوس کو اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دیا جائے گا، اور پھر ہر فریق کے سہام کو بھی کل عدد رؤوس میں ضرب دیں گے، اور جو حاصل نکلے گا وہی اُس کا حصہ ہوگا۔ مثلاً: ماں باپ اور ۵؍بیٹیاں ہوں، تو اصل مسئلہ ۶؍سے بنے گا، ۱-۱؍ماں باپ کو دینے کے بعد ۴؍حصے بیٹیوں کو ملیں گے، اور بیٹیوں کے سہام اور رؤوس میں تباین ہے؛ لہٰذا کل عددِ رؤوس ۵؍کو اصل مسئلہ سے ضرب دیا جائے گا، اور تصحیح ۳۰؍سے ہوگی۔ پھر حاصل شدہ سہام کو بھی مذکورہ عددِ رؤوس میں ضرب دیں گے؛ لہٰذا ماں باپ کو ۵-۵؍اور لڑکیوں کو ۲۰؍ملے گا، اور ۲۰؍کو جب ۵؍بیٹیوں پر تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصہ میں ۴-۴؍سہام آئیں گے، اور کسر ختم ہو جائے گا۔

اُصول ۴:- اگر کئی فریقوں پر کسر واقع ہو رہا ہو، تو ہر فریق کے رؤوس کے درمیان آپس میں نسبت دیکھی جائے گی، اگر اُن میں تماثل کی نسبت ہو، تو کسی بھی فریق کے عددِ رؤوس کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔ مثلاً: ۶؍بیٹیاں، ۳؍دادیاں اور ۳؍چچا ہوں، تو مسئلہ ۶؍سے بنا، یہاں ہر فریق پر کسر واقع ہو رہا ہے؛ اس لئے کہ مسئلہ ۶؍سے بنے گا، ۴؍حصے بیٹیوں کو، ۱؍حصہ دادیوں کو اور ۱؍حصہ چچاؤں کو ملے گا، اَب بیٹیوں کے سہام ۴؍اور رؤوس ۶؍کے درمیان توافق بالنصف ہے، اور ۶؍کا وفق ۳؍ہے، اور دادیوں اور چچاؤں میں تباین پایا جاتا ہے، اور چوں کہ اُن کا عددِ رؤوس ۳؍ہے؛ لہٰذا سب فریقوں کے اعداد میں تماثل ہو گیا۔ بریں بنا ۳؍کے عدد کو اصل مسئلہ ۶؍سے ضرب دیا جائے گا، تو تصحیح ۱۸؍سے ہوگی، اور ہر فریق کے سہام کو بھی ۳؍سے ضرب دیں گے، تو اُس کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔

اُصول ۵:- اگر کئی فریقوں پر کسر واقع ہو اور اُن کے اعدادِ رؤوس کے درمیان تداخل کی نسبت ہو، تو اُن میں سے بڑے عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے کر تصحیح کی جائے گی، مثلاً: ۴؍

بیویاں، ۳؍ دادیاں، ۱۲؍ چچا ہوں۔ تو مسئلہ ۱۲؍ سے بنا، اور تینوں فریقوں کے اعدادِ رؤوس یعنی ۴؍ ۳؍ اور ۱۲؍ میں تداخل کی نسبت ہے؛ اِس لئے کہ ۳؍ بھی ۱۲؍ کو کاٹ رہا ہے، اور ۴؍ بھی ۱۲؍ کو کاٹ رہا ہے؛ لہٰذا اِن میں سے بڑے عدد یعنی ۱۲؍ میں اصل مسئلہ کو ضرب دیا جائے گا، اور مسئلہ کی تصحیح ۱۴۴؍ سے ہوگی، پھر ہر فریق کے سہام کو بھی ۱۲؍ سے ضرب دیا جائے گا، جو حاصل ضرب نکلے گا وہ ہر فریق پر بلا کسر تقسیم ہو جائے گا۔

اُصول ۶:- اگر کئی فریقوں پر کسر واقع ہو اور اُن کے عددِ رؤوس کے درمیان توافق کی نسبت ہو، تو کسی بھی ایک فریق کے عددِ رؤوس کے وفق کو دوسرے فریق کے پورے عددِ رؤوس میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب اور تیسرے فریق کے عددِ رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے، اگر توافق کی نسبت ہو تو اُس کے وفق کو تیسرے فریق کے کل عددِ رؤوس میں (یا تیسرے فریق کے وفق کو کل حاصل ضرب میں) ضرب دیں گے، اور اگر تباین ہو تو حاصل ضرب کو تیسرے فریق کے کل عددِ رؤوس میں ضرب دیں گے، اور پھر جو حاصل ضرب نکلے گا اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا۔ مثلاً: ۴؍ بیویاں، ۱۸؍ لڑکیاں، ۱۵؍ دادیاں، ۶؍ چچا ہوں، تو کل مسئلہ ۲۴؍ سے بنے گا۔ بیویوں کو ۳؍، لڑکیوں کو ۱۶؍، دادیوں کو ۴؍ اور چچاؤں کو ۱؍ ملے گا، اب یہاں ہر فریق پر کسر واقع ہے، اور سب کے عددِ رؤوس اور سہام میں تباین ہے؛ البتہ بیٹیوں کے عددِ رؤوس اور سہام میں توافق بالنصف ہے، اِس لئے اُن کا وفق ۹؍ نکلے گا، اب عددِ رؤوس یا وفق کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، ۴؍ اور ۶؍ میں توافق بالنصف کی نسبت ہے؛ لہٰذا اولاً ۴؍ کے وفق ۲؍ کو ۶؍ میں، یا ۶؍ کے وفق ۳؍ کو ۴؍ میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۱۲؍ نکلے گا، اَب اِس حاصل ضرب کو بیٹیوں کے عددِ رؤوس کے وفق یعنی ۹؍ سے جب نسبت دیکھی جائے گی تو توافق بالثلث کی نسبت نکلے گی؛ لہٰذا ۱۲؍ کے وفق ۴؍ کو ۹؍ میں یا ۹؍ کے وفق ۳؍ کو ۱۲؍ میں ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۳۶؍ نکلیں گے، پھر اِس حاصل ضرب ۳۶؍ کا جب چوتھے فریق یعنی دادیوں کے عددِ رؤوس ۱۵؍ سے موازنہ کیا جائے گا تو اِس میں بھی توافق بالثلث نکلے گا؛ لہٰذا ۳۶؍ کے وفق ۱۲؍ کو ۱۵؍ میں یا ۱۵؍ کے وفق ۵؍ کو ۳۶؍ میں

ضرب دیں گے، تو حاصل ضرب ۱۸۰ر نکلے گا، اور ۱۸۰ر کو جب اصل مسئلہ ۲۴ر سے ضرب دیں گے تو مسئلہ کی تصحیح ۴۳۲۰ر سے ہوگی، اور پھر ہر فریق کو اصل مسئلہ سے حاصل شدہ سہام کو عددِ مضروب ۱۸۰ر میں ضرب دیا جائے گا، تو ہر فریق کا حصہ نکل آئے گا، اور جس فریق کو جو حصہ ملے گا وہ اُن کے عددِ رؤوس پر تقسیم ہوجائے گا، تو فی کس بلا کسر حصہ نکل آئے گا۔

اُصول ۷:- اگر کسر کئی فریقوں پر واقع ہو، اور اُن کے عددِ رؤوس آپس میں متباین ہوں تو ایسی صورت میں قاعدہ یہ ہے کہ ایک فریق کے عدد کو دوسرے فریق کے کل عددِ رؤوس میں ضرب دیا جائے گا، اور پھر حاصل ضرب کو تیسرے فریق کے عددِ رؤوس میں الخ، اور اخیر میں جو حاصل ضرب نکلے، اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے گا، جیسے ۲ر بیویاں، ۶ر دادیاں، ۱۰ر بیٹیاں اور ۷ر چچا ہوں، تو یہاں اصل مسئلہ ۲۴ر سے بنے گا، بیویوں کو ۳ر، دادیوں کو ۴ر، بیٹیوں کو ۱۶ر اور چچاؤں کو ۱ر ملے گا، اب بیویوں کے سہام اور رؤوس میں تباین ہے، اور دادیوں کے سہام اور رؤوس میں توافق بالنصف ہے، اس لئے اُن کے عددِ رؤوس کا وفق ۳ر نکلا، جب کہ بیٹیوں کے عددِ رؤوس ۱۰ر اور سہام ۱۶ر میں بھی توافق بالنصف ہے، تو اُن کا وفق ۵ر نکلا، اور چچاؤں کے عددِ رؤوس ۷ر اور سہام ۱ر میں تباین ہے، اب تصحیح کا عمل اس طرح ہوگا کہ اولاً بیویوں کے عددِ رؤوس ۲ر کو دادیوں کے عددِ رؤوس ۳ر میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۶ر نکلے گا، پھر اِس حاصل ضرب کو بیٹیوں کے عددِ رؤوس کے وفق ۵ر میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۳۰ر نکلے گا، پھر اِس کو ۷ر میں ضرب دیا جائے گا، تو حاصل ضرب ۲۱۰ر نکلے گا، اس کے بعد اس حاصل ضرب کو اصل مسئلہ ۲۴ر سے ضرب دیا جائے گا، اور تصحیح ۵۰۴۰ر سے ہوگی، اس کے بعد ہر فریق کے سہام کو عددِ مضروب ۲۱۰ر میں ضرب دیں گے، جس سے ہر فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔ (تلخیص از: سراجی مع الشریفیہ، مزید تفصیل کیلئے دیکھیں: طرازی شرح سراجی، مؤلفہ: حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دربھنگوی اُستاذِ دارالعلوم دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۹/۵/۱۴۳۷ھ

قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟

سوال (۱۰۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرض خواہوں کے درمیان ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ اگر قرض زیادہ ہو اور ترکہ کم ہو تو کیا حکم ہے؟ مثلاً خالد کا انتقال ہوا، ترکہ ۷؍ ہزار روپئے چھوڑا اور قرض خواہوں میں عمرو ۲؍ ہزار، بکر ۵؍ ہزار اور عبداللہ ۴؍ ہزار کا مدعی ہو، تو خالد کا ترکہ ۷؍ ہزار اُن قرض خواہوں کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرض خواہوں کے درمیان تقسیم ترکہ کا حکم الگ الگ صورتوں میں الگ الگ ہوتا ہے۔ مثلاً:

- اگر قرض کی مقدار اور ترکہ دونوں برابر ہوں تو سارا ترکہ دے کر قرض ادا کردیا جائے گا۔
- اور اگر قرض زیادہ ہو اور ترکہ کم ہے تو اگر قرض خواہ ایک ہے، تو اس کو سارا ترکہ دے دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ آگے کچھ نہیں ملے گا۔
- اور اگر قرض خواہ متعدد ہوں اور اُن کی مقدار قرض برابر برابر ہے، تو سارا ترکہ برابر تقسیم کرکے دے دیا جائے گا۔
- اور اگر قرض خواہوں کی مقدار قرض الگ الگ ہوں تو ایسی صورت میں اُن کی مقدار قرض کے تناسب سے ترکہ تقسیم کیا جائے گا۔

اور اُس کے لئے یہ اُصول ذہن میں رکھنا لازم ہے کہ ہر ایک قرض خواہ کی مقدار قرض کو سہام کے درجہ میں رکھا جائے گا اور مجموعہ قرض کو تصحیح کی جگہ پر رکھا جائے گا، پھر مجموعہ قرض اور ترکہ کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اگر تماثل کی نسبت ہے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تداخل کی نسبت ہے، اور یہاں تداخل صرف ایک جانب سے ہوسکتا ہے اور وہ ترکہ کا تداخل مجموعہ قرض میں ہے، اور مجموعہ قرض کا تداخل ترکہ میں نہیں ہوسکتا، تو اگر ترکہ کا تداخل مجموعہ قرض میں ہو رہا ہو تو مجموعہ قرض کے وفق کے ذریعہ سے ہر قرض خواہ کی مقدار قرض پر تقسیم کردیں گے، تو خارج

قسمت ترکہ میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ بنتا چلا جائے گا۔ اور اگر توافق کی نسبت ہو تو اولاً ترکہ کے وفق کے ذریعہ سے ہر ایک قرض خواہ کی مقدارِ قرض میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق کے ذریعہ تقسیم کر دیں گے، تو خارج قسمت ترکہ میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ بنتا چلا جائے گا۔ اور اگر تباین کی نسبت ہے تو اولاً کلی ترکہ کے ذریعہ ہر قرض خواہ کی مقدارِ قرض میں ضرب دیں گے، پھر حاصل ضرب کو لے کر مجموعہ قرض کے ذریعہ تقسیم کر دیں گے، تو خارج قسمت ترکہ میں سے ہر قرض خواہ کا حصہ بنتا چلا جائے گا۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں عمرو کا ۲/ ہزار روپے، بکر کا ۵/ ہزار روپیہ اور عبداللہ کا ۴/ ہزار روپیہ ہے، تو مجموعہ قرض ۱۱/ ہزار روپیہ ہوا۔ اور خالد کا کل ترکہ ۷/ ہزار روپیہ ہے اور مجموعہ قرض اور ترکہ کے درمیان نسبت ''توافق بجزءِ من الف'' کی ہے، ترکہ کا وفق سات نکلا اور مجموعہ قرض کا وفق گیارہ نکلا، پھر ترکہ کا وفق سات کو لے کر عمرو کی مقدارِ قرض ۲/ ہزار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۴/ ہزار نکلا، پھر حاصل ضرب ۱۴/ ہزار کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق گیارہ کے ذریعہ تقسیم کر دیا، تو خارج قسمت ۱۱/۸ ۱۲۷۲/ نکلا، پھر ترکہ کے وفق سات کو لے کر بکر کی مقدارِ قرض ۵/ ہزار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۳۵/ ہزار نکلا، پھر حاصل ضرب کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق گیارہ کے ذریعہ تقسیم کر دیا تو خارج قسمت ۱۱/۹ ۳۱۸۱/ نکلا، پھر ترکہ کے وفق سات کو لے کر عبداللہ کے مقدارِ قرض ۴/ ہزار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۸/ ہزار نکلا، پھر حاصل ضرب ۲۸/ ہزار کو لے کر مجموعہ قرض کے وفق گیارہ پر تقسیم کر دیا تو خارج قسمت ۱۱/۵ ۲۵۴۵ نکلا، جیسا کہ تخریج درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۱۱/۱۱۰۰۰ (توافق بجزءِ من الف) ترکہ: ۷/۷۰۰۰

میـــت

۱۱/۸ عمرو	بکر	عبداللہ
۲۰۰۰	۵۰۰۰	۴۰۰۰
۱۱/۸ ۱۲۷۲/ روپیہ	۱۱/۹ ۳۱۸۱/ روپیہ	۱۱/۵ ۲۵۴۵/ روپیہ

تو اَب جتنا روپیہ جس قرض خواہ کے سامنے لکھا ہے، وہی اُس کا حق ہوگا۔

أما في قضاء الديون فدين كل غريم بمنزلة سهام كل وارث في العمل، ومجموع الديون بمنزلة التصحيح، وإن كان في التركة كسور فابسط التركة والمسألة كلتيهما أي اجعلهما من جنس الكسر. (السراجي في الميراث، ص: ٤١-٤٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مرحوم بھائی کا قرض دیگر بھائیوں کو ادا کرنا ضروری ہے؟

سوال (۱۰۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم زید، عمر بکر، خالد، راشد، عابد چھ بھائی ہیں، ایک بھائی بکر کا کسی حادثہ میں انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد بہت سارے آدمی کہہ رہے ہیں کہ بکر کے اوپر ہمارے اتنے روپئے ہیں اور کسی کے پاس کوئی ضمانتی یا ثبوت نہیں ہے، اور ہم پانچ بھائیوں کو بھی اس لین دین کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے، تو آپ سے عرض یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟ شریعتِ مطہرہ ہم کو کس چیز کا حکم دیتی ہے؟ کیا اُن کا قرض بھائیوں کو ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ جب کہ بھائیوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مرحوم بھائی نے اپنا مال چھوڑا ہو اور پھر قرض خواہ پختہ ثبوت کے ساتھ اُن پر قرض کا دعویٰ کریں، تو اُن کے ترکہ سے قرض کی ادائیگی ضروری ہوگی؛ لیکن اگر قرض خواہوں کے پاس قرض کا کوئی ثبوت نہ ہو یا مرحوم نے ترکہ میں کچھ مال نہ چھوڑا ہو، تو ایسی صورت میں اس قرض کی ادائیگی مرحوم کے بھائیوں پر لازم نہیں ہے۔

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ويقدم دين الصحة على دين المرض (الدر المختار) هو ما كان ثابتًا بالبينة مطلقًا أو بالإقرار في حالة الصحة. (شامي / كتاب الفرائض ١٠/٤٩٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۱/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''رد'' کی تعریف اور ''مسئلہ ردیہ'' بنانے کا طریقہ

سوال (۱۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت الاستاذ حضرت مفتی صاحب زید فضلہ اُمید ہے کہ مزاجِ عالی بخیر ہوں گے، احقر نے چند سال پہلے ۲۰۱۲-۲۰۱۳ء میں آپ کے یہاں مدرسہ شاہی میں تکمیل افتاء کیا تھا، جس کی برکت سے فرائض اور میراث کے موضوع پر کچھ کام کرنے کا موقع ملا، اور الحمد للہ فرائض اور میراث سے متعلق ایک رسالہ کی ترتیب دے رہا ہوں، جس کے دوران چند مغلق اور پیچیدہ مسائل کی تحقیق کی سخت ضرورت محسوس ہورہی ہے، جن کے سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہے، اُمید ہے کہ حضور والا توجہ فرماکر دلائل کی روشنی میں جواب تحریر فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔

(۱) علم فرائض کی اصطلاح میں ''رد'' کی تعریف کیا ہے؟ ''من یرد علیہ'' اور ''من لا یرد علیہ'' کی اصطلاح سے کون سے وارثین مراد ہوتے ہیں؟ اَصحاب الفرائض اور مستحقین کو ان کے مقررہ حصے کا ترکہ دینے کے بعد اگر کچھ مال بچ جائے تو پھر اُس کا کیا حکم ہے؟ اُس مال کو کس اُصول وضوابط کی روشنی میں تقسیم کیا جائے گا؟ نیز یہ بھی واضح فرمادیں کہ ''مسئلہ ردیہ'' بنانے کے کتنے طریقے ہیں؟ حضور والا سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اِس مسئلہ کا وضاحت کے ساتھ مع اَمثلہ جواب تحریر فرمائیں کہ ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ مسئلہ سمجھ میں آجائے اور تشفی بخش حل ہوسکے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی مسئلہ میں مستحقین کو مقررہ حصے دئے جانے کے باوجود کچھ مال بچ جائے تو اُس کو موجودہ وارثین میں تقسیم کرنے کے ضابطہ کو ''رد'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مسائلِ ردیہ میں بنیادی طور پر وارثین کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) وہ وارثین جو ما بقیہ مال کے مستحق بن سکتے ہیں، اُن کو ''من یرد علیہم'' کہا جاتا ہے، اِس کے مصداق شوہر بیوی کے علاوہ دیگر اَصحابِ فرائض ہیں۔

(۲) وہ وارثین جو کسی حال میں مزید مال کے مستحق نہیں بن سکتے، اُن کو ''من لا یرد علیہم'' کہا جاتا ہے، اور اُس کے مصداق صرف شوہر اور بیوی ہیں۔

اَب اِس کے بعد رد کے بنیادی اُصول ملاحظہ فرمائیں، جو کل چار ہیں:

اُصول (۱):- اگر وارثین میں صرف ''من یرد علیہم'' ہوں اور وہ بھی صرف ایک جنس کے ہوں اور ''من لا یرد علیہم'' میں سے کوئی موجود نہ ہو تو مسئلہ ''من یرد علیہم'' کے عدد رؤوس کے اعتبار سے بنے گا، جیسے وارثین میں دو بیٹیاں ہوں تو مسئلہ دو سے بنے گا۔ اور ہر بیٹی کو ایک ایک دیا جائے گا۔ جس کی مثال درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۲

میت

بنت	بنت
۱	۱

ثم مسائل الباب على أقسام أربعة: أحدها: أن يكون في المسألة جنس واحد ممن يرد عليهم عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من رؤوسهم كما لو ترك بنتين الخ. (السراجي في الميراث ص: ٤٤)

اُصول (۲):- ''من یرد علیہم'' دو یا دو سے زیادہ اَجناس کے ہوں اور ''من لا یرد علیہم'' میں سے کوئی موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں مسئلہ کی چار شکلیں ہیں:

الف:- مختلف اجناس کے وارثین میں سے دو سدس پانے والے آجائیں، تو مسئلہ دو سے بنا کر ایک ایک دے دیں گے، جیسے دادی اور ایک اخیافی بہن۔

مسئلہ: ۲

میت

دادی	اخیافی بہن
سدس	سدس
۱	۱

ب:- مختلف اجناس کے وارثین میں سے ثلث اور سدس پانے والے آجائیں تو مسئلہ تین سے بنا کر ثلث پانے والے کو دو اور سدس پانے والے کو ایک دے دیں گے، جیسے وارثین میں دو اخیافی بھائی اور ماں۔

مسئلہ: ۳
میــت

۲/اخیافی بھائی	ماں
ثلث	سدس
۲	۱

ج:- مختلف اَجناس کے وارثین میں سے نصف اورسدس پانے والے آجائیں، تو مسئلہ چار سے بنا کر نصف پانے والے کو تین اور سدس پانے والے کو ایک دے دیں گے، جیسے وارثین میں لڑکی اور پوتی ہو۔

مسئلہ: ۴
میــت

لڑکی	پوتی
نصف	سدس
۳	۱

د:- اِس میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں اور تینوں صورتوں میں مسئلہ پانچ سے بنے گا۔

(۱) مختلف اجناس کے وارثین میں سے ثلثان اور سدس پانے والے آجائیں تو مسئلہ پانچ سے بنا کر ثلثان پانے والے کو چار اور سدس پانے والے کو ایک دے دیں گے، جیسے وارثین میں دو لڑکیاں اور ماں ہوں۔

مسئلہ: ۵
میــت

۲/لڑکیاں	ماں
ثلثان	سدس
۴	۱

(۲) مختلف اجناس کے وارثین میں سے نصف اور سدسان پانے والے آجائیں تو مسئلہ پانچ سے بنا کر نصف پانے والے کو تین اور سدسان پانے والے کو دو دے دیں گے، جیسے وارثین میں لڑکی، پوتی اور ماں ہو۔

مسئلہ: ۵
میــت

لڑکی	پوتی	ماں
نصف	سدس	سدس
۳	۱	۱

(۳) مختلف اَجناس کے وارثین میں سے نصف اور ثلث کو پانے والے آجائیں، تو مسئلہ پانچ سے بنا کر نصف پانے والے کو تین اور ثلث پانے والے کو دو دے دیں گے، جیسے وارثین میں بہن اور ماں ہو۔

مسئلہ: ۵
میـــــــــــــــــــــــــــــــت

بہن	ماں
نصف	ثلث
۳	۲

والثاني: إذا اجتمع في المسألة جنسان أو ثلاثة أجناس ممن يرد عليهم عند عدم من لا يرد عليه، فاجعل المسألة من سهامهم أعني من اثنين إذا كان في المسألة سدسان، أو من ثلاثة إذا كان فيها ثلث وسدس، أو من أربعة إذا كان فيها نصف وسدس أو من خمسة إذا كان فيها ثلثان وسدس أو نصف، وسدسان أو نصف وثلث. (السراجي في الميراث ص: ٤٥)

اُصول (۳):- ''من یرد علیہم'' صرف ایک جنس کے ہوں اور ''من لا یرد علیہم'' میں سے بھی کوئی ایک موجود ہو تو ایسی صورت میں اولاً ''من لا یرد علیہم'' کو اُن کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' کو دینے کے سلسلے میں تین شکلیں ہیں:

الف:- ''من لا یرد علیہم'' کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' پر برابر تقسیم ہو جاتا ہے، تو ہر وارث کو برابر برابر حصہ دے دیا جائے گا، جیسے وارثین میں شوہر اور تین بیٹیاں ہوں، تو مسئلہ چار سے بنا کر شوہر کو ایک اور تینوں بیٹیوں کو ایک ایک دے دیا جائے گا۔

مسئلہ: ۴، مابقیہ: ۳
میـــــــــــــــــــــــــــــــت

شوہر	بیٹی	بیٹی	بیٹی
ربع	ثلثان		
		۳	
۱	۱	۱	۱

ب:- ''من لا یرد علیہم'' کو اُن کے اقلِ مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' پر برابر تقسیم نہیں ہوتا ہے، تو مابقیہ اور ''من یرد علیہم'' کے عدد رؤوس کے درمیان نسبت دیکھیں گے، اگر توافق کی نسبت ہے، تو ''من یرد علیہم'' کے عددِ رؤوس کے وفق کو لے کر ''من لا یرد علیہم'' کے اقل مخرج میں ضرب دیا جائے گا، پھر عدد مضروب کو لے کر ہر فریق کے سہام میں ضرب دیا جائے گا، اِس سے مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی، جیسے وارثین میں شوہر اور چھ لڑکیاں ہوں، تو مسئلہ چار سے بنا کر شوہر کو دیا ایک، باقی بچا تین، یہ چھ لڑکیوں پر برابر برابر تقسیم نہیں ہوسکتا، تو ہم نے چھ کے وفق دو کو لے کر چار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۸/ نکلا، پھر عدد مضروب دو کو لے کر شوہر کے سہام ایک میں ضرب دیا تو حاصل ضرب دو نکلا اور عدد مضروب دو کو لے کر تین میں دیا تو حاصل ضرب چھ نکلا، فی کس ایک ایک۔

تصـ: ۸
مسئلہ: ۴، مابقیہ: ۳

میـــــــــــــــــــــــت

شوہر	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
ربع	ثـــــــلثـــــــان					
			۳/۶			
۱/۲	۱	۱	۱	۱	۱	۱

ج:- ''من لا یرد علیہم'' کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' پر برابر برابر تقسیم نہیں ہوسکتا ہے اور مابقیہ اور ''من یرد علیہم'' کے عدد رؤوس کے درمیان تباین کی نسبت ہے، تو ایسی صورت میں ''من یرد علیہم'' کے کل عدد رؤوس کو لے کر ''من لا یرد علیہم'' کے مخرج میں ضرب دیا جائے گا، پھر عدد مضروب کو لے کر ہر فریق کے سہام میں ضرب دیا جائے گا، تو اس سے مسئلہ کی تصحیح ہو جائے گی، جیسے وارثین میں شوہر اور پانچ لڑکیاں ہیں، تو مسئلہ چار سے بنا کر شوہر کو دیا ایک اور باقی بچا تین، تین پانچ میں برابر تقسیم نہیں ہوسکتا اور تین اور پانچ میں تباین کی نسبت ہے؛ لہٰذا کل عدد رؤوس پانچ کو لے کر چار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب بیس نکلا پھر عدد مضروب پانچ کو لے کر شوہر کے سہام ایک میں ضرب دیا تو حاصل پانچ نکلا اور لڑکیوں کے سہام تین میں

ضرب دیا تو حاصل ضرب پندرہ نکلا فی کس تین تین۔

تصـ: ۲۰
مسئلہ: ۴

میـــــت

بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	شوہر
		ثلثان			ربع
		$\frac{۳}{۱۵}$			
۳	۳	۳	۳	۳	$\frac{۱}{۵}$

والثالث: أن يكون مع الأول من لا يرد عليه فأعط فرض من يرد عليه من أقل مخارجه، فإن استقام الباقي على رؤوس من يرد عليه فيها كزوج وثلاث بناتٍ، وإن لم يستقم فاضرب وفق رؤوسهم في مخرج فرض من لايرد عليه إن وافق رؤوسهم الباقي كزوج وست بنات، وإلا كل رؤوسهم في مخرج فرض من لايرد عليه، فالمبلغ تصحيح المسألة كزوج وخمس بنات. (السراجي في الميراث: ٤٥-٤٦)

اُصول (۴):- چوتھی صورت یہ ہے کہ ''من یرد علیہم'' دو یا دو سے زیادہ اجناس کے ہوں اور ''من لا یرد علیہم'' میں سے بھی کوئی ایک موجود ہو، تو ایسی صورت میں اولاً ''من لا یرد علیہم'' کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' کو دینے کے سلسلہ میں دو شکلیں ہیں:

الف:- ''من لا یرد علیہم'' کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' کی مختلف اجناس پر رد کے قاعدہ نمبر:۲ کے مطابق برابر تقسیم ہو جاتا ہے، تو مسئلہ رد کی حد تک مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ صرف ایک صورت میں پیش آتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ وارثین میں بیوی، چار دادیاں اور چھ اخیافی بہن ہوں، تو بیوی کے اقل مخرج چار سے مسئلہ بنا کر بیوی کو دیا ایک، باقی بچا تین، اَب ''من یرد علیہم'' کی مختلف اجناس کے ثلث اور سدس پانے والوں کو رد کے قاعدہ نمبر:۲ کے مطابق مسئلہ تین سے بنا کر ثلث پانے والی اخیافی بہنوں کو دو دیا اور سدس پانے والی دادیوں کو ایک دیا، یہاں تک مسئلہ رد کی حد تک تصحیح ہوگئی؛ لیکن چوں کہ ہر فریق پر کسر واقع

ہورہا ہے،تو ہم نے عدد رؤس کے درمیان نسبت دیکھی تو توافق کی ہے،تو آپ کو اختیار ہے کہ چار کے وفق دو کو لے کر چھ میں ضرب دیں یا چھ کے وفق تین کو لے کر چار میں ضرب دیں، بہرصورت حاصل ضرب ۱۲/نکلا، پھر عدد مضروب بارہ کو لے کر بیوی کے اقل مخرج چار میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۴۸/نکلا، پھر عدد مضروب ۱۲/کو لے کر بیوی کے سہام ایک میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۲/ نکلا اور دادیوں کے سہام ایک میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۱۲/نکلا، فی کس ۳-۳۔اور بہنوں کے سہام دو میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۲۴/نکلا، فی کس ۴-۴۔

تصـ: ۴۸
مسئلہ: ۴، مابقیہ: ۳ عددِ مضروب:- ۱۲

میـــــت

بیوی	دادی	دادی	دادی	دادی	اخیافی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بہن
ربع	سدس				ثلث					
۱	۱/۱۲				۲/۲۴					
۱۲	۳	۳	۳	۳	۴	۴	۴	۴	۴	۴

ب:- ''من لا یرد علیہم'' کو ان کے اقل مخرج سے حصہ دینے کے بعد مابقیہ ''من یرد علیہم'' پر برابر تقسیم نہیں ہوتا ہے،تو ''من یرد علیہم'' کے لئے رد کے قاعدہ نمبر:۲ کے پیش نظر الگ مسئلہ بنا کر ''من یرد علیہم'' کو حصہ دیا جائے گا، پھر ''من یرد علیہم'' کے مخرج کو لے کر ''من لا یرد علیہم'' کے مخرج میں ضرب دیا جائے گا، پھر ''من یرد علیہم'' کے مخرج کو لے کر ''من لا یرد علیہم'' کے سہام میں ضرب دیا جائے گا، پھر مابقیہ کو لے کر ''من یرد علیہم'' کے سہام میں ضرب دیا جائے گا،تو حاصل ضرب ہر فریق کا حصہ بنتا چلا جائے گا، جیسے وارثین میں چار بیویاں،نولڑکیاں اور چھ دادیاں ہوں،تو اَولاً ''من لا یرد علیہم'' کے اَقل مخرج ۸/سے مسئلہ بنا کر اُن کو دیا ایک، باقی بچا ۷۔ مابقیہ ۷/''من یرد علیہم'' پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اِس لئے رد کے اُصول نمبر۲/کی شکل نمبر۴/کے قاعدہ نمبر۱/کی روشنی میں الگ سے ۵/سے مسئلہ بنا کر لڑکیوں کو ۴/دیا، اور دادیوں کو ۱/دیا۔ پھر ''من یرد علیہم'' کے مخرج ۵/کو لے کر ''من لا یرد علیہم'' کے مخرج ۸/میں ضرب دیا،تو حاصل ضرب ۴۰/نکلا۔ پھر ''من یرد علیہم'' کے مخرج ۵/کے ذریعہ سے ''من لا یرد علیہم'' یعنی بیویوں کے سہام ۱/میں ضرب دیا،تو بیویوں کو

۵/ ملے، پھر مابقیہ ۷/کو لے کر ''من یرد علیہم'' کے سہام میں ضرب دیا، تو لڑکیوں کو ۲۸/ ملے، اور دادیوں کو ۷/ ملے، یہاں تک مسئلہ رد کی تصحیح ہوگئی۔

لیکن مسئلہ ردیہ میں ہر فریق کے سہام پر کسر واقع ہورہا ہے، اِس لئے اولاً اُن کے عدد رؤس اور عدد رؤس کے درمیان نسبت دیکھی گئی، تو ایک طرف سے ۴/ اور ۹/ میں تباین کی نسبت ہے، اور دوسری طرف سے ۶/ اور ۹/ میں توافق کی نسبت ہے، تباین کی صورت میں تصحیح کے اُصول نمبر ۷/ سے، اور توافق کی صورت میں تصحیح کے اُصول نمبر ۶/ سے پورے مسئلہ کی تصحیح کی جائے گی۔ ۶/ اور ۹/ میں توافق بالثلث ہے، تو ۶/ کے وفق ۲/ کو لے کر ۹/ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۱۸/ نکلا، پھر ۱۸/ کو لے کر ۴/ کے وفق ۲/ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۳۶/ نکلا، پھر حاصل ضرب ۳۶/ کے ذریعہ مسئلہ ردیہ کی تصحیح ۴۰/ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۱۴۴۰/ نکلا، پھر عددِ مضروب ۳۶/ کو لے کر بیویوں کے سہام ۵/ میں ضرب دیا، تو اُن کو ۱۸۰/ ملے، فی کس: ۴۵-۴۵۔ پھر لڑکیوں کے سہام ۲۸/ میں ضرب دیا، اُن کو ۱۰۰۸/ ملے، فی کس: ۱۱۲-۱۱۲۔ پھر دادیوں کے سہام ۷/ میں ضرب دیا، اُن کو ۲۵۲/ ملے، فی کس: ۴۲-۴۲۔ جس کا نقشہ حسبِ ذیل ہے:

تصـ: ۱۴۴۰
تصـ: ۴۰
مسئله: ۸، مابقيـ: ۸، مسئله: ۵ توافق عددِ مضروب: ۳۶
میــــــــــت

بیوی بیوی بیوی بیوی لڑکی لڑکی لڑکی لڑکی لڑکی لڑکی لڑکی لڑکی لڑکی دادی دادی دادی دادی دادی دادی

ثمن ۱/۵ ۱۸۰ — ثلثان ۴/۲۸ ۱۰۰۸ — سدس ۱/۷ ۲۵۲

۴۵ ۴۵ ۴۵ ۴۵ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۱۱۲ ۴۲ ۴۲ ۴۲ ۴۲ ۴۲ ۴۲

والرابع: أن يكون مع الثاني من لا يرد عليه فاقسم مابقي من مخرج فرض من لا يرد عليه على مسألة من يرد عليه، فإن استقام فبها، وهذا في صورة واحدة، وهي أن يكون للزوجات الربع والباقي بين أهل الرد أثلاثا كزوجة وأربع جدات وست أخوات لأم، وإن لم يستقم فاضرب جميع مسألة من يرد عليه في

مخرج فرض من لا يرد عليه، فالمبلغ مخرج فروض الفريقين كأربع زوجات وتسع بنات وست جدات، ثم اضرب سهام من لا يرد عليه في مسألة من يرد عليه وسهام من يرد عليه فيما بقي من مخرج فرض من لا يرد عليه، وإن انكسر على البعض فتصحيح المسائل المذكورة. (السراجي في الميراث: ٤٦-٤٧) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۳۷/۳/۳ھ

عول کا مسئلہ

سوال (۱۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عول کسے کہتے ہیں؟ اور کن کن مخارج کا عول آتا ہے؟ اگر وارثین میں بیوی، دو بیٹی اور والدین ہوں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور مسئلہ کیسے بنے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عول کے معنی وسعت پیدا کرنے کے آتے ہیں، اگر وارثین میں اصحاب فرائض زائد ہوجائیں اور تخریج مسئلہ کے مقررہ مخارج کا عدد کم پڑ جائے تو ضرورت کے موافق اعداد بڑھانے کے عمل کو عول کہتے ہیں، عول کی صورت میں مقررہ موجود فرائض کے اعتبار سے مسئلہ بنایا جاتا ہے اور اسی کے موافق ترکہ کی تقسیم ہوتی ہے۔ اور استقراء سے یہ بات ثابت ہے کہ کل مجموعہ مخارج سات ہیں، دو، تین، چار، چھ، آٹھ، بارہ، چوبیس۔ ان میں سے چار مخارج یعنی دو، تین چار اور آٹھ میں عول نہیں ہوتا؛ البتہ چھ، بارہ اور چوبیس میں عول ہوتا ہے، چنانچہ چھ کا عول دس تک جفت اور طاق ہوسکتا ہے اور بارہ کا عول سترہ تک صرف طاق ہوسکتا ہے، جب کہ چوبیس کا عول صرف ستائیس ہوتا ہے، اس کی علم فرائض میں صرف ایک مثال ہے، جسے مسئلہ منبریہ کہا جاتا ہے، سوال میں جو مسئلہ پوچھا گیا ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے، جس کی تخریج درج ذیل ہے:

مسئلہ: ۲۷/۲۴ عـــ

میـــت

بیوی	۲/لڑکیاں	ماں	باپ
ثمن	ثلثان	سدس	سدس
۳	۱۶	۴	۴

العول أن يزاد على المخرج شيء من أجزاءه إذا ضاق عن فرض، اعلم أن مجموع المخارج سبعة: أربعة منها لا تعول. وهي: الاثنان، والثلاثة، والأربعة، والثمانية. وثلاثة منها قد تعول. أما الستة فإنها تعول إلى عشرة وترًا وشفعًا. وأما اثنا عشر فهي تعول إلىٰ سبعة عشر وترًا لا شفعًا. وأما أربعة وعشرون فإنها تعول إلى سبعة وعشرين عولاً واحدًا كما في المسألة المنبرية؛ وهي امرأة وبنتان وأبوان. (السراجي في الميراث ص: ۳۰-۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کلالہ کی تعریف

سوال (۱۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ’’کلالہ‘‘ کسے کہتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’کلالہ‘‘ کی مراد کی تعیین میں صحابہ اور تابعین کے درمیان بڑا اختلاف رہا ہے، تاہم حضرات جمہور کے نزدیک کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کے اصول وفروع میں سے کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو۔ اور بعض نے کلالہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایسے وارثین ہیں جن میں میت کے باپ بیٹے شامل نہ ہوں۔ اور بعض حضرات اس مال موروث پر کلالہ کا اطلاق کرتے ہیں جس کے مستحقین میں میت کے اصول وفروع شامل نہ ہوں؛ البتہ پہلا

قول ہی مشہور ہے اور یہی احناف کا اختیار کردہ ہے۔

عن أبي سلمة عبد الرحمن رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! يستفتونک في الكلالة! قل اللّٰه يفتيكم في الكلالة، قال: من لم يترک ولدًا ولا والدًا، فورثته كلالة. (مراسيل أبي داؤد / باب الكلالة ص: ١٦)

عن الشعبي قال: قال أبوبكر: رأيت في الكلالة رأيًا، فإن يک صوابًا فمن اللّٰه، وإن يک خطأً فمن قبلي، والشيطان الكلالة ما عدا الولد والوالد.

(المصنف لابن أبي شيبة ١٦/٣٧٠ رقم: ٣٢٢٥٥)

اختلف العلماء في تفسير الكلالة على أقوال، فالجمهور على أن الكلالة إسم للميت الذي لم يترک ولدًا ولا والدًا، القول الثاني أنه اسمٌ للورثة الذين ليس فيهم ولد ولا والد – إلیٰ قوله – القول الرابع أنه اسم للمال الموروث فيما إذا لم يكن للميت ولد ولا والد. (تكملة فتح الملهم ٢/٢٠ المكتبة الأشرفية ديوبند)

فإذا مات الرجل وليس له ولد ولا والد فورثته كلالة، هٰذا قول أبي بكر وعمر وعلي وجمهور أهل العلم رضي اللّٰه عنهم وأرضاهم. (تفسير القرطبي ٥/٧٦ بيروت)

ثم اتفق أكثر الصحابة وأبوبكر وعلي وزيد وابن مسعود رضي اللّٰه عنهم أن الكلالة ما عدى الولد والوالد، وهو قول جمهور العلماء. (المبسوط للسرخسي ٢٩/١٥٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۳۷ھ

کبھی محروم نہ ہونے والے وارثین

سوال (۱۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وہ کون سے وارثین ہیں جو کبھی محروم نہیں ہوتے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ وارثین جو ہر حال میں ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں، کبھی محروم نہیں ہوتے وہ کل چھ ہیں: (۱) بیٹا (۲) باپ (۳) شوہر (۴) بیٹی (۵) ماں (٦) بیوی۔

فریق لا یحجبون بحال البتة وهم ستة: الابن، والأب، والزوج، والبنت، والأم، والزوجة. (السراجي في الميراث ص: ۲۷)

ولا يحرم ستة من الورثة البتة: الأب، والأم، والابن، والبنت، أي الأبوان والوالدان الزوجان. (الدر المختار مع الشامي ۱۰/ ۵۲۹ زكريا)

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلا: الأب، والابن، والزوج، والأم، والبنت، والزوجة. (الفتاویٰ الهندية ٦/ ٤٥٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میراث کی تقسیم وصیت کے مطابق ہوگی یا شرعی حصوں کے مطابق؟

سوال (۱۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک وصیت کی تھی، جو گرام شادی پور کی زمین کے متعلق ہے، جو اُنہوں نے ۳؍ لڑکوں اور ۵؍ لڑکیوں کے نام کی تھی، جو سب حیات ہیں، جائیداد وصیت کے مطابق تقسیم ہوگی یا شرعی حصص کے مطابق؟ یہ بتائیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر سب ورثہ عاقل بالغ ہوں اور وصیت میں لکھی گئی تقسیم سے پوری طرح راضی اور مطمئن ہوں، تو پھر وصیت کے مطابق عمل ہوگا، اور وارثین راضی نہ ہوں؛ بلکہ اُن میں آپسی اختلافات ہوں تو پھر وصیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، اور شریعت کے مطابق وراثت کی اَز سرِ نو تقسیم ہوگی، یعنی لڑکوں کو لڑکیوں سے دو گنا حصہ ملے گا۔

ولا تجوز لوارثه إلا أن يجيزها الورثة ويروى هٰذا الاستثناء فيما رويناه؛ ولأن الامتناع لحقهم فتجوز بإجازتهم. (الهداية / باب في صفة الوصية ما يجوز من ذٰلك الخ ٦٥٧/٤، الدر المختار مع الشامي / كتاب الوصايا ٣٤٦/١٠ زكريا، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الوصايا ٩٠/٦ زكريا، مجمع الأنهر / أول كتاب الوصايا ٤١٨/٤ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآن میں لڑکی کو حصہ دینے کا حکم

سوال (۱۰۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ پاک کی وہ کونسی سورت یا آیت ہے، اور حدیث پاک ہے، جس میں لڑکی کو ترکہ میں سے حصہ دینے کا حکم ہے؟ اور جو لوگ ترکہ میں سے لڑکی کو حصہ نہیں دیتے، اُن لوگوں کا دین ودنیا میں کیا انجام ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قرآنِ کریم میں فرمایا گیا: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اَولاد کے بارے میں لڑکے کو دولڑکیوں کے حصہ کے بقدر دینے کا حکم دیتا ہے) اور جو لوگ اپنے کسی وارث کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اُن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید اِرشاد فرمائی ہے کہ جو شخص اپنے کسی وارث کی میراث قطع کرے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی جنت کی میراث قطع فرمادے گا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ [النساء: ٧]

قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: إن أوس بن ثابت الأنصاري توفى عن

ثلاث بنات وامرأة، فجاء رجلان من بني عهد، وهما وصيان له يقال لهما: سويد، وعرفجة وأخذ ماله، فجاءت امرأة أوس إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وذكرت القصة، وذكرت أن الوصيين ما دفعا إليّ بناته شيئًا من المال، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ''ارجعي إلى بيتک حتى أنظر ما يحدث اللّٰه في أمرک'' فنزلت على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم هٰذه الآية، ودلت على أن للرجال نصيبًا وللنساء نصيبًا. (التفسير الكبير للرازي ٥٠٢/٩)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱؍۳؍۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماحول سے متاثر ہوکر لڑکیوں کا اپنا حصہ لینے سے انکار کرنا

سوال (۱۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا نام صابری بیگم ہے، میں مکان کی مالک ہوں، میری دولڑکیاں اور پانچ لڑکے ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میں سب کے فرض سے ادا ہو چکی ہوں، میں اپنے مکان کا بٹوارہ کرنا چاہتی ہوں، اپنا حصہ الگ اور بقیہ پانچوں بیٹوں کے نام کردوں، لڑکیاں اپنا حصہ لینے سے منع کررہی ہیں، تو کیا لڑکیوں کا حصہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پر لڑکیاں بھی وراثت میں اپنے حصہ کی حق دار ہیں، محض زبانی طور پر اور مروجہ ماحول سے متأثر ہوکر اُن کا اپنے حصہ کو لینے سے انکار کردینا معتبر

نہیں ہے، اِس لئے اَولاً اُن کو اُن کا حصہ دیا جائے، پھر اگر وہ اپنے حصہ پر قبضہ کرنے کے بعد بھائیوں کو دینا چاہیں تو اُنہیں اختیار ہے۔

لو قال الوارث: ترکت حقي لم یبطل حقه إذا الملک لا یبطل بالترک. (الأشباه والنظائر ۱۶۰/۲ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا لڑکیوں کا اپنا حق مانگنے سے رشتہ ناطہ ختم ہوجاتا ہے؟

سوال (۱۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لڑکی اگر حصہ حاصل کرلے تو کیا اُس کا میکہ سے تعلق ختم ہوجائے گا؟ اور بھائیوں وغیرہ پر ہمشیرہ ہونے کے ناطے رشتے برقرار رکھنا ضروری ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وراثت لڑکیوں کا شرعی حق ہے، اس کا مطالبہ کرنے سے رشتہ داری ہرگز ختم نہیں ہوئی، بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہنوں کا حق ادا کریں ورنہ گنہگار ہوں گے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم: من قطع میراث وارثه، قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیامة. (مشکاة المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الأول ۲۶۶، وکذا في سنن ابن ماجة، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیة ۱۹۴ رقم: ۲۷۰۳ دار الفکر بیروت)

وصلة الرحم واجبةٌ، ولو كانت بسلام وتحية وهدية. (الدر المختار مع الشامي ۵۸۹/۹ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا لڑکیاں والد کی صحرائی وسکنائی جائیداد میں وارث ہوں گی؟

سوال (۱۱۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا لڑکیاں والد کی صحرائی وسکنائی جائیداد میں وارث ہوتی ہیں یا نہیں؟ والد کے پاس جائیداد دادالٰہی یا کسی بھی صورت سے آئی ہو، اُس میں لڑکے لڑکیاں دونوں وارث بنیں گے یا صرف لڑکے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکیاں اپنے والدین کے ترکہ میں خواہ وہ سکنائی ہو یا صحرائی، ذاتی خرید ہو یا دادالٰہی ہو وہ اپنے مقررہ حصہ کی شرعاً مستحق ہیں، اُن کو شرعی حق سے محروم کرنا سخت گناہ ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كان أهل الجاهلية لا يرثون البنات ...... فمات رجل من الأنصار، يقال له: أوس بن ثابت، وترک ابنتين وابنًا صغيرًا، فجاء ابنا عمه خالد وعرفطة، وهما عصبتاه فأخذا ميراثه كله، فأتت امرأته رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فذكرت له ذٰلک، فقال: ما أدري ما أقول، فنزلت: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا﴾ (التفسير المظهري ۲۲۷/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا غیر منقولہ جائیداد میں بھی لڑکیاں حصہ دار ہیں؟

سوال (۱۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: متوفی کی اَولاد میں لڑکے لڑکیاں دونوں نوعیں ہیں، تو اُس متوفی کی جائیداد غیر منقولہ مثلاً زمین باغات میں متوفی کی لڑکیاں حق دار وحصہ دار ہیں یا نہیں؟ اُس متوفی کی ایک لڑکی بیرونِ ملک مثلاً پاکستان رہتی ہے، تو کیا وہ لڑکی ازروئے شرع متوفی کی جائیداد میں حصہ دار وحق دار ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جی ہاں! لڑکیاں بھی غیر منقولہ جائیداد میں حصہ دار ہوتی ہیں۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وإذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات ٦/٤٤٨، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٧/٤٨٠ دار الكتب العلمية بيروت)

ولا يحرم ستة من الورثة بحال ألبتته: الأب والأم والابن والبنت. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الفرائض / فصل في العصبات ١٠/٥٢٩ زكريا، ٦/٧٧٩ دار الفكر بيروت، الفتاویٰ الهندية / الباب الرابع في الحجب من الفرائض ٦/٤٥٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِکلوتی بیٹی کو ماں کے ترکہ میں سے کل مال کا نصف ملے گا

سوال (۱۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: میری دادی کلثوم بیگم کے نام سے ایک مکان ہے، میری دادی کی چھ اولاد میں سے چار بیٹے دو بیٹیاں ہیں، میری دادی کی موجودگی میں میرے والد ظہیر کا انتقال ہوگیا تھا، میری والدہ کا بھی انتقال ہوگیا، میں اپنے والد کی اکلوتی بیٹی ہوں، میں ہاتھ پیر سے معذور ہوں، میرے چچا تاؤ نے میرے منع کرنے پر بھی میری زبردستی شادی کردی اور میرے کمرہ پر بھی قبضہ کرلیا، جس میں میں رہتی تھی، اُس میں میری والدہ کی شادی کا سامان بھی ہے، اُس پر بھی اُن ہی لوگوں نے قبضہ کرلیا، وہ لوگ نہ مجھے مکان میں حصہ دیتے ہیں، اور نہ میری والدہ کا مجھے سامان دیتے ہیں اور میں ایک معذور عورت ہوں اور جہاں پر اُن لوگوں نے میری شادی کی وہ بھی بہت ہی غریب آدمی ہیں، اُن کے پاس اپنا مکان بھی نہیں ہے، کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں، میں مکان میں اپنے حصہ اور اپنی والدہ کے سامان کا مطالبہ کرتی ہوں، وہ لوگ دینے سے انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے تو کسی حصہ اور سامان کی حق دار نہیں ہے، تو فتویٰ لے آ، اور اپنا حصہ اور سامان حاصل کرلے، تو میں اِس صورتِ حال میں کتنے حصے اور سامان کی حق دار ہوں اور مجھے کیا مل سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق دادی کے مکان میں سے تو آپ کا کوئی حصہ نہیں بنتا؛ اِس لئے کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال دادی کی زندگی میں ہوچکا ہے؛ البتہ آپ اپنی والدہ مرحومہ کے ترکہ میں حسبِ حصصِ شرعیہ حق دار ہیں، یعنی والدہ کے انتقال کے وقت اُن کے جو وارثین موجود ہوں، اُن میں آپ کو اپنا حصہ ملے گا، اُس حصہ پر کسی اور کے لئے قبضہ کرنا درست نہ ہوگا، مسئولہ صورت میں آپ کے چچا وغیرہ کو چاہئے کہ وہ آپ کا حصہ آپ کو ادا کریں۔

عن أبي موسیٰ الأشعري رضي اللّٰہ عنه عن ابنة ابنة ابن وأخت، فقال: للإبنة النصف وللأخت النصف، قال: وأت ابن مسعود فسيتا بعني فسئل عنها ابن مسعود وأخبر بقول أبي موسیٰ فقال: لقد ضللت إذا وما أنا من المهتدين،

أقضي فيه بما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم للإبنة النصف ولابنة الابن السدس تكملة للثلثين وما بقي فللأخت. (السنن الكبرىٰ ٢٨١/٩ رقم: ١٢٥٦٥، سنن ابن ماجة ١٩٥/١ رقم: ٢٧٢١، سنن أبي داؤد ٤٠٠/٢ رقم: ٢٨٩٠)

للبنات ستة أحوال ثلاثة تتحقق في بنات الصلب وبنات الابن، وهي النصف للواحدة، والثلثان للأكثر، وإذا كان معهن ذكر عصبهن. (شامي، كتاب الفرائض / قبيل فصل في العصبات ٥١٥/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا والدہ کی ننہیالی جائیداد صرف لڑکیوں ہی کا حصہ ہے؟

سوال (۱۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحبہ کو اپنے والد کی جانب سے کچھ ملکیت حاصل ہوئی تھی، اَب اُن صاحبہ کا انتقال ہوگیا، اُن کے کچھ لڑکیاں اور لڑکے ہیں، لڑکیاں یہ کہتی ہیں کہ والدہ کو جو ملکیت نانیہال سے ملی تھی اُس کے حق دار صرف ہم (لڑکیاں) ہیں، بھائی کا اُس میں کوئی حصہ نہیں ہے، کیا اُن کا یہ کہنا صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدہ کی ہر طرح کی ملکیت میں لڑکے لڑکیاں سب حسبِ حصصِ شرعیہ شریک ہیں، لڑکیوں کا یہ کہنا کہ نانیہالی ترکہ کی صرف وہی مستحق ہیں، صحیح نہیں ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آيت: ١١]

أعيان المتوفىٰ المتروكة عنه مشتركة بينهم على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩٢ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۲۳ھ

۴۰ ؍گز زمین ۵ ؍لڑکوں میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۱۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فروزی بیگم کا انتقال ہوا، اُس نے اپنے وارثوں میں پانچ لڑکے چھوڑے: محمد احمد، افتخار عرف دِلّن، یٰسین، محمد میاں اور طیب، مرحومہ فروزی بیگم کا ترکہ کس کو کتنا ملے گا؟ ۴۰ ؍گز زمین ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں ہر ایک لڑکے کو ۸-۸ ؍گز مکان ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۹/۱۴۱۵ھ

معشوق کے ساتھ فرار ہونے والی لڑکی کو باپ کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۱۱۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بیٹی جو کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کسی غیر شخص کے ساتھ بھاگ جائے اور اُس کے ساتھ رشتۂ ازدواج قائم کرلے جس کی وجہ سے ناراض ہوکر اُس کے والدین قریب بیس سال سے بیٹی سے قطع تعلق کرلیں اور اِسی حالت میں بیٹی کے والد کا انتقال ہوجائے، تو کیا بیٹی والد کے مال ومتاع میں کسی طرح کی حق دار ہوگی؟ اور اِسی قطع تعلقی کی حالت میں والدہ اپنی اس بیٹی کو چھوڑ کر اپنا مال ومتاع اپنی بقیہ اولادوں کے نام کرنا چاہیں، تو کیا اِس مسئلہ میں کوئی شرعی رکاوٹ تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والدین کی مرضی کے خلاف لڑکی کے غیر شخص کے ساتھ بھاگ کر نکاح کرنے سے اگرچہ لڑکی نے والدین کو ستا کر بہت سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، جس پر

توبہ واستغفار لازم ہے؛ لیکن اِس بنیاد پر وہ لڑکی اپنے والد کے ترکہ سے محروم نہ ہوگی؛ بلکہ حسبِ حصصِ شرعیہ باپ کی وراثت کی مستحق ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۶۳، فتاویٰ رحیمیہ ٦/۴۷٠-۴۷۵، کفایت المفتی ۸/۳۰۹)

عن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان. (مشكوٰة المصابيح ٢٦٩/٢)

عن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ١١٧٣، مسند بزار–البحر الذخار رقم: ٢٠٦١، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ١٦٨٥، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ٥٥٩٨)

عن الأحوص قال: قال عبد اللّٰه: احبسوا النساء في البيوت؛ فإن النساء عورة الخ. (المصنف لابن أبي شيبة ٥٤/٤ رقم: ١٧٧٠٤ دار الكتب العلمية بيروت)

اورلڑکی کی نافرمانی کی وجہ سے اگر والدہ اپنی جائیداد سے نہ دے کر دیگر وارثین میں تقسیم کردیں اور اپنی زندگی میں اُنہیں قابض ودخیل بنادیں تو والدہ کے انتقال کے بعد مذکورہ نافرمان لڑکی والدہ کی تقسیم کردہ جائیداد میں کسی حصہ کی مستحق نہ ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ۵/۶۳، فتاویٰ رحیمیہ ٦/۴۷۵)

ولو كان ولده فاسقًا وأراد أن يصرف ماله إلىٰ وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هٰذا خير من تركه كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ دار إحياء التراث العربي بيروت)

أما إذا قصد الوالد الإضرار أو تفضيل أحد الأبناء على غيره بقصد التفضيل من غير داعية مجوزة لذٰلك فإنه لا يبحه أحد. (تكملة فتح الملهم / كتاب الهبة ٧٠/٣ مكتبة دار العلوم كراچی، ٧٠/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی کردینے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتیں

سوال (۱۱۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا لڑکی شادی کردینے کے بعد والدین کی جائیداد سے محروم ہوجاتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کردینے کی وجہ سے لڑکیاں باپ کی وراثت سے محروم نہیں ہوتی ہیں؛ بلکہ اُن کا جو شرعی حصہ ہے باپ کے انتقال کے بعد اُن کو ملے گا۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قطع میراث وارثہ، قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ. (مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الأول ۲۶۶، وکذا في سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیۃ ۱۹٤ رقم: ۲۷۰۳ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۷/۵/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں بیٹی کو کتنا ملے گا؟

سوال (۱۱۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص اپنی موروثی جائیداد چھوڑ کر اِس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور اَولاد میں صرف بیٹی ہے، مرحوم کے بھائی وبہن بھی حیات ہیں، اِن حالات میں بیٹی کو وراثت کا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم نے اگر وارثین میں ایک لڑکی اور بھائی بہن کو چھوڑا، تو کل ترکہ کا آدھا حصہ لڑکی کو ملے گا اور بقیہ حصہ بھائی بہنوں میں ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، الشريفية على السراجية ٤٨)

وأما لبنات الصلب فأحوال ثلاث: النصف للواحدة. (السراجي ١٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر متروکہ مکان کے وارثین میں صرف ایک لڑکا لڑکی ہوں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال (۱۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد بزرگ نے ایک مکان چھوڑا ہے، جس کا میں اور میری بہن مالک ہیں، اور باقی نصف میرے حقیقی چچا صاحب نے صرف میرے نام کر دیا، جس میں کوئی شریک نہیں، اَب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میری بہن کا کتنا حق ہے اور میرا کتنا حق ہے؟ اُس کے بعد وہ نصف حصہ باقی حصہ میں شامل ہوگا یا نہیں؟ جو میرے چچا نے مجھے لکھا ہے، یا اُس کا میں تنہا مالک ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: برتقدیرِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق مسئولہ صورت میں مکان کا جو نصف حصہ آپ کے چچا نے آپ کو ہبہ کرکے مالک ودخیل بنا دیا ہے، تو اُس میں تو صرف آپ تنہا ہی حق دار ہیں، اُس حصہ میں آپ کی بہن کا حصہ نہیں ہے، اور باپ کے چھوڑے ہوئے نصف حصہ میں دو تہائی کے آپ مالک ہیں اور ایک تہائی آپ کی بہن کا حصہ ہے۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ١١]

يملك الموهوب له الموهوبَ بالقبض. (شرح المجلة ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١ كوئٹه، كذا في الفتاوىٰ الهندية / كتاب الهبة ٣٧٤/٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۷/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مکان کو بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا اُس میں بیٹیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال (۱۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس مکان کو میں نے بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا ہے اُس میں بیٹی کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مکان کو آپ نے بیٹوں کے نام بیع نامہ کرایا تھا اُس پر فی الحال آپ ہی کا قبضہ ہے، آپ نے اَب تک بچوں کے قبضہ میں نہیں دیا ہے، اِس لئے وہ مکان آپ ہی کی ملکیت ہے، بچوں کو قبضہ دلانے سے پہلے پہلے اگر آپ کا انتقال ہوجائے تو اُس مکان کا شمار بھی آپ کے ترکہ میں ہوگا، اور بیٹی بھی بیٹوں کے ساتھ اس میں حسبِ حصص شرعیہ حق دار ہوگی، بیٹوں کے محض نام ہونے کی وجہ سے بیٹی کا حصہ شرعاً ساقط نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱۷۶/۳)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا مميزًا غير مشغول. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٨٩/٨ زكريا)

ويشترط أن يكون الموهوب مقسومًا ومفرزًا وقت القبض لا وقت الهبة، بدليل أنه لو وهب له نصف الدار شائعًا ولم يسلم حتى وهب النصب الآخر وسلم الكل تجوز، كذا في الظهيرية. ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة، ويستوي فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغًا، هٰكذا في المحيط ...... لا يثبت الملك للموهوب إلا بالقبض هو المختار، هٰكذا في الفصول العمادية. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الثاني ٣٧٧/٤-٣٧٨ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۵/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بیٹے اور ایک بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد وقار حسین کا انتقال ۱۴؍جنوری ۲۰۱۰ء کو ہوگیا، وقار حسین کے چار بچے ہیں دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی وقار حسین کی زندگی میں ہی انتقال کر چکے ہیں، اب ایک لڑکا اور ایک لڑکی زندہ ہیں، وقار حسین ایک مکان اور کچھ نقد چھوڑ کر مرے ہیں، ایک دوکان ان کے پاس کرایہ کی تھی، اس دوکان کو وہ اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے کے نام مالک دوکان سے رسید کٹوادی تھی، اب رسید بیٹے کے نام آتی ہے، وہ اس دوکان پر کام کرتا ہے، اور وقار حسین کی بیوی کا بھی وقار حسین کی حیات میں ہی انتقال ہوگیا تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال آپ کے والد وقار حسین نے جو بھی ترکہ چھوڑا ہے، اُس کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرکے دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا اور والد صاحب کی دوکان میں موجود مال اُن کے ترکہ میں شامل ہوگا، جس کو درج بالا تناسب سے تقسیم کیا جائے گا؛ لیکن دوکان کی کرایہ داری تقسیم نہیں ہوگی؛ اِس لئے کہ والد نے اپنی زندگی ہی میں اُن کے نام رسید بنوادی تھی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

أما الـذي يـرجـع إلـى الـعـاقد فرضى المتعاقدين لقوله عز وجل: ﴿يٰأَيُّهَا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـوْا لاَ تَـأْكُـلُـوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹] – إلىٰ قوله – فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ؛ لأن هٰـذه الـعوارض تنافي الرضا فتمنع صحة الإجارة؛ ولهذا منعت صحة البيع.

(بدائع الصنائع ٤/٢٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کی جائیداد میں لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ

سوال (۱۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوا، تو اُنہوں نے قریب ساڑھے آٹھ بیگھہ کا باغ اور رہنے کا مکان چھوڑا، اُن کے چار لڑکے عزیز الحق، رئیس الحق، نواب الحق، شاویز الحق اور دو لڑکیاں: مہتاب النساء اور معراج النساء ہیں، نواب الحق کو قریب آٹھ سال انتقال ہوئے ہو گئے ہیں، باغ کو مع زمین کے بارہ لاکھ ستانوے ہزار دو سو چالیس (۱۲۹۷۲۴۰) روپئے میں فروخت کر دیا گیا ہے، ۱۲۸۷۲۴۰/ روپئے بھائی کے دس آنے بہن کے، پانچ آنے کے حساب سے ہر ایک بھائی کے حصہ میں:

عزیز الحق کے حصہ میں: 2,59,448	شاویز الحق کے حصہ میں: 2,59,448
رئیس الحق کے حصہ میں: 2,59,448	نواب الحق کے حصہ میں: 2,59,448
مہتاب النساء کے حصہ میں: 1,29,724	معراج النساء کے حصہ میں: 1,29,724

اگر یہ تقسیم مذہب اسلام کی روشنی میں ٹھیک ہے تو اس پر آپ اپنی مہر لگا دیں، ورنہ ٹھیک حساب لکھ دیں، مزید یہ فتویٰ بھی دیں کہ جو حصہ دار کسی کا حصہ نہ دے گا تو اس کا حشر کے میدان میں کیا حال ہوگا؟ کیا سزا ملے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے والد صاحب کے ترکہ میں زمین باغ وغیرہ میں اُن کے سبھی وارثین لڑکے اور لڑکیاں شریک ہیں، اور لڑکے کو دوہرا اور لڑکی کو اکہرا حصہ وراثت میں ملتا ہے، اِس اعتبار سے آپ نے باغ کی فروختگی کی رقم کی تقسیم کا جو حساب بنایا ہے، وہ صحیح ہے اور بھائیوں نے اپنے حصہ شرعی سے جو زائد رقم لے لی ہے وہ واپس کرنی ضروری ہے؛ تاکہ بہنوں کو اُن کا حق دیا جاسکے، اُن بھائیوں میں سے جو بھی زائد رقم واپس نہیں کرے گا اور قصداً بہنوں کو محروم رکھے گا، وہ آخرت میں سخت مؤاخذہ دار رہے گا۔ اَحادیث شریفہ میں ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت زمین بھی غصب کرلے تو آخرت میں اُسے اس کے گلے میں طوق بناکر ڈال دیا جائے گا، اور یہ غاصب اسے اٹھا نہ پائے گا۔ (العیاذ باللہ) اور جو والد صاحب کا مکان ابھی تقسیم نہیں ہوا ہے، اس کو بھی ان لڑکے اور لڑکیوں میں درجہ بالا تناسب سے تقسیم کرنا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۲۹]

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري، باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/٢ رقم: ٣١٩٨، صحيح مسلم رقم: ١٦١٠، مشكاة المصابيح / باب الغصب ٢٥٤ المكتبة الأشرفية ديوبند، لمعات التنقيح ٦١٥/٥ رقم: ٢٩٣٨ دار النوادر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴؍لڑکے اور ۳؍لڑکیوں کے درمیان زندگی میں جائیداد کی تقسیم

سوال (۱۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماری والدہ راشدہ بیگم اپنی حیات میں اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہتی ہیں، اُن کے چار لڑکے تین لڑکیاں ہیں، تو شرعاً کس طرح تقسیم ہوگی؟ کس کے کتنے کتنے حصے ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر آپ کی والدہ راشدہ بیگم اپنی زندگی میں وارثین کے درمیان تقسیم کرکے ہر ایک کو مالک ودخیل بنانا چاہتی ہے، تو اُس کے لئے حکم یہ ہے کہ لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دیں؛ کیوں کہ زندگی میں اولاد کے درمیان برابری کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز راشدہ بیگم کو اِس کی بھی اجازت ہے کہ ایک تحریر تیار کریں کہ میری وفات کے بعد سب موجود وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق وراثت ہوں گے، ایسی صورت میں اُن کی وفات کے بعد ہر لڑکے کو دوہرا لڑکی کو اِکہرا حصہ ملے گا، اور جب تک وہ حیات رہیں گی کل مال کی مالک ومتصرف رہیں گی، اور وفات کے بعد شریعت کے مطابق وارثین میں جائیداد تقسیم ہوگی۔

عن أبي صفرة قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يخطب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم.

(شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم: ٨٦٩١)

يعطي الابنة مثل ما يعطي للابن وعليه الفتوىٰ وهو المختار. (الفتاویٰ الهندية / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤، شامي ٥٠١/٨ زكريا)

وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا)

وفي السراجية: وينبغي أن يعدل بين أولاده في العطايا، والعدل عند أبي يوسف أن يعطيهم على السواء هو المختار. (مجمع الأنهر ٤٩٧/٣، الفتاویٰ السراجية ٤١٠)

قال العبد الضعيف محمد تقي العثماني: قد ثبت بما ذكرنا أن مذهب الجمهور في التسوية بين الذكر والأنثىٰ في حالة الحياة أقوىٰ وأرجح من الدليل، ولكن ربما

خطر بالبال إن هٰذا فيما قصد فيه الأب العطية والصلة، وأما إذا أراد الرجل أن يقسم أملاكه فيما بين أولاده في حياته؛ لئلا يقع بينهم نزاع بعد موته؛ فإنه وإن كان هبة في الاصطلاح الفقهي؛ ولكنه في الحقيقة والمقصود استعجال لما يكون بعد الموت، وحينئذ ينبغي أن يكون سبيله سبيل الميراث، فلو قسم الرجل في مثل هٰذه الصورة ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ على قول الإمام أحمد ومحمد بن الحسن، فالظاهر أن له ذٰلک يسع له. (تكملة فتح الملهم ۲/۷۵ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۷/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲/ بیٹے اور ۱/ بیٹی کے درمیان ساڑھے نو لاکھ روپئے کی تقسیم

سوال (۱۲۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال ہوگیا، انہوں نے دو بیٹے عمر اور بکر اور ایک بیٹی صفیہ کو چھوڑا، جائیداد میں زید نے صرف مکان چھوڑا، اُن کی اولاد نے اتفاق رائے سے اس مکان کو فروخت کیا، مکان کی قیمت مبلغ ۹/ لاکھ ۵۰/ ہزار روپئے ہے، مذکورہ رقم میں سے دونوں بیٹے عمر اور بکر کو کتنا کتنا ملے گا؟ اور ایک بیٹی صفیہ کو حصہ میں کتنی رقم ملے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے متروکہ مکان کی قیمت نو لاکھ پچاس ہزار روپئے درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۱/۶ — تداخل — ترکہ ۹۵۰۰۰۰/۱۹۰۰۰۰

میـــــــــــــــــــــــت

	لڑکے		لڑکی
رؤوس	بکر	عمر	صفیہ
سہام	۲	۲	۱
ترکہ	۳۸۰۰۰۰/ روپئے	۳۸۰۰۰۰/ روپئے	۱۹۰۰۰۰/ روپئے

مرحوم زید کا کل ترکہ پانچ سہام میں تقسیم ہوکر اُن کے شرعی ورثہ کو اتنا اتنا ملے گا جو اُن کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷٦]

فقد دلت الآية علىٰ أن أحوال البنات الصلبيات ثلاث:

الأولىٰ:- أن يكون معهن ابن صلبي أو أبناء، ففي هٰذه الحالة يكون الجميع عصبة للذكر مثل حظ الأنثيين، ويأخذون التركة كلها إن لم يكن للمورث أصحاب فرض، أو الباقي بعد أصحاب الفروض. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال البنت ۳۷/۳ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۳٦ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۳/لڑکے اور ۴/لڑکیوں کے درمیان ۳۷/بیگھے زمین کی تقسیم

سوال (۱۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب خیر اللہ مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں ۳۷/بیگھہ زمین ہے جس کی قیمت تقریباً ۳/لاکھ روپئے بیگھہ ہے، اور خیر اللہ مرحوم کے کل سات بچے ہیں جن میں تین لڑکے ہیں، جن کے نام یہ ہیں: صدر الدین، معین الدین، جلال الدین، اور چار لڑکیاں: سبتون، ساجدہ، شاکرہ، ہاجرہ۔

تو اَب اِس ترکہ میں اُن ورثہ کا شریعت کے حساب سے کس کا کتنا کتنا حصہ ہوگا؟

نوٹ:- اگر کسی نے بہنوں کا حصہ نہیں دیا تو شریعت کے مطابق اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث خیر اللہ مرحوم کا ترکہ حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ١٠ — تباین — ترکہ: ٧ر٣٧ر بیگھہ زمین

میـــــــــــــــــــــــــت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
رؤوس	معین الدین	جلال الدین	صدرالدین	ساجدہ	شاکرہ	ہاجرہ	سبتون
سہام	٢	٢	٢	١	١	١	١
ترکہ	٧ر ۴/١٠ بیگھہ	٧ر ۴/١٠ بیگھہ	٧ر ۴/١٠ بیگھہ	٣ر ٧/١٠ بیگھہ	٣ر ٧/١٠ بیگھہ	٣ر ٧/١٠ بیگھہ	٣ر ٧/١٠ بیگھہ

اور قیمت کے اعتبار سے تقسیم درج ذیل طریقے پر ہوگی:

مسئلہ: ١٠ — تداخل — ترکہ: ١١١٠٠٠٠٠/١١١٠٠٠٠٠

میـــــــــــــــــــــــــت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
رؤوس	معین الدین	جلال الدین	صدرالدین	ساجدہ	شاکرہ	ہاجرہ	سبتون
سہام	٢	٢	٢	١	١	١	١
ترکہ	٢٢٢٠٠٠٠ روپئے	٢٢٢٠٠٠٠ روپئے	٢٢٢٠٠٠٠ روپئے	١١١٠٠٠٠ روپئے	١١١٠٠٠٠ روپئے	١١١٠٠٠٠ روپئے	١١١٠٠٠٠ روپئے

خیر اللہ مرحوم کا کل ترکہ یعنی ٣٧ر بیگہ زمین دس حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

اور بہنوں کا حصہ نہ دینا صریح ظلم ہے، اگر دنیا میں ادا نہ کیا تو آخرت میں وہ حصہ گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا اور سخت ذلت ورسوائی ہوگی۔

عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من اقتطع شبرًا من الأرض ظلمًا طوقه اللّٰه إیاه یوم القیامة من سبع أرضین. (صحیح مسلم ٣٢/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ١۴/١١/١۴٣٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۳ر لڑکوں اور ۳ر لڑکیوں کے درمیان ۵۰۰ر گز مکان کی تقسیم

سوال (۱۲۶):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انوار حسین کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں تین لڑکے: انصار حسین، محمد ایوب، محمد کامل، تین لڑکیاں: ببو بیگم، بے بی بیگم، شکیلہ خاتون ہیں، اور ترکہ میں ۵۰۰ر گز کا مکان ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں ہر ایک موجود وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مرحوم انوار حسین کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۹ | تباین | ترکہ: ۵۰۰ر گز

میـــــــــــــــــــــــــــــــــــت

انصار	محمد ایوب	محمد کامل	ببو بیگم	بے بی بیگم	شکیلہ
لڑکے			لڑکیاں		
۲	۲	۲	۱	۱	۱
۱۱۱ ۹/۱ر گز	۱۱۱ ۹/۱ر گز	۱۱۱ ۹/۱ر گز	۵۵ ۹/۵ر گز	۵۵ ۹/۵ر گز	۵۵ ۹/۵ر گز

مرحوم انوار حسین کا کل ترکہ ۹ر برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ، وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیه ۴۸)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ

الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴/لڑکے اور ۴/لڑکیوں کے درمیان ۳۵/لاکھ کی تقسیم

سوال (۱۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد یوسف کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، سب شادی شدہ ہیں، اور ترکہ میں ۳۵/لاکھ روپئے ہیں۔

اَب دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں ہر ایک وارث کو کتنے کتنے روپئے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق متقدمہ علی الارث عدم موانع اِرث مرحوم حاجی محمد یوسف صاحب کا ترکہ حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۳/۱۲ توافق ۴ ۸۷۵۰۰۰/۳۵۰۰۰۰۰

محمد یوسف میت

	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱
ترکہ	۵۸۳۳۳۳/۱/۳ روپئے	۵۸۳۳۳۳/۱/۳ روپئے	۵۸۳۳۳۳/۱/۳ روپئے	۵۸۳۳۳۳/۱/۳ روپئے	۲۹۱۶۶۶/۲/۳ روپئے	۲۹۱۶۶۶/۲/۳ روپئے	۲۹۱۶۶۶/۲/۳ روپئے	۲۹۱۶۶۶/۲/۳ روپئے

مرحوم حاجی محمد یوسف کا کل مال ۱۲/حصوں میں تقسیم ہوکر اُسی تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اُن کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاویٰ الهندية، کتاب الفرائض / باب العصبات ٦/٤٥١ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۷/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴/لڑکے اور ۴/لڑکیوں کے درمیان ۲۵/لاکھ روپئے کی تقسیم

سوال (۱۲۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان محلّہ پیرزادہ میں واقع ہے، اور ایک مکان محلّہ گوئیاں باغ میں ہے، اُن دونوں مکانوں کی قیمت مبلغ پچیس لاکھ روپئے ہے، وفات کے وقت چار لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں، آٹھوں حصہ دار اسلام کے مطابق بٹوارہ چاہتے ہیں، فتویٰ دینے کی مہربانی کریں اور رقم کا خلاصہ کردیں، ہم لوگ قبر کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں۔

ہم چار بھائیوں میں دو بھائی بہنوں کو گاؤں کی رسم کا حوالہ دیتے ہوئے اُن کے حصے مارنا چاہتے ہیں، حصہ مارنے والوں کی شریعت کے مطابق جو سزا ہوتی ہے وہ فتویٰ کے اندر تحریر فرمادیں، قرآن عظیم کے اندر سورۃ النساء کا بھی حوالہ بھی تحریر فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال آپ کے مرحوم والد کا کل ترکہ جس کی قیمت حسبِ تحریر سوال ۲۵/لاکھ روپئے ہے ان کے وارثین میں درج ذیل تفصیل کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲/۱۲ توافق ۴ ترکہ ۲۵۰۰۰۰۰/روپئے/۶۲۵۰۰۰

نجیب اللہ میت

رؤوس	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱
ترکہ	۴۱۶۶۶۶ ۸/۱۲ روپئے	۴۱۶۶۶۶ ۸/۱۲ روپئے	۴۱۶۶۶۶ ۸/۱۲ روپئے	۴۱۶۶۶۶ ۸/۱۲ روپئے	۲۰۸۳۳۳ ۴/۱۲ روپئے	۲۰۸۳۳۳ ۴/۱۲ روپئے	۲۰۸۳۳۳ ۴/۱۲ روپئے	۲۰۸۳۳۳ ۴/۱۲ روپئے

کل ترکہ ۱۲/سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

اور کسی بھی وارث کے لئے دوسرے وارث کا حق مارنا قطعاً جائز نہیں ہے، قرآنِ کریم میں یتیم کا مال ناحق کھانے والوں کے بارے میں سخت وعید ہے کہ وہ لوگ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھرنے والے ہیں۔ اسی طرح احادیثِ شریفہ میں بھی دوسرے کی زمین اور حق غصب کرنے والوں کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہیں، اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ دوسروں کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتا رہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیہ ٤٨)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ٤٥١/٦)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ [النساء: ١٠]

عن سالم عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من أخذ شيئًا من الأرض بغير حقّه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٤/١ رقم: ٣١٩٦ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ٣٣/٢، مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية / الفصل الثالث ٢٥٦)

عن يعلى بن مرة رضي اللّٰه عنه قال: سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: أيما رجل ظلم شبرًا من الأرض كلّفه اللّٰه عزوجل أن يحفره حتى يبلغ به سبع أرضين، ثم يُطوَّقه يوم القيامة حتى يقضي بين الناس. (المسند للإمام أحمد بن حنل ١٧٣/٤، صحيح ابن حبان ٣٠٣/٧ رقم: ٥١٤٢، الترغيب والترهيب مكمل، كتاب البيوع / باب

الترهيب من غصب الأرض وغيرها ٤٢١ رقم: ٢٨٩٨ بيت الأفكار الدولية) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱۱/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۴/لڑکے اور ۳/لڑکیوں کے درمیان ۳۰۰/سوگز مکان کی تقسیم

سوال (۱۲۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری نانی کا انتقال ہوا، مرحومہ نے چار لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں، جائیداد میں ایک مکان تین سوگز کا ہے، یہ مکان اُن کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث آپ کی مرحومہ نانی کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱۱ ترکہ: ۳۰۰/گز

میــت

رؤوس	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱
ترکہ	۵۴ ۶/۱۱ گز	۵۴ ۶/۱۱ گز	۵۴ ۶/۱۱ گز	۵۴ ۶/۱۱ گز	۲۷ ۳/۱۱ گز	۲۷ ۳/۱۱ گز	۲۷ ۳/۱۱ گز

کل ترکہ ۱۱/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات

٤٥١/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۷/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵/لڑکے اور ۳/لڑکیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا ترکہ صرف وہی ایک مکان ہوگا جو زید کے انتقال کے وقت زید کے نام پر تھا اور اُس مکان میں زید مرحوم کے پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں کا حصہ کس تناسب سے ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متروکہ مکان کو ۱۳/برابر سہام میں تقسیم کرکے ہر لڑکے کو دو سہام اور ہر لڑکی کو ایک ایک سہام ملے گا۔

مسئلہ: ۱۳

زید میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٢] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۵/لڑکیاں، ۲/بھائی اور ۱/بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کے اس کی زندگی ہی میں والدین کا انتقال ہوگیا تھا، پھر اُس کی بیوی کا بھی انتقال ہوگیا تھا، اُس کے دو بیٹے تھے، اُن دونوں کا بھی اُس کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا، اَب جب اس کا

انتقال ہوا تو اس کی پانچ بیٹیاں، دو بھائی اور ایک بہن زندہ ہیں۔

اَب سوال یہ ہے کہ اس کا ترکہ جو جائیداد اور نقد کی صورت میں ہے وہ ان پسماندگان کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث مرحوم کا کل ترکہ حسب ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۳، تصـ:۱۵

میـــــــت

لڑکی	لڑکی	لڑکی (۲)	لڑکی	لڑکی	بھائی (۱)	بھائی	بہن
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱

مرحوم کا کل ترکہ پندرہ حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

الثانية: أن يكون للميت بنتان فأكثر، وليس معهن ابن للميت، فحينئذٍ يكون لهن ثلثا التركة بالتساوي. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال البنات ۳۷/۳ كويت)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

الحالة الثالثة: أن يكون مع الأخت الشقيقة أو الأخوات الشقيقات أخ شقيق، فيكون لهن معه الباقي بعد أصحاب الفروض للذكر مثل حظ الأنثيين؛ لأنهن يصرن عصبة به، وهٰذا ما دل عليه قوله تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض،

أحوال الأخوات الشقيقات ٤٠/٣ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی اور پوتے کے درمیان مکان کی تقسیم

سوال (۱۳۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے بہنوئی کے والد ماجد حسین ولد کلن کا انتقال کافی عرصہ پہلے ہو چکا ہے، جنہوں نے اپنے انتقال پر اپنی ایک دختر شاہدہ کو اپنا وارث چھوڑا ہے، چوں کہ سید ذاکر حسین کا انتقال ماجد حسین کی حیات میں ہو چکا تھا، ذاکر حسین نے اپنی حیات میں ہی اپنی بیوی کو طلاق قطعی دے کر اپنی زوجیت سے آزاد کر دیا تھا جو ایک بچہ محبوب ذاکر کی حیات میں ۲/۱۲/۱۹۹۸ء کو پیدا ہوا تھا، طلاق قطعی کے بعد اُسے اپنے ساتھ لے گئی تھی، جو اَب قریب ۱۳/سال کا ہے، نیز اُنہوں نے (ماجد نے) اپنی وفات پر ایک مکان ۴/منزلہ تعمیر شدہ ۱۲۰۵۱۴/میٹر چھوڑا ہے، شاہدہ شادی شدہ تھی، طلاق سے پہلے پیدا شدہ بچہ محبوب اور دختر شاہدہ کو اس مکان سے کتنا ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیلات درست ہیں، تو ماجد حسین کا کل ترکہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر آدھا حصہ اُس کی لڑکی شاہدہ کو اور آدھا حصہ اس کے پوتے محبوب کو ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ١١]

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه أنه قال: وميراث الولد أنه إذا توفي رجل أو امرأة فترک ابنة واحدة فلها النصف، فإن كانتا اثنتين فما فوق ذٰلک من الأناث كان لهن الثلثان، فإن كان معهن ذكر، فإنه لا فريضة لأحد منهم ويبدأ بأحدٍ، إن شركهم بفريضة فيعطي فريضته فما بقي بعد ذٰلک فهو بينهم للذكر مثل حظ

الانثيين. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٨٣/٩ رقم: ١٢٥٦٨)

وإن كان للميت بنت وابن ابن فللبنت النصف، والباقي لابن الابن.

(الفتاوىٰ التاتارخانية / الفصل العاشر في بنات الصلب ٢٢٤/٢٠ زكريا)

العصبة وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض. (الفتاوىٰ الهندية / باب العصبات ٤٥١/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں اور بیٹیوں کے درمیان میراث کی تقسیم؟

سوال (۱۳۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے چار بھائی ہیں اور تین بیٹیاں تقریباً پانچ لاکھ کا مکان ہے، میرے انتقال کے بعد بھائیوں کو کتنا ملے گا اور بہنوں کو کتنا ملنا چاہئے، قیمت کے اعتبار سے تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے انتقال کے بعد مذکورہ پانچ لاکھ کے مکان میں سے دوتہائی آپ کی لڑکیوں کو ملے گا اور بقیہ بھائیوں کو ملے گا، اور اِس تقسیم کا حتمی فیصلہ آپ کی وفات کے بعد ہوگا۔

عن زيد بن بن ثابت أنه قال: وميراث الولد أنه إذا توفى رجل أو امرأة فترك ابنة واحدة فلها النصف، فإن كانتا اثنتين فما فوق ذٰلک من الإناث كان لهن الثلثان، فإن كان معهن ذكر؛ فإنه لا فريضة لأحد منهم ويبدأ بأحدٍ، إن شركهم بفريضة فيعطي فريضته، فما بقي بعد ذٰلک فهو بينهم ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٨٣/٩ رقم: ١٢٥٦٨)

وهل إرث الحي من الحي أم من الميت، المعتمد الثاني. شرح وهبانية

(الدر المختار ٤٩٣/١٠ زكريا)

قال مشائخ بلخ: الإرث يجري بعد موت المورث. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۱٥/۲۰ رقم: ۳۳۰۷۸ زکریا)

سهم البنتين فصاعدًا الثلثان، ولا يزال على ذٰلک وإن کثرن هٰذا علی قول عامة الصحابة وعامة الفقهاء رحمهم اللّٰه. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۲٤/۲۰ رقم: ۳۳۰۹٦ زکریا)

العصبات وهم كل من ليس لهم سهام مقدر ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال، كذا في الاختيار شرح المختار. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثالث في العصبات ٤٥١/٦ دار إحياء التراث الإسلامي العربي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۶/۲۴ھ

والدین اور ۷؍ بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابوبکر کا انتقال ہوگیا، وارثین میں ۷؍ بیٹیاں اور والدین چھوڑے ہیں، بیوی کا بھی پہلے ہی انتقال ہوچکا تھا، موجودہ وارثین کے درمیان ابوبکر کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت واقعہ وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث ابوبکر کا ترکہ اس کے ورثہ کے درمیان حسب ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

ابوبکر مسئلہ: ۶، تصـ: ۴۲ تباین عددِ مضروب:- ۷

میـــــــــــــــــــــــــــــــــــــت

ماں	باپ	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی
سدس	سدس				ثلثان			
$\frac{1}{}$	$\frac{1}{}$				$\frac{4}{28}$			
۷	۷	۴	۴	۴	۴	۴	۴	۴

ابوبکر کا ترکہ ۴۲ ر برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنے سہام ملیں جو اس کے نیچے درج ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں، بیوی، بھائی اور بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عتیق کا انتقال ہوگیا، اُس کے وارثین میں ایک ماں: سلیمہ، ایک بیوی: ریشمہ، ایک بھائی: شفیق اور دو بہنیں: نور جہاں، شاہجہاں ہیں۔ اَولاد کوئی نہیں ہے، مذکورہ بالا ورثہ میں سے کتنے کتنے سہام ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَداء حقوق متقدم علی الارث وعدمِ موانع اِرث مرحوم کا ترکہ اُن کے وارثین میں حسبِ حصص شرعیہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

میت عتیق — مسئلہ: ۱۲، تصـ: ۴۸ — تباین — عددِ مضروب: - ۴

ماں	بیوی	بھائی	بہن	بہن
ثلث	ربع	عصبہ	عصبہ	عصبہ
۴/۱۶	۳/۱۲	۱۰	۲۰/۵	۵

مرحوم عتیق کا کل ترکہ ۴۸ ر حصوں میں تقسیم ہوکر اُسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۵/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کو ثلث باقی ملنے کی مثال

سوال (۱۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ماں کوثلث باقی کس صورت میں ملتا ہے؟ وارثین میں میت کا باپ اور ماں یا میت کی ماں اوردادا ہوں تو کس کو کتنا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگروارثین میں ماں کے ساتھ شوہر یا بیوی میں سے کوئی موجود ہواورمیت کے بھائی بہنوں میں سے کوئی نہیں ہے، تو شوہر یا بیوی کوحصہ دینے کے بعد مابقیہ مال کا ثلث حصہ ماں کو دیا جائے گا۔ اوراگروارثین میں صرف میت کے باپ اور ماں ہوں اور بھائی بہن نہ ہوں تو ماں کوکل مال کا ثلث ملے گا، اور باپ کوعصبہ ہونے کی بنا پر مابقیہ کل ترکہ ملے گا۔ اِسی طرح اگروارثین میں صرف ماں اوردادا موجود ہوں تو ماں کوکل مال کا ثلث ملے گا اوردادا کو عصبہ ہونے کی بنا پر مابقیہ کل ترکہ ملے گا۔

وأما للأم فأحوال ثلاثٌ ...... وثلث الكل عند عدم هٰؤلاء المذكورين، وثلث ما بقي بعد فرض أحد الزوجين، وذلك في مسئلتين: زوج وأبوين، وزوجة وأبوين. (السراجي في الميراث ۱۸)

وأما للأب ...... التعصيب المحض، وذٰلك عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والجد الصحيح كالأب إلا في أربع مسائل ...... ويسقط الجد بالأب. (السراجي في الميراث ص: ۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۴؍۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والدہ، ۲؍ بھائی، ۲؍بہن اور متبنیٰ لڑکی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے بڑے بھائی صاحب حاجی ثناء الرحمٰن صاحب انتقال کر گئے ہیں، مرحوم کی ملکیت جائیداد اورسرمایہ داری اس کی تقسیم کے لئے آپ لوگوں کی مدد درکار ہے، جوکہ قرآن وحدیث کی

روشنی میں لکھ کر دیں؟ مرحوم کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی، ایک لڑکی دو ماہ کی اسے گود لے لیا تھا اُس کی پرورش کر کے شادی بیاہ کر دی ہے۔

ورثہ میں لے پالک لڑکی: بشریٰ رحمٰن، والدہ: نبیرہ خاتون، دو بھائی: مجیب الرحمٰن، حبیب الرحمٰن، دو بہنیں: تبسم شاہین، سنجیدہ پروین ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث مرحوم حاجی ثناء الرحمٰن کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۶، تصـ:۳۶

میـــــــــــــــــــــــــــت

	ماں	بھائی	بھائی	بہن	بہن
رؤوس	نبیرہ	مجیب الرحمٰن	حبیب الرحمٰن	تبسم	سنجیدہ
سہام	۱/۶	۱۰	۵ ۱۰	۵	۵

کل ترکہ ۳۶/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اُس کے نام کے نیچے درج ہے اور مرحوم کی لے پالک لڑکی کو ثناء الرحمٰن کی وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا؛ البتہ اگر اُنہوں نے اُس کے لئے اپنی زندگی میں کوئی چیز ہبہ کر کے اسے قابض ومالک بنا دیا ہو تو وہ اُس کی مالک ہوگی، اس چیز کو مرحوم کے ترکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

أما للأم فأحوالٌ ثلاث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل، أو مع الإثنين من الإخوة والأخوات فصاعدًا. (السراجي في الميراث ۱۱، الفتاویٰ الهندية ۶/۴۴۹)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاثٍ: بالنسب: وهو القرابة، والسبب: وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٦/٤٤٧)

يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملك وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ١/٤٧٣ رقم المادة: ٨٦١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جد اور جدہ کی تعریف

سوال (۱۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) جدِ فاسد (۲) جدِ صحیح (۳) جدۂ فاسدہ (۴) اور جدۂ صحیح کسے کہتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جدِ فاسد کی تعریف: جدِ فاسد وہ دادا ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ آتا ہو، جیسے نانا۔

الجد الفاسد أن كل جدٍّ يدخل في نسبته إلى الميت أم. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠/٢٤٤ رقم: ٣٣١٤٧ زكريا)

(۲) جدِ صحیح کی تعریف: جدِ صحیح وہ دادا ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ نہ آتا ہو، جیسے دادا۔

الجد الصحيح أن كل جد لا يدخل في نسبته إلى الميت أم كأب الأب.

(السراجي في الميراث ص: ١٠)

(۳) جدۂ فاسدہ کی تعریف: جدۂ فاسدہ اُس دادی کو کہتے ہیں، جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جدِ فاسد کا واسطہ آتا ہو، جیسے ماں کی نانی۔

الجـدة الفاسدة إذا دخل في نسبتها الجد الفاسد كانت فاسدة. (حاشية السراجي في الميراث ص: ۹)

(۴) جدۂ صحیحہ کی تعریف: جدۂ صحیحہ اُس دادی کو کہا جاتا ہے جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں جدِفاسد کا واسطہ نہ آتا ہو، جیسے باپ کی ماں۔

والجدة الصحيحة وهي التي لا يدخل في نسبتها إلى الميت جد فاسد. (السراجي في الميراث ص: ۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۴/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وراثت میں بہنوں کا حصہ

سوال (۱۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وراثت میں بہنوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ کیوں کہ بعض علاقوں میں بہنوں کو کچھ بھی حصہ نہیں دیتے اور بہنیں بھی یہی سمجھتی ہیں کہ ہمارا حصہ اِس میں نہیں ہے صرف مرد ہی مستحق ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وراثت میں بہنوں کا بھی بھائیوں کے ساتھ شرعاً حق مقرر ہے، بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ بہنوں کو اُن کا حق ادا کردیں، ورنہ آخرت میں مؤاخذہ دار رہیں گے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۳۹۶/۱۱، ۴۴/۵، فتاوی رحیمیہ ۲۵۴/۲-۲۶۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷٦]

عن سالم عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من أخذ شيئًا من الأرض بغير حقّه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق / باب ما جاء في سبع أرضين ٤٥٣/١ رقم: ٣١٩٦ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم ٣٣/٢، مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية / الفصل الثالث ٢٥٦)

عـن أنـس بـن مـالک رضـي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسـلـم: مـن قـطـع ميـراث وارثـه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المـصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شریعت میں بہنوں کا کس پر کتنا حق ہے؟

سوال (۱۴۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورتوں کا کثرت سے یہ سوال ہوتا ہے کہ بھائی کا بہنوں پر کوئی حق نہیں، اِس طرح بھائی بھی کہتے ہیں کہ ہم پر بہنوں کا کوئی حق اور ذمہ داری نہیں ہے، ہر طرح کا حق ماں باپ پر ہے، اور ماں باپ بڑھاپے کی حالت میں پہنچ گئے، تو بھائی کا بہنوں کے ساتھ شریعت کے اعتبار سے کیا معاملہ ہونا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شریعت کی رو سے بہنوں کے بھائیوں پر حق کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بہنیں شادی شدہ ہوں، تو اُن کے اِخراجات کی ذمہ داری شوہروں پر ہے، بھائی اور باپ ذمہ دار نہیں ہوں گے؛ البتہ اگر بہنیں نابالغ یا طلاق شدہ ہوں یا بالغ غیر شادی شدہ ہوں، تو شرعاً والدین پر اُن کے خرچ اور اِخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؛ لیکن اگر اُن چھوٹی بہنوں کے ساتھ کوئی بھائی بھی ہو، اور وہ اپنے خرچ کا خود کفیل ہو اور والدین محتاج ہوں، جو بڑھاپے کی وجہ سے کمانے پر قادر نہ ہوں، تو بھائیوں پر لازم ہے کہ وہی اپنی بہنوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔

عـن جـابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه في حديث طويل: قال عليه السلام: فـاتقوا اللّٰه في النساء ...... لهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف. (صحيح مسلم / باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم ٣٩٧/١ رقم: ١٢١٧، نصب الراية / باب النفقة ٢٧١/٣ المجلس

العلمي ڈابھیل، ۳۹٦/۳ مکتبة دار الأیمان سھارنفور)

محتاج له أولادٌ صغارٌ محاويج وله ابن كبير موسر أجبر علىٰ نفقة أبيه وعلى نفقتهم أيضًا؛ لأن الأب كالميت لفقره، ولو مات فنفقتهم عليه كذا هنا.

(الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب النفقات / الفصل الثالث في نفقة ذوي الأرحام ٤٢٤/٥ رقم: ٨٣٦٥ زكريا، الفتاویٰ الهندية ، كتاب النفقات / الفصل الخامس في نفقة ذوي الأرحام ٥٦٥/١ زكريا)

ويجبر الإبن إذا كان موسرًا على نفقة أولاد أبيه الصغار؛ لأن الفقير كالميت، فتجب عليهم نفقة إخوته. (تبيين الحقائق / كتاب النفقات ٣٣٠/٣ زكريا)

النفقة واجبةٌ للزوجة علىٰ زوجها مسلمة كانت أو كافرة، إذا سلمت نفسها إلىٰ منزله، فعليه نفقتها وكسوتها وسكناها. (الهداية / باب النفقة ٤٣٧/٢ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۱؍۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

والد کے مکان میں بہنوں کا حصہ

سوال (۱۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرحوم مولانا انوار الحق جو نینی تال مسجد میں اِمامت کرتے تھے، وہاں اُن کا ایک مکان تھا، اُن کے انتقال کے وقت ایک لڑکا دو لڑکیاں تھیں، اُس وقت لڑکے کی عمر ۱۱؍سال تھی، لڑکیوں کی عمر ۶؍۸؍سال کی تھی، لڑکے کا نام انصار الحق تھا، ماں بیٹے دونوں نے مل کر گھر کو سنبھالا، انصار الحق نے اپنی مرضی سے اور اپنی محنت اور خرچ سے الیکٹرانک کام سیکھا اور اپنی ماں بہنوں کے سارے خرچ پڑھائی لکھائی بہنوں کی شادی اپنی شادی بھی کی، انصار الحق کے چار بچے ہیں، دو لڑکے دو لڑکیاں ہیں، انصار الحق کا انتقال ۱۹۹۵ء میں ہوا، انتقال سے ایک مہینہ پہلے اُن کا مکان جل کر راکھ ہوگیا تھا، اُس کے بعد انصار الحق کی بیوی سعیدہ خاتون کے بھائی نے اُن کا ساتھ دیا، اُن کا مکان بنوا کر

دیا، ۵/سال تک نینی تال کے مکان میں رہیں، چھوٹی لڑکی کی طبیعت ۲۰۰۰ء سے خراب رہنے لگی، جس کی وجہ سے وہ نینی تال میں نہیں رہ سکی، اور ہلدوانی بھائی کے گھر پر رہ رہی تھیں، اَب ۲۰۰۷ء میں اُن کا مکان بک چکا ہے، اَب اُن کے سسر کی دونوں لڑکیاں اپنے باپ کی جائیداد میں حصہ مانگ رہی ہیں، جب بھائی نے اپنی دونوں بہنوں کا بچپن سے پڑھائی اور شادی کے سارے خرچ پورے کئے ہوں، تو کیا تب بھی اُن کے باپ کی جائیداد میں اُن کی بہنوں کا حصہ ہوگا؟ سعیدہ خاتون نے بہت تنگ حالی اور پریشانی کی زندگی گذاری ہے، بڑا لڑکا گھر سے بھاگا رہتا ہے، چھوٹا لڑکا اَب ۱۸/سال کا ہوا ہے، مکان بکنے کے بعد ۵۷۵۰۰۰/روپئے آئے، جس میں سے ۳۷۵۰۰۰ روپئے کا مکان ہلدوانی میں لے کر دے دیا، اور ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹے لڑکے کو پی سی او کی دوکان کرادی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم مولانا انوار الحق صاحب نے انتقال کے وقت جو مکان ترکہ میں چھوڑا تھا، اُس کی زمین میں اُن کے سبھی وارثین کا شرعی حق ہے؛ لہٰذا اُن کی لڑکیاں اگر اس جگہ میں اپنا حصہ مانگتی ہیں، تو وہ حق بجانب ہیں؛ تاہم یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ حسبِ تحریر سوال یہ پورا مکان جل کر راکھ ہوگیا تھا، جسے بعد میں سعیدہ بیگم (بہو انوار الحق) کے بھائیوں نے تعمیر کرایا، اِس لئے تعمیر کی قیمت میں لڑکیوں کا حصہ نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ جو مکان اَب فروخت کیا گیا ہے، اُس میں جو قیمت کا حصہ زمین کے مقابلہ میں آتا ہے، صرف اُسی میں لڑکیوں کا حصہ ہے اور جو حصہ قیمت تعمیری ملبہ کے مقابلہ میں ہے، اُس میں لڑکیوں کا حق نہیں، اور بہنوں کی شادی وغیرہ میں بھائی انصار الحق نے جو کچھ اخراجات کئے وہ بھائی کی طرف سے بہنوں پر احسان تھا، اُس کی وجہ سے بہنیں اپنے والد کی وراثت سے محروم نہ ہوں گی۔

مستفاد وإذا كان أرض وبناء فعن أبي يوسفؒ أنه يقسم كل ذلك على اعتبار القيمة. (الهداية ٤١٦/٣)

ويقسم في المنقول والعقار المشتري، ودعوى الملك يعني يقسم في الموروث المنقول والعقار المشتري، وفيما إذا ادعوا الملك ولم يذكروا كيفية انتقاله إليهم قسم بقولهم من غير إقامة بينة، أما في المنقول والعقار المشتري فلما بينا من المعنى والعرف. (البحر الرائق ١٤٩/٨ كراچی)

وقسم نقلي يدعون إرثه بينهم، أو ملكه مطلقًا أو شرائه ...... وقلت: ومن النقلي البناء والاستيجار حيث لم تتبدل المنفعة بالقسمة، وإن تبدلت فلا جبر، قاله شيخنا: وعقار يدعون شرائه، أو ملكه مطلقًا. (الدر المختار مع الشامي ٣٧٤/٩ زكريا)

ويجوز بيع أحدهما نصيبه من شريكه في جميع الصور، ومن غير شريكه بغير إذنه إلا في صورة الخلط والاختلاط. (الفتاویٰ الهندية ٣٠١/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۹/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں کی خرید کردہ ذاتی زمین میں بہن کا حصہ مانگنا

سوال (۱۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالصمد صاحب کارخانے دار کے یہاں ایک پنچایت ہوئی، مکان کی تقسیم کے بارے میں محمد نور صاحب مرحوم نے اپنا مکان بنیے کے پاس رہن رکھ دیا تھا، اُن کے یعنی محمد نور صاحب مرحوم کے دولڑکے ایک لڑکی بھی ہے، بڑے لڑکے کا نام عبدالمجید ولد محمد نور صاحب تھا، کچھ ٹائم کے بعد بنیے سے مقدمہ چلا، دورانِ مقدمہ محمد نور صاحب کا انتقال ہوگیا، انتقال کے بعد محمد نور کے خلاف ڈگری ہوئی، جس کو تایا زاد بھائی قدرت اللہ نے خریدی، قدرت اللہ سے کچھ ٹائم کے بعد ڈگری رقم دیگر دونوں بھائیوں نے روپئے دے کر ڈگری زبانی خرید لی، بذریعہ پنچایت کہ عبدالمجید کے لڑکوں کا کہنا تھا کہ پھوپھی نے بھی روپیہ دیا تھا، عبدالمجید کے لڑکوں کا کہنا تھا کہ پھوپھی نے روپئے نہیں دیا، اُس پر محلّہ کی پنچایت ہوئی، ایک بزرگ سے پنچایت نے دونوں فریق کی موجودگی میں حلفیہ

بیان لیا، اُنہوں نے بھی یہی بتایا کہ دونوں لڑکوں یعنی عبدالمجید اور عبدالحمید نے روپئے دیا ہے، دیگر حضرات سے بھی یہی شہادت ملی، جس کو دونوں فریق نے منظور کیا، تو اِس صورت میں لڑکی کا حق اُس مکان میں بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن دولڑکوں نے اپنی ذاتی رقم خرچ کر کے مذکورہ زمین کی ڈگری قدرت اللہ سے خریدی ہے، وہی اُس کے مالک ہیں؛ کیوں کہ یہ زمین بنیے کے قرض میں میت کی ملکیت سے نکل گئی تھی، اُن دونوں نے اُسے ازسرنو خریدا ہے؛ لہٰذا وہی دونوں بھائی اُس زمین کے مالک ہوں گے، اور اُن کے مرنے کے بعد اُن کے ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ اس کے مستحق ہوں گے، اور اس خریداری میں چوں کہ بہن کے خریدنے اور رقم لگانے کا ثبوت نہیں ہوسکا ہے؛ لہٰذا بہن کے ورثہ کا حق اُس مکان میں نہ ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (تفسير البيضاوي ٧)

ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ٤)

كما أن أعيان المتوفىٰ المتروكة عنه مشتركة بينهم على حسب حصصهم. (شرح المجلة، كتاب الشركة / الفصل الثالث في الديون المشتركة ٦١٠/١ رقم: ١٠٩٢)

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں کا بہنوں کو حصہ دینے میں ٹال مٹول کرنا

سوال (۱۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحبِ نصاب اور اُن کی بیوی کا انتقال لگ بھگ ۱۰؍سال پہلے ہوگیا ہے، جو اپنی

ملکیت میں ایک پختہ مکان چھوڑ گئے ہیں، جن کے سات وارث ہیں، تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، اَب تینوں لڑکے مکان کی تقسیم تین حصوں میں آپس میں کرنا چاہتے ہیں، بہنوں کے اپنے اپنے جائز حقوق مانگنے پر بھائیوں کا یہ کہنا ہے کہ مکان جب فروخت ہوتا ہے تب بہنوں کا قانوناً وشرعاً حصہ بنتا ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: والد اور والدہ کے انتقال کے بعد اُن کا متروکہ مال اُن کی جتنی اَولاد یں ہیں، سب کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا؛ لہٰذا بھائیوں کو اپنی بہنوں کو حصہ نہ دینا حرام اور ناجائز ہے، سبھی بھائی گنہگار رہوں گے، اور اُن بھائیوں کے نہ دینے سے بہن وراثت سے محروم نہیں ہوں گی۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: من قطع میراث وارثہ، قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ. (مشکاۃ المصابیح، کتاب البیوع / باب الوصایا، الفصل الثالث ٢٦٦، وکذا في سنن ابن ماجۃ، کتاب الوصایا / باب الحیف في الوصیۃ ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفکر بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۵ھ

بہنوں کا حصہ ضبط کرنا جائز نہیں

سوال (۱۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چار بیگہ آراضی گرام بھینسیہ میں واقع ہے، نجیب اللہ ولد حاجی عظیم اللہ کی خرید کردہ ہے، جس کی قیمت ایک کروڑ روپئے ہے جس سے دوسرے لوگ کاشت کاری کرتے ہیں۔ ایک زمین واقع رامپور روڈ ملک مصطفیٰ آباد میں ہے، وہ بھی چار بیگھہ آراضی ہے، یہ بھی اُن ہی کی خرید کردہ ہے، اس زمین کی قیمت بھی پچاس لاکھ روپئے کی ہے۔

ورثہ میں چار بھائی (لڑکے) چار بہن (لڑکیاں) شریعت کے مطابق بٹوارہ چاہتے ہیں،

فتویٰ دینے کی مہربانی فرمائیں اور رقم کا خلاصہ کریں، ہم لوگ قبر کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں، ہم چار بھائیوں میں دو بھائی بہنوں کو گاؤں کی رسم کا حوالہ دیتے ہوئے اُن کے حصے مارنا چاہتے ہیں، حصہ مارنے والوں کی شریعت کے مطابق جو سزا ہوتی ہو وہ فتویٰ کے اندر تحریر کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیرِ صحتِ سوال نجیب مرحوم کی ڈیڑھ کروڑ کی آراضی اُن کے وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگی:

مسئلہ:۱۲ ترکہ ۱۵۰۰۰۰۰۰/روپئے/۱۲۵۰۰۰۰

نجیب اللہ میـــــــــــــــــــــــــــت

رؤوس	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
سہام	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱
ترکہ	۲۵۰۰۰۰۰ روپئے	۲۵۰۰۰۰۰ روپئے	۲۵۰۰۰۰۰ روپئے	۲۵۰۰۰۰۰ روپئے	۱۲۵۰۰۰۰ روپئے	۱۲۵۰۰۰۰ روپئے	۱۲۵۰۰۰۰ روپئے	۱۲۵۰۰۰۰ روپئے

کل ترکہ ۱۲/سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

اور جو بھائی بہنوں کا حصہ دینا نہیں چاہتے وہ شرعاً ظالم اور گنہگار ہیں، اگر اُنہوں نے بہنوں کا حصہ ادا نہیں کیا، تو آخرت میں مؤاخذہ دار ہوں گے، اور سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أخذ من حق امرئ من المسلمين شبرًا بغير حق طوقه الله تعالىٰ يوم القيامة سبع أرضين. (صحيح البخاري ۳۳۲۳۳۱/۱ رقم: ۲۳۸۸، صحيح مسلم ۳۳/۲، المعجم الأوسط للطبراني ۱٦۷/٦ رقم: ۸۳۸۳)

عن أنس ابن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من فر من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيمة. (سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ۱۹٤ رقم: ۲۷۰۳ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ۲٦٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کو بھات دینے کی وجہ سے اُس کا حق وراثت ساقط نہیں ہوتا

سوال (۱۴۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم اپنے ماں باپ کی چار اَولاد ہیں، جس میں تین بھائی اور میں بذات خود ایک بہن ہوں، عرض یہ ہے کہ مجھے میرے تینوں بھائیوں سے وقتاً فوقتاً میرے بچوں کی شادی کی تقریبات میں بھات کی شکل میں جو سماجی رسم ورواج کی شکل میں کپڑے وکچھ زیورات وغیرہ بہن بنا کر دئے گئے جب کہ میرے ماں باپ کے دو بڑے بڑے مکانات ہیں، جن کا کرایہ ان کی ضرورت سے زیادہ ان کو ملتا ہے، ایک مکان میں انگلش میڈیم اسکول ہے، اور ایک مکان میں دوکان اور مسلم فنڈ بھی چلتا ہے، جس سے معقول آمدنی ہے؛ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ بھات کی شکل میں ملنے والی اشیاء سے کیا میرا پورا حق مل گیا ہے، اور اب میرا کوئی حق اس جائیداد میں نہیں ہو رہا ہے، اور اگر ہے تو برائے مہربانی شریعت کی روشنی میں تحریر فرمادیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: بھات کی شکل میں جو زیورات وغیرہ تقریبات میں آپ کو بھائیوں کی طرف سے بنا کر دئے گئے ہیں، ان سے آپ کا وراثت کا حق ختم نہیں ہوگا؛ لہٰذا آپ اپنے حصۂ وراثتِ پدری کا مطالبہ کرسکتی ہیں، اور بھائیوں کو چاہئے کہ وہ آپ کا حصہ پورا اَدا کریں، ورنہ عنداللہ مؤاخذہ دار ہوں گے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ، نَصِيبًا مَفْرُوْضًا﴾ [النساء: ۷]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَتَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلاً لَّمًّا﴾ [الفجر، جزء آیت: ۱۹]

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الثالث ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا /

باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

الإرث جبری لا يسقط بالإسقاط. (تكملة شامي ٦٧٨/١١ زكريا)

سئل في امرأة ماتت عن أم وأخت شقيقة، وخلفت تركةً مشتملةً على أمتعة وأوانٍ أشهدت الأخت المزبورة على نفسها بعد قسمة بعضها أنها أسقطت حقها من بقية إرث أختها وتركتها لأمها المزبورة، فهل لا يصح الإسقاط المذكور؟

الجواب: الإرث جبريٌ لا يسقط بالإسقاط. (تنقيح الفتاویٰ الحامدية، كتاب الإقرار / مطلب: الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط ٥٤/٢ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۳/ بھائی اور ۲/ بہنوں میں زمین کی تقسیم

سوال (۱۴۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد احمد علی ولد محمد علی کے انتقال کو آٹھ سال ہو چکے ہیں، خاندانی بٹوارے میں دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ ہمارے والد مرحوم کو ساڑھے سات یعنی سات گز سات گرہ اَراضی حصے میں آئی، احمد علی مرحوم نے اپنی وفات پر اپنے وارثوں میں تین لڑکے طاہر علی، سکن علی، شاکر علی اور دو دختران چندا بی اور سائرہ بی کو چھوڑا ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ شرع کی رو سے پانچ بہن بھائیوں کو سات گز سات گرہ میں سے کتنا کتنا ملے گا؟ کیوں کہ سید علی کا کنوارے پن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم احمد علی کا ترکہ آٹھ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر بیٹے کو ۲-۲/ اور ہر بہن کو ۱-۱/ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک بھائی اور پانچ بہنوں میں میراث کی تقسیم اور معذور بہن کا نفقہ

سوال (۱۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اور میری پانچ بہنیں اِس طرح ہیں، سب سے بڑی بہن فہمیدہ، اُس کے بعد میں (قمرالحسن) افروز جہاں، قیصر جہاں، نور جہاں جو معذور اور نابینہ ہے، سب سے چھوٹی بہن مسرت جہاں ہے۔

والد مرحوم اور چچا جان کا کام (دست کاری) شرکت میں تھا، والد صاحب بڑی بہن فہمیدہ بیگم کی شادی کر چکے تھے، میں نے ۱۹۷۵ء میں تعلیم چھوڑ کر چچا اور والد کے پاس کام کرنا شروع کر دیا تھا، کام کرنے کے عوض میں مجھے جو تنخواہ ملتی تھی وہ جمع کر کے والد صاحب نے چچا کی شرکت میں ۱۹۸۱ء میں لال سرائے میں ایک زمین خرید کر میرے نام رجسٹری کرادی تھی، اُس کے بعد میری جو تنخواہ جمع ہوئی اُس رقم سے ۱۹۸۴ء میں پرانے مکان کو نئے طریقہ سے ایک منزلہ تیار کرایا۔

والد مرحوم نے اپنی ذاتی آمد سے گھر کا خرچ چلایا اور بہن قیصر جہاں کی شادی کی، اُس کے بعد میری شادی کی اور میری بہن مسرت جہاں کی شادی کی، شادی کے کچھ ماہ بعد میں (قمرالحسن) الگ اپنی فیملی کے ساتھ رہنے لگا، اور صرف اپنی آمد سے اپنی فیملی پر خرچ کیا، اور بقایا رقم سے کچھ عرصہ بعد مکان کو دومنزلہ بنوایا اور اوپر رہائش شروع کر دی۔

۱۹۸۸ء میں والدہ کا انتقال ہوگیا، والد صاحب بہنوں کے ساتھ رہتے تھے اور اپنی آمد سے بہنوں کا اور اپنا خرچ اٹھاتے تھے۔

والد صاحب کے پاس ایک دوکان اور اُس کے پیچھے ایک مکان چچا کی شرکت میں تھا، جو اُنہوں نے دو لاکھ پچاس ہزار روپئے میں آدھا حصہ چچا کو فروخت کر دیا تھا، جس کی رقم چچا نے قسطوں میں دی تھی، اُس رقم میں سے والد صاحب نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپئے مجھے (قمر الحسن) کو کاروبار میں لگانے کے لئے دئے تھے، اس رقم سے جو آرڈر کا مال بنا اُس میں خریدار نے ایک لاکھ ۳۲/ ہزار روپئے رکھ لئے اور بے ایمان ہوگیا، اس رقم کے ختم ہونے کا سبھی کو بہت رنج ہوا، اُس وقت والد صاحب نے میری بہت دل جوئی کی، خدا اُن کی مغفرت فرمائے۔

اِس حادثے کے کچھ ماہ بعد والد بیمار پڑ گئے، اُن کو ''برین ہیمرتج'' ہوا تھا، اُن کا علاج میرٹھ کے ''لوک پرتھا ہاسپٹل'' میں ہوا تھا؛ لیکن طبیعت ٹھیک نہیں ہو پائی، ۱۲؍جنوری ۱۹۹۶ء کو اُن کا انتقال ہوگیا، خدا تعالیٰ اُن کو جنت میں اعلیٰ مقام اپنی رحمت سے عطا فرمائے، آمین۔ اُن کے علاج میں اس وقت تقریباً ساٹھ ہزار روپے خرچ میں آئے، جو میں (قمر الحسن) نے اپنی آمد سے خرچ کئے۔

والد کے انتقال کے بعد مجھے (قمر الحسن) کو جو ملکیت ملی وہ اِس طرح ہے:

(۱) فروخت کی گئی ملکیت کی باقی رقم: ۱۰۰۰۰۰ (ایک لاکھ)

(۲) مکان کی ۸۰؍گز آراضی جس کی آج کی قیمت: ۲۴۰۰۰۰ (دو لاکھ چالیس ہزار)

(۳) والد کا متفرق سامان میری (قمر الحسن) کی ذاتی آمد سے خرچ: ۵۰۰۰۰ (پچاس ہزار)

(۱) والد صاحب کے علاج میں خرچ: ۶۰۰۰۰ (ساٹھ ہزار)

(۲) بہن افروز جہاں کی شادی کا خرچ جنوری ۱۹۹۸ء: ۷۰۰۰۰ (ستر ہزار)

(۳) دو بہن میرے پاس رہیں، افروز جہاں کی جب تک شادی ہوئی اُس کا کل خرچ میں نے اپنی آمد سے اٹھایا اور نور جہاں بھی میرے پاس رہتی ہے، جس کا خرچ بھی میں اپنی آمد سے پورا کرتا ہوں۔

جناب مفتی صاحب میں نے اپنی ساری باتیں تفصیل کے ساتھ لکھ دی ہیں، آپ سے گذارش ہے کہ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتانے کی زحمت کریں کہ میری بہنوں کا میرے اوپر کتنا حق بنتا ہے؛ تاکہ میں اُن کا حق ادا کرسکوں، اور خاص طور پر یہ بھی واضح کریں کہ معذور بہن کی کس کس فرد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال بعد اَداءِ حقوقِ متقدمہ علی الارث وعدمِ موانعِ اِرث آپ کے والد مرحوم کے ترکہ کو سات حصوں میں تقسیم کر کے دو حصے قمر الحسن کے اور ایک ایک حصہ پانچوں بہنوں کا ہوگا۔

نـــوٹ :- ایک منزلہ عمارت جو والد کے ساتھ رہنے کے زمانہ میں تیار کی گئی وہ بھی والد کے ترکہ میں شامل ہوگی، آپ نے والد کے علاج اور دونوں بہنوں پر اَب تک جو خرچ کیا ہے وہ آپ کی طرف سے تبرع اور نفل ہے، اُس کا بدلہ آپ والد کے ترکہ سے نہیں لے سکتے۔

وإذا ضمن لایرجع علی القابض؛ لأنه ملکه بالضمان فظهر أنه کان متبرعًا به. (الهدایة / آخر باب النفقة ٤٤٨/٢ دار الکتاب دیوبند)

اور آئندہ معذور بہن پر اُس کے نقدی مال سے خرچ کیا جائے گا۔

فإن نفقة المملوک علی مالکه والغني في ماله الحاضر. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: الصغیر والمکتب نفقة في کسبه لا علی أبیه ٣٣٧/٥ زکریا)

اُس کا مال ختم ہونے کے بعد اُس کے خرچ کی ذمہ داری آپ پر اور چاروں بہنوں پر ہوگی، اگر وہ صاحبِ حیثیت ہو یا اُن میں سے جو صاحبِ حیثیت ہو اُس پر ہوگی؛ البتہ دونوں صورتوں میں آپ پر دو بہن کے برابر ذمہ داری ہوگی۔

ولو کانت بالغةً أو بالغًا عاجزًا بنحو زمانة فقیرًا بقدر الإرث ویجبر علیه. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب: في نفقة قرابة غیر الولاد في الرحم المحرم ٣٦٢/٥-٣٦٣ زکریا)

وإذا اتفقوا في المحرمیة والإرث في الحال، وکان بعضهم فقیرًا جعل کالمعدوم، ووجبت علی الباقین علی قدر إرثهم، کأن لیس معهم غیرهم. (شامي، کتاب الطلاق / باب النفقة، مطلب في نفقة قرابة غیر الولاد المحرم المحرم ٣٦٦/٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۸/۱ھ

بھائی، بہن اور بھتیجوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

ســـوال (۱۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: محمد سبحان کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں چار بھائی اور چار بہنیں ہیں اور تین بھتیجے (مرحوم بھائی کی اَولادیں) ہیں، اُن کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَداءِ حقوق مرحوم محمد سبحان کا ترکہ حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

محمد سبحان میت مسئلہ: ۱۲

بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بھتیجے
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	محروم

مرحوم محمد سبحان کا ترکہ ۱۲ر سہام میں تقسیم ہوکر ہر بھائی کو ۲-۲ر اور ہر بہن کو ۱-۱ر حصہ ملے گا، اور جس بھائی کا محمد سبحان کی زندگی میں انتقال ہوگیا ہے، اُس کی اولاد کو محمد سبحان کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۵/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متروکہ کپڑے، برتن اور زیورات وغیرہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال (۱۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کے کپڑے برتن اور زیورات وغیرہ ورثہ کے درمیان کس طرح تقسیم ہوں گے؟ آیا اِن تمام چیزوں کی قیمت لگائی جائے گی یا اِن ہی چیزوں کو تقسیم کیا جائے گا؟ جیسا کہ یہ تمام چیزیں مختلف طرح کی ہیں، اور ورثہ میں نابالغ اولاد بھی ہے، اگر اِنہیں کو تقسیم کیا جائے تو کسی وارث کے حصہ میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اَشیاء کی قیمت لگا کر اُسی تناسب سے اُنہیں ورثہ میں تقسیم کیا جائے، محض اَشیاء کی تقسیم سے برابری متحقق نہ ہوگی۔

ولا يقسم الجنسين بعضها في بعض؛ لأنه لا اختلاط بين الجنسين فلا تقع القسمة تمييزًا. (الهداية، كتاب القسمة ٤/٤١٤ إدارة المعارف ديوبند)

ولا يقسم الجنسين والجواهر، أما الجنسان فلعدم الاختلاط ما بينهما فلا تقع القسمة تمييزًا؛ بل تقع معاوضة فيعمل التراضي دون جبر القاضي، ولهٰذا قيد بالتراضي. وأما الجوهر فلأن جهالتها متفاحشة. (البحر الرائق، كتاب القسمة / الحيلة لإسقاط الشفعة والزكاة ٨/٢٧٥)

ويقسم العروض في جنس واحد أي يقسم القاضي عروضًا إذا اتحد جنسها بطلب بعض الشركاء، ولا يقسم الجنسين بإعطاء بعضها في بعض لعدم الاختلاط بينهما، فلا يكون القسمة تمييزًا؛ بل معاوضة ولا بد فيها عن التراضي وهٰذا بالإجماع. (مجمع الأنهر ٤/١٢٩ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۸/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے مال میں سے بیوی کا حصہ

سوال (۱۵۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر شوہر کا انتقال ہوجائے اور اَولاد کوئی نہ ہو، تو شوہر کے مال سے بیوی کو کیا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اَولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے مال میں سے بیوی کو ایک چوتھائی حصہ ملتا ہے، بقیہ دیگر ورثہ کا حق ہوگا، یہ دونوں اَحکام قرآنِ کریم کی آیاتِ میراث سورۂ نساء رکوع ۲ سے ثابت ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال – في حديث – وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸/۲ رقم: ۴۵۷۸)

عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال: قال يرث الرجل من امرأته إذا هي لم تترک ولدًا ولا ولد ابن النصف، فإن ترکت ولدًا أو ولد ابن ذکرًا أو انثیٰ ورثها الربع لا ينقص من ذٰلک شيء. (السنن الکبریٰ للبيهقي ۲۷۶/۹ رقم: ۱۲۵۴۸)

عن زيد بن ثابت: ...... وترث المرأة من زوجها إلی هو لم يترک ولدًا ولا ولد ابن الربع، فإن ترک ولدًا أو ولد ابن ورثته امرأته الثمن. (السنن الکبریٰ للبيهقي ۲۷۶/۹ رقم: ۱۲۵۴۸)

الزوجة صاحبة فرض علی کل حالٍ، وفريضة الواحدة فصاعدًا إلی الربع الربع، إذا لم يکن للميت ولد ولا ولد الابن وإن سفل. وفي شرح الطحاوي: لا يزاد علی الربع بحال ولا ينقص من الثمن إلا في حالة العول. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۴۲/۲۰ رقم: ۳۳۱۴۳ زکريا)

الزوج صاحب فرض علی کل حالٍ وفريضته النصف إذا لم يکن للميت ولد ولا ولد ابن وإن سفل، والربع إذا کان للميت ولد أو ولد ابن. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۶۲/۲۰ رقم: ۳۳۲۰۷ زکريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑی بیوی کی پنشن میں سے چھوٹی بیوی کا حصہ مانگنا؟

سوال (۱۵۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جوکہ پولیس میں سروس کرتے تھے، اُن کا انتقال ہوگیا، اُس شخص کی دو بیویاں ہیں، گورنمنٹ سے اُن کی بڑی بیوی کو گیارہ سو روپئے ماہوار پنشن ملتی ہے، پہلے بڑی بیوی ہی اپنی گذر بسر کرتی تھیں، بڑی بیوی کی چھ لڑکیاں ہیں اور دوسری چھوٹی بیوی کی ۳ رلڑکیاں ایک لڑکا ہے، چھوٹی

بیوی کا کہنا ہے کہ پنشن میں سے آدھی پنشن مجھے ملنی چاہئے؛ لہٰذا میں شرع کی رو سے فتویٰ چاہتی ہوں اور دوسری چھوٹی بیوی کا لڑکا کام بھی کرتا ہے، اور بڑی بیوی کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرنے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے جو پنشن ملتی ہے یہ میت کے ترکہ میں شمار نہیں ہے؛ بلکہ سرکار کی طرف سے محض تبرع واحسان ہے؛ لہٰذا قانوناً جس کے نام یہ پنشن آتی ہو وہی اُس کا مالک ہے، دوسرے لوگ شرعاً وقانوناً اُس کے حق دار نہیں ہیں۔ صورتِ مسئولہ میں جب کہ بڑی بیوی کے نام پر پنشن جاری ہے تو چھوٹی بیوی کو اُس میں سے لینے کا حق نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۳۴۲)

تاہم اگر بڑی بیوی اپنی پنشن کا نصف حصہ چھوٹی بیوی کو دے دیا کرے تو بہتر ہوگا؛ اِس لئے کہ عرف میں اُسے دونوں کا حق سمجھا جاتا ہے۔

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کی وفات کے بعد شوہر کا قرض بیوی کو ملے گا یا ترکہ میں شامل ہوگا؟

سوال (۱۵۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر کے اُوپر دیوار گرنے کے بعد اُس کو ہسپتال لے جایا جارہا تھا، اِسی دوران اُس نے اپنے مقروض دوست سے کہا کہ میرا قرض جو تم پر ہے وہ میری بیوی کو دے دینا، اُس کے بعد اسی زخم سے ہسپتال پہنچ کر شوہر کا انتقال ہوگیا، تو شوہر کا یہ قرض بیوی کو ملے گا یا ترکہ میں شمار کیا جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر نے جو اپنے مقروض دوست سے قرض کی رقم

بیوی کو دینے کی بات کہی تھی اور بیوی کے قبضہ کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا، تو اَب یہ رقم بیوی کو نہیں ملے گی؛ بلکہ وارثین کے درمیان ترکہ میں شامل مان کر حسبِ حصصِ شرعیہ شوہر کے وارثین کے درمیان تقسیم کی جائے گی۔

القبض لابد منه لثبوت الملك. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۳/۳ إدارة المعارف ديوبند)

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / كتاب الفرائض ۷۵۹/۶ دار الفكر بيروت، ۴۹۳/۱۰ زكريا)

ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة. (الفتاوىٰ الهندية ۳۷۷/۴) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۲/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

طلاق کے بعد شوہر کا انتقال ہوگیا اَب بیوی وارث ہوگی یا نہیں؟

سوال (۱۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بحالتِ صحت اُمور خانہ داری کے جھگڑے میں اپنی بیوی ہندہ کو تین چار بتّی مار دیتے ہیں، ہندہ کا بھائی علی مرتضیٰ زید کو مارنے سے روکتا ہے، دونوں میں شرارت بڑھتی گئی، علی مرتضیٰ نے زید سے کہا تم کو نہیں رکھنا ہے، تو صفایا کردو، اس پر زید نے کہا میں صفایا کردوں گا، پھر علی مرتضیٰ نے کہا صفایا کردو، تو زید نے کہا صفایا کردیا، اِس پر علی مرتضیٰ نے پھر کہا لکھ کر صفایا کردو، پھر زید نے کہا ہم نے لکھ کر دے دیا، چوں کہ زید ہندہ کو لے کر اپنے ساس خسر کے ہی گھر میں رہتا تھا اور ''صفایا کردو'' کے معنیٰ علی مرتضیٰ یہی سمجھا کہ وہ تینوں طلاق کی بات کہی، یہ صرف زبانی ہے لکھ کر نہیں دیا ہے۔

(۲) علی مرتضیٰ کے نوکر اسرائیل کی گواہی:- زید نے جب اپنی بیوی ہندہ کو تین چار بتی مارا تو ہندہ کے بھائی نے کہا کہ میری بہن کو مت مارو، تم کو نہیں رکھنا ہے تو مت رکھو، میری بہن کو چھوڑ دو، اِس پر زید نے کہا، ہاں میں نے چھوڑ دیا، ہندہ کے بھائی نے کہا کہ تم تینوں دے دو، تو زید نے کہا کہ ہاں میں نے تینوں دے دی، پھر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ لکھ کر دے دو، تو زید نے کہا ہم نے لکھ کر دیا۔

(۳) ہندہ اور زید کا خاص چچازاد بھائی جو زید کا خاص بہنوئی بھی ہے کی گواہی:- پھر چار گھنٹہ بعد یعنی مغرب کی نماز کے بعد مشتاق سے کہا کہ آج جھگڑے کے دوران میں نے اپنی بیوی ہندہ کو مار پیٹ کیا اس پر ہندہ کا بھائی یعنی میرے سالہ نے مار پیٹ کرنے سے روکا، اور کہا میری بہن کو مت مارو تو زید نے کہا کہ میں ماروں گا اس پر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ نہیں رکھنا ہے تو مت رکھو لیکن مارو مت، پھر زید نے نے کہا کہ میں نہیں رکھوں گا، پھر ہندہ کے بھائی نے زید سے کہا کہ میری بہن کو طلاق دے دو، تو زید نے کہا ہاں میں نے طلاق دے دی، پھر ہندہ کے بھائی نے کہا تینوں طلاق دے دو، اس پر زید نے کہا، ہاں میں نے تینوں طلاق دے دی، پھر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ لکھ کر دے دو، اس پر زید نے کہا کہ لکھ کر دے دی، دوسرے دن ہندہ کے بھائی نے مشتاق سے کہا کہ جب میری بہن کو طلاق دے دی تو اب ڈوم (یعنی مہتر) کے گھر دینا اچھا ہے، زید کے گھر دینا اچھا نہیں ہے، پھر رات میں زید نے کھانا وغیرہ بھی کھایا۔

(۴) ہندہ اور زید کا خاص چچازاد بھائی (جو ہندہ کا خاص بہنوئی بھی ہے) کی گواہی:- زید نے اکرام الدین کے پوچھنے پر کہ کیا تم اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیتے ہو، تو زید نے کہا کہ جھگڑے کے درمیان میں نے ہندہ کو طلاق دی ہے، پھر سونے کے وقت زین الدین جو دونوں کے چچا ہیں آئے اور کواڑ میں دھکا مار کر زید کو اٹھایا اور زید سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو زید نے کہا ہاں میں نے طلاق دے دی ہے، پھر زین الدین نے پوچھا کہ کیا تم نے صاف کے لفظ سے طلاق دی ہے، تو زید نے اپنی بیوی ہندہ سے رجوع کرنا چاہا، لیکن ہندہ اور ہندہ کے بھائی نے جانے سے انکار کر دیا کہ اب میرا جانا حرام ہو گیا۔

دوسرے دن تقریباً ۱۰ ر بجے دن میں زید زہر کھا کر اپنا قابو کھو بیٹھتا ہے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، زید کو ہسپتال لے جایا گیا؛ لیکن قابو نہ پا سکا، تو بڑے ہسپتال لے جایا گیا، اِس درمیان ہندہ زید کو دیکھنے تک نہیں گئی، آخر زید ہسپتال میں انتقال کر گیا، زید کی بیوی ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، کچھ دنوں بعد ہندہ کو مردہ بچہ پیدا ہوا، اَب ہندہ پر کونسی طلاق پڑی، زید کی متروکہ جائیداد کی وارث ہو گی

یانہیں؟ جب کہ زید نے حالت صحت میں طلاق دے دی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکرکردہ گواہوں کے بیانات میں اختلافات ہے، بعض تین طلاق کی گواہی دیتے ہیں اور بعض نے صرف ایک طلاق کا ذکر کیا ہے، بظاہر زید نے بھی صرف ایک طلاق کا اقرار کیا ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں کم ازکم ایک طلاق کے وقوع کا حکم ہوگا اور عدت کے اندر زید کے انتقال کے بعد ہندہ اس کی وارث ہوگی۔

وحاصل المسئلة أن الزوج إذا طلق زوجته طلاقاً رجعياً في صحتهٖ أو مرضهٖ ودخلت في عدة الطلاق ثم مات والعدة باقية تنتقل عدتها إلیٰ الموت إجمالاً؛ لأنها حينئذٍ زوجته وترث منه. (شامي / مطلب في عدة الموت ۵۱۳/۳ كراچی، ۱۹۳/۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۵/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مہر ادا کئے بغیر انتقال ہوگیا

سوال (۱۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی سلیمان کیساتھ میرا نکاح ہوا تھا، ان کی پہلی بیوی کا انتقال ان کی زندگی میں ہوگیا تھا اس بیوی سے تین لڑکے: لقمان، فرقان، نعمان، تین لڑکیاں: مہ جبیں، مہر النساء، مہمش، اب حاجی سلیمان کا انتقال ہوگیا ہے ان کے ورثہ میں دوسری بیوی عاصمہ بی اور مذکورہ بالا تین لڑکے تین لڑکیاں، پہلی بیوی کے بطن سے ہیں، ان کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

حاجی سلیمان نے میرا حق مہر ادا نہیں کیا ہے، مہر فاطمی مقرر ہوا تھا تو ان کے بچوں پر اس کی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مرحوم حاجی سلیمان کے ترکہ میں

سے اولاً موجودہ بیوی عاصمہ کا حق مہر ادا کیا جائے گا۔

وأما المهر فإن ادعت قدر مهر مثلها دفعه إليها إذا كان النكاح ظاهرا معروفا و يكون النكاح شاهدا لها قال الفقيه أبو الليث: إن كان الزوج بنى بها فإنه يمنع منها مقدار ما جرت العادة بتعجيله ويكون القول قول المرأة فيما زاد على المعجل إلى تمام مهر مثلها. (شامي زكريا ٤/ ٣٠١)

اِس کے بعد مابقیہ مال مرحوم کے ورثہ میں حسبِ ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۸، تصـ:۷۲

میـــــــــــــــــت

	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
رؤوس	عاصمہ بی	لقمان	فرقان	نعمان	مہ جبیں	مہرالنساء	مہمش
سہام	$\frac{1}{9}$	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷

کل ترکہ ۷۲؍ سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

حالات الزوجة: الحالة الثانية: أن يكون فرضها الثمن، وذٰلك إذا كان للزوج فرع وارث منها أو من غيرها. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، حالات الزوجة ٣٦/٣ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۵/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انتقال سے پہلے کل جائیداد بیویوں کے نام کرنا

ســـوال (۱۵۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں جن میں کچھ نابالغ بھی ہیں بیوی بھی حیات ہے، زید چاہتا ہے کہ اخیر عمر میں اپنی تمام جائیداد کا مالک اپنی بیوی کو بنادے؛ تاکہ انتقال کے بعد خرچ کے تعلق سے

کوئی مشکل نہ ہو، مثلاً وراثت تقسیم نہیں ہو پاتی ہے اور ترکہ میں سے خرچ کرنے لگتے ہیں، جس میں کچھ نابالغ بھی ہوتے ہیں۔ زید یہ چاہتا ہے کہ جو زید کے ورثہ ہیں، وہی اُس کی بیوی کے بھی ورثہ ہوں، یعنی لڑکے اور لڑکیاں، زید کی جائیداد بعد انتقال کے آئندہ اُنہیں کو ملے گی اور زید کی بیوی کی بھی جائیداد مذکورہ لڑکے اور لڑکیوں کو ملے گی، کیا زید کا اپنی بیوی کو اپنی تمام جائیداد کا مالک بنانا درست ہے؟ اس کا فائدہ صرف یہ ہے کہ ترکہ حسبِ منشاء جائز طریقہ سے بیوی بچے استعمال کریں، آئندہ بیوی کی تمام جائیداد کے یہی مالک ہوں گے، تو کیا ایسا کرنا زید کے لئے درست ہے یا نہیں؟ یا کوئی اور مناسب طریقہ ہو تو واضح فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے انتقال سے پہلے اپنی جائداد بیوی کے نام کردینا مصلحت کے خلاف ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ زید کی وفات کے بعد اَولاد میں سے کوئی ایک ماں پر دباؤ بنا کر اُس سے کوئی غلط کاغذ لکھوالے؛ کیوں کہ ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، جس سے دوسرے وارثین کی حق تلفی کا اندیشہ ہے۔ بریں بنا آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ اسٹامپ پیپر پر ایک تحریر رجسٹرڈ کراکے لکھوادیں کہ میری وفات کے بعد میرا سب ترکہ شرعی حصص کے مطابق تقسیم کیا جائے، اِس طریقہ سے امید ہے کہ کوئی نزاع نہ ہوگا اور سب حق داروں کو صحیح شرعی حق مل جائے گا۔

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارک وتعالیٰ قد أعطی کل ذي حق حقه فلا وصیة لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصایا / باب ما جاء لا وصیة لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، کتاب الوصایا / باب ما جاء في الوصیة للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفکر بیروت، سنن النسائي، کتاب الوصایا / باب إبطال الوصیة للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳۶۴۰ دار الفکر بیروت، مشکاة المصابیح ۲۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا شوہر کے انتقال کے بعد متروکہ مال بیوی کی ملکیت ہے؟

سوال (۱۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کی ملکیت بیوی کی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا عورت پہلے شوہر کے انتقال ہوجانے کے بعد دوسرا نکاح کرلے، تو کیا پہلے شوہر کی ملکیت کی حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر شوہر سے اَولاد نہ ہوتو بیوی شوہر کے متروکہ مال میں سے چوتھائی حصہ کی حق دار ہوتی ہے، اور اگر اولاد موجود ہوتو صرف آٹھواں حصہ کی حق دار ہوتی ہے، اِس سے زیادہ کی نہیں۔

(۲) اور مسئولہ صورت میں دوسرا نکاح کرلینے سے پہلے شوہر کی وراثت میں سے بیوی کا حصہ ختم نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ بدستور اُس کی مستحق ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: كان المال للولد وكانت الوصية للوالدين، فنسخ اللّٰہ من ذٰلک ما أحب فجعل للذكر مثل حظ الانثيين، وجعل للأبوين لكل واحد منهما السدس والثلث، وجعل للمرأة الثمن والربع وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۲/۶۵۸ رقم: ۴۳۹۲)

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰہ عنه ...... وترث المرأة من زوجها إذا هو لم يترک ولدًا ولا ولد ابن، الربع فإن ترک ولدًا، أو ولد ابن ورثته امرأته الثمن.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي ۶/۴۳۱ رقم: ۱۲۲۹۲)

أما للزوجات فحالتان: الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد

الابـن وإن سـفـل، والثمن مع الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجي في الميراث ص: ۱۱-۱۲، الفتاویٰ الهندية ٦/٤٥٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ

سـوال (۱۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے شوہر گلزار احمد کا گذشتہ سال انتقال ہوگیا تھا، مرحوم شوہر سے میری دو بچیاں ہیں، عدت کی مدت گذارنے کے بعد میرا نکاح ارشاد الٰہی سے ہوا، انہوں نے میری اور میری دونوں نابالغ لڑکیوں کی پرورش تعلیم اور کفالت کی مکمل ذمہ داری اٹھانا منظور کیا، ایک دو مہینے گذرنے کے بعد ارشاد الٰہی کی سابقہ مرحومہ بیوی کے لڑکوں کا میرے ساتھ بہت اذیت ناک سلوک رہنے لگا، میں صبر سے کام لے کر برداشت کرتی رہی؛ لیکن ایک ماہ پہلے ارشاد الٰہی نے اپنے بچوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر مجھے طلاق دے دی، اَب میں اپنے والد کے گھر پر قیام پذیر ہوں، میری بیٹیاں اپنے مرحوم والد کے مکان پر جانا چاہتی ہیں؛ لیکن میرے جیٹھ مجھے اور میری بچیوں کو گھر میں جگہ دینے اور وہاں پر رہائش کرنے کو انکار کررہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ صرف لڑکیاں باپ کے مکان پر رہ سکتی ہیں ماں نہیں رہ سکتی، میری بچیاں بغیر ماں کے رہنے کو تیار نہیں ہیں، تو کیا شرعی اعتبار سے میں مرحوم شوہر کے مکان پر رہائش اختیار کرسکتی ہوں، کیا میں مع اپنی بچیوں کے وہاں رہ سکتی ہوں، شرعی طور سے میرے مرحوم شوہر کے مکان میں میرا جو حق بنتا ہو مطلع فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال آپ اپنے مرحوم شوہر گلزار احمد کے متروکہ مال (منقولہ وغیر منقولہ) میں سے آٹھویں حصہ کی شرعاً حق دار ہیں اور آپ کی بیٹیاں اپنے باپ کے مال میں سے دو تہائی حصہ کی مالک ہیں، اب اگر شوہر کے ترکہ میں اتنی وسعت ہو کہ آپ

محفوظ طریقہ پر اپنی بچیوں کے ساتھ وہاں رہ سکیں تو آپ رہ سکتی ہیں، اور اگر اتنی وسعت نہ ہو تو اصل مالکین کی اجازت کے بغیر آپ کا وہاں رہنا درست نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ، فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ، وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَیْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحوم شوہر کے ترکہ میں بیوی اور بیٹے کا حق

سوال (۱۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیٹی فرحانہ قمر کے شوہر محمد رضوان کا ۱۲/ جنوری ۲۰۱۵ء کو انتقال ہوگیا، جو کہ گردے کا مریض تھا، وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا، میری بیٹی ۱۴/ سال سے اُس کو اور اُس کے بیٹے محمد اَمان کو اسکول میں نوکری کر کے پال رہی تھی، اس طرح اُس کی گذر بسر ہو رہی تھی، محمد رضوان کی بیماری میں پہلے ہزاروں اور اَب لاکھوں کا خرچ تھا؛ کیوں کہ اُس کا ڈائیلیسس ہو رہا تھا، اِس لئے سسرال والے زیادہ پیسوں کی مانگ کر رہے تھے، وہ پرائیویٹ اسکول میں نوکری کرتی ہے، اُس کی تنخواہ اتنی زیادہ نہیں ہے کہ وہ اُن لوگوں کی مانگ پوری کرتی، اُن لوگوں نے اُس سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا، اور صفوان کو بھی بھڑکاتے رہے، وہ بھی اس سے زیادہ کی مانگ کرتا۔ اِسی بنا پر وہ اس کو جھڑکتا اور برا بھلا کہتا تھا، بعد میں اُن سب لوگوں نے پلاننگ کر کے اور اس پر جھوٹے الزامات لگا کر اُس کو گھر سے نکلنے پر مجبور کر دیا، گھر کا سب سامان وہیں اُس کے کمرہ میں ہے، اور اُس کی ماں، بہن اور بھائیوں نے قبضہ کر لیا ہے، وہ الگ کرایہ کا کمرہ لے کر وہاں چلی گئی، وہ وہاں بالکل پردیس میں

اکیلی ہے۔ اِسی دوران محمد رضوان کا انتقال ہو گیا، اُن ظالم لوگوں نے اُس کو محمد رضوان کی میت پر نہیں آنے دیا اور نہ صورت دیکھنے دی اور نہ مہر معاف ہوئے، اَب اسے ہر طرح پریشان کر رہے ہیں اور اُس پر غلط الزام بازی کر رہے ہیں، اُس کو کمائی کر کے اپنا اور اپنے بیٹے کا پیٹ پالنا ہے، اس کا بیٹا بھی وہاں نہیں رہتا ہے، وہ دہلی میں جامعہ اسلامیہ میں پڑھتا ہے۔

مفتی صاحب میری بیٹی جوان اور بے سہارا ہے اور اکیلی ہے، اُن لوگوں نے اُس کے سر سے چھت چھین لی۔ آپ اِس بارے میں فتویٰ دیں کہ محمد رضوان کا اپنے گھر میں پانچواں حصہ ہے، جس میں اُس کے حصہ میں ایک کمرہ اور ایک دوکان ہے، شریعت کے حساب سے میری بیٹی اور اس کے بیٹے کا کیا حق نکلتا ہے، میری بیٹی کا اُس کے شوہر کے حصہ میں اور اُس کے بیٹے کا اُس کے باپ کے حصہ میں کیا حق نکلتا ہے، آپ اس کا فتویٰ دیجئے، جو لکھا اِس میں کچھ غلط نہیں ہے، اللہ گواہ ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیرِ صحتِ سوال مسئولہ صورت میں مرحوم محمد رضوان کے ترکہ میں سے اولاً اُس کی بیوی کا مہر ادا کیا جائے گا، اِسی طرح جو سامان لڑکی والوں کی طرف سے بیوی کو شادی کے وقت دیا گیا تھا وہ بھی جس حالت میں ہو بیوی کو واپس کرنا ہوگا، اُس سامان پر شوہر کے گھر والوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ بعد ازاں مرحوم رضوان کی مابقیہ ملکیت کی تقسیم اِس طرح ہوگی کہ کل مال کو ۲۴؍ حصوں میں تقسیم کر کے ۳؍ حصے بیوی کو ۴؍ حصے مرحوم کی ماں کو اور ۱۷؍ حصے اُس کے بیٹے محمد امان کو ملیں گے، اور نقشہ اِس طرح بنے گا:

محمد رضوان میت — مسئلہ: ۲۴

بیوی	بیٹا	ماں	۵؍ بھائی	۳؍ بہنیں
۳	۱۷	۴	محروم	محروم

محمد رضوان مرحوم کا ترکہ ۲۴؍ حصوں میں تقسیم ہو کر ہر وارث کو اتنا ملے گا، جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے، اور بھائی بہنوں کو اُس کی ملکیت سے کچھ نہ ملے گا۔

قال تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

أما للزوجات ...... والثمن مع الولد. (السراجي في الميراث ١١-١٢)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون للإبن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

جهز ابنته بجهاز وسلمها ذٰلک، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذٰلک في صحته، وبهٖ يفتىٰ. (الدر المختار مع الشامي، كتاب النكاح / باب المهر ١٥٥/٣ كراچی، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / باب المهر ٣٢٧/١ زكريا)

العصبة من يأخذ جميع المال عند إنفرادهٖ، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٥/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

أما للأم فأحوالٌ ثلاث: السدس مع الولد أو ولد الابن وإن سفل، أو مع الإثنين من الإخوة والأخوات فصاعدًا من أي جهة كانا، وثلث الكل عند عدم هٰؤلاء المذكورين، وثلث ما بقي بعد فرض أحد الزوجين، وذٰلک في مسئلتين: زوج وأبوين وزوجة وأبوين. (السراجي في الميراث ١٧-١٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، ۱؍لڑکا اور ۲؍لڑکیوں میں شوہر کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جمیل بھائی کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں بیوی اور ایک لڑکا دولڑکیاں ہیں، ترکہ میں ۹۷؍گز کا مکان ہے، کس کو کتنے گز ملیں گے؟

نوٹ :- واضح رہے کہ اس بیٹے نے اپنے والد جمیل کے ساتھ رہ کر اس خستہ مکان کی

تعمیر کی تھی، اور والد کی بیماری وغیرہ میں بھی علاج معالجہ کیا تھا، بہن کی شادی میں پورا خرچ بھی اُٹھایا، تو کیا شرعاً اَب اُسے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟ اِس کو بھی واضح فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث مرحوم جمیل بھائی کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا، بیوی کو ۴ رسہام لڑکے کو ۱۴، اور ہر ایک لڑکی کو ۷-۷ ملیں گے، اورلڑکے نے والد کے علاج ومعالجہ یا بہنوں کی شادی میں جو خرچ کیا ہے وہ اُس کی طرف سے احسان اورتبرع ہے، اُس کا ثواب اُسے آخرت میں ملے گا، مگر دنیا میں اُس کا مطالبہ نہیں کرسکتا؛ لیکن مکان کی تعمیر اگر اُس نے اپنے لئے اپنی الگ آمدنی سے کرائی ہے تو اُس کی واجبی قیمت لینے کا وہ حق دار ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى﴾ [البقرۃ، جزء آیت: ۱۷۷]

عن سليمان بن عامر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الصدقة على المسكين صدقة، وعلى ذي الرحم ثنتان: صدقة وصلة. (سنن النسائي ۱۷۸/۱، سنن الترمذي ۱۴۲/۱-۱۴۳ رقم: ۶۵۸، الترغيب والترهيب مكمل ص: ۲۱۰ رقم: ۱۳۴۱ بيت الأفكار الدولية)

وأما لبنات الصلب فأموال ثلث: النصف للواحدة، والثلثان للاثنين فصاعدةً، ومع الابن للذكر مثل حظ الانثيين وهو يعصِّبهن. (السراجي في الميراث: ۱۲، الفتاوىٰ الهندية / كتاب الفرائض ۴۴۸/۶ زكريا)

وإذا اختلط البنون والبنات عصّب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات ٤٤٨/٦ زكريا)

قال رحمه اللّٰه تعالیٰ: وعصّبها الابن، وله مثلا حظّها. معناه: إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی بیٹی بھائی اور بہن کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص چار سو ساٹھ گز زمین کا مالک بذریعہ ترکِ مادری اور پدری سے مالک تھا، اِس زمین کے مالک اُس کے والد اور والدہ تھے۔ والد اور والدہ کے انتقال کے بعد بہن اور بھائی سے تقسیم کرنے کے بعد یہ زمین اُس کے حصہ میں آئی، اور اُس شخص کا انتقال ہوگیا، اُس شخص نے اپنے انتقال پر مندرجہ ذیل وارث چھوڑے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اُس کی جائداد میں اُس کا کتنا حصہ ہے؟ یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ مرحوم کا کوئی لڑکا نہیں تھا، ورثہ میں ایک بیوی، دو نابالغ لڑکیاں، چار بہنیں اور ایک بھائی ہے۔

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ما تقدم وموانع اِرث مرحوم کا ترکہ حسبِ ذیل نقشے کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴، تصـ: ۳۶/۱۴۴ توافق: ۴ ترکہ گزوں میں: ۴۶۰/۱۱۵

میــــــــــــــت

بیوی	لڑکی	لڑکی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن
۳	۸	۸			۵		
۱۸	۴۸	۴۸	۱۰	۵	۵	۵	۵
۵۷ ۱۸/۳۶	۱۵ ۳۲/۳۶	۱۵ ۳۲/۳۶	۳۱ ۳۴/۳۶	۱۵ ۳۵/۳۶	۱۵ ۳۵/۳۶	۱۵ ۳۵/۳۶	۱۵ ۳۵/۳۶

مرحوم کا ترکہ ۱۴۴؍حصوں میں تقسیم ہوکر اُسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اُتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶؍۱؍۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، باپ اور بھائی بہنوں میں میت کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد سلیمان ولد حاجی محمد صابر ساکن مرادآباد محلّہ بھٹّی پھنیوں والی گلی کا انتقال تقریباً دو ماہ ہوئے ہوگیا، حاجی محمد سلیمان کے والد حاجی محمد صابر آج بھی حیات ہیں، حاجی محمد سلیمان کے کوئی اَولاد پیدا نہیں ہوئی، اُن کی بیوی معظّمہ حیات ہے، حاجی محمد سلیمان کے تین بھائی اور چار بہنیں ہیں، تو کیا حاجی محمد سلیمان کی بیوی کو اپنے سسر کے مال میں جو کہ حیات ہیں، کوئی حصہ پہنچتا ہے؟ اور ترکہ محمد سلیمان کس طرح تقسیم ہوگا؟ دورانِ علالت اُن کی بیوی نے اپنے شوہر سے معلوم کیا تھا کہ تمہارے بعد میرا کیا ہوگا؟ تو حاجی محمد سلیمان نے کہا تھا کہ تمہاری عمر ایسی ہے کہ تم عدت کے بعد نکاح کر لینا، حاجی محمد سلیمان نے اپنی کمائی سے جو کچھ خریدا ہے اُس میں سے مرحوم کے تینوں بھائیوں اور بہنوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ مرحوم کی بیوی کا کہنا ہے کہ شوہر کے سارے مال ومتاع میراث پدری کی اَب میں تنہا بلا شرکت غیرے مالک ہوں، اَز راہِ کرم مسئلہ کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر حقوق العباد کی حفاظت کی جائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں سسر کے مال میں سے محمد سلیمان کی بیوی کا کوئی حصہ نہیں ہے، اور محمد سلیمان کی ذاتی اَملاک کو چار حصوں میں تقسیم کر کے صرف ایک حصہ اُس کی بیوی کو ملے گا، اور بقیہ تین حصے محمد سلیمان کے والد کو ملیں گے، بھائی بہنوں کا اُس میں کچھ حق نہ ہوگا۔ محمد سلیمان کی بیوی کا شوہر کے کل مال پر قبضہ کرنے کا دعویٰ شرعاً غلط ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ١٢]

إن بني الأعيان والعلات كلهم يسقطون مع الأب إجماعًا. (شامي ١٠/٥١٣ زكريا)

إن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم.

(شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ١/٦١٠ رقم المادة: ١٠٩٢ كوئٹه)

وبنو الأعيان والعلّات كلهم يسقطون بالابن وابن الإبن، وإن سفل، وبالأب بالاتفاق. (طرازي شرح سراجي ص: ٨٦، كذا في السراجي في الميراث: ١٧)

أما العصبة بنفسه ...... وهم أربعة أصناف، جزء الميت، وأصله ...... الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميت ...... ثم أصله أي الأب. (طرازي شرح سراجي ص: ١٠٦، كذا في السراجي ٢١-٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بیٹیاں اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے چھوٹے بھائی سید اَطہر رضا کا انتقال ہوگیا ہے، اُن کے ورثہ میں دوسری بیوی آسیہ عرف رشیدہ اور چار بچیاں پہلی بیوی سے (جس کا انتقال شوہر کی زندگی میں ہوگیا تھا) ہے، اُن کے نام یہ ہیں: ہادیہ، یمنی، اشنی اور اربعہ، ایک بھائی: طاہر رضا ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مرحوم کا ترکہ اُن کے ورثہ کے درمیان کس طرح تقسیم ہوگا؟ واضح فرما کر عنداللہ موجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدم اِرث مرحوم اطہر رضا کا ترکہ ۲۴/ حصوں میں تقسیم ہوکر بیوی کو ۳/، ہر ایک بیٹی کو ۴-۴، اور بھائی کو ۵/ سہام ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۴/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، والد اور بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو ایک شادی شدہ نوجوان تھا، اُس کی نسل میں کوئی بچہ نہیں، ایک ایکسیڈینٹ میں کچھ دنوں زیرِ علاج رہ کر انتقال کر گیا، اُس کے پیچھے تین بھائی والد اور اُس کی بیوی ہندہ ہے، کچھ دنوں کے بعد زید کے والد کا بھی انتقال ہوگیا، اَب مرحوم زید کی میراث کیسے تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کا کل ترکہ اُس کی بیوی ہندہ اور والد کے درمیان تقسیم ہوگا، بیوی کو ربع اور مابقیہ والد کو ملے گا، اور چوں کہ والد کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اِس لئے یہ حصہ والد کے سبھی وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، اور سوال میں چوں کہ والد کے وارثین کی تفصیل درج نہیں ہے؛ اِس لئے حصوں کی وضاحت نہیں کی جاسکتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ١٢]

الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجي في الميراث ص: ١١-١٢)

والتعصيب المحض، وذلک عند عدم الولد وولد الإبن وإن سفل. (السراجي في الميراث ص: ١٠، كذا في الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني في الفرائض ٤٤٨/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، ۴؍لڑکے، ۶؍لڑکیوں کے درمیان ۲۷؍گز مکان اور ۸؍لاکھ روپئے کی تقسیم

سوال (۱۶۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: سلطان حسین کا انتقال ہوا، ان کے وارثین میں ایک بیوی چار لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں اور ترکہ میں ۲۷؍گز مکان ہے، جس کی قیمت آٹھ لاکھ روپئے ہے، ہر وارث کو کتنا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ مرحوم کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

تصـ ۱۶ — تداخل — ترکہ: ۸۰۰۰۰۰ روپئے (۵۰۰۰۰)

مسئلہ: ۸ — تباین — ترکہ: ۲۷؍گز مکان

میـــــــــــــــت

رؤوس	بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
	۱					۷					
سہام	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱	۱
ترکہ روپیہ	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰	۵۰۰۰۰
ترکہ مکان	۳ ۴/۱۶	۳ ۴/۱۶	۳ ۴/۱۶	۳ ۴/۱۶	۳ ۴/۱۶	۱ ۱۱/۱۶	۱ ۱۱/۱۶	۱ ۱۱/۱۶	۱ ۱۱/۱۶	۱ ۱۱/۱۶	۱ ۱۱/۱۶

کل ترکہ ۱۶؍حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

حالات الزوجة: الحالة الثانية: أن يكون فرضها الثمن، وذٰلک إذا كان للزوج فرع وارث منها أو من غيرها. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، حالات الزوجة ٣٦/٣ كويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹؍۵؍۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی اور ۴؍حقیقی بھائیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

ســــوال (۱۶۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبدالرؤف لا ولد فوت ہوگئے، اُن کے انتقال پر اُن کی زوجہ شمیمہ بیگم اور محمد شریف، محمد الیاس، محمد قدوس، محمد ادریس برادران حقیقی اُن کے وارث ہوئے، شرعِ محمدی کی روشنی میں کس کو کتنا حصہ ملا، تحریر فرمادیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث مرحوم عبدالرؤف کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۴، تصـ: ۱۶

میــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی شمیمہ بیگم	بھائی شریف	محمد الیاس	محمد قدوس	محمد ادریس
$\frac{1}{4}$		۳		
۴	۳	۳	۳	۳

کل ترکہ ۱۶ر حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنے حصے ملیں گے جو اس کے نام کے نیچے درج ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال – في حديث – وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ٢/٦٥٨ رقم: ٤٥٧٨)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ٦/٤٥١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بیٹی اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سـوال (۱۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اُس نے ورثہ میں ایک بیوی ایک بیٹی اور ایک عینی بھائی کو چھوڑا۔ شریعت کی روشنی میں وراثت اُن کے مابین کیسے تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث مرحوم میت کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: ۸

میت

بیوی	بیٹی	بھائی
۱	۴	۳

کل ترکہ ۸/ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال – في حديث – وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ٦٥٨/٢ رقم: ٤٥٧٨)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ٤٥١/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۱۲/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بیوی، ۲/ بھائی اور ۲/ بہنوں کے درمیان ۱۹/ لاکھ ۵۰/ ہزار کی تقسیم

سوال (۱۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب قدیر احمد کا انتقال ہوگیا وہ لاولد تھے، اُنہوں نے درج ذیل وارثین چھوڑے، بیوی:

قمرالنساء عرف سنجیدہ، دو بھائی پپو اور بابو اور دو بہنیں نازک اور سلمیٰ، قدیر احمد کا ایک مکان تھا جو ۱۹۵۰۰۰۰ میں فروخت ہوا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ قدیر احمد مرحوم کا ترکہ اُن کے وارثین میں کس حساب سے تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث مرحوم قدیر احمد کا ترکہ ان کے وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۴، تصـ:۸/۱ — تداخل — ۱۹۵۰۰۰۰/۲۴۳۷۵۰

میــــــــــــــــــــــــــــت

رؤوس	بیوی	بھائی	بھائی		بہن	بہن
سہام	۱/۲	۲	۲	۳	۱	۱
ترکہ	۴۸۷۵۰۰ روپئے	۴۸۷۵۰۰ روپئے	۴۸۷۵۰۰ روپئے		۲۴۳۷۵۰ روپئے	۲۴۳۷۵۰ روپئے

قدیر احمد کا کل ترکہ ۸ر برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ١٢]

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال – في حديث – وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ٦٥٨/٢ رقم: ٤٥٧٨)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون والبنات، فيكون لابن مثل حظ الانثيين. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٨٠/٧ دار الكتب العلمية بيروت)

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي

الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ٤٥١/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، لڑکی اور والدین کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شاہد بیگ کا انتقال ہوگیا، اُس کے ورثہ میں والد رئیس بیگ والدہ مشہودہ بیگم ایک بیوی صبا بیگم، ایک لڑکی سائرہ بیگم ہے، ترکہ میں ۳۰۰ رگز کا پلاٹ ہے، اُس کی بیوی پر چڑھایا ہوا زیور ہے، شرعاً کس کس کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ اور زیور کس کو ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بر تقدیر صحتِ واقعہ وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث مرحوم کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۲۴ (۲) — توافق (۱۲) — ترکہ ۳۰۰ گز مکان (۲۵)

شاہد بیگ میت

	بیوی	لڑکی	والدہ	والد
	صبا	سائرہ	مشہودہ	رئیس
سہام	۳	۱۲	۴	۵
ترکہ	۱/۲ ۳۷ رگز	۱۵۰ رگز	۵۰ رگز	۱/۲ ۶۲ گز

مرحوم کا کل ترکہ مذکورہ نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا، اور ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اُس کے نام کے نیچے سہام کے سامنے درج ہے، اور زیور کا حکم یہ ہے کہ اگر آپ کے خاندان میں لڑکی کو زیور کے مالک بنادینے کا عرف ہے تو یہ زیور بیوی کا ہوگا، اور اگر عرف یہ ہے کہ بیوی کو عاریت پر دیا جاتا ہے، ملکیت لڑکے کی باقی رہتی ہے، تو ایسی صورت میں یہ زیور مرحوم شاہد بیگ کی وراثت میں شمار

ہوگا اور اُس کو مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال – في حديث – وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحيح البخاري ۶۵۸/۲ رقم: ۴۵۷۸)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكًا لا عاريةً؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية. (شامي ۳۰۹/۴ زكريا)

وفرضها: السدس ...... إلا إذا كان معها أبٌ أو أحد الزوجين، فلها ثلث ما بقي من بعد نصيب أحد الزوجين عند عامة الصحابة. وبهٖ أخذ أصحابنا. حتى أنه إذا كان للميت امرأة وأبوان، فللمرأة الربع، سهم من أربعة ...... وللأم ثلث ما بقي. وفي شرح الطحاوي: وما بقي للأب. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني عشر في الأم ۲۳۰/۲۰ رقم: ۳۳۱۱۲ زكريا)

والفتویٰ أنه إن كان العرف مستمرًا أن الأب يدفع الجهاز ملكًا لا عاريةً. (الأشباه والنظائر ص: ۱۵۷ ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بھائی اور تین بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۶۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے تاؤ مظفر حسین کا انتقال ہوگیا ہے، ترکہ میں جائیداد سامان وغیرہ اُن کا موجود ہے اُن کی ایک بیوی، ایک بھائی اور تین بہنیں ہیں، آپس میں کتنے کتنے حصے کے مالک ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث مرحوم مظفر حسین کا ترکہ حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴، تصـ: ۲۰

مظفر میـــــــــــــــــــــــــــــــــــت

رؤوس	بیوی	بھائی	بہن		بہن	بہن
سہام	۱/۵	۲	۳	۳	۳	۳

مرحوم کے وارثین میں سے ہر ایک وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ۱۲]

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال – في حديث – وجعل للمرأة الثمن والربع، وللزوج الشطر والربع. (صحیح البخاري ۶۵۸/۲ رقم: ۴۵۷۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۲/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بھتیجے، بھتیجی اور بھانجی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابراہیم کا انتقال ہوگیا، اُس کے ورثہ میں ایک زوجہ، ایک بھتیجہ، دو بھتیجیاں (۱) آسیہ (۲) آمنہ، چار بھانجے، سات بھانجیاں موجود ہیں، کس کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق مسئولہ صورت میں کل مال کا چوتھائی حصہ بیوی کو ملے گا اور بقیہ مال بھتیجہ کو ملے گا، بھتیجیاں اور بھانجے اور بھانجیاں سب محروم ہوں گے، اُن کا میت کی وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ

لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آيت: ١٢]

يحجب الأقرب ممن سواهم الأبعد لما مرّ أنه يقدم الأقرب فالأقرب.

(الدر المختار مع الشامي / فصل في العصبات ١٠/٥٢٩ زكريا)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء الميت أي البنون، ثم بنوهم، وإن سفلوا، ثم أصله أي الأب ثم الجد أي أب الأب وإن علا، ثم جزء أبيه الإخوة ثم بنوهم وإن سفلوا. (السراجي مع الشريفية ٢٢، طرازي ص: ١٠٦ مكتبة حجاز)

إنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحدٌ من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن عصبة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٦/٤٥٩ زكريا)

هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ٦/٧٩١ كراچی، وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض / فصل في ذوي الأرحام ٤/٥٢٢ المكتبة الغفارية كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/۱۲/۱۴۳۵ھ

ایک بیوی، دو بہن اور متبنّٰی کے درمیان میراث کی تقسیم

سوال (۱۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری کوئی اَولاد نہیں ہے، ماں باپ، بھائی بھتیجے بھی نہیں ہیں، صرف ایک بیوی اور دو بہنیں ہیں، اُن میں سے ایک بہن کی اَولاد بھی ہیں اور ایک بہن کی کوئی اَولاد نہیں ہے، بیوہ ہے۔ میں نے اَپنی بیوی اور متبنّٰی کو دے دیا ہے۔ اَب بیس ہزار روپئے مزید ہیں، اُن کو تقسیم کرنا چاہتا ہوں، تو شرعاً کس کو کتنا دوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ویسے تو آپ زندگی میں اپنے مال کے مالک ہیں، جس

کو جتنا چاہے دے سکتے ہیں، اگر وراثت کا حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں، تو حکم یہ ہے کہ مسئولہ صورت میں کل متروکہ مال آٹھ حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصے آپ کی بیوی کو اور ۳-۳ر حصے ہر ایک بہن کو ملیں گے، اور متبنیٰ کا وراثت میں حصہ نہیں؛ البتہ اگر آپ اپنی طرف سے اُسے کچھ دینا چاہیں تو آپ کو اختیار رہے۔ (مستفاد: تکملہ فتح الملہم ۲/۷۵)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

وأما الأخوات لأب وأم، فللواحدة منها النصف، وإن كانتا اثنتين فصاعدًا فلهما الثلثان. (الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية / الفصل الأول من الفرائض ٤٥٦/٦ دار الفكر بيروت)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاثٍ: بالنسب: وهو القرابة، والسبب: وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو بیویوں اور اُن کی اَولاد کے درمیان جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی محمد مجتبیٰ حسین کا انتقال ہوگیا، وارثین میں پہلی مرحومہ بیوی سے دولڑکے اور دوسری بیوی سے تین لڑکیاں ہیں۔ حاجی صاحب نے ترکہ میں ایک پختہ مکان، ایک بیگھہ ساڑھے تین گٹھہ زمین ایل آئی سی پالیسی بینک اِکاؤنٹ، تین عدد موٹر سائیکل، دو عدد ٹریکٹر چھوڑے ہیں، اور ایل آئی سی پالیسی دوسری بیوی کے نامزد ہے، تینوں لڑکیوں کے نام سے الگ الگ ایل آئی سی پالیسی ہیں:

(۱) دونوں ٹریکٹر جو دوسری بیوی کے نام سے ہیں، کیا اُس کو ترکہ میں شامل کیا جائے گا؟ یا وہ بیوی کی ملکیت میں شمار ہوگا؟

(۲) ایل آئی سی کی رقم کس مد میں رکھی جائے گی؟

(۳) ساڑھے تین گٹھہ زمین دوسری بیوی کے نام ہے، کیا وہ ترکہ میں شمار ہوگی؟

(۴) بینک کی رقم کا کیا حکم ہوگا؟

(۵) پہلی مرحومہ بیوی کی مہر فاطمی کی ادائیگی کا کوئی ثبوت یا اُس کا کوئی علم نہیں ہے؟ اِس کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟

نــوٹ:- دونوں ٹریکٹر ساڑھے تین گٹھہ زمین حاجی صاحب مرحوم نے اپنے قبضہ میں رکھی تھی، سب کو یہ معلوم تھا کہ حاجی صاحب مرحوم کے نام سے ہے، مرحومہ بیوی کی والدہ یہ دعویٰ کررہی ہے کہ میری بیٹی کی مہر فاطمی ادا نہیں کی تھی؛ کیوں کہ وہ اَچانک انتقال کرگئی تھی، مرحومہ بیوی کے نام نہ تو زمین ہے اور نہ ہی بینک اِکاؤنٹ تھا۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم حاجی محمد مجتبیٰ حسین کا کل مال جو اُن کی وفات کے وقت اُن کی ملکیت میں موجود تھا، اُن کے شرعی وارثین میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸

میــت

دوسری بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱	۲	۲	۱	۱	۱

مرحوم کا ترکہ ۸؍ سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ایک پختہ مکان ایک بیگھہ ساڑھے تین گٹھہ زمین اور تین عدد موٹر سائیکل، یہ سب حاجی مرحوم کی ملکیت میں تھیں۔ اِسی طرح اُن کے نام سے کھلے ہوئے بینک اِکاؤنٹ میں جو رقم ہے وہ بھی اُن کے ترکہ میں شامل ہوگی، نیز اُنہوں نے اپنے نام سے ایل آئی سی پالیسی لے رکھی تھی، اُس میں اُنہوں نے جو اصل رقم جمع کی ہے، وہ بھی اُن کے ترکہ میں شامل ہوگی؛ البتہ جو بھی زائد رقم ملے گی، اُس کو غریبوں پر تقسیم کرنا لازم ہوگا۔ ایل آئی سی

پالیسی میں اُن کے بعد بیوی کو اس رقم کے نکالنے پر نامزد کرنے سے اُس پر بیوی کی ملکیت ثابت نہ ہوگی؛ البتہ تینوں لڑکیوں کے نام جو ایل آئی سی پالیسی لے رکھی ہے اُس میں جتنے پیسے حاجی صاحب نے اپنی زندگی میں جمع کرادئے ہیں، وہ لڑکیوں کی ملکیت قرار پائیں گے، اور چوں کہ یہ پالیسیاں لڑکیوں کے نام ہیں، اِس لئے یہ حاجی صاحب کے انتقال کے بعد ختم نہیں ہوں گی؛ بلکہ قانوناً جاری رہتی ہیں؛ البتہ اگر لڑکیاں ختم کرانا چاہیں تو ختم کرا کر اَصل جمع شدہ رقم واپس لے سکتی ہیں۔ اور دونوں ٹریکٹر چوں کہ حسبِ تحریر سوال حاجی صاحب نے زندگی بھر اپنے ہی قبضے میں رکھے تھے، اور اُن سے خود فائدہ اُٹھاتے رہے، نہ تو اُنہیں بیوی کے قبضے میں دیا اور نا ہی اُن کا نفع بیوی کے حوالے کیا، تو یہ بظاہر اِس بات کی دلیل ہے کہ اُنہوں نے یہ دونوں ٹریکٹر صرف بیوی کے نام کئے تھے، قبضے میں نہیں دئے تھے؛ لہٰذا ہبہ تام نہ ہونے کی وجہ سے اُن دونوں ٹریکٹروں کو بھی حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل کیا جائے گا، اور ساڑھے تین گٹھہ زمین جو دوسری بیوی کے نام ہے، اُس کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس کو دوسری بیوی کے مہر کے بدلے میں دیا گیا ہے، تو یہ دوسری بیوی کی ملکیت سمجھی جائے گی، اور اگر ویسے ہی بیوی کے نام ہبہ کیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اُس زمین سے جو آمدنی ہوتی رہی ہے، وہ حاجی صاحب اپنے قبضہ میں رکھتے تھے، یا دوسری بیوی کو دیتے رہتے تھے، اگر اپنے قبضے میں رکھتے تھے اور بیوی کے مطالبہ کے باوجود اُسے کچھ نہیں دیتے تھے، تو یہ زمین بھی حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور اگر حاجی صاحب کی زندگی میں زمین کی آمدنی اور اُس میں تصرف کا اختیار دوسری بیوی کو حاصل رہا ہے، تو یہ زمین دوسری بیوی کی ملکیت شمار ہوگی، اور حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگی، اور حاجی صاحب کی مرحومہ بیوی کا اگر مہر اَدا نہیں کیا گیا ہے، تو اَولاً ترکہ میں سے مہر کی رقم نکال کر بیوی کے ورثہ میں تقسیم ہوگی، جس میں خود اُس کے لڑکے اور والدہ شامل ہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ۳؍۴۴۳)

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم يقسم الباقي بعد ذٰلك بين ورثته (الدر المختار) وقال ابن عابدين: هو ما كان ثابتًا بالبينة مطلقًا أو

بـإقـرارٍ، ثـم تـقدم وصيته من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بعد ذٰلک بين ورثته. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ٦/ ٧٦٠ دار الفكر بيروت)

فـالـمهـر يتأكد بأحد معان ثلثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الـزوجيـن، سواء كان مسمًى أو مهر المثل حتى لا يسقُطَ شيء منه بعد ذلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل بيان ما يتأكد به المهر ٢/ ٥٨٤ زكريا)

يـمـلک الـمـوهـوب لـه، الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملک وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث في أحكام الهبة ١/ ٤٧٣ رقم المادة: ٨٦١)

وتتـم الهبة بالقبض الكامل لقوله عليه الصلاة والسلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مـجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣/ ٣٥٣ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٣/ ٤٩١ مكتبة فقيه الأمة ديوبند)

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول. (شرح المجلة للأتاسي ١/ ٤٦٢)

أفـاد أن التـلـفـظ بـالإيجاب والقبول لا يشترط؛ بل تكفى القرائن الدالة عـلـى التـمـليک كـمـن دفع لفقير شيئًا وقبضه، ولم يتلفظ واحد منهما بشيء. (شامي / أول كتاب الهبة ٥/ ٦٨٨ كراچی)

والإذن نـوعـان: صريح ودلالة ...... وأما الدلالة فهي أن يقبض الموهوب له العين في المجلس ولا ينهاه الواهب فيجوز قبضه استحسانًا. (بدائع الصنائع / بيان شرائط صحة القبض ٥/ ١٧٦-١٧٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۷/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نکاحِ ثانی کرنے کے بعد بیوہ کو شوہرِ اَول کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۱۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد حسین مرحوم نے ترکہ میں دو مکان مربع ۲٦؍گز اور ۵۲؍گز مربع دومنزلہ چھوڑے، وارثین میں دولڑکے ایک لڑکی اور ایک بیوی ہے، انتقال کو کافی عرصہ ہو چکا ہے۔ اَب مرحوم کی بیوی نے نکاحِ ثانی کرلیا ہے، تو کیا مرحوم کی بیوی کا بھی حصہ ہوگا؟ اور کیا دونوں مکان کی زمین قیمت کے اعتبار سے ایک ہی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَدائے حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحوم کا ترکہ اُن کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸، تصـ: ۴۰

میــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکی
۱		۷	
۵	۱۴	۱۴	۷

مرحوم کے ترکہ میں مرحوم کی وہ بیوی بھی شرعاً حق دار ہوگی جس نے نکاح ثانی کرلیا ہے؛ لہٰذا مرحوم کا ترکہ چالیس حصوں میں تقسیم ہوکر اُسی کے تناسب سے ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ثم شرع في الحجب، فقال: ولا يحرم ستة من الورثة بحال البتة …… الولدان الزوجان. (الدر المختار، کتاب الفرائض / فصل في العصبات ۷۷۹/٦ دار الفکر بیروت، ۵۲۹/۱۰ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پہلی بیوی کے مکان میں دوسری بیوی یا اُس کی اولاد کا تصرف کرنا

سوال (۱۷۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری پہلی بیوی کے دین مہر میں میرے والد محترم نے ۵۴ر گز زمین لکھی تھی، میری بیوی سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، جن کو میری پہلی بیوی چھوٹا چھوڑ کر انتقال فرما گئی، اُن کے مرنے کے چھ ماہ بعد میں نے دوسرا نکاح کیا، دوسری بیوی سے بھی دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، اِس طرح میری چار لڑکیاں ہوگئیں، اِن چاروں کی پرورش میری دوسری بیوی نے کی، اُن میں سے پہلی بیوی کی دونوں لڑکیوں کی شادی وغیرہ بھی میری دوسری بیوی ہی نے کی، اُن کے ہر حقوق اَب تک میری دوسری بیوی ہی پورے کرتی ہیں۔ ۵۴ر گز زمین میں میری دوسری بیوی نے اپنا تمام زیور وغیرہ بیچ کر مکان بنوالیا، اور اَب میری دونوں لڑکیاں بھی شادی کے لائق ہیں، اُن کی شادی کے لئے میرے پاس اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے؛ کیوں کہ میں بہت کمزور ہوں اور بیمار رہتا ہوں، اُن لڑکیوں کی شادی کرنے کے لئے مکان فروخت کرنا چاہتا ہوں، میری پہلی بیوی کی دونوں لڑکیاں مکان فروخت کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ میری آپ سے گذارش ہے کہ اِن دونوں لڑکیوں کا کیا حق اور حصہ بنتا ہے، آپ مجھے اِس کے جواب میں میری پہلی بیوی کی دو لڑکیوں کے حصہ اور دوسری بیوی کی دونوں لڑکیوں کے حصہ اور دوسری بیوی کے اور میرا حق اِسلام کی رو سے صاف صاف تقسیم کر کے دے دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں پہلی بیوی کی مملوکہ ۵۴ر گز اصل زمین میں صرف چوتھائی حصہ آپ کا ہے، اور بقیہ تین بٹا چار حصہ پہلی بیوی کی دونوں لڑکیوں کا ہے، اُس اصل زمین میں دوسری بیوی کی لڑکیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، اور اُس زمین پر دوسری بیوی نے جو تعمیر کرائی ہے وہ اگرچہ اُسی بیوی کی ملک ہے؛ لیکن اگر پہلی بیوی کی لڑکیاں مطالبہ کریں تو اُنہیں اپنی زمین خالی کرانے کا حق ہے۔

ولو عمر لنفسه بلا إذنها، فالعمارة له ويكون غاصبًا للعرصة، فيومر

بالتفريغ بطلبها ذٰلک. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الخنثیٰ / مسائل شتیٰ ١٠/٤٧٥ زکریا)

بہرحال وہ مکان پہلی بیوی کی لڑکیوں کی اِجازت کے بغیر بیچا نہیں جاسکتا، اور جب بھی بیچا جائے گا تو اُن کے حصہ کی زمین کا پیسہ اُنہیں ہی دینا لازم ہوگا۔

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ٦١/١ رقم المادة: ٩٦ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ٦/٢٠٠ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کی اَولاد کو محروم کرکے پہلی بیوی کی اولاد کو جائیداد دینا

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد صاحب نے تمیزاً خاتون سے نکاح کیا تھا، اُن سے دولڑکیاں اور ایک لڑکا مطلوب حسین پیدا ہوئے، پہلے والدہ کا انتقال ہوگیا، اُس کے بعد دونوں لڑکیوں کا انتقال والد صاحب کی زندگی میں ہوگیا، اُس کے بعد والد صاحب نے بانو خاتون سے نکاح کیا، اُن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی، وہ تینوں لڑکے والد صاحب کو ستاتے اور پریشان کرتے رہے، اِس لئے والد صاحب نے اپنی زندگی میں اُن کو محروم کرکے میرے نام آدھے مکان کی وصیت کردی اور آدھا مکان میری دوسری والدہ بانو خاتون کو مہر میں دے دیا، اَب والد صاحب اور بانو خاتون جو میری والدہ تھیں اُن کا بھی انتقال ہوگیا ہے۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ جو آدھے مکان میں میرے نام وصیت کی ہے اُس میں ہمارا ہی حصہ ہے یا ہمارے سوتیلے بھائیوں کا بھی حصہ ہے، اِسی طرح آدھا مکان جو والدہ کو مہر میں دیا تھا اُس میں ہمارا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مسئولہ صورت میں آپ کے والد

صاحب نے جو نصف مکان دیگر بچوں کو چھوڑ کر صرف آپ کے لئے وصیت کیا ہے اُس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں؛ بلکہ یہ حصہ مکان والد صاحب کے انتقال کے وقت موجودہ تمام شرعی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا، اگر اولاد نے والدین کو ناراض کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کی سزا ملے گی؛ لیکن اِس بنیاد پر اُسے وراثت کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور جو نصف مکان والد صاحب نے اپنی دوسری بیوی بانو خاتون کے مہر میں لکھا تھا، وہ صرف اُسی بیوی کا حق ہے جو اُس کے انتقال کے بعد اُس کی اولاد میں تقسیم ہوگا، اور اُس حصہ میں والد صاحب کی پہلی بیوی تمیزاً خاتون کی اَولاد (مطلوب حسین) کا کوئی حق نہ ہوگا۔ (عزیز الفتاویٰ ۷۳۶)

عن أبي أمامة الباهلي رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في خطبته عام حجة الوداع: إن اللّٰه تبارك وتعالىٰ قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء لا وصية لوارثٍ ۳۲/۲ رقم: ۲۱۲۰، سنن أبي داؤد، كتاب الوصايا / باب ما جاء في الوصية للوارث ۳۹۶/۲ رقم: ۲۸۷۰ دار الفكر بيروت، سنن النسائي، كتاب الوصايا / باب إبطال الوصية للوارث ۱۱۳/۲ رقم: ۳۶۴۰ دار الفكر بيروت، مشكاة المصابيح ۲۶۵)

عن عمرو بن العاص رضي اللّٰه عنه قال: الكبائر الإشراك باللّٰه وعقوق الوالدين الخ. (صحيح البخاري ۹۸۷/۲ رقم: ۶۶۷۵ دار الفكر بيروت)

عن أبي عيسىٰ المغيرة بن شعبة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه تعالىٰ حرم عليكم عقوق الأمهات. (صحيح البخاري ۹۵۸/۲ رقم: ۶۴۷۳ دار الفكر بيروت، صحيح مسلم رقم: ۲۵۵۶ بيت الأفكار الدولية)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة. (مشكاة المصابيح / باب الوصايا ۲۶۵)

وبطل وصيته للوارث. (الدر المختار على هامش رد المحتار / كتاب الفرائض ۳۷۶/۱۰ زكريا)

ولا تجوز الوصية للوارث إلا أن يجيزها الورثة. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الوصايا ٦/ ٩٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۱۱/۱۴۲۲ھ

ایک بیوی کی اَولاد کو محروم کر کے دوسری کی اَولاد کو دینا

سوال (۱۷٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جناب عبدالرحمٰن صاحب کی دو بیویاں تھیں، ایک بیوی احمدی بیگم جو انتقال کرچکی ہے، اُن کے بطن سے ایک لڑکا ایک لڑکی ہے، دوسری بیوی بلقیس بیگم جو حیات ہے، اُن کے بطن سے ایک لڑکا عطاء الرحمٰن دو لڑکیاں بے بی، چھنو خاتون، جناب عبدالرحمٰن صاحب پہلی بیوی مرحومہ کی اَولاد کو اپنی جائیداد دینا چاہتے ہیں، اور دوسری بیوی بلقیس کو اور اُن کی اولاد کو نہیں دینا چاہتے، اپنی جائیداد سے محروم اور ناحق کرنا چاہتے ہیں، جب کہ دوسری بیوی اور اُس کی اولادیں نافرمان بھی نہیں ہیں، تو شرعاً کیا صرف ایک بیوی کی اَولاد کو دینے سے عبدالرحمٰن صاحب گنہگار رہوں گے؟ آخرت میں گرفت ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال عبدالرحمٰن کا ایک بیوی اور اُس کی اَولاد کو بلاوجہ محروم کر کے دوسری مرحومہ بیوی کی اَولاد کو کل جائیداد بخشش کرنا باعثِ گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بعض لوگ تمام عمر خدا کی فرماں برداری میں گذارتے ہیں؛ لیکن موت کے وقت وارثوں کو محروم کرجاتے ہیں، ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہ دوزخ میں ڈال دے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۱/ ۴۷۵)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الرجل ليعمل والمرأة بطاعة الله ستين سنة، ثم يحضرهما الموت، فيضاران في الوصية، فتجب لهما النار، ثم قرأ أبوهريرة: ﴿مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصٰى بِهَآ اَوۡ دَيۡنٍ

غَيْـرَ مُـضَـآرٍّ وَصِيَّةً مِـنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ. تِـلْـكَ حُـدُوْدُ اللّٰهِ، وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُـوْلَـهُ يُـدْخِـلْـهُ جَـنّٰـتٍ تَـجْـرِىْ مِـنْ تَـحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (مشكاة المصابيح ٢٦٦/١، سنن ابن ماجة ١٩٤، سنن الترمذي ٣٢/٢)

قـولـه: فيـضاران من المضارة يوصلان الضرر إلى الوارث بسبب الوصية لـلأجـنبـي بـأكثـر الثـلـث، أو بأن يهب جميع ماله لواحد من الوارثة؛ كيلا يرث وارث اٰخر من ماله شيئًا، فهٰذا مكروه فرار عن حكم اللّٰه تعالىٰ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ١٨٤/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند)

دوسری حدیث ہے کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو جنت سے محروم کردے گا۔

عـن أنـس بـن مـالک رضـي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسـلـم: مـن قـطـع ميـراث وارثـه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشـكاة الـمـصـابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

عـن أنـس ابـن مـالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم: مـن فـر من ميراث وارثه، قطع اللّٰه ميراثه من الجنة يوم القيمة. (سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کے شرعی وارثین میں پہلی بیوی کی اولاد شامل نہیں ہوگی

سـوال (۱۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عمر کی عمر اس وقت ستر سال ہے، پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد اس نے تیرہ سال پہلے عقد ثانی کیا تھا، اور مہر ادا کر دئے تھے، عمر کی پہلی اہلیہ سے دولڑکے اور ایک لڑکی ہے، سب شادی شدہ ہیں، جب کہ دوسری موجودہ اہلیہ سے کوئی اولاد نہیں ہے، حال میں عمر نے اپنے پیسے سے ایک مکان موجودہ اہلیہ کے نام سے اس نیت سے خریدا کہ وہ مکمل طور پر اس کی مالکہ ہوں گی، عمر کی حیات میں بھی اور اس کے بعد بھی اور عمر کو اس کے سلسلہ میں کسی طرح کی مداخلت کا حق نہ ہوگا، مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ عمر کے انتقال اور موجودہ اہلیہ کے انتقال کی صورت میں عمر کے تینوں بچے اس کی اہلیہ کے وارث ہوں گے یا خون کا رشتہ نہ ہونے اور سوتیلے ہونے کی وجہ سے ان کے بجائے اہلیہ کے خون کے رشتہ داران کے میکہ کے لوگ ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ آپ نے دوسری بیوی کے نام مکان خرید کر مکمل طور پر اسے مالک بنا دیا ہے؛ اس لئے یہ مکان اس بیوی کے انتقال کے بعد اس کے شرعی وارثین میں تقسیم ہوگا، اور اس کے شرعی وارثین میں آپ کی پہلی اہلیہ کی اولادیں داخل نہیں ہوں گی؛ البتہ اگر دوسری اہلیہ کا انتقال آپ کی حیات میں ہوگیا اور اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، تو آپ کو بحیثیت شوہر اس کے ترکہ کا نصف حصہ ملے گا اور مابقیہ نصف حصہ اس کے دیگر وارثین میں تقسیم ہوگا، اور اگر آپ کا انتقال دوسری اہلیہ سے پہلے ہوجائے تو اس مکان یا اس کی دیگر مملوکہ چیزوں میں آپ کی اولاد کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ولو قال: جعلت لک هٰذه الدار، أو هٰذه الدار لک فأقبضها فهو هبة ...... وأما حكمها فثبوت الملک للموهوب له. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول ٣٧٤/٤-٣٧٥ زكريا)

كما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ٦١٠/١ رقم المادة: ١٠٩١ المكتبة الحنفية كوئٹه)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسبب وهو الزوجية والولاء. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول في الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا، الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ٤٩٧/١٠ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۵/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی اور پہلی بیوی کے لڑکے اور شوہر کی بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا، اور اُس بیوی سے ایک لڑکا ہے، اَب زید نے دوسرا نکاح کرلیا اور چودہ سال کے بعد زید کا انتقال ہوگیا اور دوسری بیوی کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، زید کی تین بہنیں بھی موجود ہیں۔ اَب زید کی سمپتی مال واَسباب میں دوسری بیوی کا حق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے متروکہ مال میں سے آٹھویں حصے کی حق دار دوسری بیوی ہے، جو زید کے انتقال کے وقت باحیات تھی، اور دوسری بیوی کو آٹھواں حصہ دینے کے بعد جو مال بچے گا وہ پہلی بیوی کے لڑکے کا حق ہوگا، اور لڑکے کی موجودگی میں زید کی بہنیں زید کی وراثت میں حق دار نہ ہوں گی۔

قال تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة. (سراجي ص: ٤)

أما للزوجات ...... والثمن مع الولد وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالإبن. (السراجي في الميراث ١٧)

ویسقط بالإبن وابن الإبن، وإن سفل. (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندية / الفصل الأول في أصحاب الفرائض ٦/٤٥٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۷/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے مال میں سے شوہر کا حصہ

سوال (۱۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا، تو بیوی کے مال میں سے شوہر کو کیا ملے گا، اَولاد کوئی نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی اَولاد نہیں ہے تو بیوی کے ترکہ میں سے شوہر کو آدھا مال ملتا ہے، بقیہ مال بیوی کے دیگر ورثہ قریب یا بعید کو ملے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے متروکہ سامان اور زیورات میں بہنوئی اور دیگر ورثہ کا کتنا حق ہے؟

سوال (۱۸۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری بہن نسرین کی شادی محمد سلیمان کے ساتھ ۱۰؍سال قبل ہوئی تھی، اور ابھی ۲۲؍مئی کو اُن کا انتقال ہوگیا؛ لہٰذا اَب اُن کے جہیز کے سامان کا اور مکان کا مسئلہ ہے، جس مکان میں وہ رہتی تھیں اُس مکان کی زمین کا کاغذ ہماری بہن نسرین کے نام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُس زمین پر

جو مکان تعمیر کیا گیا، اُس میں جو پیسہ لگا وہ اِس طرح ہے کہ ہم چار بھائیوں نے مل کر لگ بھگ دس ہزار دئے، والد اور والدہ نے پانچ ہزار دئے، ساڑھے پندرہ ہزار کا زیور فروخت کیا، چار ہزار پانچ سو روپئے چچا نے دئے، یہ پیسہ کل دیا گیا، جب بہن گذر گئیں تو مہروں کی بات ہوئی، تو ہمارے بہنوئی نے کہہ دیا کہ مکان بناتے وقت میں نے تمہاری بہن کے پانچ ہزار روپئے مہروں کے تھوڑے تھوڑے کر کے ادا کر دئے، اور وہ پیسہ تمہاری بہن نے مکان میں لگا دیا، اِس طرح مہر کی بات ختم ہوگئی، مکان تقریباً چالیس یا بیالیس گز جگہ میں بنا ہوا ہے، اور ہماری بہن کے کوئی اولاد نہیں ہے، ہم نے بہن کے گذرنے کے بعد بہنوئی سے کہا کہ جس طرح آپ یہاں آتے تھے، ویسے ہی آئیں اور جو سامان ہماری بہن کے گھر پر ہے، اسے برتیں اور جب تک آپ کی زندگی ہے اسی مکان میں رہیں، آپ کے بعد یہ سب ہمارا ہے، جب کہ بہن کی سسرال والوں نے بہن کی زندگی میں ہی بہن سے اپنا رشتہ ناطہ ختم کر لیا تھا، ہم نے بہنوئی سے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اِس مکان میں صرف آپ کو رہنے کی اجازت ہے، آپ کے میکہ کا کوئی نہیں رہے گا، چاہے بہنوئی کی والدہ یا بھائی بھاوج یا بہن بہنوئی، کوئی آپ سے لے لیں گے، اُنہوں نے اصرار کیا اور چلے گئے، اَب اُنہوں نے ہمارے یہاں آنا جانا بند کر دیا، اور لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ میرا سامان اور میرا مکان میری سسرال والے ہتھیانا چاہتے ہیں؛ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ آپ یہ تحریر فرمائیں کہ ہماری بہن کے سامان اور مکان کا جائز حق دار کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی بیوی نے بوقت انتقال جو کچھ جائیداد اور ساز وسامان چھوڑا ہے، اُس میں شرعاً تمام ہی ورثہ کا حق ہے، اور چوں کہ آپ کی بہن کے کوئی اولاد نہیں تھی، اِس لئے کل مال کا نصف حصہ شوہر یعنی آپ کے بہنوئی کا حق ہوگا اور بقیہ نصف حصہ میں دیگر ورثہ حسبِ حصصِ شرعیہ شریک ہوں گے؛ لہٰذا دیگر ورثہ کی طرف سے شوہر کو اُس کے واجبی حق سے محروم کر دینے کی کوشش قطعاً جائز نہیں۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع / باب الوصايا، الفصل الأول ٢٦٦، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب الحيف في الوصية ١٩٤ رقم: ٢٧٠٣ دار الفكر بيروت)

أما للزوج ...... النصف عند عدم الولد. (السراجي في الميراث ١١)

الإرث جبري لا يسقط بالإسقاط. (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوىٰ / باب التحالف، مطلب: واقعة الفتوىٰ ٦٧٨/١١ زكريا)

والثالث أما إختياري وهو الوصية أو اضطراري وهو الميراث. (مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٤/٤ كوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متوفی بیوی کا زیور تنہا شوہر کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں

سوال (۱۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی تقریباً تین سال ہوئے انتقال ہو چکا ہے، ان کا جو زیور ہے وہ میرے پاس رکھا ہوا ہے؛ لیکن یہ زیور میرے بچوں نے اپنی ماں کو بنوا کر دیا تھا، میں اپنی کمزور مالی حالت کی وجہ سے ان کو کوئی زیور بنوا کر نہیں دے سکا تھا، اس زیور کا مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا اس پر میرا حق بنتا ہے کہ میں اس کا جس طرح چاہوں استعمال کروں، یا اُس کو بیچ کر روپیہ سب بہن بھائیوں میں تقسیم کردو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحومہ بیوی کا زیور اس کے ترکہ میں شامل ہوگا جو اُس کے تمام شرعی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، آپ کو تن تنہا اپنی مرضی سے خرچ کرنا

جائز نہیں ہے، اِس ترکہ میں شوہر ہونے کی حیثیت سے آپ کا حق صرف ایک چوتھائی میں ہے، اور مابقیہ ترکہ اُس کی اولاد میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔

کما أن أعيان المتوفى المتروكة عنه مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم، كذلک يكون الدين الذى له فى ذمة آخر مشتركا بينهم على قدر حصصهم. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الفصل الثالث ۶۱۰/۱ رقم المادة: ۱۰۹۱ المكتبة الحنفية كوئٹه)

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه أو وكالته أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامنًا. (شرح المجلة لسليم رستم باز / المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية ۶۱/۱ رقم المادة: ۹۶ المكتبة الحنفية كوئٹه، وكذا في الدر المختار / كتاب الغصب ۲۰۰/۶ كراچى، ۲۹۱/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱۰/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے نام پر خرید کردہ مشترکہ جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال (۱۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد ابراہیم نے کئی جائیدادیں اپنی بیوی کے نام مشترک خریدی ہیں اور اُس میں زوجہ کا کوئی حصہ متعین نہیں ہے، اُس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ملکیت کے لئے صرف نام سے خریدنا کافی نہیں؛ بلکہ قبضہ ضروری ہے، مسئولہ صورت میں اگر شوہر نے اپنی ذاتی رقم سے وہ مکان خریدا ہے، اور وہ اخیر دم تک اُسی کے قبضہ اور استعمال میں رہا تو اُس میں سب ورثہ کا حق ہے، بیوی اُس کی مالک نہیں ہے، اور اگر بیوی کی رقم سے خریدا اور پھر بیوی کو اُس کے حصہ کا مالک ومتصرف بنادیا، یا اپنی رقم سے خرید کر

اُسے پوری طرح قبضہ دے دیا تو یہ حصہ بیوی کی ملک ہوگا، اور کاغذات میں رقم کی ادائیگی کے اعتبار سے جو تناسب ہوگا، ملکیت میں بھی اُسی تناسب کا اعتبار ہوگا۔ (کفایت المفتی ۸/۱۱۵، ۸/۲۰)

ورجع علی شریکه بحصته منه؛ لأنه وكيل في حصة شريكه، وقد قضی الثمن من ماله فيرجع عليه بحسابه. (شامي، كتاب الشركة / مطلب فيما يبطل الشركة ٦/٤٨٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیوی کے حصہ کی جائیداد پر شوہر کا قبضہ کرنا

سوال (۱۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالمجید کی لڑکی عالیہ کو اپنے والد کی زمین واقع موضع کرکھیا میں حصہ نہیں، لوگوں نے کہا کہ اس زمین میں جو کہ کاشت کاری والی ہے، شرع لاگو نہیں ہوگی؛ بلکہ صرف قانون لاگو ہوگا، جس کی رو سے وہ زمین اُس نواسے کو مل گئی، جو عالیہ کی دوسری بہن ہاجرہ سے پیدا ہوا تھا، چناں چہ عالیہ اس زمین کی مالک نہیں ہوسکیں، یہ واقعہ ۱۹۵۴ء کا ہے، اور عالیہ کا انتقال ۱۹۶۰ء میں ہوگیا، اِس کے بعد جب موضع مذکورہ کی چک بندی آئی تو عالیہ مرحومہ کے شوہر نے عدالت میں ۲۰۰۰ء میں دعویٰ کیا کہ عالیہ کا حق بحیثیت شوہر مجھے ملنا چاہئے، اور وہ مقدمہ جیت گئے، اور عالیہ کا حق پاگئے، عالیہ مرحومہ کے تین لڑکیاں بھی ہیں، جو زندہ ہیں، وہ کہتی ہیں کہ اُن کو بھی حصہ ملنا چاہئے۔ اور شوہر یعنی لڑکیوں کے باپ کا کہنا ہے کہ ترکہ وہ ہے جو مورث کی ملکیت میں ہو جب کہ عالیہ موضع مذکورہ کی زمین کی اپنی زندگی میں مالک ہی نہیں ہوسکیں، تو وہ لڑکیاں اپنی ماں عالیہ کی وارث اُسی ملکیت میں ہوسکتی ہیں، جو اُن کی ملکیت رہی ہو اور جو زمین عالیہ کے شوہر یعنی لڑکیوں کے باپ نے عالیہ کے انتقال کے چالیس سال بعد عدالت سے حاصل کیا ہے، اُس کے مالک عالیہ کے شوہر ہوئے، اَب شوہر کے انتقال کے بعد یہ لڑکیاں وارث ہو جائیں گی، اِس صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں عالیہ ہی اپنے والد عبدالمجید کی

جائیداد کی شرعاً حق دار تھی، جب اُن کی طرف سے اُن کے شوہر نے پیروی کر کے اِس جائیداد کو حاصل کرلیا، تو اُس میں شوہر کی ملکیت نہیں آئی؛ بلکہ ملکیت عالیہ ہی کی ہے؛ البتہ اس پیروی میں جو رقم شوہر نے خرچ کی ہے، وہ عالیہ سے وصول کرنے کے مستحق تھے؛ لہٰذا یہ جائیداد عالیہ کے انتقال کے بعد اُس کے شرعی وارثوں میں تقسیم ہوگی، چوتھائی حصہ شوہر کا ہوگا اور بقیہ عالیہ کی اولاد کو ملے گا۔

(مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱۰۴/۵، فتاویٰ محمودیہ ۳۶۴/۲)

وأصل هٰذا أن الدين المشترک بين إثنين إذا قبض أحدهما شيئًا منه فلصاحبه أن يشاركه في المقبوض. (الهداية، كتاب الصلح / فصل في الدين المشترك ۲۳۷/۳ إدارة المعارف ديوبند، الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الصلح / فصل في دعوىٰ الدين ۳٤۲/۱۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے زیورات، بینک بیلنس اور کپڑوں میں شوہر اور بہنوں کا حصہ

سوال (۱۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اہلیہ کا شادی کے ۲۴؍ برس بعد جولائی ۲۰۰۲ء میں کینسر کے مرض میں انتقال ہوگیا، ہمارے کوئی اَولاد نہیں ہوئی؛ البتہ میری اہلیہ نے میری رضا سے اپنی سگی بہن کے بیٹے کو اُس کی پیدائش کے بعد سے ہی گود لے لیا تھا، اُس بچے کی عمر اِس وقت تقریباً پانچ برس ہے، میری مرحومہ بیوی کے چھ بھائی ہیں، چار اُن کی سگی ماں سے اور دو پہلی ماں سے، بیوی کے علاوہ اُن کی چار بہنیں اور بھی ہیں، ایک پہلی ماں سے اور تین دوسری ماں سے، بوقتِ انتقال اُن کے زیورات بینک بیلنس اور نقد رقم تھی۔ علاوہ اَزیں کچھ رقم اُنہوں نے اپنی حیات میں اپنے شوہر یعنی مجھے بطور قرض دی تھی، اور کچھ رقم اپنی ایک بہن اور ایک بھائی کو دے رکھی تھی، میرے خسر محترم یعنی میری اہلیہ کے والد محترم کا انتقال ۱۹۸۹ء میں ہوگیا تھا، تب میرے ایک سالے صاحب نے ورثہ کی صورت میں ایک حصہ

میری بیوی کو دینا طے کیا تھا، اور اُس رقم کا چالیس فیصد ادا بھی کر دیا تھا؛ لیکن ۶۰ ر فیصد اَب بھی باقی ہے۔ اَب یہ معلوم کرانے کی زحمت فرمائیں کہ شوہر کے گھر لائے ہوئے ساز وسامان اور ملے ہوئے تحائف وغیرہ جو گھر کے استعمال میں آئے، اُن تمام چیزوں میں وراثت کس کس کے حصہ میں اور کتنی کتنی تقسیم ہوگی؟ جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں کہ میری بیوی کا انتقال کینسر کے مرض میں ہوا، گذشتہ تین برسوں میں علاج معالجہ پر تمام رقم میں نے ہی خرچ کی تھی؛ البتہ آخری اسٹیج میں میرے وہ سالے صاحب جن کے ذمہ میری بیوی یعنی اُن کی بہن کا ورثہ ۶۰ ر فیصد دینا باقی ہے، اُس نے کل خرچ کا چھ سات فیصد اور ایک دوسرے سالے صاحب نے تقریباً تین فیصد خرچ برداشت کیا، جو میں نے اُن لوگوں کی جانب سے قرض سمجھ کر وصول کیا، اور یہ رقم میرے ذمہ واجب الاداء ہے۔ اَب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جو رقم میں نے اپنے دونوں سالوں سے اپنی بیوی کی بیماری میں بطور قرض لے رکھی ہے، وہ رقم بیوی کو بھائی سے ملنے والی ۶۰ ر فیصدی وراثت کے حصہ سے منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کیا میں اپنی بیوی کو ملنے والی ۶۰ ر فیصد رقم جو باقی تھی، میری بیوی کے پس مرگ لینے کا حق دار ہوں؟ فقہ حنفی کی رو سے جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کی بیوی کے انتقال کے وقت اُن کی ملکیت میں جو بھی زیورات بینک بیلنس یا نقد رقم تھی، یا جہیز میں آمدہ سامان اور کپڑے وغیرہ جس حالت میں بھی تھے، وہ اُس کے ترکہ میں شمار ہوکر اُن کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کئے جائیں گے، اِسی طرح اُن کے والد کی طرف سے اُنہیں جو ترکہ ملنا تھا جس میں سے حسبِ تحریر سوال ساٹھ فیصد حصہ بھائی کے ذمہ باقی ہے، وہ رقم بھی سبھی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی۔ اور تقسیم کا اُصول یہ ہے کہ مسئولہ صورت میں نصف ترکہ کا مستحق شوہر یعنی آپ ہوں گے، اور بقیہ نصف مرحومہ کے سگے بہن بھائیوں میں تقسیم کیا جائے گا، اور جس بھانجے کو مرحومہ نے گود لے رکھا تھا، اُس کو وراثت میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا، اِسی طرح سوتیلے بھائی بہنوں کو بھی اُس

کے مال میں سے کچھ حق نہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

ویسقط بنو العلات ...... بالأخ لأب وأم وبالأخت لأب وأم إذا صارت عصبة. (السراجي في الميراث ۱۷)

وأما الإثنان من السبب: فالزوج والزوجية: للزوج النصف عند عدم الولد وولد الابن، والربع مع الولد. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني في ذوي الفروض ٤٥٠/٦ زكريا)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷٦، شريفيه ٤٨)

وأما الأخوات لأب وأم، فللواحدة منها النصف، وإن كانتا اثنتين فصاعدًا فلهما الثلثان، ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين. (الفتاویٰ البزازية على هامش الهندية / الفصل الأول في أصحاب الفرائض ٤٥٦/٦ زكريا)

الأخوات لأب ...... ولا يرثن مع الأختين لأب وأم إلا أن يكون معهن أخ لأب فيعصِّبهن. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني في ذوى الفروض ٤٥٠/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر ۲ر بیٹے اور ۲ر بیٹیوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکیہ بانو مرحومہ نے میراث میں آبائی موروثی ایک خطیر رقم، زیورات و دیگر اَثاثے چھوڑے ہیں، اُس کے کل وارثین ۵ر ہیں: شوہر مشتاق احمد، دو بیٹے طفیل احمد، حفیل احمد، دو بیٹیاں: تسنیمہ انجم، قاسیہ انجم ہیں۔

مرحومہ کے شوہر مشتاق احمد نے صرف زیورات بحکم شرعی مابین وارثین تقسیم کردی، خطیر رقم کے بارے میں اُن کی اولاد کے مطالبہ پر باپ نے کہا کہ میں نے اُنہیں اپنی رقم سے عمرہ کرایا تھا، وہ میں نے اس خطیر رقم سے وصول کرلی، اور سب رقم برابر سرابر ہوگئی، یہ کہہ کر تقسیم کرنے سے انکار کردیا۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ رقم کے شرعاً صرف مشتاق احمد مستحق ہوں یا اُن کی اولاد بھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال زکیہ بانو نے اپنے ترکہ میں جو کچھ بھی مال چھوڑا ہے، خواہ زیورات کی شکل میں ہو یا خطیر رقم کی شکل میں، وہ سب اُن کے سب شرعی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا، شوہر مشتاق احمد کا دیگر وارثین کی اجازت کے بغیر زکیہ بانو کے متروکہ مال میں سے خطیر رقم تقسیم نہ کرنا اور صرف اپنے تصرف میں رکھنا جائز نہیں؛ بلکہ یہ حق داروں کی حق تلفی ہے، اور اُن کا یہ کہنا کہ میں نے مرحومہ کو عمرہ کرایا تھا، اور اس میں جو رقم لگائی تھی وہ میں اس کی متروکہ خطیر رقم سے لینے کا حق دار ہوں، یہ قابل قبول نہیں؛ کیوں کہ اگر یہ رقم بطور قرض صرف کی گئی ہوتو وہ زکیہ بانو کی زندگی میں اس سے واپس لے لیتے، زندگی میں واپس نہ لینا دلیل ہے کہ رقم بطور قرض نہیں خرچ کی گئی تھی؛ بلکہ بطور تبرع واحسان خرچ کی گئی تھی، جیسا کہ عام طور پر معروف ہے۔ بریں بنا مشتاق احمد پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ خطیر رقم سب وارثوں میں صحیح طریقہ پر تقسیم کرے۔ اور حسبِ تحریر سوال اُس کی تقسیم درج ذیل طریقہ پر ہوگی:

کل رقم ۲۴؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر شوہر مشتاق احمد کو ۶؍ سہام ہر لڑکے کو ۶؍ سہام اور ہر لڑکی کو تین سہام ملیں گے۔

مسئلہ: ۴، تصـ: ۲۴

میــــــــــت

شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
مشتاق احمد	طفیل احمد	حفیل احمد	تسنیمہ انجم	قاسیہ انجم
۱/۴		۳		
۶	۶	۶	۳	۳

کل ترکہ ۲۴؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

لان التـركة عـند الحنفية ...... الأموال والحقوق المالية التي كان يملكها الـميـت، فتشـمـل الأمـوال الـمـادية مـن عقارات ومنقولات وديون على الغير.

(طحاوي شريف ٣٤٠/٢، الفقه الإسلامي وأدلته ٢٦٨/٨ ديوبند)

عـن أبـي حـرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰـه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة الـمـصـابيـح / بـاب الغصب والعارية، الفصل الثاني ٢٥٥، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثـانـي ١١٨/٦ الـمـكتبة الأشـرفية ديـوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ٧٢/٥، شعب الإيمان للبيهقي ٣٨٧/٤ رقم: ٥٤٩٢ دار الكتب العلمية بيروت)

فـي كـل مـوضع يملک المدفوع إليه مقابلاً بملک وماله؛ فإن المامور يرجع بلا شرط وإلا لا. (قواعد الفقه ٩٦، دار الكتاب ديوبند)

الإرث جبـريٌّ لا يسقط بالإسقاط. (تـكـمـلة رد الـمحتار، كتاب الدعوىٰ / مطلب: واقـعة الـفتـوىٰ ٥٠٥/١ كراچی، ٦٧٨/١١ زكريا، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٧١/٧ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ٤٩٤/٤ المكتبة الغفارية كوئٹه)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾ [النساء: ١٢]

لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملک الغير بغيرإذنه. (قواعد الفقه: ١١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۵/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، ۶؍ لڑکے اور ۳؍ لڑکیوں کے درمیان ۱۵۰؍ گز مکان کی تقسیم

ســــوال (۱۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شہزادی کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں ایک شوہر: عبدالحمید، چھ لڑکے: محمد اقبال، محمد عرفان، محمد اکرام، محمد افضال، محمد شمشاد، محمد دلشاد، تین لڑکیاں: انجم بیگم، فردوس جہاں، پروین جہاں، ترکہ میں ۱۵۰؍ گز کا مکان ہے۔

دریافت یہ ہے کہ مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک موجودہ وارث کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریرِ سوال وبعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث شہزادی بیگم مرحومہ کا ترکہ ۱۵۰ ؍گز مکان حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۴، تص: ۶۰، ع: ۲   توافق/ ۳۰   ترکہ: ۱۵۰ ؍گز مکان/ ۵

شہزادی میت

	شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
	عبدالمجید	اقبال	عرفان	اکرام	افضال	دلشاد	شمشاد	انجم	فردوس	پروین
	۱					۳				
سہام	۱۵	۶	۶	۶	۶	۶	۶	۳	۳	۳
ترکہ	۲/۱ ۳۷ گز	۱۵ ؍گز	۱۵ ؍گز	۱۵ ؍گز	۱۵ ؍گز	۱۵ ؍گز	۱۵ ؍گز	۲/۱ ۷ گز	۲/۱ ۷ گز	۲/۱ ۷ گز

مرحومہ شہزادی بیگم کا کل ترکہ ۱۵۰ ؍گز مکان ۶۰ ؍حصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اس کے نام کے نیچے ترکہ کے سامنے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ کَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

أحوال الزوج: أن يرث الربعَ بطريق الفرض، وذٰلک إذا كان للزوجة فرع وارثٌ بطريق الفرض أو التعصيب. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال الزوج ۳۶/۳ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية الكويت)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

فقد دلت الآية علیٰ أن أحوال البنات الصلبيات ثلاث:

الأولیٰ:– أن يكون معهن ابن صلبي أو أبناء، ففي هٰذه الحالة يكون الجميع عصبة للذكر مثل حظ الأنثيين، ويأخذون التركة كلها إن لم يكن للمورث أصحاب فرض، أو الباقي بعد أصحاب الفروض. (الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال البنت ۳۷/۳ وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية الكويت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۴/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، بیٹی اور چچازاد بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مکان جو واقع محلّہ فیل خانہ ریتی اسٹریٹ مرادآباد کل آراضی ۱۵۰/گز جس کے مالکانہ حقوق جناب محمد فاضل ولد حافظ محمد ابراہیم مرحوم کے ہیں، اور محمد فاضل ۱۲/جولائی ۲۰۱۰ء کو فوت ہوچکے ہیں، اُن کے ایک بھائی محمد شعیب کا انتقال اُن کی زندگی میں کئی سال پہلے ہوچکا ہے اور چار بہنوں کا بھی انتقال اُن کی زندگی میں کافی پہلے ہوچکا ہے، محمد فاضل نے اپنی زندگی میں اپنی اکلوتی بیٹی کو مندرجہ بالا جائیداد کا حق دار بنادیا تھا۔

(۱) ذکیہ سلطانہ بیمار رہتی ہیں اُن کی ایک ہی بیٹی ہے اور شوہر حیات ہیں، ذکیہ سلطانہ شرعی طور پر اِس مکان کو تقسیم کرنا چاہتی ہیں۔

(۲) ذکیہ سلطانہ کے ایک چچازاد بھائی محمد قمر ایک چچا اور دو بہنیں ہیں جو حیات ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ویسے تو ذکیہ سلطانہ اپنے مملوکہ سب مال کی مالک اور خودمختار ہیں، وہ جس کو مناسب سمجھیں ہبہ کرکے مالک وقابض بناسکتی ہیں؛ لیکن اگر اُن کا منشاء یہ ہے کہ اُن کے انتقال کے بعد جس وارث کا جتنا حق بنتا ہے وہ اسے دے دیا جائے، تو سوال میں

موجود صراحت کے اعتبار سے اُن کے مال کے وارث اُن کے شوہر بیٹی اور چچازاد بھائی ہوں گے، اگر اُن کے انتقال تک یہی وارث زندہ رہے تو اُن کا متروکہ مال کل چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ شوہر کو، دو حصے بیٹی کو اور ایک حصہ چچازاد بھائی کو ملے گا۔

كل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ لأن كون الشيء ملكًا لرجل يقتضي أن يكون مطلقًا في التصرف فيه كيف ما شاء. (شرح المجلة للأتاسي ١٣٢/٤ رقم المادة: ١١٩٢ المكتبة الحقانية پشاور، شرح المجلة لسليم رستم ٦٥٦/١، بيضاوي ٦، شامي ٥٠/٤ كراچی)

الهبة لا تفيد الملك إلا بالقبض. (الفتاویٰ السراجية ٤٠٣)

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض ...... قوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (الهداية ٢٨٣/٣ الأمين كتابستان ديوبند)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٤٥٩/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، والدین، دولڑکے، دولڑکی، ایک بھائی اور تین بہنوں کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فاطمہ کا انتقال ہو گیا، اُس نے اپنے ترکہ میں ۳۰/ ہزار روپئے مہر کے چھوڑے ہیں، وارثین میں سے شوہر، دولڑکے، دولڑکیاں، والدین، تین بہنیں، اور ایک بھائی کو چھوڑا ہے، ان سب کو مذکورہ رقم میں سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث فاطمہ مرحومہ کا ترکہ ان کے ورثہ میں درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ:۱۲، تصـ:۷۲/۳ توافق:۲۴ ترکہ: ۳۰۰۰۰/۱۲۵۰

میـــــــــــــــــــــــــــــــت

	شوہر	ماں	باپ	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	بھائی	تین بہنیں
	۳	۲	۲	۵				محروم	
سہام	۱۸	۱۲	۱۲	۱۰	۱۰	۵	۵		
ترکہ	۷۵۰۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	۴۱۶۶ ۲/۳	۴۱۶۶ ۲/۳	۲۰۸۳ ۱/۳	۲۰۸۳ ۱/۳		

کل ترکہ ۷۲/سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے، اور کل ترکہ ۳۰۰۰۰/روپئے میں سے ہر وارث کو اتنے روپئے ملیں گے جو اُن کے نیچے لکھے ہوئے ہیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷٦، شریفیه ٤٨)

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه أنه قال في امرأة تركت زوجها وأبويها: للزوج النصف، وللأم ثلث ما بقي. (المسند للإمام الدارمي ١٨٩٤/٤ رقم: ٢٩١٢)

وفرضها: السدس إذا كان للميت ولدٌ، أو ولد ابنٍ وإن سفل. أو ثلاثة من الإخوة أو الأخوات بالإجماع، أو اثنان من الإخوة والأخوات عند عامة الصحابة رضي اللّٰه عنهم. وفي شرح الطحاوي: من أي جهةٍ كان، وبهٖ أخذ أصحابنا ...... إلا إذا كان معها أبٌ أو أحد الزوجين، فلها ثلث ما بقي من بعد نصيب أحد الزوجين عند عامة الصحابة. وبهٖ أخذ أصحابنا ...... ولو كان

لـلـميـت زوجٌ وأبـوان، فـلـلـزوج الـنـصف، ولـلأم ثـلـث مـا بقي. وفي شرح الطحاوي: وما بقي للأب. (الـفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني عشر في الأم ٢٣٠/٢٠ رقم: ٣٣١١٢ زكريا)

وعـصبة بـغيـرهـا: وهـو كـل أنثـىٰ يصير عصبة بذكر يوازيها كالبنت مع الابن وفي الذخيرة: بنت الابن مع ابن الابن، وكالأخت لأب وأم مع الأخ لأب.

وعصبة مع غيرها: وهي كل أنثى تصير عصبة مع أنثى أخرىٰ، كالأخوات لأب وأم أو لأب مـع البـنــات وبـنــات الابـن، وإذا صـار الشخص عصبة بغيره فذٰلك الغير لا يكون عصبة. (الـفتـاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والعشرون في العصبات ٢٦٣/٢٠ رقم: ٣٣٢١٢-٣٣٢١٣ زكريا)

وأما الأخوات لأب وأم، فللواحدة منها النصف، وإن كانتا اثنتين فصاعدًا فـلهـما الثلثان، ومع الأخ لأب وأم للذكر مثل حظ الأنثيين ...... ويسقطن بالابن وابـن الابـن وإن سـفـل ...... ولهن الباقي مع البنات أو مع بنات الابن، لقوله عليه السـلام: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة. (الـفتـاوىٰ البزازية على هامش الهندية / الفصل الأول في أصحاب الفرائض ٤٥٦/٦ زكريا)

فـالأقـرب يـحـجـب الأبـعـد كـالابـن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يـحجب الإخوة. (الـفتـاوىٰ الهـنـدية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ٤٥٢/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت)

الأقـرب فــالأقـرب ...... أي يـرجـحـون بـقـرب الدرجة ...... أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشريفية ٤٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۲/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسئلہ اکدریہ

سوال (۱۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ''مسئلہ اکدریہ'' کسے کہتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ مع مثال تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''مسئلہ اکدریہ'' یہ ہے کہ کسی عورت کا انتقال ہوجائے اور وارثین میں شوہر، ماں، دادا اور ایک بہن کو چھوڑے، تو ایسی صورت میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ دادا کی وجہ سے بہن محروم نہیں ہوگی، اور اس کو ذوی الفروض قرار دے کر کل مال کا نصف دیں گے؛ لیکن چوں کہ نصف دینے کی صورت میں بہن کا حصہ دادا کے حصہ سے بڑھ جاتا ہے؛ اِس لئے یہاں پر بہن کا حصہ دادا کے حصہ سے ملا کر للذکر مثل حظ الانثیین کے قاعدہ کے تحت بہن کو ایک حصہ اور دادا کو دو حصے دیں گے۔ مسئلہ کی صورت درج ذیل ہے:

مسئلہ: ٦، تصـ:٩ عـ:٢٧ — عددِ مضروب: ٣

میـــــــت

شوہر	ماں	دادا	بہن
نصف	ثلث	سدس	نصف
٣/٩	٢/٦	١/٣	٣/٩
		٣+٩=١٢	
		٨	٤

مذکورہ صورت میں نصف اور ثلث وسدس پانے والوں کی وجہ سے مسئلہ ٦/ سے بنا، پھر شوہر اور بہن کو نصف ملا، یعنی ٣-٣، اور ماں کو ثلث ٢/ ملا، اور دادا کو سدس ١/ ملا، تو عول ہوا ٩/ سے، پھر چوں کہ دادا کو بھائی کے درجہ میں رکھ کر ﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ کے مطابق دادا کے دو حصے ہوئے، اور بہن کا ایک اور اُن دونوں کو ملے ہوئے کل سہام ہیں ٤، چار تین پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اِس لئے عددِ رؤوس ٣/ کو عول ٩/ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ٢٧/ نکلا، پھر عددِ مضروب ٣/ کو ہر ایک کے سہام میں ضرب دیا، تو شوہر کو ٩/ ملا، ماں کو ٦/ ملا، دادا اور بہن دونوں کو ١٢/ ملے، ٤/ بہن کو ملے، اور ﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ کی وجہ سے ٨/ دادا کو ملے۔

نوٹ:- اگر مذکورہ ورثہ میں ایک بہن کے بجائے ایک بھائی یا دو بہنیں ہوں، تو مسئلہ میں نہ عول ہوگا اور نہ ہی مسئلہ اکدریہ ہوگا۔ نیز مسئلہ اکدریہ کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ قبیلہ بنوا کدر کی ایک عورت کے ساتھ پیش آیا تھا، وغیرہ۔

المسائلة الأكدرية: وهي زوج وأم وجد وأخت لأب وأم أو لأب، فللزوج النصف، وللأم الثلث، وللجد السدس، وللأخت النصف، ثم يضم الجد نصيبه إلى نصيب الأخت فيقسمان للذكر مثل حظ الأنثيين؛ لأن المقاسمة خير للجد أصلها من ستة وتعول إلى تسعة، وتصح من سبعة وعشرين ...... ولو كان مكان الأخت أخ أو أختان فلا عول ولا أكدرية. (السراجي في الميراث ص: ۵۱-۵۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، دادا اور حقیقی بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صفیہ کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، دادا اور ایک حقیقی بھائی کو چھوڑا ہے، تو صفیہ کا کل ترکہ ان وارثین کے درمیان کس اصول کے تحت تقسیم ہوگا؟ اور کس کو کتنا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ وعدم موانع ارث وبعد ادائے حقوقِ متقدمہ علی الارث صفیہ کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

صفیہ   مسئلہ: ۲
میـــــــــــــــــــت

شوہر	دادا	حقیقی بھائی
نصف	عصبہ	محروم
۱	۱	

کل ترکہ دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ دادا کو ملے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کے نہ ہونے کی وجہ سے شوہر نصف مال کا مستحق ہوتا ہے۔ اور دادا عصبہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھائی محروم ہوتے ہیں؛ لہٰذا مابقیہ سب مال دادا کو مل جائے گا۔ اور حقیقی بھائی کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

وأما للزوج فحالتان: النصف عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل.

(السراجي في الميراث ص: ۱۱)

وأما الأب فله أحوال ثلاث ...... التعصيب المحض، وذلک عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل، والجد الصحيح كالأب. (السراجي في الميراث ص: ۹-۱۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کے ساتھ حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہوں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال (۱۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وارثین میں میں اگر دادا کے ساتھ حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہوں، تو ان کے درمیان میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں حقیقی وعلاتی بھائی بہن محروم ہوجاتے ہیں؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں کل مال کا مستحق صرف دادا ہوگا اور بھائی بہن کو میت کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔

وبنو الأعيان والعلات كلهم يسقطون بالإبن وابن الإبن وإن سفل، وبالأب

بالاتفاق وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ. (السراجي ص: ۱۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۴؍۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور لڑکے کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور اُن کی ۹۲؍ ورگ میٹر جگہ ہے، میرا کوئی بھائی اور کوئی بہن نہیں ہے، اُس میں سے میرے والد کو کتنی جگہ کا حصہ بنتا ہے، میرے والد نے دوسری شادی کرلی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال آپ کی والدہ مرحومہ کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱/۴ تداخل ۹۲/۲۳

میـــت

	شوہر	لڑکا
سہام	۱	۳
ترکہ	۲۳؍گز	۶۹؍گز

مرحوم کا کل ترکہ ۴؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ۴۸۵/۷ دار الكتب العلمية بيروت)

أولیٰ العصبات بالميراث الابن. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني

والعشرون في العصبات ۲۶۳/۲۰ رقم: ۳۳۲۱٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۱۱/۱۴ھ

شوہر اَولاد اور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کی بیوی کا انتقال ہوجائے تو مرحومہ کے مہر کا کون مالک ہوگا، جب کہ وہ صاحبِ اَولاد ہو؟ اور میکہ میں صرف ایک بھائی ہو، اور بہن بھائی کی اولاد ہو؟ کیا وہ اَولاد اُس کی مالک ہوگی جب کہ اُن کے لئے کوئی وصیت نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحومہ کا مہر اُس کے ترکہ میں شامل ہوکر شرعی ورثہ میں تقسیم ہوگا، جس میں اَولاد اور شوہر شامل ہیں، اَولاد کی موجودگی کی وجہ سے مرحومہ کے بھائی اور اُن کی اَولاد اُس ترکہ سے محروم ہوں گی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَا﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

کما أن أعیان المتوفیٰ المتروکة عنه مشترکة بین الورثة علی حسب حصصهم، کذٰلک یکون الذي له في ذمة آخر مشترکًا بینهم علی قدر حصصهم.

(شرح المجلة، کتاب الشرکة / الفصل الثالث في الدیون المشترکة ۱/۶۱۰ رقم المادة: ۱۰۹۲)

الأقرب فالأقرب، یرجحون بقرب الدرجة، أعني روسهم بالمیراث جزء المیت أي البنون ...... ثم جزء أبیه أی الإخوة. (سراجي مع طرازی ۱۰۶ مکتبه حجاز دیوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور تایا چچا زاد اَولاد کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی چمن آراء کا انتقال ہوگیا ہے، اَولاد کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بھائی بہن اور نہ دادا دادی، تایا چچا بھی حیات نہیں، مگر اولادیں ضرور ہیں، ۱۳؍ تایا چچا زاد بھائی ۸؍ تایا چچا زاد بہنیں، میری بیوی کو اُس کی والدہ نے ایک مکان جوکہ اُس کی خود ہی مالک تھیں، دے دیا ہے، ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیرِ صحتِ سوال مرحومہ بیوی کا کل ترکہ ۲۶؍ سہام میں تقسیم ہوکر ۱۳؍ سہام شوہر کو ملیں گے اور ایک ایک سہام ہر ایک تایا چچا زاد بھائی کو ملے گا، اور تایا چچا زاد بہنیں محروم ہوں گی، اُنہیں مرحومہ کی وراثت میں سے کچھ نہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال: الأخ للأم والأب أولى بالميراث من الأخ للأب والأخ للأب أولىٰ بالميراث من ابن الأخ للأب والأم، وابن الأخ للأب والأم أولىٰ من ابن الأخ للأب الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤٥٥/٦ رقم: ١٢٣٧٣ دار الحديث القاهرة)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميت، أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ٢٢، رسالة القول السديد في تحقيق ميراث الحفيد، جواهر الفقه ٤٧٣/٢-٤٨٨)

أولى العصبات بالميراث الابن ...... ثم الأب ...... ثم الجد ...... ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب وأم ...... الخ. (الفتاوىٰ التاتارخانية / الفصل في العصبات ٢٦٣/٢٠ رقم: ٣٣٢١٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰؍۱۰؍۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہراور بھائی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آمنہ خاتون کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں شوہر اشتیاق احمد اور ایک بھائی اشرف حسین ہے، مرحومہ نے اپنے ترکہ میں جو کچھ چھوڑا ہے اُس کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال بعد اَدائے حقوق وعدم موانع ارث مرحومہ آمنہ کا کل ترکہ ۲؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ بھائی کو ملے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

عن زيد بن ثابت رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: الأخ للأم والأب أولى بالميراث من الأخ للأب والأخ للأب أولىٰ بالميراث من ابن الأخ للأب والأم، وابن الأخ للأب والأم أولىٰ من ابن الأخ للأب الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٦/٤٥٥ رقم: ١٢٣٧٣ دار الحديث القاهرة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہراور بھائی بہنوں میں وراثت کی تقسیم

سوال (۱۹۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور زینب دونوں نے مل کر ایک اسکول قائم کیا تھا، لوگوں سے چندے کی شکل میں رقم جمع کی، زید ایک دوسرے اسکول میں ملازم بھی تھے، زینب بغیر تنخواہ لئے اس اسکول میں پڑھانے لگی، زینب اس اسکول کی مہتمم اور زید منیجر تھے، کچھ دنوں کے بعد زید نے زینب سے شادی کرلی، زید

نکاح کے وقت کچھ زیور بھی لائے تھے، جو زینب کے بھائیوں نے دیکھ کر واپس کردئے تھے؛ کیوں کہ وہ پیتل کے تھے، زینب کے بھائیوں نے اپنی طرف سے زینب کو کچھ زیور دیا تھا، اسکول قائم ہونے کے بارہ سال بعد شادی ہوئی، شادی کے کافی سال بعد اسکول سے معمولی تنخواہ ملنے لگی اور انہوں نے اپنی کمائی کا ایک کثیر حصہ اسکول میں ہی خرچ کردیا جس کا زید نے اپنی تحریر میں اشارہ کیا ہے، شادی کے بعد زید نے زینب کے لئے کچھ زیور بنوایا تھا، اور کچھ زیور زینب نے خود اپنی کمائی سے بنوائے تھے، یہ تمام زیورات جو بھائیوں کی طرف سے دیئے گئے تھے، یا زید نے بنوائے یا خود اُنہوں نے بنوائے، زینب نے بطور حفاظت اپنی بہنوں کے پاس رکھ دئے تھے؛ لیکن انہوں نے یہ تاکید کی تھی کہ میری زندگی اور میرے مرنے کے بعد یہ زیورات زید کے گھر یعنی میری سسرال میں نہیں جانے چاہئیں، زینب کا انتقال ہوگیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی، اب زید زینب کی بہنوں سے ان زیورات کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو زیورات تم نے شادی میں زینب کو دئے تھے، وہ تم رکھ لو اور جو شادی کے بعد کے زیورات ہیں وہ مجھے دے دو، حالاں کہ اس میں وہ زیورات بھی ہیں جو زینب نے اپنی کمائی سے بنوائے تھے، لیکن ان چیزوں کے بارے میں صحیح معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کیا ہیں، اور ایک زمین بھی زینب کے نام پر ہے، تو کیا زید کو وہ تمام زیورات واپس کردئے جائیں، یا وہ جس کا زید مطالبہ کرتے ہیں یا وہ جو اس نے بنوا کر دئے تھے، اور اس زمین میں جو زینب کے نام پر انہوں نے خریدا تھا، یا ان کے شوہر نے زینب کے نام پر کی ہے، تفصیل سے لکھیں، تو کیا شریعت کے اعتبار سے اس میں زینب کے بھائی اور بہنوں کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں وہ تمام زیورات جو زینب کے بھائیوں نے زینب کو دئے یا زینب نے اپنی کمائی سے خریدے، یا زید نے زینب کو تحفہ میں دئے ہیں، اسی طرح سے وہ زمین جو زینب نے اپنی ذاتی کمائی سے خریدی ہے، یا زید نے خرید کر اس کو

مالک بنادیاہے، یہ سب مال زینب کے ترکہ میں شامل ہے،اور زینب کے انتقال کے بعد سب کے آدھے حصے کا مالک اس کا شوہر زید ہے،اور بقیہ آدھے حصہ میں اس کے بھائی بہن حصہ دار ہیں، جن بہنوں کے پاس زینب نے اپنے زیورات رکھوائے ہیں،اُن پر لازم ہے کہ وہ آدھے زیورات وزن کر کے اُس کے شوہر زید کے حوالے کریں، اِسی طرح شوہر زید پر لازم ہے کہ اس کے قبضہ میں جو زینب کی زمین ہے اس کا آدھا حصہ مرحومہ کے بھائی بہنوں کے حوالہ کرے، تاکہ آخرت میں عنداللہ مواخذہ نہ ہو۔

وإذا بعث الزوج إلیٰ أهل زوجته أشیاء عند زفافها، منها دیباج، فلما زفت إلیه، وأراد أن یسترد من المرأة الدیباج لیس له ذلک إذا بعث إلیها علی جهة التملیک. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۳۲۷)

والمختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملگا لا عاریةً؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الکل عاریة. (شامي ۴/۳۰۹ زکریا)

حکم الهبة ثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۱۴/۴۱۳ رقم: ۲۱۵۳۷ زکریا)

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۷۶، شریفیه ۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر، ماں اور لڑکے کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مہر النساء کا ایک مکان میں آدھا حصہ ہے، جو اُن کے والد محمد یوسف نے بذریعہ رجسٹری دیا تھا، مہر النساء کے انتقال پر ماں: رشیدہ، شوہر: نور الٰہی، لڑکا: انتخاب عالم۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ بیٹی کے مرنے کے بعد اُس کی ماں کا حصہ بھی بنتا ہے یا نہیں؟ اگر بنتا ہے تو کتنا بنتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَداء حقوق ماتقدم وعدمِ موانع اِرث مرحومہ مہر النساء کا ترکہ حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق ہوگا:

مسئلہ: ۱۲

مہر النساء میــــــــــــت

شوہر: نور الٰہی	ماں: رشیدن	لڑکا: انتخاب عالم
۳	۲	۷

مرحومہ مہر النساء کا ترکہ بارہ حصوں میں تقسیم ہوکر اُسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اُتنا ملے گا جو اُس کے نام کے نیچے درج ہے، اور ماں کو بیٹی کے ترکہ سے چھٹا حصہ ملے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۹/۵/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر اور والد کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۱۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحبہ کا انتقال ہوگیا، اُن کی کوئی اَولاد نہیں ہے، وارثین میں اُن کے شوہر اور والد ہیں، اُن کے ترکہ میں سامان، جہیز، زیورات اور ایک مکان ہے، اُس کی تقسیم از روئے شرع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مسئولہ صورت میں مرحومہ صاحبہ کا

کل ترکہ دو برابر سہام میں تقسیم ہوکر ایک حصہ شوہر کو اور ایک حصہ اُن کے والد کو ملے گا، ترکہ میں جہیز کا سامان شامل ہوگا، اور شوہر کی طرف سے جو زیورات دئے گئے ہیں، اُن میں خاندان کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر بیوی کو مالک بنانے کا دستور ہو تو وہ ترکہ میں شامل ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر شوہر کی ملک سمجھا جاتا ہو تو اُس کا مالک صرف شوہر ہوگا، اور مکان اگر قبضہ اور تصرف میں دے دیا گیا تھا تو وہ بھی ترکہ میں شمار ہوگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

أما الرجال: فالأول الأب، وله ثلاثة أحوال: الفرض المحض وهو السدس مع الابن وابن الابن وإن سفل …… والتعصيب المحض، وذٰلك عند عدم الولد وولد الابن. والتعصيب والفرض، وذٰلك مع البنت وبنت الابن، فله السدس بالفرض والنصف للبنت …… والباقي له بالتعصيب. (الاختيار لتعليل المختار / كتاب الفرائض ٢/٥٥٥-٥٥٦ المكتبة الحقانية پشاور، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثاني ٦/٤٤٨ زكريا)

جهز ابنته بجهاز وسلمها ذٰلك، ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذٰلك في صحته، وبهٖ يفتىٰ …… جهّز ابنته، ثم ادعى أن ما دفعه لها عاريةٌ، وقالت: هو تمليك. أو قال الزوج ذٰلك بعد موتها ليرث منه، وقال الأب: عاريةٌ، فالمعتمد أن القول للزوج، ولها إذا كان العرف مستمرًا أن الأب يدفع مثله جهازًا لا عاريةً. وأما إن كان مشتركًا كمصر والشام، فالقول للأب.

(الدر المختار، كتاب النكاح / باب المهر ٣/١٥٥-١٥٦ كراچی، ٤/٣٠٦-٣٠٨ زكريا، وكذا في الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح / باب المهر ١/٣٢٧ زكريا)

المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكًا لا عاريةً؛ لأنه الظاهر الغالب إلا في بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية، فالقول للأب. (شامي ٤/٣٠٩

زکریا، وانظر: شامي ۵۲۰/۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۱۰/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانیہ منکوحہ کی اَولاد اُس کے شوہر کی میراث کی کب مستحق ہوگی؟

سوال (۱۹۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی بیوی کے شادی کے قبل ہی سے غیر مردوں سے ناجائز جنسی تعلقات ہوں، تو طلاق سے قبل اور بعد کی اَولاد طلاق دینے والے شخص سے کون کون سے حقوق حاصل کر سکتی ہے؟ کن اَولادوں کو اُس مرد کے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور کس کو اُس مرد کے زر وجائیداد میں حصہ مل سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچے کی پیدائش ہوئی ہے، تو یہ بچہ اُس کے جائز شوہر کی طرف منسوب ہوگا اور اُس کے انتقال کے بعد شرعی وارث بنے گا۔

وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن وجاءت به لستة أشهر فصاعدًا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق / الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ۵۳٦/۱، كذا في شرح الوقاية، كتاب الطلاق / باب ثبوت النسب ۱٤٤/۲ كراچی، الهداية، كتاب الطلاق / باب ثبوت النسب ٤۳۲/۲ إدارة المعارف ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۹ھ

کیا منکوحہ کا ولد الزنا شوہر کی میراث میں حق دار ہوگا یا نہیں؟

سوال (۲۰۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: اگر کوئی منکوحہ عورت اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں کسی غیر مرد کے ساتھ مرتکب زنا ہوکر حاملہ ہوجائے اور اُس کے بطن سے ناجائز اَولاد پیدا ہونے پر منکوحہ عورت اپنے شوہر سے اُس کے ولد الزنا ہونے کا اقرار کرلیتی ہے، شوہر اُس ناجائز اَولاد کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے، تو وہ ناجائز اَولاد منکوحہ عورت کے شوہر کی جائیداد میں اُس کی وفات کے بعد وراثت میں حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اُس بچہ کی ولادت اگرچہ زنا سے ہوئی ہے؛ لیکن اُس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا؛ بلکہ اُس عورت کے حقیقی شوہر سے ہی ثابت ہوگا؛ لہٰذا شوہر کے انتقال کے بعد وہ بھی شوہر کی وراثت میں حق دار ہوگا۔

وقوی وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعي، فإنه فيه لا ينتفي إلا باللعان. (شامي، كتاب الطلاق / باب العدة، مطلب الفراش على أربع مراتب ٢٤٥/٥ زكريا)

النكاح الصحيح وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة، ولا ينتفي بمجرد النفي، وإنما ينتفي باللعان. (الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ٥٣٦/١ زكريا)

يقام النكاح مقامه أي الدخول في إثبات النسب، قال النبي صلى الله عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح / فصل في ثبوت النسب ٦٠٧/٣ دار الكتب العلمية بيروت، ٦٤٦/٢ زكريا، والحديث أخرجه البخاري في كتاب الأحكام / باب القضاء على الغائب ١٠٦٥/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۰/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نانا کی طرف سے نواسے کو ہبہ کردہ جائیداد میں اخیافی بھائی کا حصہ

سوال (۲۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک عورت کا پہلے شوہر سے جو بچہ ہے، تو اُس بچہ کے نانا نے اپنی ساری جائیداد اپنے نواسے کو بخش دی، اور دوسرے شوہر سے جو بچہ ہے تو اُس بچہ کو اُس کے باپ نے اپنا سارا مال بخش دیا، اور دونوں بچے ایک ماں سے اور دو باپ سے ہوئے، تو کیا اُن میں سے ایک کے مال میں دوسرے کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی وجہ بھی لکھیں، نہیں ہے تو بھی، اگر ہوگا تو کتنے کتنے مال کے مالک ہوں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کو ہبہ کیا جاتا ہے، وہ مال موہوب کا مالک ہوجاتا ہے، دوسرے کا موہوب میں کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے، جب نانا نے اپنے نواسے کو ساری جائیداد بخش دی تو وہ اس کا مالک ہوگیا، دوسرے بچہ کا اُس میں کچھ حصہ نہیں، ہاں مسئولہ صورت میں اگر اُن میں سے کوئی ایک مرجائے تو اُصول وفروع وغیرہ کی عدم موجودگی میں دوسرے کو چھٹا حصہ ملے گا؛ اِس لئے کہ یہ دونوں اَخیافی بھائی ہیں، اور اَخیافی بھائی کا ایک ہونے کی صورت میں سدس حق بنتا ہے۔

وأما حکمها فثبوت الملک للموهوب له. (الفتاویٰ الهندية ٣٧٤/٤)

وأما لأولاد الأم فأحوال ثلاث: السدس للواحد. (السراجي ١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد اور ترکہ کی تقسیم کا ایک مسئلہ

سوال (۲۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مسمی زید کے چھ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں: (۱) محمود (۲) حامد (۳) ارشد (۴) رشید (۵) سلیم (۶) رئیس (۷) فاطمہ (۸) رقیہ۔

(۲) والد زید نے بڑے لڑکے محمود کو تعلیم دلا کر ڈاکٹر بنایا اور اُن کے بعد اُن کے لئے ایک

دواخانہ کرادیا، جس میں تقریباً تیس سال سے ڈاکٹری کررہے ہیں اوراس راستہ سے ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی اپنی ہوتی ہے، یہ آمدنی یا اُس کا کچھ حصہ اُن کے دیگر بھائیوں کوکبھی نہیں ملااورنہ اُنہوں نے بھائیوں کے مشترکہ مفاد میں کبھی اُس کوخرچ کیا۔

(۳) والدزید حکیم ہونے کی وجہ سے خود مطب بھی کرتے تھے، اوراپنی موروثی زمین میں کھیتی بھی کیا کرتے تھے، غالباً ۱۹۷۱ء میں والدزید نے اپنی زمینوں کے لئے اورتجارت پر چلانے کے لئے ایک ٹریکٹر خریدا، جس میں کچھ رقم کی ضرورت پڑی، تواپنے لڑکے محمود کی بیوی سے وہ زیور لیا جوخود اُنہوں نے شادی کے موقع پر چڑھایا تھا، زیور کی یہ واپسی بطور قرض تھی، یا شرکت، یا بہو کی طرف سے ہبہ، یا زید نے اپنی بہوکو مالک ہی نہیں بنایا تھا؛ بلکہ صرف استعمال کے لئے دیا تھا، اِس سلسلہ میں ہمیں کچھ نہیں معلوم اورنہ اِس سلسلہ میں والدزید کی کوئی تحریر نہ یاداشت موجود ہے۔

(۴) قصہ مختصر یہ کہ نقصان ہونے کے باعث زید نے ۸ ؍سال کے بعد وہ ٹریکٹر نقصان سے بیچ دیا، اِس واقعہ کے تقریباً چار سال یا تین سال کے بعد زید نے اپنے نمبر۲ ؍اورنمبر۳ ؍بیٹوں (حامداورارشد) کوایک لاکھ روپیہ اورلگ بھگ چالیس بیگھہ زمین دی؛ تاکہ وہ کوئی بہتر کاروبار کریں، اُن دونوں نے باہم مشورہ کرکے والد کی دی ہوئی زمین میں بھٹہ لگایا، صرف اُن دونوں نے محنت کی، کام میں ترقی ہوئی، تقریباً دوسو بیگھہ زمین ہوگئی اورنقدی پچاس لاکھ روپئے ہوگئے، اُس بھٹہ کے کام کی ابتداء سے تاوفات والدزید کی حیثیت اِس اعتبار سے سرپرست کی رہی کہ وہ عملاً کسی طرح کا حصہ یامداخلت یامشورہ نہیں دیا کرتے تھے؛ بلکہ وہ دونوں بھائی کبھی کبھی اُن کوکام کی نوعیت خرید وفروخت سے واقف کرادیا کرتے تھے، حتی کہ زمین خریدنا یہ سب کام وہ خوداپنے ہی مشورہ سے کرتے تھے۔

(۵) بھٹہ کے کام میں جس دن سے بہتری آئی، غالباً اُس کے پہلے ہی سال سے والد کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی تمام بھائیوں کے جملہ اخراجات کھانا، پینا، رہنا، سہنا، مرض، دوا تھانہ، کچہری، حج، حتی کہ بڑے لڑکے کی بیٹی کی شادی وغیرہ سارے کام صرف اُسی فرم سے ہوتے

چلے آرہے ہیں، جو واقعۃً حامد اور ارشد کی محنت کا نتیجہ ہے، اور آج بھی کھانا ایک ہی جگہ تیار ہوتا ہے، (آسانی کے لئے مستورات نے آپس میں نمبر طے کر لئے ہیں) مگر سارا سامان کھانے کی جملہ اشیاء اس ایک ذریعہ سے ہی خریدی جاتی ہیں، کپڑے و جملہ اشیاء کی خریداری بھی وہ دونوں بھائی اپنی رائے اور مشورہ سے کرتے تھے، جملہ برادران کی طرح بڑے لڑکے محمود کے بھی جملہ اخراجات کپڑے، کھانے پینے، رہنے، سہنے، مکان کی درستگی وحج سب اسی بھٹہ وفرم سے ہوتے آئے ہیں، اُن کی اپنی آمدنی محفوظ ہے، نجی ہے، اُس کا استعمال کبھی بھی کسی وقت بھی مشترک طور پر نہیں ہوا، اور نہ بڑے لڑکے نے کبھی اجتماعی خرچ میں حصہ لیا۔

مذکورہ صورتِ حال ونوعیت کو سامنے رکھ کر سائلین سوال دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اَب آپسی شرعی تقسیم کیسے ہو اور مزید بتلا دیا جائے کہ یہ شرعی تقسیم کیا صرف اُس مال پر ہوگی جو والد زید کا دیا ہوا اور صرف دو بھائیوں کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ مان کر کہ گویا یہ مال وجائیداد سب والد کے متروکہ ہیں، یا متروکہ مال کے ذریعہ ترقی ہوئی ہے، اِس وجہ سے اُس میں سب کا حصہ ہے، یہ بڑے بیٹے کا خیال ہے۔

نیز دیگر شرکاء کا کہنا (وارثین کا کہنا) ہے کہ جب بڑے لڑکے کے جملہ اخراجات اُسی مال سے ہو رہے ہیں اور اُن کی تعلیم بھی والد کے مال سے ہوئی ہے، تو اُن کی اپنی نجی آمدنی اِس موقع پر الگ کیوں؟ بموقع تقسیم اُس کو شامل کیا جائے، گویا کہ وہ اِس کو بھی والد صاحب مرحوم کے ترکہ کا ایک حصہ مان رہے ہیں۔

اُن لوگوں کا یہ کہنا بھی ہے کہ والد کی حیات تک تو سب کا مشترک ہونا سمجھ میں آتا ہے، بعد انتقال والد بڑے لڑکے محمود کی شرکت یا اُن کا حصہ اُس میں کس دلیل سے ہے؟ اور اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟

لو تصرف احد الورثة في التركة المشتركة وربح، فالربح للمتصرف وحده، كذا في الفتاوىٰ الغياثية. (الفتاویٰ الهندية / الباب السادس في المتفرقات من كتاب

الشركة ٣٤٦/٢ مطبوعة پشاور پاكستان)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ زید کے مال کے متعلق تین حالتیں ہیں، اور ہر حالت کے حکم کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

الف:- زید نے اپنی تقریباً ۴۰؍ بیگھ زمین اور ایک لاکھ روپیہ جو اپنے دو بیٹوں کو کاروبار کے لئے دیا تھا، اُس میں اُس کے سب وارثین بلاکسی تخصیص کے حق دار ہیں، غالباً اِسی حق کی وجہ سے سب لڑکوں کے خانگی اخراجات کا مشترکہ انتظام زید کی منشاء سے ہوتا رہا۔

ب:- مذکورہ جائیداد اور روپیہ سے کاروبار میں زید کی وفات تک زید کی سرپرستی میں جو اِضافہ اور منافع حاصل ہوا اُس میں سے زید کی رضامندی سے جس بیٹے نے جو چیز لے لی وہ لڑکا شرعاً اُس کا مالک ہوگیا۔ اِسی طرح زید کی صراحۃً یا دلالۃً اِجازت سے اگر کوئی جائیداد کسی لڑکے کے نام کی جاچکی ہے اور وہ لڑکا اُس پر باقاعدہ قابض ودخیل ہوچکا ہے، تو یہ جائیداد بھی زید کی ملکیت نہیں سمجھی جائے گی؛ البتہ کاروبار کا جو نقد نفع روپئے کی صورت میں زید کی وفات کے وقت موجود تھا، اِسی طرح جو جائیداد خاص اُس کے نام اور تصرف میں تھی بس وہی اُس کے ترکہ میں شامل ہوگی اور اُس میں اُس کے سب وارثین حسبِ حصصِ شرعیہ مستحق ہوں گے۔

وفي المنح عن الخانية بعد هٰذا: قال: جعلته لابني فلان يكون هبة؛ لأن الجعل عبارة عن التمليك ...... وإن قال: جعلته باسم ابني يكون هبة؛ لأن الناس يريدون به التمليك والهبة. (شامي / أول كتاب الهبة ٤٩١/٨ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار / أول كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا)

يملك الموهوب له، الموهوبَ بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المجلة / الباب الثالث في كتاب الهبة ٤٧٣/١ رقم المادة ٨٦١)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق

حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ زكريا)

ولو وهب رجل شيئًا لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض روي عن أبي حنيفة أنه لا بأس به، إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤، كذا في البحر الرائق / كتاب الهبة ٤٩٠/٧ زكريا)

ج:- زید کے انتقال کے بعد اُس کاروبار میں جو مزید نفع ہوا وہ وارثین میں مشترک نہیں ہوگا؛ بلکہ اُس نفع کے وہی لڑکے مالک ہوں گے جنہوں نے ذاتی محنت اور توجہ سے نفع کمایا ہے، جن وارثین کی محنت اُس میں شامل نہیں ہے وہ شرعی طور پر اُس زائد نفع میں حصہ داری کے مستحق نہیں ہیں۔

لو تصرف احدالورثة في التركة المشركة وربح، فالربح للمتصرف وحده، (الفتاویٰ الهندية ٣٤٦/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱۱/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جائیداد کی تقسیم میں تقسیم کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال (۲۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد محمود حسن مرحوم تین بھائی تھے اور تینوں بھائی مشترکہ کاروبار کرتے تھے، تمام جائیداد اور کاروبار مشترکہ تھا، ہر ایک چیز میں ہر ایک کی شرکت تھی، والد مرحوم نے ۲۰۰۳ء میں حج کو جانے سے پہلے سفر حج کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک بھائی کے ساتھ بیٹھ کر تمام جائیدادوں کی قیمتوں کا اندازہ اور تخمینہ اپنے طور پر لگایا تھا کہ ہر ایک جائیداد کی قیمت کے اعتبار سے اُس کے تین حصے تحریر کردئے تھے، علاوہ کاروباری جگہوں کے، اور یہ تحریر ومشورہ صرف ایک بھائی کی موجودگی میں خفیہ طریقہ پر ہوئی تھی، اِس کا علم نہ تیسرے بھائی کو تھا اور نہ تینوں بھائیوں کی بیویاں واَولاد اِس صورتِ

حال سے واقف تھی۔ اَب یہ تحریریں معمولی کاغذ کی چھوٹی چھوٹی مختلف پرچیوں پر لاعلم جگہ پر رکھی ہوئی ملی ہیں، جن کے اُوپر تینوں شریکوں میں سے کسی کے بھی دستخط نہیں ہیں، حج میں جانے سے قبل بھی اِس تحریر کا علاوہ ایک چچا کے کسی کے سامنے کوئی ذکر نہیں ہوا، اور نہ حج سے واپسی پر والدمرحوم نے کسی سے اِس کا کوئی تذکرہ کیا۔ اور جس چچا کو ساتھ بٹھا کر والدمرحوم نے یہ تحریرات لکھی تھیں وہ بھی اُن سب کو بھول گئے تھے، جب کہ حج سے واپس آ کر والدمرحوم تقریباً چار سال حیات رہے اور اُن تحریرات کا کوئی ذکر نہیں ہوا، گویا وہ تحریریں کالعدم ہوئی؛ کیوں کہ حج سے واپس آنے کے بعد والدمرحوم اپنی حیات میں جائیدادوں کی تقسیم کے لئے کوشاں رہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تحریریں صرف بطور احتیاط لکھ دی تھیں کوئی حتمی فیصلہ نہیں تھا۔

اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے چچا یہ کہہ رہے ہیں کہ اَب سے ۵؍سال پہلے جو والدمرحوم محمود حسن نے جائیدادوں کی قیمتوں کا جو تخمینہ واندازہ کیا تھا، اَب ۲۰۰۹ء میں تقسیم کے وقت اُنہیں قیمتوں کا اعتبار ہوگا۔ اور اُسی وقت کی طے کی گئی قیمت تم کو دی جائے گی، جب کہ اُس وقت کی قیمت میں زمین وآسمان کا فرق ہے؛ لہٰذا شریعت کی روشنی میں یہ بتایئے کہ اَب ۲۰۰۹ء میں جائیدادیں تقسیم کی جارہی ہیں، اِس وقت تقسیم کرتے ہوئے کونسی قیمت لگائی جائے گی، آج کی قیمت لگائی جائے گی یا ۵؍سال پہلے والدمرحوم نے رسمی طور پر جواندازہ قیمت کا لگایا تھا، اُس کو حتمی فیصلہ مان کر وہی قیمت دی جائے گی جب کہ اِس صورت میں ایک فریق کو بہت بڑا نقصان ہورہا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: صورتِ مسئولہ میں تقسیم کے وقت جو قیمت ہوگی اُس کا اعتبار ہوگا، پہلے کے اندازہ وتخمینہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۸/۱۱۵)

دفع لآخر مالاً أقرضه نصفه، وعقد الشركة في الكل فشرى أمتعة، فطلب رب المال حصته إن لم يصبر لنضه أخذ المتاع بقيمة الوقت. (الدر المختار) وفي الشامي: لأنه لو كان المراد قسمة حصته من مال الشركة؛ فإنه يقوم بقيمته يوم

اشتـرياه، ويكون الربح بينهما على قدره. (شامي، كتاب الشركة / مطلب: إذا قال الشريك استقرضت ألفًا فالقول له إن المال بيده ٦/٥١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکان اور جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ

سوال (۲۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسئلہ یہ ہے کہ تقسیم میراث کے ایک مسئلے میں کچھ الجھنیں پیدا ہوگئیں ہیں، فتاویٰ بھی متعدد طرح کے ہوگئے ہیں، براہِ کرم سب کو ملاحظہ فرما کر مذکورہ مسئلے کو حل فرمادیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اکبر حسین کا انتقال ۱۹۷۷ء میں ہوا، وارثین میں ایک بیوہ چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، مرحوم کی والدہ بھی حیات تھیں جواب فوت ہوچکیں ہیں، مرحوم کے پاس کئی مکان اور جائیداد تھی، جن کے مستحق بعد میں یہ سب وارث ہوئے؛ لیکن ایک مکان 41A /1.1 کی صورت حال آگے کے لئے اختلاف کا سبب بن گئی، وہ اِس طرح کہ یہ مکان مرحوم نے اپنی حیات میں جس وقت خریدا ہے، وہ اپنی بیوی اور اپنی دو نابالغ بچوں کے نام خریدا ہے۔ (اس وقت دو بچوں کی ولادت نہیں ہوئی تھی) اور خریدنے کے بعد داخل خارج بھی بیوی اور دو بچوں کے ہی نام کرایا اور کرایہ کی رسید انہیں کے نام کردی، اور خریدنے میں کچھ پیسہ بھی بیوہ کا لگا تھا (مذکورہ مکان کے سلسلہ میں مرحوم کی بیوہ کا بیان ہمراہ ہے) مرحوم کے انتقال کے بعد بٹوارے کے وقت مرحوم کی جائیداد میں مذکورہ مکان شامل نہیں کیا گیا، بڑے بھائی نے جو تقسیم کی اس وقت مذکورہ مکان سے متعلق ۴ رجگہ استفتاء کئے (جس میں دو بچوں کی بعد میں ولادت کا ذکر نہیں تھا، بس اجمال کے ساتھ یہ سوال تھا کہ دیگر وارثوں کا اس میں حق ہے یانہیں؟) فتاوی کی روشنی میں یہ مکان ترکہ میں شامل نہیں کیا گیا؛ بلکہ جس کے نام والد نے خریدا تھا، انہیں کا قرار پایا، وہ فتاوی ہمراہ (۱) منسلک ہے، لیکن کچھ دنوں کے بعد ایک بہن کو اس پر اشکال ہوا اور ان کے شوہر نے ہتورا سے فتوی منگایا، اس

کی رو سے یہ مکان ترکہ میں شامل قرار پایا، بڑے بھائی نے بڑوں کے مشورہ سے اس خیال سے کہ جھگڑا نہ بڑھے، مرحوم کی بیوہ کے حق میں ......کو محفوظ کر کے اپنے دونوں بھائیوں کے حصوں سے صرف اس بہن کو اولا ان کے مطالبہ کے مطابق حصہ دے دیا، پھر اس خیال سے کہ باقی بہنوں کو احساس ہوگا ان کو بھی بعد میں دیا، پھر کچھ عرصہ بعد بھائیوں میں ترکہ علیحدہ علیحدہ کیا گیا، تو بھی یہ مکان ترکہ میں شامل نہیں کیا گیا؛ بلکہ بڑے بھائی نے چھوٹے دو بھائیوں کے نام اس خیال سے کہ اس مکان میں ان کا حصہ نہیں ہے؛ لہٰذا مرحوم کے باقی مکان ان کو دے دیئے، اس تقسیم کے وقت سب بھائی بالغ تھے، اور بڑے بھائی پر اعتماد کر کے اس تقسیم پر راضی ہو گئے؛ لیکن اب چھوٹے دو بھائیوں کا مطالبہ یہ ہے کہ یہ مکان جس کا ترکہ نہیں بانٹا گیا بھلے ہی اس کے عوض باقی دوسرے مکان ان کے نام کر دئے گئے ہوں، اس سے ان کا حق پورا نہیں ہوا، بڑے بھائی کا کہنا ہے کہ جس وقت ہم نے تقسیم کی تھی تم سب عاقل بالغ تھے، تم نے کوئی اعتراض نہیں کیا، اور اب اس تقسیم کے مطابق رجسٹری وغیرہ سب کی جا چکی ہے، جس میں وقت اور رقم بھی اچھی خاصی صرف ہو چکی ہے، اور ہم نے بھی فتوی کی روشنی میں کام کیا ہے؛ لہٰذا اس مکان میں تم لوگوں کا حق ہی نہیں تھا، اس خیال سے ہم نے باقی مکان میں اپنا حصہ ختم کر کے تم لوگوں کے نام کر دیا، چھوٹے بھائیوں نے (جن کے نام مکان نہیں ہے اس وقت ان کا تولد بھی نہ ہوا تھا) ہتورا کے فتوی کے علاوہ لکھنؤ سے بھی ایک حاصل کیا ہے جس کی بنا پر وہ دوبارہ تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں، دونوں طرح کے فتوؤں اور مطالبہ وفریق ا/ر اور ۲/ر کے ذریعہ سے آپ کی خدمت میں یہ ارسال کر کے اب یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں:

(۱) دونوں فریق مذکورہ مسئلے میں اَب کیا کریں؟

(۲) کیا اب تک کی تقسیم باطل ہے، اور مکان کو شامل کر کے کیا دوبارہ تقسیم لازم ہے؟

(۳) بڑے بھائی کی طرف سے باقی مکان جو چھوٹے بھائی کے نام کر دئے گئے تھے، ان کی بھی تقسیم کالعدم قرار پائی گئی؟

(۴) اس میں جواب اخراجات دوبارہ ہوں گے وہ کس کے ذمہ ہونگے؟

مذکورہ مکان کے سلسلہ میں والدہ (مرحوم کی بیوہ) کی صراحت ہے کہ مرحوم نے یہ مکان ہم سے کچھ زیور وغیرہ لے کر ہمارے اور دو بچوں کے نام خریدا ہے، اس وقت بھی دو لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں، باقی بعد میں پیدا ہوئے، اس مکان میں کرایہ دار آباد تھے، مکان کا جب کرایہ پہلی بار ملا تو ہم کو لا کر دیا، اور کہا کہ یہ بلڈنگ کا کرایہ ہے، رکھو، ایک آدھ بار یہ بھی کہا کہ لو مالکن یہ کرایہ، کبھی خود کرایہ نہ دے کر دوسرے چھوٹے بھائیوں سے یا بھیجتے سے کہا کہ بھابھی کو دے آؤ، کبھی کہتے کہ مالکن کو دے آؤ، تقریباً آٹھ دس ماہ بلڈنگ کا کرایہ ہم لیتے رہے، پھر خود ہم نے یہ کہہ کر کہ ہم پیسوں کا کیا کریں گے ساری ضرورتیں تو آپ ہی پوری کرتے ہیں، آپ ہی رکھیں تو پھر کرایہ وہ خود رکھنے لگے، کرایہ کی رسید میں ہمارا نام لکھ کر اینڈ سنس لکھواتے تھے، ایک مرتبہ ہم نے کہا کہ ہمارا زیور چلا گیا اور کچھ بنا بھی نہیں تب کہا کہ بلڈنگ تو خرید دی ہے، اب شریعت کے اعتبار سے ان کے انتقال کے بعد مکان میں سب کا حق ہوگا یا نہیں؟ یا جیسا کہ علماء کہیں ویسا کر لیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنجناب کی تحریر اور فریقین کے کاغذات بغور پڑھے گئے، مرحوم حاجی اکبر حسین کی دستی تحریر اور مذکورہ مکان کی رجسٹری اور داخل خارج میں لکھے گئے مرحوم کی اہلیہ اُم المعصوم اور دو لڑکے اشرف حسین اور خالد حسین کے نام کی تعیین اور پھر بعد میں اس مکان کے کرایہ کو اُم المعصوم کو یہ کہہ کر دینا کہ تم اس کی مالکن ہو، جیسا کہ خود اُم المعصوم کی تحریر میں درج ہے، یہ سب چیزیں اِس بات کا قرینہ ہیں کہ مرحوم اکبر حسین نے یہ مکان ان تینوں کو ہبہ کر کے قابض بنا دیا تھا؛ لہٰذا یہ مکان اصولی طور پر مرحوم اکبر حسین صاحب کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا، اور اس مکان میں سے بعد میں جو حصہ مطالبہ کرنے والی بہن کو دیا گیا وہ دونوں بھائیوں اور ماں کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، اسی طرح بھائیوں کے درمیان دیگر جائیداد کی تقسیم کے وقت اشرف حسین اور خالد حسین کا مذکورہ مکان کے علاوہ دیگر مکانوں سے اپنا حصہ نہ لے کر دوسرے بھائیوں کو دینا بھی ان کا احسان ہوگا، جس پر دوسرے بھائیوں کو ان کا احسان ماننا چاہئے، اور جو تقسیم آپسی

رضامندی سے ہوچکی ہے اس پر راضی رہنا چاہئے، اور تنازع کو ہمیشہ کے لئے ختم کردینا چاہئے۔

وتصح (أي الهبة) بالإيجاب والقبول والقبض. (الهداية / كتاب الهبة ۲۸۳/۳ إدارة المعارف ديوبند)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة / الباب الثالث ۴۷۳/۱ رقم المادة: ۸۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱۰/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

موروثی زمین کے درختوں کا حکم

سوال (۲۰۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جائیداد اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ جو زمین جس کے حصہ میں آئے گی اس میں درخت وغیرہ جو بھی ہو، سب اسی کو ملے گا؛ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ درخت اور جائیداد ہر چیز کی تقسیم الگ الگ ہوگی، تو شرعاً کونسا طریقہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بہتر یہ ہے کہ وارثین میں زمین تقسیم کی جائے اور اُن میں لگے ہوئے درختوں کو بیچ کر اُن کی قیمت بھی حسبِ حصصِ شرعیہ وارثین میں بانٹ دی جائے۔

فتقسم العرصة بالذراع والبناء بالقيمة. (شامي / مطلب: لكل من الشركاء السكنى في بعض الدار ۳۸۰/۹ زكريا)

والعبد الواحد والدابة الواحدة يباع ويقسم ثمنها؛ لأنهما لا يحتملان القسمة، وكذٰلك كل يكون في تبعيضه ضرر. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۴۶/۱۷ رقم: ۲۶۷۶۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۲۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) حاجی محمد مجتبیٰ حسین کا انتقال ہوگیا وراثین میں پہلی مرحومہ بیوی سے دولڑکے، دوسری بیوی سے تین لڑکیاں دوسری بیوی اوران کے والد محترم موجود ہیں، حاجی صاحب مرحوم کے ترکہ میں ایک پختہ مکان، ایک بیگھہ ساڑھے تین کٹھہ زمین، LIC پالیسی، بینک اکاؤنٹ، تین عدد موٹر سائیکل اور دوعدد ٹریکٹر LIC پالیسی میں، دوسری بیوی نامزد ہے، تین بچیوں کے نام LIC پالیسی ہے، ٹریکٹر جو دوسری بیوی کے نام سے ہے، کیا اُس کو ترکہ میں شامل کیا جائے گا یا وہ بیوی کی ملکیت میں شمار ہوگا؟

(۲) ساڑھے تین کٹھہ زمین دوسری بیوی کے نام سے ہے، کیا یہ ترکہ میں شمار ہوگا؟

(۳) LIC کی رقم کس مد میں رکھی جائے گی؟

(۴) بینک کی رقم کا کیا حکم ہوگا؟

(۵) پہلی بیوی کو مہر فاطمی کی ادائیگی کا کچھ ثبوت یا اُس کا کوئی علم نہیں ہے، اُس کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ دونوں ٹریکٹر اور ساڑھے تین کٹھہ زمین حاجی صاحب نے زندگی بھر اپنے قبضہ میں رکھا تھا، سب کو یہ معلوم تھا کہ حاجی صاحب مرحوم کے نام گاڑی ہے، مرحومہ بیوی کی والدہ یہ دعویٰ کررہی ہیں کہ میری بیٹی کا مہر باقی ہے؛ کیوں کہ وہ اچانک انتقال کرگئی تھیں، مرحومہ کے نام سے نہ تو زمین ہے اور نہ ہی بینک اکاؤنٹ تھا، ازراہ کرم سوالات کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال ٹریکٹر اگر چہ دوسری بیوی کے نام ہے؛ لیکن حاجی صاحب نے اسے زندگی بھر اپنے قبضہ میں ہی رکھا ہے؛ لہٰذا یہ ہبہ تام نہیں ہوا، اِس لئے اسے مرحوم حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل کیا جائے گا، اور موجودہ سب وارثین اُس میں حسبِ حصص شرعیہ حق دار ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳۶/۴-۳۷)

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٨٨/٥ كراچی، مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣٥٣/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٤٨٩/٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، شرح المجلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كوئٹه، الهداية ٢٨٥/٣)

لأن التركة في الاصطلاح: ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي / أول كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، ٤٩٣/١٠ زكريا، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٣٦٥/٩ زكريا)

(۲) ساڑھے تین کٹھہ زمین جو دوسری بیوی کے نام ہے اور اُس سے متعلق بھی سوال نامہ میں یہ درج ہے کہ اُسے مرحوم نے زندگی بھر اپنے قبضہ میں رکھا ہے، اور اس میں دو شکلیں ہیں اگر مرحوم نے یہ جگہ مہر کے عوض میں بیوی کے نام کی ہے تو یہ صرف بیوی کی ہوگی، اُس میں دیگر وارثین کا کوئی حق نہ ہوگا، اور اگر ہبہ کیا ہے اسے بیوی کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور نہ اُس کی آمدنی تا زندگی اُس کے حوالے کی تو یہ حاجی صاحب کے ترکہ میں شامل ہوں گی اور سب وارثین اس میں حصہ دار ہوں گے۔

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا – إلى – وتتم الهبة بالقبض الكامل. (الدر المختار مع الشامي ٤٨٩/٨-٤٩٣ زكريا)

يملك الموهوب له، الموهوب بالقبض شرط لثبوت الملك وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة ٤٦٢/١-٤٧٣)

ومنها أن يكون الموهوب مقبوضًا حتى لا تثبت الملك للموهوب له قبل القبض. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب الأول في تفسير الهبة وركنها وشرائطها وأنواعها وحكمها ٣٧٤/٤ زكريا)

(۳) LIC پالیسی اگر مرحوم نے اپنے نام کرائی تھی؛ لیکن مرنے کے بعد اُسے نکالنے کے

لئے بیوی کو نامزد کیا تھا، تو یہ وصیت کے درجہ میں ہے، اور وصیت وارث کے حق میں معتبر نہیں ہوتی؛ لہٰذا حاجی صاحب نے اس پالیسی میں جو اصل رقم جمع کرائی تھی، وہ صرف بیوی کو نہیں ملے گی؛ بلکہ اُن کے ترکہ میں شامل ہوکر سبھی وارثین اُس میں حق دار ہوں گے؛ البتہ بچیوں کے نام جو الگ LIC کرا رکھی ہے وہ بچیوں کو ہبہ کے درجہ میں ہے، اُس میں دوسروں کا کوئی حق نہیں، یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ لائف انشورنش میں موت کے بعد جو اصل جمع شدہ رقم سے زائد ملتی ہے وہ حرام ہے، اُس کا اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، اسے بلانیت ثواب غریبوں میں تقسیم کرنا لازم ہے۔

عن عطاء، عن عكرمة، عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا تجوز وصية لوارث إلا أن تشاء الورثة. (نصب الراية للزيلعي / كتاب الوصايا ٤٠٤/٤ رقم: ٨٠٧٠ مؤسسة الريان بيروت، وكذا في سنن ابن ماجة، كتاب الوصايا / باب لا وصية لوارث ١٩٥/٢)

ولا لوارثه ...... إلا بإجازة ورثته لقوله عليه السلام: لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة. (شامي ٣٤٦/١٠ زكريا، كذا في البحر الرائق / كتاب الوصايا ٢١٢/٩ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول من الوصايا ٩٠/٦ زكريا)

لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة / باب الاستبراء، فصل في البيع ٣٨٥/٦ كراچی، ٥٥٣/٩ زكريا)

(۴) حاجی صاحب مرحوم کی جو رقم بینک میں جمع ہے، وہ سب وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگی۔

لأن التركة ما تركه الميت من الأموال صافيًا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال. (شامي ٤٩٣/١٠ زكريا)

(۵) مرحوم حاجی صاحب کی مرحومہ بیوی کے مہر کی ادائیگی کا چوں کہ کوئی ثبوت نہیں ہے؛ لہٰذا حاجی صاحب مرحوم کے ترکہ میں سے اولاً مرحومہ بیوی کا مہر ادا کیا جائے گا؛ لیکن اس مہر سے

چوتھائی حصہ چوں کہ شوہر ہونے کے اعتبار سے خود حاجی صاحب کا حق ہے، اِس لئے وہ اُن کے ترکہ کی طرف لوٹ آئے گا، اور مرحومہ بیوی کی والدہ کو اس مہر میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا اور بقیہ مرحومہ بیوی کی اَولاد یعنی دولڑکوں میں تقسیم ہوگا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ﴾

[النساء، جزء آیت: ۱۲]

وقال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ...... ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع. (السراجي في الميراث ص: ٣-٤، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

المرأة يأخذ مهرها من التركة من غير رضى الورثة. (خلاصة الفتاویٰ، كتاب الوصايا / الفصل السابع في الدعویٰ والشهادة ٢٤١/٤ رشيدية، بحواله: تعليقاتِ فتاویٰ محموديه ٤٣٢/٢٠ ڈابھیل)

اور حسبِ تحریر سوال مذکورہ تفصیلات کے مطابق مرحوم حاجی محمد مجتبیٰ کا ترکہ اُن کے وارثین میں تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۱۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حجبِ حرمان اور حجبِ نقصان کی تفصیل

سوال (۲۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حجب کسے کہتے ہیں؟ حجبِ حرمان اور حجبِ نقصان کی تعریف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''حجب'' کے معنی روکنے کے آتے ہیں، اور علم فرائض کی اصطلاح میں اگر کوئی وارث دوسرے وارث کے لئے کلی طور پر محرومی کا سبب بنے، تو اُس کو ''حجبِ حرمان'' کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا محروم ہونا وغیرہ۔ اور اگر کسی وارث کی وجہ سے دوسرے وارث کا حصہ کم ہوجائے تو اُس کو ''حجبِ نقصان'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر میت کے بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے ماں کا حصہ ثلث کے بجائے سدس ہوجاتا ہے، تو گویا کہ یہ بھائی ماں کے لئے حجب نقصان کا سبب بن گئے۔

الحجب لغة: المنع، واصطلاحًا: منع شخص معين من ميراث، إما كله أو بعضه لوجود شخصٍ آخر، وحجب نقصان هو منع شخص معين عن فرض مقدار إلىٰ فرض أقل، وحجب حرمان هو منع شخص معين عن الإرث بالكلية لوجود شخص آخر. (هامش السراجي ٢٦-٢٧، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٦٠/٢٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۴/۱۴۳۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مورث کی زندگی میں مرنے والے کا میراث میں کوئی حق نہیں

سوال (۲۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے تین لڑکے چار لڑکیاں تھیں، زید کی حیات ہی میں ایک لڑکی کا انتقال ہوگیا، تو کیا زید کے انتقال کے بعد اُس مرحومہ کا میراث میں حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکی کا انتقال زید کی زندگی میں ہوگیا، اُس کو یا اُس کی اَولاد کو زید کی وفات کے بعد وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة أو حكمًا كمفقود، أو تقديرًا كجنين فيه

غـرة، ووجود وارثـه عند موته حيًا حقيقةً، أو تقديرًا كالحمل. (شامي / كتاب الفرائض ١٠/٤٩١ زكريا، كذا في البحر الرائق / أول كتاب الفرائض ٤٨٨/٨ كراچی، ٣٦٤/٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۸/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماں کی میراث میں فوت شدہ بیٹے اور اُس کے وارثین کا حصہ

سوال (۲۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہندہ کو ترکہ پدری میں بقدر حصہ شرعیہ ایک قطعہ اراضی ملی، جس کی وہ مالکہ وقابضہ بلا شرکت غیرے ہوئی، ہندہ کی اَولاد میں دو بیٹے ہوئے، بڑے بیٹے کا انتقال ہندہ کی حیات میں ہی ہوگیا، ہندہ کا انتقال بعد میں چھوٹے بیٹے کی موجودگی میں ہوا۔ مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ کا بڑا لڑکا جو کہ ہندہ کی حیات میں فوت ہوگیا تھا، اِس جائیداد میں حصہ دار رہا یا نہیں؟ اور پھر اس بیٹے کے وارثان حصہ دار ہوں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورتِ مسئولہ میں ہندہ کا جو لڑکا اُس کی حیات میں انتقال کر گیا ہے، اُس کو ہندہ کے ترکہ میں سے کچھ حصہ نہ ملے گا، اور نہ لڑکے کے وارثین کا اُس میں کچھ حق ہوگا۔

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولٰهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ

۱۴۱۶/۲/۱۳ھ

گود لی ہوئی لڑکی کا میراث میں حصہ نہیں

سوال (۲۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ: ایک شخص جس کا نام سلیم اختر تھا اس کا انتقال ہوگیا ہے، اگر اُس نے کسی لڑکی کو گود لے لیا ہو، تو کیا گود لی ہوئی لڑکی ترکہ میں حق دار ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گود لی ہوئی لڑکی یا لڑکے کا وراثت میں کوئی حق نہیں ہوتا؛ لیکن اگر اس کے لئے وصیت کی گئی ہو تو وہ تہائی مال کے اندر اندر نافذ ہوگی۔

فلا يثبت بالتبني شيء من أحكام النبوة من الإرث، وحرمة النكاح وغير ذلك. (التفسير المظهري ٧/٢٩٢)

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة. والسبب وهو الزوجية والولاء. (الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول في الفرائض ٦/٤٤٧ دار إحياء التراث العربي بيروت، الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ١٠/٤٩٧ زكريا، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٩/٣٦٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اولاد کے نام جائیداد ہبہ کرنے کے بعد پیدا ہونے والے بچہ کی میراث کا حکم

سوال (۲۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مرحوم کے تین لڑکے تھے، زید نے اپنی جائیداد اپنے تینوں لڑکوں میں برابر سے تقسیم کردی، بیوی موجود تھی، بیوی کے نام کچھ نہیں کیا، نیز مذکورہ تقسیم کے بعد زید کے پھر ایک لڑکا تولد ہوا، زید مرحوم کے تینوں لڑکے مذکورہ تقسیم پر قابض ہیں۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ تقسیم میں چوتھے لڑکے کا بھی کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ زید کی بیوی نے زید کے انتقال کے بعد انتقال کیا، زید کا اپنی بیوی کو کچھ نہ دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید نے اپنی جائیداد لڑکوں کو ہبہ کرنے کے بعد اُنہیں قابض و مالک بنادیا ہے، تو وہ جائیداد لڑکوں کی مملوکہ ہوگی، بعد میں پیدا ہونے والے لڑکے کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا؛ البتہ موہوبہ جائیداد کے علاوہ باپ نے جو کچھ کمایا ہو اور انتقال کے وقت جن اشیاء کا وہ خود مالک ہو وہ سب وارثین کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا، اور زید کا اپنی بیوی کو کچھ بھی نہ دینا حق تلفی ہے، جس سے اجتناب کرنا چاہئے تھا۔

یملک الموهوب له الموهوب بالقبض. (شرح المجلة ٤٧٣/١ رقم المادة: ٨٦١ كوئٹه، ٤٧٣ ديوبند)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ ...... لأن كون الشيء ملكاً لرجل يقتضي أن يكون مطلقًا في التصرف كيف شاء. (شرح المجلة للأتاسي ١٣٢/٤ رقم المادة: ١١٩٢ المكتبة الحقانية پشاور)

يجب أن يعلم بأن التركة تتعلق بها حقوق أربعة: ...... ٤ :– الميراث . (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٨/٢ زكريا)

ويستحق الارث بإحدى خصال ثلاث، بالنسب وهو القرابة الخ. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

وتتم الهبة بالقبض الكامل. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الهبة ٦٩٠/٥ دار الفكر بيروت، ٤٩٣/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۲/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری بیوی کے زیور میں پہلی بیوی سے بیٹے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال (۲۱۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَب زید نے جو زیور نکاح کے وقت دوسری بیوی کو چڑھایا تھا، اُس زیور پر بیوی کا حق ہے یا

پہلی بیوی کے لڑکے کا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح کے وقت زید نے جو دوسری بیوی کو زیور دیا تھا، وہ اُسی کا ہے، اُس میں زید کے بیٹے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (دینی مسائل اور اُن کا حل ۲۲/۳)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملکًا لا عاریةً. (شامي، کتاب النکاح / مطلب في دعوی الأب أن الجهاز عارية ۳۰۹/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی بہن کی موجودگی میں سالے یا سالے کی اَولاد کا حصہ

سوال (۲۱۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ابراہیم، شفیق، خاتون تین بھائی بہن تھے، محمد ابراہیم کے کوئی اولاد نہیں تھی، اُنہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی، بھائی اور بہن کو چھوڑا، ابراہیم کے بعد اُس کی بیوی زینب کا بھی انتقال ہوگیا، اَب ابراہیم کے ورثہ ایک بھائی ایک بہن ہے، ابراہیم کی تو کوئی اولاد نہیں تھی، ابراہیم کے بھائی اور بہن کے ہوتے ہوئے بیوی زینب کا بھتیجہ ابراہیم کے سالے کا لڑکا ابراہیم کے ترکہ سے روپیہ پیسہ کا دعوے دار ہے کہ ابراہیم چوں کہ میرے پھوپھا ہوتے ہیں؛ اِس لئے اُن کے ترکہ کا میں حق دار ہوں؟ آپ جواب تحریر کریں کہ بھائی اور بہن کے ہوتے ہوئے سالے یا سالے کی اَولاد کا کوئی حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ابراہیم کا ترکہ چار سہام میں تقسیم ہوکر ایک سہام مرحوم ابراہیم کی بیوی کے وارثین کو ملے گا اور بقیہ تین سہام بھائی بہن کے درمیان ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے طور پر تقسیم ہوں گے، اور ابراہیم کے سالے کے لڑکے کو ابراہیم کے ترکہ میں سے شرعاً کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور نہ ہی اُس کو کسی قسم کے دعویٰ کا حق ہے۔

الأقرب فالأقرب ...... أي يرجحون بقرب الدرجة ...... أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشريفية ٤٦، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٤٩٨/٨ كراچی، الفتاویٰ الهندية / الباب الثالث في العصبات ٤٥٢/٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۷/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خسر کی میراث سے بہو کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

سوال (۲۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے والد کا مکان جس میں چاروں بھائی رہتے تھے، زید کے انتقال کے بعد والد کا بھی انتقال ہوگیا، اَب اُس کی بیوی ہندہ کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ زید کا انتقال والد کی زندگی میں ہی ہوگیا ہے؛ اِس لئے والد کے ترکہ میں سے زید کی بیوی کو کوئی حق نہیں ملے گا۔

ويستحق الإرث بإحدىٰ خصال ثلاث: بالنسب: وهو القرابة، والسبب: وهو الزوجية والولاء. (الفتاویٰ الهندية ٤٤٧/٦)

ثم يقسم الباقي بعد ذلک بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة ...... أو الإجماع، ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء، والمستحقون للتركة عشرة أصناف مرتبة. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الفرائض ٧٦٠/٦ دار الفكر بيروت، ٤٩٧/١٠-٤٩٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حمل کی میراث کا ایک مسئلہ

سوال (۲۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید کی شادی ایک سال قبل ہوئی تھی، اب اُس کا انتقال ہوگیا، اُس کی بیوی چار مہینے کی حاملہ ہے، اور ماں باپ زندہ ہیں، تو زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ زید کا ترکہ ابھی تقسیم نہ کیا جائے؛ بلکہ بیوی کے وضعِ حمل تک موقوف رکھا جائے، اور بچے کی پیدائش کے بعد حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ تقسیم کیا جائے۔

وفي المضمرات: وإن مات وترک حملاً يوقف ماله حتی تضع امرأته في قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ حتی يُعرف ما تضع، واحدًا أم اثنين أم ثلاثًا، ذكرًا كان أو أنثیٰ؛ لئلا يفتقر إلی فسخ القسمة. (الفتاویٰ التارتاخانية ۲۰/۴۰۵ زكريا)

تاہم اگر کسی وجہ سے زید کا ترکہ فوری طور پر تقسیم کرنا ضروری ہو، تو تقسیم کا اُصول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حمل کو ایک لڑکا فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے، اور دوسری مرتبہ ایک لڑکی فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے، پھر موجود وارثین کو دونوں مسئلوں میں جو کم سے کم حصہ مل رہا ہو، وہ اُنہیں دے کر بقیہ کو موقوف رکھا جائے۔ اِس کے برخلاف حمل کو دونوں مسئلوں میں جو زیادہ سے زیادہ حصہ مل رہا ہو، اُسے محفوظ کیا جائے۔

پس صورتِ مسئولہ میں حمل کو لڑکا فرض کر کے مسئلہ ۲۴؍ سے بنے گا، بیوی کو ۳، ماں باپ کو ۴-۴، اور حمل (لڑکے) کے حصہ میں ۱۳؍ سہام آئیں گے۔ اس کے بعد حمل کو لڑکی فرض کر کے مسئلہ بنایا جائے گا، اور یہ مسئلہ بھی ۲۴؍ سے بنے گا، پس بیوی کو ۳، ماں کو ۴، باپ کو ۵، اور حمل (لڑکی) کو ۱۲؍ سہام ملیں گے۔ دونوں مسئلوں کے نقشے درج ذیل ہیں:

(۱) زید میــــــــــــت مسئلہ: ۲۴

بیوی	ماں	باپ	حمل (لڑکا)
۳	۴	۴	۱۳

(۲) زید میــــــــــــت مسئلہ: ۲۴

بیوی	ماں	باپ	حمل (لڑکی)
۳	۴	۵	۱۲

اور چوں کہ یہاں دونوں مسئلوں کے اعداد میں تماثل ہے؛ اس لئے مزید کوئی عمل کئے بغیر بیوی اور ماں کو تو اُن کا حصہ پورا پورا دے دیا جائے گا؛ کیوں کہ اُن کا دونوں حالتوں میں اتنا ہی حصہ ہے، اور باپ کو پہلے مسئلہ میں ۴؍سہام مل رہے ہیں، اور دوسرے میں ۵؍، اس لئے باپ کو سردست صرف ۴؍سہام دئے جائیں گے، اور حمل کو لڑکا فرض کرنے کی شکل میں ۱۳؍سہام مل رہے ہیں، جو دوسرے مسئلہ میں حاصل شدہ ۱۲؍ سے ایک زائد ہے، اس لئے حسبِ اُصول حمل کے حق میں ۱۳؍سہام کو موقوف رکھا جائے گا۔

اَب اگر لڑکے کی پیدائش ہوتی ہے تو باپ کا جو حصہ یعنی ۴؍ دیا جاچکا، وہی اُس کا حق ہے، اُس سے زیادہ کا وہ مستحق نہیں۔ اور اگر لڑکی کی پیدائش ہوئی تو حمل کے لئے روکے گئے ۱۳؍سہاموں میں سے ایک سہام باپ کو لوٹا دیا جائے گا، اور لڑکی کو ۱۲؍سہام ملیں گے، جیسا کہ دوسرے مسئلہ سے واضح ہے۔

اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا تو مسئلہ از سر نو بنے گا، اور اُس کے لئے روکے گئے سبھی سہام موجود وارثین میں حسبِ ضابطہ تقسیم ہوں گے۔

ووقف للحمل حظ ابن واحدٍ أو بنتٍ واحدةٍ أيهما كان أكثر، وعليه الفتوىٰ؛ لأنه الغالب. (الدر المختار مع الشامي ۱۰/۵۵۸ زكريا)

وإن كان ممن يتغير فريضته بالحمل، فالمتيقن له أقل النصيبين، فلا يعطىٰ إلا ذٰلك الخ، فإنما يتوقف في الحمل أوفر النصيبين، ولا يعطىٰ سائر الورثة إلا الأقل احتياطًا. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الفرائض ۲۰/۴۰۵ زكريا)

هٰذا التوقف إنما يكون في حق وارثٍ يتغير فرضه من الأكثر إلى الأقل، أما من لا يتغير فرضه كالجدة والزوجة الحبلىٰ فلا يوقف له شيءٌ. (الدر المختار مع الشامي ۱۰/۵۵۹ زكريا)

الأصل في تصحيح مسائل الحمل أن يصحح المسئلة على تقدير أن الحمل ذكرٌ، وعلىٰ تقدير أنه أنثىٰ الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية / كتاب الفرائض ۲۰/۴۰۷ زكريا، ومثله في الشريفية شرح السراجي في الميراث ۱۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصبہ بننے والے وارثین

عصبہ کی کیا تعریف ہے؟

سوال (۲۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فقہاء نے عصبہ کی تعریف یہ کی ہے کہ اُس رشتہ میں عورت کا واسطہ نہ ہو؛ جب کہ تقریباً سارے ہی رشتوں میں عورت کا واسطہ ہوتا ہے، جیسے باپ اور بیٹے میں بھی باپ کی بیوی واسطہ ہوتی ہے؛ لہٰذا عصبہ کی ایسی تعریف کی جائے کہ فقہاء کا منشا بھی واضح ہوجائے اور بادی النظر میں جو شبہ پیدا ہوتا ہے وہ بھی نہ پیدا ہو۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مبسوط میں عصبہ کی درج ذیل عبارت دستیاب ہوئی، اِس تعریف میں سوال میں ذکر کردہ شبہ پیدا نہیں ہوتا۔

العصبة بنفسه الذكر الذي لا يفارقه الذكور في نسبته إلى الميت.

(المبسوط للسرخسی ۱۳۸/۲۹ بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصبات کی تفصیل اور اُن کی توریث کے اَحکام

سوال (۲۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عصبہ کسے کہتے ہیں اور عصبہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ باب میراث میں عصبہ کو ترکہ میں سے حصہ کب ملتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عصبہ کے معنی عربی زبان میں ''پٹھے'' کے آتے ہیں، جس سے جسم کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اور اصطلاحاً عصبہ میت کے اُن متعلقین کو کہا جاتا ہے جن کا کوئی حصہ شریعت میں متعین نہیں؛ لیکن اَصحابِ فرائض کو حصہ دینے کے بعد وہ سارے مابقیہ مال کے اور اَصحابِ فرائض نہ ہونے کی صورت میں میت کے کل ترکہ کے حسبِ تفصیل مستحق بن جاتے ہیں۔ پھر عصبہ کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) عصبہ نسبی:- یعنی میت کے نسبی رشتہ دار۔

(۲) اور عصبہ سببی:- یعنی جو نسبی رشتہ دار نہ ہوں؛ لیکن کسی دوسرے سبب سے وہ وارث بن سکتے ہوں۔

پھر عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں:

۱:- عصبہ بنفسہٖ: یعنی وہ مذکر رشتہ دار جس کی میت کی طرف نسبت کرنے میں کوئی عورت واسطہ نہ بنتی ہو، اس طرح کے عصبات بالترتیب چار ہیں:

الف:- میت کی صلبی اولاد۔

ب:- میت کے باپ دادا۔

ج:- میت کے بھائی۔

د:- میت کے چچا۔

اِن میں جو اَقرب ہوگا وہ اَبعد کو محروم کردے گا، مثلاً بیٹے کی موجودگی میں باپ بحیثیت عصبہ حق دار نہ ہوگا الخ۔

۲:- عصبہ لغیرہٖ: اِس سے مراد وہ اَصحابِ فروض عورتیں ہیں جو اپنے ہم رتبہ مردوں کے ساتھ عصبہ بن جاتی ہیں، ایسی عورتیں کل چار ہیں:

الف:- صلبی بیٹی:- جو اکیلی ہونے کی صورت میں نصف مال کی اور ایک سے زائد

ہونے کی صورت میں دوتہائی مال کی مالک ہوتی ہے؛ لیکن بیٹے کی موجودگی میں وہ عصبہ بن کر بیٹے کے مقابلہ میں نصف حصہ کی حقدار ہوتی ہے۔

ب:- پوتی:- جو پوتوں کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

ج:- حقیقی بہن:- جو بھائی کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

د:- علاتی بہن:- جو علاتی بھائی کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

۳:- عصبہ مع غیرہ:- اِس سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کی بنا پر عصبہ بنتی ہے، جیسے بیٹی یا پوتی کی موجودگی میں حقیقی بہن بطور عصبہ وارث بنائی جاتی ہے۔

۴:- اور عصبہ سببی:- وہ عصبات کا آخری درجہ ہے جو آزاد کرنے والے یا آپس میں موالاۃ کرنے والے مولی کو حاصل ہوتا ہے، اس کا تعلق صرف ذکور سے ہے، اس سلسلہ میں معتق یا مولی کی مونث اولادوں کو حق نہیں ملتا، الا یہ کہ خود آزاد کرنے والی یا موالاۃ کرنے والی عورت ہو۔

العصبات: وهم أقارب الميت الذين لم يقدر لهم سهم ولكنهم من أقاربه الذكور كالإبن أو يدلون إليه بالذكور كالإخوة والأعمام، وحكم هؤلاء أنهم يحوزون ما بقي من أصحاب الفرائض، ويحجب الأقرب منهم الأبعد. (تكملة فتح الملهم ١٤/٢ المكتبة الأشرفية ديوبند)

العصبات النسبية ثلاثة: عصبة بنفسه، وعصبة بغيره، وعصبة مع غيره. (يحوز العصبة بنفسه) وهو كل ذكر لم يدخل في نسبته إلى الميت أنثى، ما أبقت الفرائض، وعند الإنفراد يحوز جميع المال، ثم شرع في العصبة بغيره (ويصير عصبة بغير البنات بالإبن وبنات الإبن بإبن الإبن) وإن سفلوا (والأخوات) لأبوين أو لأب (بأخيهن) ثم شرع في العصبة مع غيره فقال: (ومع غيره الأخوات مع البنات) أو بنات الإبن لقول الفرضين: اجعلوا الأخوات مع البنات عصبة (وختم العصبات) بالعصبة السببية أي (المعتق ثم عصبته) بنفسه

على الترتيب المتقدم. (الدر المختار مع الشامي ۱۰/۵۱۶-۵۲۵ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۷/۷/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصبات کی ترتیب میں قربِ درجہ اور قوتِ قرابت سے کیا مراد ہے؟

سوال (۲۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: "**الأقرب فالأقرب يرجحون بقربة الدرجة ...... ثم يرجحون بقوة القرابة**" اِس عبارت میں قربِ درجہ اور قوتِ قرابت سے کیا مراد ہے؟ مثال سے سمجھا دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں استحقاقِ میراث کا مدار رشتہ داری میں اقربیت پر ہے۔ بریں بنا عصبہ بنفسہٖ کے جو چار درجات مقرر کئے گئے ہیں: (۱) میت کی صلبی اولاد (۲) میت کے باپ دادا (۳) میت کے باپ کی مذکر اولادیں (۴) میت کے دادا کی مذکر اولادیں۔ اِن چاروں درجات میں سے میراث کا استحقاق اِسی ترتیب کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اگر میت کی صلبی اَولاد موجود ہیں، تو باپ، بھائی، چچا کو بطور عصبہ کے حصہ نہ ملے گا، نیز ہر درجہ میں بھی اقربیت کو ملحوظ رکھا جائے گا، مثلاً بیٹا موجود ہے، تو پوتے محروم ہوجائیں گے، اسی طرح اگر باپ موجود ہے تو دادا عصبہ نہ بنے گا، نیز اگر حقیقی بھائی موجود ہے، تو علاتی بھائی مستحق نہیں ہوں گے، الغرض عصبہ بنفسہ کے مجموعی درجات میں بھی ترتیب ملحوظ رکھی جائے گی اور پھر ہر درجہ میں قوت قرابت کو فوقیت دی جائے گی، یہی بات مذکورہ عبارت میں واضح کی گئی ہے۔

الأقرب فالأقرب يرحجون بقرب الدرجة. أعني: أولهم بالميراث جزء الميت أي البنون، ثم بنوهم وإن سفلوا، ثم أصله ...... ثم جزء أبيه ...... ثم جزء جدهٖ ...... ثم يرجحون بقوة القرابة، أعني به: أن ذا القرابتين أولى من ذي قرابة واحدةٍ ذكرًا كان أو أنثىٰ لقوله عليه السلام: إن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني

العلات الخ. (السراجي في الميراث ص: ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے محروم

سوال (۲۱۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے دو لڑکے ہیں، خالد وبکر، بڑا لڑکا خالد والد کے ساتھ کاروبار کیا کرتا تھا، پھر باپ کی موجودگی میں خالد کا انتقال ہوگیا، تو باپ زید کی جائیداد میں خالد کی اَولاد کا شرعاً حق ہوگا یا نہیں اور اگر نہیں ہوگا تو شرعی دلیل کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: میت کے ترکہ کا مستحق وہی وارث ہوتا ہے جو میت کے مرتے وقت زندہ موجود ہو اور جو وارث مورث کی زندگی میں ہی مرجائے، تو اُس مورث کے ترکہ میں نہ وہ خود مستحق ہوتا ہے نہ اُس کی اَولاد حق دار ہوتی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں چوں کہ اَصل کاروبار کا مالک خود زید ہے، لڑکا خالد محض اُس کا معاون تھا اور وہ زید کی زندگی ہی میں مرگیا؛ لہٰذا خالد کے لڑکے دیگر ورثہ کی موجودگی میں زید کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميت أي البنون. (سراجي في الميراث ۲۲ الأمين كتابستان ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۱۲۱/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتیاں محروم

سوال (۲۲۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ امراؤ بیگم ۹۰؍سال کی عمر میں زوجہ حاجی قمر الدین مرحوم کا انتقال نومبر ۱۹۹۳ء میں

ہوگیا، حاجی قمرالدین کا انتقال ۱۹۵۹ء میں ہی ہوچکا تھا، حاجی صاحب کے ورثہ میں تین لڑکے: فضل الدین، اَمیرالدین، ظہورالدین اور اُن کی بیوہ امراؤ بیگم تھے، اُن سب کی وراثت کا حساب ۱۹۶۱ء میں کرلیا گیا تھا۔ فضل الدین کا انتقال دس سال پہلے ہوچکا اور ظہورالدین کا انتقال بھی پانچ سال پہلے ہوگیا، اُن دونوں کی اَولادیں موجود ہیں۔ امراؤ بیگم کے میکہ میں اُن کی تین بہنیں اور دو بھائی تھے، اُن سب کا انتقال ہوچکا ہے، اَب صرف امراؤ کا ایک لڑکا اَمیرالدین موجود ہے، وراثت میں امراؤ کے بھائیوں کی اَولادیں ہیں، اُن کا کتنا حق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں چوں کہ امراؤ بیگم کا اَمیرالدین کے علاوہ کوئی اور حقیقی بیٹا زندہ موجود نہیں ہے؛ لہٰذا وہی تنہا امراؤ بیگم کے مال کا وارث ہوگا، اُس کی موجودگی میں امراؤ بیگم کے پوتے پوتیاں وغیرہ محروم ہوں گے۔

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة أعني أولٰهم بالمیراث جزء المیت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في المیراث ۲۲ الأمین کتابستان دیوبند)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصیب من الأقرباء وهم عشرة: أولاد البنات. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۰/۳۱۷ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۵/۶/۲۵ھ

کیا چچاؤں کی موجودگی میں پوتا وارث بن سکتا ہے؟

سوال (۲۲۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالغنی کے چھ بچے ہیں: تین لڑکے تین لڑکیاں، بڑے لڑکے کا انتقال عبدالغنی کے سامنے ہوگیا اور اُس مرحوم لڑکے کے دو بچے ہیں، اُن بچوں کی والدہ چالیس دن کے بعد لڑکے کو چھوڑ کر لڑکی کو ہمراہ لے گئی، عدت ختم ہونے کے بعد مذکورہ بچوں کی ماں نے دوسری جگہ نکاح کرلیا اور جو لڑکی ہمراہ گئی تھی، وہ اپنے پرانے چچاؤں میں آگئی، اور اُس لڑکی کے چچاؤں نے اُس کی شادی کردی، مرحوم

عبدالغنی کا پوتا اپنے والد کے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے، براہِ کرم شرعاً حکم فرمائیں کہ پوتا حق دار ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: عبدالغنی کے جس لڑکے کا انتقال عبدالغنی کی زندگی میں ہوگیا، اُس کی اَولاد عبدالغنی کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی؛ البتہ عبدالغنی کا لڑکا جس مال کا خود مالک اپنی زندگی میں رہا ہو، اُس میں اُس کی اَولاد کا حق ہوگا۔

ويحرم الحفيد لكونه أبعد بالنسبة إليه، وهٰذا ما أجمعت عليه الأمة الإسلامية منذ القرون الأولىٰ. لم يختلف فيه أحد من الفقهاء، حتى ظهرت في بلادنا طائفة مستغربة تحكم رأيها في جميع مسائل الشريعة فشذت عن الأمة في كثير من المسائل منها هٰذه المسئلة، فقالت: إن الحفيد إنما يحرم من الميراث عند وجود أبيه، لا عند وجود أعمامه، فيرث الحفيد اليتيم وإن كان معه أبناء الميت الآخرون غير والد ذٰلک الحفيد، ويكون في ذٰلک قائمًا مقام أبيه. واستدلوا على ذٰلک بقوله: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ﴾ قالوا: إن لفظ ﴿الْاَوْلَادِ﴾ يشمل الأحفاد أيضًا. وإن دليلهم هٰذا ينبئ عن جهلهم بأصول الفقه، وذٰلک أو "الولد" يراد به الابن حقيقةً والحفيد مجازًا، وتقرر في أصول الفقه، وذٰلک أن الجمع بين الحقيقة والمجاز في وقت واحد لا يجوز. فلا يراد به "الابن" و"الحفيد" في وقت واحدٍ. وإلا لزم أن يدخل في هٰذه الكلمات جميع الأحفاد، وأحفادهم عند وجود أبناء الصلب، ويشاركون في الميراث، وهٰذه لا تقول به تلك الطائفة أيضًا.

(تكملة فتح الملهم، كتاب الفرائض / مسلة ميراث الحفيد عند وجود الابن ۲/ ۱۷ مكتبة دار العلوم كراچى)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (سراجي ۳۲ الأمين كتابستان ديوبند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۱۲/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی میراث میں مرحوم بیٹے کی اَولاد کا حصہ

سوال (۲۲۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے والد اور تایا دو حقیقی بھائی تھے، تایا کا اِنتقال دادا کی حیات میں ہوگیا تھا، اور انہوں نے انتقال کے وقت تین بیٹیاں اور بیوہ چھوڑی تھی، اَخلاقی طور پر چچا نے بھتیجیوں کی پرورش اور نکاح میں تعاون کیا ہے۔ ہمارے گھر والوں کا یہ کہنا ہے کہ جس کی اَولاد باپ کی زندگی میں انتقال کرجائے، جائداد میں اُس کا کوئی حصہ نہیں، تو ہمارے دادا کے اُس مکان کی ملکیت میں اُن تینوں بیٹیوں کا شرعی اعتبار سے حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس لڑکے یا لڑکی کا انتقال باپ کی زندگی میں ہوجائے تو اُس کی اَولاد کو باپ دادا کے ترکہ میں سے استحقاق حاصل نہیں ہوتا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں چوں کہ آپ کے تایا کا انتقال دادا کی زندگی میں ہوچکا تھا، اِس لئے اُن کی بیٹیاں دادا کے ترکہ کی حق دار نہ ہوں گی۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنہ إذا ترک المتوفي ابنًا، فالمال لہ …… وإذا ترک ابنًا وابن ابن، فلیس لابن الابن شيء. (إعلاء السنن ۴۲۲/۱۸ رقم: ۶۰۲۱ دار الکتب العلمیة بیروت، ۳۸۳/۱۸-۳۸۴ کراچی)

ویسقط الجدّ بالأب (السراجي) وفي الشریفیة: لأن قرابتہ بواسطة الأب فما دامت الواسطة أھلاً للمیراث، فالمیراث للواسطة کابن الإبن مع الإبن.

(الشریفیة شرح السراجیة / باب معرفة الفروض ومستحقیھا ص: ۹۱ کراچی)

کل من یدلي أي ینتمي إلی المیت بشخص، لا یرث مع وجود ذٰلک الشخص کابن الإبن؛ فإنہ لا یرث مع الإبن. (الشریفیة شرح السراجیة / باب الحجب ص: ۴۸ کراچی)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ۲۲ بلال ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۷؍۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی سگی اَولاد کی موجودگی میں پوتوں کا حکم

سوال (۲۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بندہ (مشتاق احمد) کے والد (عبدالسلام مرحوم) کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا، دادا ہی اُس وقت ساری ملکیت پر قابض تھے، والد مرحوم کے ایک چھوٹے بھائی (منیر چچا) اَب بھی بقید حیات ہیں، عرض یہ کرنا ہے کہ دادا (عبدالرزاق مرحوم) نے انتقال سے پہلے پوری جائیداد رجسٹری کی شکل میں میری حقیقی چاچی کو وصیت کردی (جس کی تفصیل: شروع میں آدھی جائیداد وصیت کی تھی، پھر پوری جائیداد کی وصیت کردی) معلوم یہ کرنا ہے کہ دادا مرحوم کی جائیداد میں مرحوم بیٹے عبدالسلام کے بچوں (داد کے پوتوں) کو وراثت میں کچھ حصہ ملے گا؟ یا ساری جائیداد کی مالک حقیقی چاچی ہوں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ دادا عبدالرزاق کی وفات کے وقت اُس کی سگی اولاد موجود تھی؛ اِس لئے اُس کے پوتوں کو شرعاً وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور دادا نے اپنی بہو کے نام جو وصیت کی ہے وہ صرف تہائی مال میں نافذ ہوگی، بقیہ مال اُس کے شرعی وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۰؍۲۷۳ ڈابھیل)

عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر، ثم إن حديث الباب من أقوى الدلائل على أن الحفيد لايرث مع الابن؛ لأن الابن عند وجوده أولى رجل ذكر. (تكملة فتح الملهم ۲/۱٤-۱٥)

الأقـرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن. (الفتاویٰ الهندية / كتاب الفرائض ٦/٤٥٢ كوئٹه، ٩/٣٧٥ زكريا)

ويـحجب بالابن أي ولد الإبن، أي ولد الإبن يحجب بالإبن. (البحرالرائق / كتاب الفرائض ٨/٤٩٤)

الأقـرب فـالأقـرب يـرجـحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الـميت، أي البنون ثم بنوهم. (السـراجى في الميراث ص: ٢٢، رسالة القول السديد في تحقيق ميراث الحفيد، جواهر الفقه ٧/٥٢٥ زكريا)

وأمـا الـزيادة على الثلث فباطلة بإجماع المسلمين إلا أن يجيزها الورثة، وذلک لقوله عليه السلام: الثلث كثير. (تكملة فتح الملهم ٢/١٠٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۳/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کی موجودگی میں پوتے کیوں محروم ہیں؟

سوال (۲۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جائیداد، ملکیت اور ترکہ میں مجوب کیا ہے؟ مجوب کی اَصلیت اور اہمیت کیا ہے؟ مثلاً: دادا شکور کے دو بیٹے ہیں: جمیل اور ارشاد۔ جمیل کی بیوی کا نام شکیلہ ہے اور اُس کے دو بیٹے ہیں، ارشاد کی بیوی کا نام نغمہ ہے، اس کا ایک بیٹا ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

(۱) دادا شکور کی حیات میں جمیل کا انتقال ہوگیا، مگر اس کی بیوی شکیلہ اور دونوں بیٹے زندہ ہیں، تو کیا دادا کے انتقال کے بعد جمیل کا حصہ اس کی بیوی بچوں کو ملے گا؟

(۲) جمیل کے انتقال کے بعد شکور کا بھی انتقال ہوگیا، تو کیا جمیل کی بیوی اور اس کے بیٹوں کو ارشاد کے برابر ملکیت، ترکہ سے مساوی حصہ ملے گا؟

(۳) دادا کی موجودگی میں ہی جمیل اور شکیلہ دونوں کے انتقال کے بعد دادا کا انتقال ہوجاتا

ہے، تو کیا جمیل کے دونوں بیٹوں کو چچا ارشاد کے مساوی دادا کی ملکیت (ترکہ) سے حصہ ملے گا؟

(۴) دادا شکور کی موجودگی میں بیٹے جمیل کا انتقال ہوا، پھر دوسرے بیٹے ارشاد کا انتقال ہوگیا تو کیا جمیل اور ارشاد کے بیٹوں کو دادا کا ترکہ مساوی ملے گا؟

(۵) دادا کی موجودگی میں بیٹے جمیل کا انتقال ہوگیا، پھر دادا کی وفات کے بعد جمیل کی بیوی کا انتقال ہوگیا تو کیا جمیل کے بیٹوں کو دادا کے ترکہ سے چچا ارشاد کے مساوی حصہ ملے گا؟

(۶) اگر دادا نے جمیل کے انتقال کے بعد اس کے دونوں بیٹوں (پوتوں) کے نام ارشاد کے مساوی حصہ (ترکہ) عدالت یا تحصیل میں لکھ دیا تو پوتوں کو دادا کے انتقال کے بعد وہ لکھا ہوا حصہ مل جائے گا؟

(۷) **الف**:- دادا صرف پوتوں کے لئے وصیت لکھ دے۔

ب:- وصیت پر دو آدمیوں سے بطور گواہ کے ان کے نام اور دستخط کروائے۔

ج:- دو گواہوں کے سامنے وصیت کر دے۔

د:- زبانی وصیت میں دو گواہ اور چچا بھی موجود ہوں، تو کون سا قابل قبول ہوگا؟

(۸) دادا کی موجودگی میں اور انتقال کے بعد چچا ارشاد کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ اپنے مرحوم بھائی جمیل کے یتیم بیٹوں کی پرورش اور سرپرستی کرے، جب وہ بالغ ہو جائیں تو انہیں باپ شکور کے ترکہ میں جو مساوی حق ہے وہ جمیل کے بیٹوں (اپنے بھتیجوں) کو دے دے، کیا یہ شرعاً درست نہیں ہے؟ کیا وہ پرورش اور سرپرستی اور شرعاً باپ کے حق کا ترکہ (جائیداد) دینے کا مجاز (ذمہ دار) نہیں ہوگا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگ (اصحاب رسول) بہت ہی منصف، اسلامی نظریئے سے سرشار تھے، وہ اپنے مرحوم بھائی کے بچوں کی نگہداشت و پرورش بیٹوں کی طرح کرتے تھے اور جب بچے بالغ ہو جاتے تھے تو چچا باپ (بچوں کے دادا) کے ترکہ کو مساوی حصہ تقسیم کر کے مرحوم بھائی کا حق ان کے بیٹوں کو دے دیتے تھے، مگر آج کے چچا مجوب ہونے کے سبب

سارا حصہ رکھ لیتے ہیں، ایک دانہ، پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیتے، ایسے حالات میں اجتہاد کے ذریعہ بچوں (یتیموں) کو ان کا حق نہیں ملنا چاہئے؟ حق نہ ملنے کی صورت میں تو جمیل کے بچے بے گھر وجائیداد ہوکر مفلسی کی زندگی سے مرجائیں گے، تو کیا یہ محجوب کا طریقہ درست ہے؟ کیا اجتہاد کرکے بچوں کو باپ کا حق نہیں دلانا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں میت کے ترکہ کی تقسیم میں وارثین کے محتاج ہونے یا نہ ہونے کو معیار نہیں بنایا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ ایسا معیار ہے کہ جس کو طے کرنا کسی کے بس میں نہیں ہے؛ کیوں کہ ممکن ہے کہ ایک باپ کی دو اولادوں میں سے ایک بظاہر بہت مالدار ہو اور دوسرا فقیر ہو، تو اب باپ کا ترکہ ایک بیٹے کو دیا جائے اور دوسرے بیٹے کو نہ دیا جائے، یہ بات بجائے خود قابل اشکال ہوگی، پھر حاجت مند ہونے کے درجات بھی مختلف ہیں، ممکن ہے کہ کوئی وارث زیادہ ضرورت مند ہو اور کوئی کم ہو یا کوئی زیادہ ضرورت کا اظہار کرے اور دوسرے وارث اسے تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں، تو تقسیم ترکہ کے وقت ایسے نزاعات پیدا ہوں گے جنہیں حل کرنے کی کوئی صورت نہ ہوگی؛ اس لئے شریعت نے قانونی طور پر فقر واحتیاج کو معیار نہیں بنایا؛ بلکہ قوت قرابت کو معیار بنایا ہے، یعنی جب میت کے متعدد عصبہ رشتہ دار موجود ہوں تو جس کا رشتہ میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ وراثت کا مستحق قرار پائے گا اور اقرب کی موجودگی میں قریب کو قانوناً محروم کردیا جائے گا، اب آپ نے اس طویل سوال نامہ میں جو باتیں اٹھائی ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ میت کے بیٹے کی موجودگی میں پوتوں کو کیوں محروم کیا جارہا ہے، تو اس کے متعلق عرض ہے کہ بیٹا چونکہ پوتے کے مقابلہ میں اقرب ہے؛ اس لئے اصولاً وہی مستحق وراثت ہے؛ البتہ اگر میت کے وفات کے وقت اس کا کوئی بیٹا حیات نہ رہتا اور پوتے پوتیاں حیات رہتے تو یہی پوتے پوتیاں اس کے وارث بنتے؛ کیوں کہ اب ان سے اقرب کوئی موجود نہیں، یہ تو قانونی اور اصولی بات ہے، جس کو پیش نظر رکھے بغیر تقسیم ترکہ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا؛ البتہ اخلاقی طور پر مسئولہ صورت میں دادا

کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پوتوں کی گذر بسر کے لئے کوئی انتظام کر کے جائے خواہ وہ رجسٹرڈ وصیت کی شکل میں ہو یا زندگی میں ہبہ کے ذریعہ ہو، نیز چچا کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھتیجوں اور بھتیجیوں کے ساتھ شفقت وہمدردی اور ایثار کا معاملہ کرے، اور یتیموں کی کفالت کے متعلق جو بشارتیں آئیں ہیں ان کا مستحق بنے، اب بالفرض اگر کوئی دادا یا چچا ان بچوں کے حقوق کا خیال نہ کرے تو یہ اس کی اپنی کوتاہی ہوگی، ان کے اس رویہ کی بنا پر شریعت کے اصول پر انگلی اٹھانا ہرگز درست نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر. (صحيح البخاري ٩٩٧/٢ رقم: ٦٧٣٥، صحيح مسلم ٣٤/٢ رقم: ١٦١٥)

وقد ذكر الإمام أبوبكر جصاص الرازي رحمه الله في أحكام القرآن، والعلامة العيني في عمدة القاري: الإجماع على أن الحفيد لا يرث مع الابن. (تكملة فتح الملهم ١٨/٢)

وقال زيد: ولد الابناء بمنزلة الولد إذا لم يكن دونهم ولد ذكر، ذكرهم كذكرهم وأنثاهم كأنثاهم يرثون كما يرثون، ويحجبون كما يحجبون، ولا يرث ولد الابن مع الابن. (ذكره البخاري، كتاب الفرائض / باب ميراث ابن الابن إذا لم يكن ابن، تحت رقم: ٦٧٣ تعليقًا ٩٩٧/٢)

إن حديث الباب من أقوى الدلائل على أن الحفيد لا يرث مع الابن؛ لأن الابن عند وجوده أولىٰ رجل ذكر فيجوز المال ويحرم الحفيد؛ لكونه أبعد بالنسبة إليه. (تكملة فتح الملهم / مسئلة ميراث الحفيد عند وجود الابن ١٦/٢)

ولو كان مدار الإرث على اليتم والفقر والحاجة لما ورث أحد من الأقرباء والأغنياء، وذهب الميراث كله إلى اليتامىٰ والمساكين ...... وأن معيار

الإرث ليس هو القرابة المحضة ولا اليُتم والمسكنة، وإنما هو الأقربية إلى الميت. (تكملة فتح الملهم ۲/۱۷-۱۸)

قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن الصدقة على ذي قرابة يضعف أجرها مرتين. (الطبراني ۲۰۶/۸، ۳۴۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۱/۱۱/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دادا کی میراث میں سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو حصہ دینے کا قانون

سوال (۲۲۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حکومت نے قانون بنایا ہے کہ دیہات کی زمین میں ایسے پوتوں کو بھی حصہ ملے گا جن کے والد کا انتقال اپنے ماں باپ کی حیات میں ہوگیا ہو، اورلڑکی کو کاشت کی زمین میں حصہ سے محروم کردیا ہے، تو کیا یہ قانون صحیح ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں ذکر کردہ حکومت کا قانون شریعت کے خلاف ہے؛ کیوں کہ اِس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ جس وارث کا انتقال مورث کی زندگی میں ہوگیا ہو اُس کی اَولاد کو مورث کے ترکہ میں سے کچھ حصہ نہیں ملے گا؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں والدین کے انتقال کے وقت اُن کے جتنے وارثین زندہ موجود تھے، اُنہیں کو ماں باپ کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا، انتقال شدہ لڑکے کی اَولاد اُس میں حق دار نہ ہوگی۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لاَ تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيْضَةً مِنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ [النساء، جزء آيت: ۱۱]

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لاَ تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ ......

جملةٌ معترضةٌ لبيان مصالح تقدير الميراث وحكمته، والمعنى: أن اللّٰه تعالیٰ قدّر قسمة التركة من عند نفسه على حسب ما علم فيه حكمةً ومصلحةً. ولو وكّلها إليكم، لم تعلموا أن آباء كم الباقون أيهم أقرب لكم نفعًا وأبعد ضررًا، وأيهم بالعكس، فوضعتم الأموال على غير حكمة من غير دراک نفع، فتولى اللّٰه ذٰلک بنفسه فضلاً منه ومنةً من عنده، ولم يكلها إلیٰ اجتهادكم لعجزكم عن معرفة المقادير. (التفسيرات الأحمدية في بيان الآيات الشرعية ٢٣٤ المكتبة الحقانية پشاور)

الأقرب فالأقرب يرجّحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ١٣، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات ٦/٤٥٢ زكريا، وكذا في البحر الرائق ٩/٣٨١-٣٨٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۳/۳/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا دادا پوتے کو بطور تبرع کچھ دے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲۲۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال دو سال پہلے ہو چکا ہے، زید جس مکان میں رہتا تھا وہ مکان اُن کے والد محترم کا ہے، اُس مکان میں زید کے تین بھائی اور والد محترم بھی رہتے ہیں، والد کے چار بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں، زید اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں، زید نے اپنا مکان یا کاروبار نہیں چھوڑا ہے، زید اور دوسرے بھائیوں کا کھانا پینا الگ الگ تھا، اپنے مکان میں جو والد کا ہے۔ زید نے اپنے پیچھے ایک بیوہ چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا، کیا زید کے بچوں کا اپنے دادا جان کے مکان میں کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ جب کہ دادا جان بھی حیات ہیں، اگر نہیں بنتا تو کیوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: برتقدیر صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں چوں کہ زید کا

انتقال اپنے والد کی حیات میں ہو چکا ہے، اور زید کے دوسرے بھائی بہن باحیات موجود ہیں۔ بریں بنا زید کے والد کے مال میں زید کی اَولاد یعنی اُس کے پوتے پوتیوں کا شرعاً تو کوئی حق نہیں بنتا؛ البتہ دادا حسنِ سلوک کے طور پر اپنے پوتے پوتیوں کو کچھ دینا چاہے، تو اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہوگا۔

المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء. (التفسیر البیضاوي ۷)

الأقرب فالأقرب یرجحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالمیراث جزء المیت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في المیراث ص: ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۲؍۴؍۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو کے نام پر جمع شدہ رقم میں پوتوں کا حصہ نہیں ہے

سوال (۲۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرا بیٹا حافظ محمد اقبال تقریباً چار سال سے لاپتہ ہے، اُس کا دماغی توازن خراب ہوگیا تھا، اُسی حالت میں غائب ہوگیا، اَب اُس کے ورثہ میں اُس کی بیوی اور پانچ بچے (دو لڑکے تین لڑکیاں) ہیں۔ مجھے دریافت یہ کرنا ہے کہ جب میرا بیٹا لاپتہ ہوگیا، تو میں نے اُس کی بیوی بچوں کے مستقبل کے لئے اُنہیں کچھ نقد رقم دینی شروع کی، اور دیگر اِخراجاتِ زندگی بھی میں ہی برداشت کرتا رہا، اور الگ سے کچھ رقم بھی دیتا رہا؛ تاکہ اُن کے لئے کچھ آڑے وقت کام آنے والی رقم جمع ہوجائے۔ صورت یہ پیش آئی کہ کچھ میں دیتا رہا، اور کچھ بچوں کی ماں نے سلائی وغیرہ کے کام کرکے رقم جمع کی، اَب کل 35,000 روپئے ہوگئی، مجھے یہ بالکل یاد نہیں کہ اس رقم میں سے میں نے کتنا دیا، اور کتنا میرے بیٹے کی بیوی نے دیا، کل رقم مذکورہ ہے۔

اَب بعض حالات کی بنا پر میں نے بچوں کی ماں کو میکے بھیج دیا ہے، اور بچے میرے پاس ہیں، تو میری بہو (بیٹے کی بیوی) مجھ سے مذکورہ رقم کا مطالبہ کرتی ہے، اور اپنا مہر بھی طلب کرتی ہے،

تو کیا مجھے مذکورہ رقم اور مہر دے دینا چاہئے، یا اِس رقم کو اپنے پوتوں کے لئے محفوظ رکھنا چاہئے؟ تمام بچے ابھی نابالغ ہیں، اُن بچوں کی ماں کے چال چلن اچھے نہیں ہیں، رقم ضائع ہونے کا خطرہ ہے، اُس کی بدچلنی کی وجہ سے ہی میں نے اُسے میکے بھیج دیا ہے، ورنہ اُس کی بھی پرورش کرتا رہتا، میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو رقم آپ نے اپنی بہو کو دی ہے یا اُس نے آپ کے پاس جمع کی ہے، وہ اُسی کی ملکیت ہے، آپ کو چاہئے کہ وہ رقم اپنی بہو کو واپس کردیں، اُس رقم میں بچوں کا حصہ نہیں ہے، اور مہر کی ادائیگی آپ پر لازم نہیں ہے، جب شوہر واپس آئے گا وہ خود اَدا کرے گا، یا شوہر کے ترکہ سے اگر ترکہ موجود ہو تو مہر کی ادائیگی ہوگی۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣٥٣/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، ٤٩١،٣ مكتبة فقيه الأمة ديوبند، الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٩٠/٥ كراچی، شرح المجلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كوئٹه، الهداية ٢٨٣/٣)

إن المهر قد وجب بالعقد وصار ديناً في ذمته الخ. (بدائع الصنائع ٥٨٤/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شوہر کے انتقال کے بعد بہو کا سسر کی جائیداد میں سے اپنی بچیوں کے لئے حصہ مانگنا

سوال (۲۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میرے لڑکے محمد گلاب کا انتقال ہوگیا، اُس کے پاس ذاتی جائیداد کچھ بھی نہیں تھی، جب کہ تمام جائیداد میرے نام ہے، اور میں ہی اُس کا مالک ہوں، میرے لڑکے گلاب مرحوم کے پاس چند لڑکیاں اور بیوی عائشہ موجود ہیں، اب عائشہ زبردستی کرتی ہے کہ جائیداد میری لڑکیوں کے نام کرادو؛ لیکن میں نے انکار کردیا، تو اس نے اخبار آئینہ عالم ۱۴؍ دسمبر ۱۹۹۳ء میں شائع کروادیا، تو کیا میری بہو عائشہ اور اُس کی اولاد مکان کے مالک بن سکتے ہیں، جب کہ میں ہبہ کا بالکل انکار کرتا ہوں؟ اور میرے لڑکے گلاب مرحوم کے علاوہ میرے پاس اور بھی ایک لڑکا اور چند لڑکیاں موجود ہیں، از روئے شرع جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں جب کہ مذکورہ تمام جائیداد کے آپ خود مالک ہیں اور اسے کسی بھی طرح ہبہ کرنے سے انکاری ہیں، تو آپ کی بہو عائشہ کا اس جائیداد میں حصہ مانگنا شرعاً بے معنی اور غیر معتبر ہے، اُسے یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ آپ سے مذکورہ جائیداد اپنی لڑکیوں کے نام کرنے کے لئے زور ڈالے اور زبردستی کرے؛ البتہ آپ کو اپنی پوتیوں کا خود خیال کرنا چاہئے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا یحل مال امرء إلا بطیب نفس منه. (مشکاة المصابیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتیح / باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني ۱۱۸/٦ المکتبة الأشرفیة دیوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/٥، شعب الإیمان للبیهقي ۳۸۷/٤ رقم: ٥٤۹۲ دار الکتب العلمیة بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴؍۱۱؍۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہو اور پوتوں کا دادا کی میراث میں حصہ نہیں ہے

سوال (۲۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بکر کی اَولادوں میں پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے تھے، بکر نے بڑے بیٹے کی تعلیم وتربیت کے علاوہ اپنی ہی کمائی سے شادی بھی کی اور زیور چڑھایا، بعد میں اُس زیور کو بیچ کر اُس کی آمدنی اور اپنی کمائی سے لڑکے کو دوکان کرادی، یہ بڑا بیٹا اُس سے اپنی کفالت کرتا رہا، بکر کو اُس کی آمدنی کا کبھی کچھ نہ دیا، پھر دوکان آہستہ آہستہ تباہ وختم کردی، بعدہٗ نوکری کی، اُس سے بھی بکر کو کچھ نہ دیا، اِس درمیان اُس بیٹے کے یہاں دولڑکیاں ہوئیں، پھر اُس کا انتقال ہوگیا بکر کی یہ بہو اپنی مرضی سے اپنے باپ کے گھر چلی گئی، خود اپنی کمائی سے اُس نے اپنی اور بچوں کی پرورش کی اور شادیاں کردیں، بکر نے اپنے بیٹے کے انتقال کے دس سال بعد اپنی کمائی سے چھوٹے بیٹے کے نام ایک مکان خریدا، کیا اُس مکان اور بکر کے مال پر بڑے بیٹے کی بیوی اور بچوں کا کوئی حق بنتا ہے؟ اگر بنتا ہے تو کس حساب سے؟ شرعی اور دینی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال بکر کے جس بیٹے کا انتقال بکر کی زندگی میں ہوگیا ہے، تو بکر کے انتقال کے بعد انتقال کرجانے والے بیٹے کی بیوی یا اُس کی لڑکیاں بکر کے مال میں وراثت کی حق دار نہ ہوں گی۔ اِسی طرح بکر نے اپنے چھوٹے بیٹے کے لئے جو مکان خریدا ہے اُس میں انتقال شدہ لڑکے کی اَولاد کا کوئی حق نہ ہوگا؛ تاہم اگر بکر بطور حسنِ خلق زندگی میں اپنے مرحوم بیٹے کی بیوی یا اُس کی لڑکیوں کو اپنی طرف سے کچھ دیدے تو یہ بہتر ہوگا۔

عن عامر بن سعد بن أبي وقاص عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: مرضت عام الفتح مرضًا اشفيتُ منه على الموت، فأتاني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يعودني، فقلت يا رسول اللّٰه! إن لي مالاً كثيرًا وليس يرثني إلا ابنتي، فأوصي بمالي كله، قال لا: قلت: فثلثي مالي، قال: لا، قلت: فالشطر، قال: لا، قلت: فالثلث، قال: الثلث، والثلث كثيرٌ، إنك أن تذر ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالّة يتكففون الناس وإنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه اللّٰه إلا أجرت

بها الخ. (سنن الترمذي، أبواب الوصايا / باب ما جاء في الوصية بالثلث ۳۲/۲، مشكاة المصابيح / باب الوصايا رقم: ۳۰۷۱، مرقاة المفاتيح ۲۳۰/٦ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَولاد کی موجودگی میں بھائی محروم

سوال (۲۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ورثہ میں یتیم بچے بیوی اور بھائیوں کو چھوڑا، تو تمام مال صرف بھائی کا حق ہے یا کوئی اور بھی حصہ دار ہے۔ اور اگر یہ وراثت بچوں کے بالغ ہونے کے بعد تقسیم ہو تو کس کس کو ملے گی؟ اور اگر ورثہ میں کچھ اَولاد بالغ اور کچھ نابالغ ہو تو وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں زید کی اَولاد کی موجودگی میں زید کے بھائی محروم رہیں گے، اور اَولاد خواہ بالغ ہو یا نابالغ، سب کو اُن کا مقررہ حصہ ملے گا اور بیوی کو بھی اُس کا حصہ ملے گا۔

ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة تحت قوله: والإرث حق قابل للتجزي يثبت لمستحق بعد موت من كان له ذلك القرابة ...... حقيقةً وحكمًا. (السراجي في الميراث ٥)

ويسقط بنو الأعيان وهم الإخوة والأخوات لأب وأم بالابن وابنه وإن سفل، وبالأب اتفاقًا وبالجد عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه. (الدر المختار مع تنوير الأبصار / كتاب الفرائض ٥٣٠/١٠ زكريا)

فأقرب العصبات الابن ثم ابن الابن ثم الأخ لأب وأم. (الفتاویٰ الهندية / باب العصبات ٤٥١/٦ زكريا)

ويسقط الإخوة والأخوات بالابن وابن الابن وإن سفل، وبالأقرب بالاتفاق وبالجد عند أبي حنيفة رحمه الله. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثاني في ذوي الفروض ٦/٤٥٠ زكريا)

الأقرب فالأقرب ...... أي يرجحون بقرب الدرجة ...... أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشريفية ٢٢ كتب خانه إمدادية ديوبند، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ٨/٤٩٨ كراچی، الفتاویٰ الهندية / الباب الثالث في العصبات ٦/٤٥٢ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۶/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی کے ترکہ میں والد کی موجودگی میں بھائی کا حصہ نہیں

سوال (۲۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ایک قطعہ اراضی بعوض مہر اہلیہ کے نام خریدی، کچھ عرصہ کے بعد زید نے اپنی مزید رقم خرچ کرکے اُس میں مارکیٹ و بینک بنواکر کرایہ کی شکل میں تعمیر کرائی تھی، اُس کی آمدنی میں لیتا رہا، مشترکہ اخراجات ہوتے رہے، اَب اہلیہ کا انتقال ہوگیا، کوئی اَولاد نہیں ہے، اہلیہ کے ورثہ میں والدین ایک حقیقی بھائی ہے، والدہ سوتیلی ہیں، دو بہنیں سوتیلی ہیں، ایک بھائی سوتیلا، سب شادی شدہ ہیں۔ زید کی نیت یہ ہے کہ تاحیات آمدنی خود لے، زید کے بعد مرحومہ کے ورثہ لیں، تو کیا یہ مناسب ہے یا نہیں؟ اور اِس کی تقسیم کی کیا صورت ہے، کس کو کتنا حق پہنچتا ہے؟ آیا مرحومہ کی جائیداد میں کیا مرحوم کی بہنیں بھی حق دار ہوں گی؟ مرحومہ کے والد حیات ہیں اُن کی موجودگی میں کس طرح اور بعد اُن کے کس طرح تقسیم ہوگی؟

نوٹ: - حقیقی بھائی کے لئے کچھ زائد کی رعایت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اہلیہ کے ترکہ میں آدھے حصہ کے

آپ مالک ہیں، اور بقیہ آدھا حصہ اہلیہ کے والد صاحب کا ہے؛ لہٰذا والد کا حصہ فوراً اُن کو دے دیا جائے، اور آپ اپنے حصہ کے مختار ہیں، اُس میں جیسے چاہیں تصرف کریں، والد کی موجودگی کی وجہ سے اہلیہ کے حقیقی بھائی وغیرہ اُن کے ترکہ میں حق دار نہیں ہیں؛ لیکن اگر آپ اپنے حصہ میں سے اُنہیں کچھ دینا چاہیں یا وصیت کرنا چاہیں تو اختیار ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (التفسير البيضاوي ۷)

أما الأب فله أحوال ثلاث: الفرض المطلق وهو السدس، وذٰلک مع الابن وابن الابن وإن سفل. والفرض والتعصيب معًا وذٰلک مع الابنة أو ابنة الابن وإن سفلت. والتعصيب المحض، وذٰلک عند عدم الولد وولد الابن وإن سفل. (السراجي في الميراث ۹-۱۰، وكذا في تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٤٧٣/٧ دار الكتب العلمية بيروت، وكذا في الاختيار لتعليل المختار / كتاب الفرائض ٥٥/٢ المكتبة الحقانية پشاور)

الأقرب فالأقرب يرجّحون بقرب الدرجة، أعني: أولهم بالميراث جزء الميت: أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ٢٢، وكذا في الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثالث في العصبات ٤٥٢/٦ زكريا، وكذا في البحر الرائق ٣٨١/٩-٣٨٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۶/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر وارثین میں صرف ایک بھائی ہو تو وہی پورے مال کا مالک ہوگا

سوال (۲۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ریاست حسین اور شرافت حسین حقیقی دونوں بھائیوں نے مل کر دوسو گز زمین خریدی، پھر ریاست حسین کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں صرف اُن کے حقیقی بھائی شرافت حسین تھے،

ریاست حسین کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ ریاست حسین کی جائیداد کا مالک کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ تفصیل اگر درست ہے، تو مرحوم ریاست حسین کا کل ترکہ اُن کے موجودہ بھائی شرافت حسین کو ملے گا۔

ثم العصبات من جهة النسب، والعصبة كل من يأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض، وعند الإنفراد يحرز جميع المال. (السراجي في الميراث ٥، مجمع الأنهر / فصل في العصبات ٤/ ٥٠٤ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ الهندية / الباب الثالث في العصبات ٦/ ٤٥١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے ترکہ کا دو بھائیوں کے سوا کوئی وارث نہیں تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال (۲۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ خوشنودی بیگم بنت جناب حبیب اللہ صاحب زوجہ جناب برکت اللہ ایک قطعہ جائیداد کی مالک وقابض تھیں، مسماۃ خوشنودی بیگم کا عرصہ قریب سات سال قبل انتقال ہوگیا ہے، بحالتِ موجودہ مسماۃ خوشنودی بیگم کے دو بھائی ایک جناب قدرت اللہ دوسرے جناب آلِ نبی حیات ہیں، اُن کے علاوہ مسماۃ خوشنودی بیگم کا کوئی دیگر رشتہ دار نہیں ہے، اور بعد انتقال مسماۃ خوشنودی بیگم کے اُن کی جائیداد کا کرایہ بھی مذکورہ بالا ہر دو برادران وصول کرتے چلے آرہے ہیں، مسماۃ خوشنودی بیگم کا ترکہ کس کو پہنچا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد اَداءِ حقوقِ متقدمہ وعدم موانع

اِرث خوشنودی بیگم کا ترکہ اُس کے دونوں بھائیوں کو نصفا نصف ملے گا۔

عن زيد بن ثابت وعلي بن أبي طالب وابن مسعود رضي الله عنهم: إذا ترك المتوفي ابنًا فالمال له، فإن ترك ابنين فالمال بينهما، فإن ترك ثلاثة بنين فالمال بينهم بالسوية ...... الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الفرائض / باب ترتيب العصبة ٣٩١/٦ رقم: ١٢٣٧٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وإذا اجتمع عدد من العصبات فالمال بينهم على عدد رؤوسهم لا على الجهات. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٦٥/٢٠ رقم: ٣٣٢٢٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لڑکیوں اور حقیقی بھائیوں کی موجودگی میں سوتیلے بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا

سوال (۲۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے پاس رہائش کا ایک مکان ہے، جو تقریباً ساڑھے چھ لاکھ روپئے کا ہے، تین بیٹیاں ہیں لڑکا نہیں ہے، ایک بیٹی دماغی مریض ہے، وہ اور اُس کا شوہر ایک بیٹی میرے پاس ہی رہتا ہے، اُس کا دوسرا بیٹا دوسری جگہ سسرال میں ہے، میرے داماد کا کہنا ہے کہ جو بیٹا آپ کے پاس رہتا ہے اُس کے ساتھ دوسرا بیٹا جو دوسری جگہ رہتا ہے، اُس کو بھی اپنی والدہ کے حصہ میں میرے انتقال کے بعد حصہ ملنا چاہئے، اُس کے علاوہ میرے سات بھائی ہیں، چار سگے اور تین سوتیلے، اور میں یہ چاہتی ہوں کہ مکان کی ایک منزل فروخت کر کے کچھ اپنے اخراجات اور کچھ کارِ خیر میں زندگی ہی میں لگادوں، آپ بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے کارِ خیر کو قبول فرمائے۔ وضاحت یہ تحریر فرمائیں کہ شریعتِ مطہرہ میں کون سا فریق قیمت کا مستحق ہوگا؟ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں اجرِ عظیم عطا فرمائیں، اِس جوانی میں دماغی مرض والی میرے پاس رہتی ہے، اُس کے اخراجات میرے ہی

ذمہ ہیں، اِس لئے اپنی زندگی ہی میں کچھ نہ کچھ مکان کے ذریعہ ہی رقم چھوڑی جائی؛ تاکہ میرے انتقال کے بعد اُس کا خرچ چلتا رہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے پاس جو مکان ہے، وہ آپ کی زندگی میں آپ ہی کی ملکیت میں رہے گا؛ لہٰذا آپ اُس میں سے جتنا چاہیں بیچ سکتی ہیں، آپ کے انتقال کے بعد آپ کی میراث میں سے تینوں لڑکیوں اور چار حقیقی بھائیوں کو حصہ ملے گا اور سوتیلے بھائی کو کچھ نہ ملے گا، اور آپ کی بیمار لڑکی کے حصہ میں اُس کی وفات کے بعد اُس کے دونوں لڑکے برابر کے شریک ہوں گے، اور دماغی مریض والی لڑکی کو آپ زندگی میں بھی دے سکتی ہیں؛ تاہم اُس کی ملکیت کا ذمہ دار کسی معتبر شخص کو بنایا جائے؛ تاکہ مال ضائع نہ ہو جائے۔

وإن وهب له أجنبي يتم بقبض وليِّهٖ وهو أحد أربعة. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / كتاب الهبة ٨/٤٣٢ دار إحياء التراث العربي بيروت)

العصبات النسبية ثلاثة: عصبة بنفسهٖ وعصبة بغيره وعصبة مع غيره ...... ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف ...... ويرجحون بقوة القرابة فمن كان لأبوين مقدم على من كان لأب، لقوله عليه السلام: إن أعيان بني الأم يتوارثون دون بني العلات. والحاصل أنه عند الاستواء في الدرجة يقدم ذو القرابتين، وعند التفاوت فيها يقدم الأعلى. (الدر المختار / فصل في العصبات ٦/٧٧٤ كراچی، ١٠/٥١٦-٥٢٢ زكريا)

لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة ...... وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار. (الدر المختار / كتاب الهبة ٥/٦٩٦ كراچی)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء؛ لأن كون الشيء ملكًا لرجل يقتضي أن يكون مطلقًا في التصرف فيه كيف ما شاء. (شرح المجلة ٤/١٣٢ رقم المادة: ١١٩٢ المكتبة الحقانية پشاور)

قال النووي: فيه جواز ذكر المريض ما يجده من الوجع لغرض صحيح من مداواة أو دعاء أو وصيته ونحو ذٰلک. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، باب الوصايا / الفصل الأول ١٨٢/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھتیجے اور بھتیجی محروم ہوں گے

سوال (۲۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد سلطان کا انتقال ہوگیا، اُن کے انتقال کے بعد اُن کے ورثہ میں ایک حقیقی بھائی حافظ محمد پیارے ہیں، اور چار بھتیجے: (۱) اشتیاق حسین (۲) اشفاق حسین (۳) عبد الرحمٰن (ولد مشتاق حسین) (۴) محمد رئیس (ولد محمد نبی)، تین بھتیجیاں: (۱) لاڑو (۲) جھنو (۳) شہزادی ہیں، ترکہ میں ۹۵ رگز عمارتی جگہ ہے، مذکورہ وارثان میں سے ہر ایک کو کتنے کتنے حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ تفصیل درست ہے تو محمد سلطان مرحوم کا کل ترکہ اُن کے حقیقی بھائی حافظ پیارے کو مل جائے گا، بھتیجے اور بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

وعند الإنفراد يجوز جميع المال، ويقدم الأقرب فالأقرب منهم، فيقدم جزء الميت كالابن ثم أصله كالأب ثم جزء أبيه كالأخ. (شامي، كتاب الفرائض / فصل في العصبات ١٠/٥١٧-٥٢١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۱/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھتیجے بھائی کی موجودگی میں حق دار نہ ہوں گے

سوال (۲۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اعجاز احمد کا انتقال ہوگیا اُن کے ورثہ میں ایک حقیقی بھائی رفیق احمد اور پانچ بھتیجے سات بھتیجیاں ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ حقیقی بھائی رفیق کی موجودگی میں بھتیجے بھتیجیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کتنا کتنا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال وعدم موانع ارث وبعد اَدائے حقوق ما تقدم اگر رفیق احمد کے ورثہ میں صرف ایک حقیقی بھائی اور بھتیجے بھتیجیاں ہیں تو میت رفیق احمد کے کل ترکہ کا حق دار صرف اس کا بھائی ہوگا، بھتیجے بھتیجیاں حقیقی بھائی کی موجودگی میں شرعاً حق دار نہ ہوں گے۔

فيقدم الابن على ابنه والأب على أبيه والأخ على ابنه لقرب الدرجة.

(شامي / كتاب الفرائض ١٠/٥١٨ زكريا)

لأن الأصل في إرث العصبة أن يقدم الأقرب على الأبعد. (شامي، كتاب الفرائض / فصل في العصبات ١٠/٥٣٤ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴؍۷؍۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچا کی جائیداد میں بھتیجے کا حصہ

سوال (۲۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وعمر دو بھائی ہیں، زید کی اَولاد میں لڑکے ولڑکیاں دونوں ہیں، جب کہ عمر کی اَولاد میں صرف لڑکیاں ہیں، تو کیا عمر کی جائیداد میں زید کے لڑکے حق وراثت رکھتے ہیں، شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مرحوم عمر کی لڑکیوں کو دوتہائی حصہ ملے گا، اور مابقیہ ایک تہائی حصہ اُس کے بھائی زید کو عصبہ ہونے کی حیثیت سے ملے گا، اور اگر عمر

کے انتقال کے وقت زید باحیات نہ ہوتو زید کی مذکر اولاد یعنی عمر کے بھتیجوں کو ملے گا، اور بھتیجیاں محروم ہوں گی۔

اُن کا شرعی حصہ دینے کے بعد باقی حصہ عصبہ کو ملے گا، جن میں زید اور اُس کے لڑکے لڑکیاں بھی شامل ہیں، اور صحیح تفصیلی جواب اُسی وقت دیا جاسکتا ہے جب کہ یہ بتایا جائے کہ عمر کی وفات کے وقت اُس کے کون کون سے رشتہ دار باحیات تھے۔

ثم العصبات بأنفسهم أربعة أصناف: جزء الميت ثم أصله، ثم جزء أبيه، ثم جزء جده، ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهذا الترتيب. (الدر المختار مع الشامي / فصل في العصبات ۱۰/۵۱۸ زكريا)

الأقرب فالأقرب ...... أي يرجحون بقرب الدرجة ...... أعني أولهم أولاهم بالميراث الذي يستحق بالعصوبة. (السراجي مع الشريفية ۲۲ المكتبة الإمدادية، وكذا في البحر الرائق / كتاب الفرائض ۸/۴۹۸ كراچی، الفتاویٰ الهندية / الباب الثالث في العصبات ۶/۴۵۲ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی موجودگی میں باپ شریک بہن عصبہ بن جاتی ہے

سوال (۲۳۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیوی تمیزاً کا انتقال ہوا، ورثہ میں ایک بیٹی اور ایک باپ شریک بہن موجود ہے، اور ایک بیٹی کا زندگی ہی میں انتقال ہوگیا تھا، اُس کے دو باپ شریک بھائی تھے، اُن کا بھی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا تھا؛ لیکن اُن کی اَولادیں موجود ہیں، ہر ایک کو کتنا کتنا حق ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ وبعد اَداء حقوق وعدمِ موانعِ اِرث

میت تمیزاً کا ترکہ اُن کے ورثہ میں اِس طرح تقسیم ہوگا کہ:

کل ترکہ ۲؍ برابر سہام میں تقسیم ہوکر ایک حصہ بیٹی کو اور ایک حصہ باپ شریک بہن کو بطور عصبہ دیا جائے گا، اور جو بیٹی اور باپ شریک بھائی تمیزاً کی زندگی میں انتقال کرگئے ہیں، اُن کی اَولاد کا تمیزاً کے ترکہ میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

وإن كان للميت بنت أو بنت ابن فهي عصبة ...... إذا مات الرجل وترك بنتًا وأختًا لأب وأم فللبنت النصف، والباقي للأخت من قبل الأب والأم بالعصوبة، وكذٰلك لو كن أخوات لأب، كذٰلك الجواب أيضًا. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰/۲۳۹-۲۴۰ رقم: ۳۳۱۳۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۱/۲۹ھ

کیا پوتوں پر ضروری ہے کہ وہ پھوپھیوں کے حق کی تلافی کریں؟

سوال (۲۳۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اُس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، بیٹوں نے آپس میں ترکہ کی زمین کو تقسیم کرلیا ہے اور بہنوں کو نہیں دیا، اَب بیٹے بھی انتقال کرگئے، اِس کے بعد اُس کے پوتے اور اُس کی دونوں بیٹیاں جمع ہوگئیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ پوتے شرعی اعتبار سے پھوپھیوں کو حصہ دیں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کے انتقال کے بعد اُس کا ترکہ صرف دو لڑکوں کا آپس میں تقسیم کرلینا اور لڑکیوں کو محروم کردینا سخت ظلم ہوا؛ لہٰذا اِس ظلم کو ختم کرنے کے لئے مسئولہ صورت میں لڑکوں کے انتقال کے بعد پوتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی پھوپھیوں کو اُن کا شرعی حق ضرور ادا کریں، ورنہ آخرت میں مؤاخذہ دار ہوں گے۔

عن سعيد بن زيد رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا؛ فإنه طوقه يوم القيامة من سبع أرضين. (صحيح البخاري ٤٥٤/١، صحيح مسلم ٣٣/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوتوں کے مال میں پھوپھیوں کا حصہ

سوال (۲۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر کی چار اَولاد ہیں: دولڑکے دولڑکیاں، بکر کا انتقال ہو چکا ہے اور بکر کے بڑے بیٹے عمرو کا بھی انتقال ہو چکا ہے، اور بکر نے اپنی جائیداد تقسیم کردی تھی، بکر کے پوتے اِس جائیداد کے مالک بن گئے، پوتوں نے جائیداد فروخت کردی، پوتوں کے مال میں پھوپھیوں کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ بکر نے دونوں بیٹوں کے نام اپنی حیات میں جائیداد تقسیم کردی تھی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بکر کا اپنی زندگی میں بیٹیوں کو چھوڑ کر صرف دونوں بیٹوں کے درمیان جائیداد تقسیم کرنا شرعاً غلط ہوا؛ کیوں کہ سب اَولادوں کے مابین برابری کا حکم ہے؛ لیکن اگر بکر نے اپنی زندگی میں باقاعدہ بیٹوں کے نام رجسٹری کراکے اُن کو قابض ومالک بنادیا ہے، تو بیٹے مالک بن چکے ہیں، اَب اُن کے بعد جب وہ جائیداد پوتوں کی ملک میں آگئی تو اَب اُن پر پھوپھیوں کا حصہ نکالنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔

وتتم الهبة بالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٨٨/٥ كراچی، مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣٥٣/٢ دار إحياء التراث العربي بيروت، شرح المجلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر

/ كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كوئٹه، الهداية ٢٨٥/٣)

يـعـطـي الإبنة مثل ما يعطي الإبن وعليه الفتوىٰ. (الـفتاوىٰ الهندية، كتاب الهبة / الباب السادس في الهبة للصغير ٣٩١/٤ زكريا)

وفـي الـخـلاصة: الـمختار التسوية بين الذكر والأنثىٰ في الهبة، ولو كان ولده فاسقًا. (البحر الرائق / كتاب الهبة ٢٨٨/٧ كراچی، ٤٩٠/٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ذوی الارحام اور دُور کے رشتہ دار

ذوی الارحام کی توریث کے بارے میں مفتی بہ قول

سوال (۲۴۱):- کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ذوی الارحام کی میراث کے بارے میں مفتی بہ قول کیا ہے؟ اور حنفیہ کا فتویٰ ذوی الارحام کی توریث اور عدم کس پر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر میت کے رشتہ داروں میں اصحابِ فرائض یا عصبہ کے درجہ کا کوئی وارث موجود نہ ہو، تو مفتی بہ قول کے مطابق ذوی الارحام مستحق وراثت ہوتے ہیں۔ اور ذو رحم اُس رشتہ دار کو کہا جاتا ہے جس کا شریعت میں نہ کوئی حصہ مقرر ہو اور نہ وہ عصبہ بنتا ہو اور ایسے رشتہ دار بالترتیب چار طرح کے ہیں:

(۱) جو میت کی طرف منسوب ہوں، جیسے نواسے، نواسیاں اور پوتیوں کی اولادیں۔

(۲) جن کی طرف میت منسوب ہوں، جیسے نانا یا جدۂ فاسدہ۔

(۳) وہ رشتہ دار جو میت کے ماں باپ کی طرف منسوب ہوں، جیسے بھانجے اور بھتیجیاں۔

(۴) وہ رشتہ دار جو میت کے دادا کی طرف منسوب ہوں، جیسے پھوپھیاں اور ماموں وغیرہ۔

ذو الرحم هو كل قريبٍ ليس بذي سهم ولا عصبةٍ، وكانت الصحابة يرون توريث ذوي الأرحام، وبهٖ قال أصحابنا: وذو الأرحام أصناف أربعة: الصنف الأول: ينتمي إلى الميت وهم أولاد البنات وأولاد بنات الابن، والصنف الثاني: ينتمي إليهم الميت وهم الأجداد الساقطون والجدات الساقطات،

والصنف الثالث: ينتمي إلى أبوي الميت وهم أولاد الأخوات وبنات الإخوة وبنوا الإخوة لأم، والصنف الرابع: ينتمي إلى جدي الميت أو جديته وهم العمات والأعمام والأخوال والخالات. (السراجي في الميراث ص: ٥٥-٥٦ مكتبه بلال ديوبند، ص: ٧٥-٧٦ مكتبة الإتحاد ديوبند)

وفي توريث ذوي الأرحام اختلاف بين الصحابة والتابعين والفقهاء بعدهم، فمنهم من قال بتوريثهم، ومنهم من منع ذٰلک. فممن قال بتوريثهم من الصحابة علي وابن مسعود وابن عباس في أشهر الروايات عنه. ...... وأما الفقهاء فممن قال بتوريثهم: الحنفية والإمام أحمد، ومتأخروا المالكية والشافعية وعيسىٰ بن أبان. (الموسوعة الفقهية، مادة إرث / ميراث ذوي الأرحام ٣/٥٣ كويت، الفقه الإسلامي وأدلته ٨/٣٧٧)

ثم ذوي الأرحام، وتحته في الشامية: أي يبدأ بهم عند عدم ذوي الفروض النسبية والعصبات، فيأخذون كل المال، وما بقي عن أحد الزوجين لعدم الرد عليهم. (شامي / كتاب الفرائض ١٠/٥٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۲/۴/۱۴۳۷ھ

بیٹیوں کی موجودگی میں نواسے کا حصہ نہیں

سوال (۲۴۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَب سے ۴۰ یا ۵۰ رسال پہلے کلن بھائی ایک قطعہ زمین کرایہ پر لے کر اپنے خرچ سے عملہ بنا کر رہنے لگے، کلن بھائی کی پانچ بیٹیاں تھیں: فاطمہ، شیرہ، رشیداً، آمنہ، علیمن۔ اُنہوں نے پانچوں بیٹیوں کی شادی کردی، اُن میں سے ایک بیٹی پاکستان چلی گئی، اور وہاں انتقال ہوگیا، کلن بھائی نے اپنی ایک بیٹی رشیداً کو پیدا ہونے کے بعد ہی اپنے پاس رکھ لیا تھا، کلن بھائی کے کوئی بیٹا نہیں تھا، اُس کے بعد کلن بھائی کی ایک بیٹی مرگئی، اور اُس کے ایک بیٹا جس کا نام عالم تھا، لاوارث

رہ گیا؛ کیوں کہ اُس کے باپ نے دوسرا نکاح کرلیا تھا، از راہ محبت کلن بھائی نے اُس نواسے کو بھی اپنے پاس رکھ لیا اور اُس کی پوری دیکھ بھال رشیداً خالہ اور نانا نے کی، کچھ زمانہ بعد کلن کا انتقال ہوگیا، اپنے نانا کے انتقال کے کچھ سال بعد عالم نے اپنی خالہ کو جھگڑا کر کے اُس مکان سے نکال دیا، عالم کی شادی نانا اور خالہ نے ہی کی تھی، رشیداً کرایہ کے مکان میں رہنے لگی، اَب زمین کا مالک عالم سے اپنے نانا کے ذریعہ بنائے گئے عملہ کا پیسہ لے کر اُس کو خالی کرنے کا سودا کر رہا ہے، جو اندازاً ایک سوا لاکھ میں طے پائی۔ اَب آپ بتائیے کہ باپ کے ذریعہ بنائے گئے عملے کے پیسے میں بیٹی اور نواسے کا کیا حق نکلے گا؟ کلن بھائی کی اور کوئی بیٹی یا اُس کی اَولاد حیات نہیں ہے، سوائے پاکستان والی بیٹی کے اور اُن کا کوئی مطالبہ نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ واقعہ وبعد اداءِ حقوق ماتقدم علی الارث کلن صاحب کی وفات کے وقت جو دو بیٹی رشیداً اور اُس کی بہن زندہ تھی، شرعاً کلن کے ترکہ کی یہی دو بیٹی حق دار ہیں، اور جو تین بیٹی کلن کی زندگی میں وفات پاگئیں، اِسی طرح عالم نواسہ شرعاً کلن کے ترکہ کے حق دار نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ عملہ کی قیمت دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا، نواسہ عالم کو اُس میں کسی تصرف کا شرعاً حق نہیں ہے۔

أحدها أن یکون في المسئلة جنس واحدٌ ممن یرد علیه عند عدم من لا یرد علیه فاجعل المسئلة من رؤسهم. (السراجي في المیراث ٤٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۱/۲۴ھ

لڑکیوں کی موجودگی میں نانا کی میراث سے نواسہ محروم ہوگا

سوال (۲۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک زمین چندہ میاں کی تھی، اُس میں کلن نے کرایہ پر رہنے کے لئے مکان بنوایا اور زمین کا

کرایہ دیتے رہے، کلن کے پانچ لڑکیاں تھیں، جن میں سے تین کا انتقال ہوگیا دولڑکیاں حیات تھیں: رشیدن، شیرا خاتون ۔ تو کلن نے اپنے ایک نواسہ محمد عالم کو متبنیٰ بنالیا اور اُس کی پرورش کی، پھر جب محمد عالم جوان ہوگیا تو اُس نے اپنی خالہ کلن کی بیٹی رشیدن کو گھر سے نکال دیا اور کل جائیداد پر قبضہ کرلیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ محمد عالم کے نانا کی کل جائیداد پر زبردستی قبضہ کرلینا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس کرایہ کے مکان کو اگر چند آدمی خالی کروائیں اور اُس میں کچھ رقم مالک سے ملے تو اُس میں کلن کی اَولاد حقیقی شیرا خاتون اور رشیدن اور اُس کے نواسہ کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے تو کلن مرحوم کے بنائے ہوئے مکان کے ملبہ کی قیمت کی مستحق اُس کی صرف وہ لڑکیاں ہوں گی جو اُس کی وفات کے وقت حیات تھیں، کلن کے نواسہ کو اُس قیمت میں سے کچھ بھی لینے کا حق نہیں ہے۔

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمرات: وهم عشرة: أولاد البنات الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰/۳۱۷ رقم: ۳۳۳۴۲ زکریا)

قال عامة أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ذوي الأرحام يرث بعضهم من بعض وأنهم مؤخرون عن أصحاب الفرائض والعصبات لا يرث مع أحدهم. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۰/۳۱۷ زکریا) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸؍۱۰؍۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

بیٹے اور بیٹیوں کی موجودگی میں نواسے محروم ہیں

سوال (۲۴۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جو اپنی زندگی کے آخری ۲۸؍ یا ۳۰؍ سال ذہنی بیماری کے وجہ سے گذار دیتا ہے اور جو آخری ۵؍ یا ۶؍ سال بستر پر ہی فراغت کرلیتا ہو، کیا ایسے شخص کے حیات رہتے ہوئے اُس کی بیٹی

جن کا انتقال ہوجاتا ہو، کیا اس بیٹی کی اَولاد کا اُس شخص کی جائیداد میں کوئی حق نہیں ہوتا؟

ہوا اِس طرح کہ اُس شخص کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، بڑی بیٹی کی شادی اور اُس سے چھوٹی بیٹی کی شادی اپنے پورے ہوش وحواس میں اپنے ہاتھوں انجام دیں، چھوٹی بیٹی کی شادی اپنے بھانجے کے ساتھ کرائی جو روز روز کے جھگڑے اور بات طلاق تک پہنچ گئی، اِس کے بعد یہ لڑکی اپنے میکہ میں آ کر رہنے لگی، اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ جو لگ بھگ دو تین سال کی تھی، اس کے بعد اس بڑی بیٹی کو گردے کی بیماری ہوئی، دونوں گردے خراب ہونے کی وجہ سے انتقال ہوگیا، بیٹی کے اس کے چار لڑکے ہوئے، اس کے بعد اولاد کی طرف سے لاپرواہ ہوگئے؛ کیوں کہ ۱۰ر سال کم وبیش بولنا بند کردیا، پھر دو یا تین سال رات و دن کھڑے کھڑے گذار دئے، اس کے بعد لگاتار ۳ر سال تک نمازیں پڑھیں، مطلب یہ کہ دن ہو یا رات نمازیں پڑھتے رہتے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بستر پر نہیں لیٹے نہ رات کو نہ ہی دن کو، ایک کمبل اوڑھ کر ایک طرف کھڑے رہتے، جب کھانے کا معمول تھا کہ اگر کھانا شروع کیا تو انڈے ہی انڈے کھائے، یہ سلسلہ ایک سال چلا، اگر نہیں کھایا تو نہیں ہی کھایا، اگر اپنے حساب سے کوئی دوا کھانا شروع کی تو سالوں کھائی، جب کہ یہ اپنے زمانے کے اور اپنی یونیورسٹی کے سب سے قابل طالب علم تھے، انگریزی میں ڈبل ایم اے کیا تھا اور دو یا تین کتابیں بھی لکھی تھی، ایک شعری کتابچہ ''......کنٹرول'' پر اسلام کے رو سے لکھی تھی، BWD میں ٹھیکے داری کرتے تھے، الموڑہ میں ٹھیکے داری بلڈنگ کی کرتے تھے، جس مکان میں رہتے تھے، بتاتے ہیں کہ وہ آسیب زدہ تھا، ایک بار اُن کا روحانی علاج بھی کرایا، کچھ دن ٹھیک رہے، اُس کے بعد پھر ایسے ہی ہوگئے، اس کے بعد ڈاکٹری علاج بھی کرایا، مگر دوائی نہیں کھائی، ڈاکٹر سے کہا کہ دوائی نہیں کھاتے، تو ڈاکٹر نے کہا کہ آٹے میں گوندھ کر روٹی پکا کر کھلا دو، مگر انہیں کسی طرح پتہ چل گیا، روٹی کھانا ہی چھوڑ دی اور اشاروں میں کہا کہ تم لوگ مجھے مار دینا چاہتے ہو، بتاتے تھے کہ مجھے لوگوں کی آوازیں آتی ہیں، جب بڑی بیٹی کا انتقال ہوا نہ تو اس کے جنازے میں گئے نہ ہی اُن کو اس کا احساس ہوا، جب کہ وہ اس سے بے انتہاء محبت کرتے تھے، اسی کے نام سے اپنا گھر بنایا تھا اور

اسی کے نام پر مکان کا نام رکھا، باقی بیٹیوں کی شادیاں بھائیوں نے کی، کبھی اُنہوں نے ۵/ ہزار روپئے کی ایف ڈی بنادی تھی کہ ان لڑکیوں کی شادی میں دے دیں گے، جب تک یہ ایف ڈی پچیس پچیس ہزار کی ہوجائے گی، جو شخص سود کا پیسہ کھانا نہ جانتا ہو، اور وہ یہ کام کرے، کیا اُس کے دماغ کا یہی ہونا ہوسکتا ہے؟ جب کہ اپنی ہوش وحواس والی زندگی میں نہ معلوم کتنی بیوہ عورتوں کی امداد کرتے تھے، ماہانہ دیا کرتے تھے بعد کی زندگی میں اُنہوں نے اپنی بیوی کو بھی طلاق دے دی تھی، جب کہ وہ بے انتہاء محبت کرنے والے تھے، ۱۰/ سال بستر پر رہے، وہیں فراغت کی اور وہیں گذر گئے، اُن کو پیشاب وغیرہ اُن کی بیٹے کی بہو کراتی تھی۔

اِن سب باتوں کو جان کر ایک ناسمجھ انسان کیا کہہ سکتا ہے کہ اللہ نے اس اولاد کو جو اُن کی ایسی دماغی حیات میں انتقال کرگئی، اُس کی اولاد کو اُن کی جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ہوگا؟ مرنے ہونے کو تو اور بہت سی باتیں ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں جب تک انسان میں زندگی کے آثار موجود ہوں، اُس پر میت کے احکامات جاری نہیں ہوسکتے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں جس شخص مذکور نے زندگی کے آخری ۲۸-۳۰/ سال بحالتِ جنون گذارے ہیں اُس کو اس زمانہ میں میت تصور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اُس پر زندہ کے احکام جاری ہوں گے۔ دوسری جانب شریعت کا اُصول یہ ہے کہ انسان کے انتقال کے وقت اُس کے جو وارثین زندہ ہوتے ہیں ترکہ اُن ہی کے درمیان تقسیم ہوتا ہے اور جس وارث کا انتقال مورث کی زندگی میں ہوگیا ہو اُس کی اولادوں کو اُن سے اقرب وارثین کی موجودگی میں استحقاق حاصل نہیں ہوتا، پس حسبِ تحریر سوال شخص مذکور کی جس بیٹی کا انتقال ان کی زندگی میں ہوگیا اُس بیٹی کی اولاد کو شخص مذکور کے ترکہ میں سے کوئی حق حاصل نہ ہوگا؛ کیوں کہ یہاں اُن کے نواسوں کے مقابلہ میں سگے بیٹے اور بیٹی باحیات ہیں، اِن اقرب وارثین کی موجودگی میں نواسوں کا کوئی حق نہیں بنتا ہے۔

قال في السراجية: الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة. (السراجي في الميراث ص: ٢٢)

قال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر. (صحيح البخاري ٢/٩٩٧ رقم: ٦٧٣٥)

ثم رأيت في التتمة وجه قول مشايخ بلخ أن المورث ما دام حيًا فهو مالک لجميع أمواله من كل وجه فلو ملكه الوارث في هذه الحالة أدّى إلى أن يصير الشيء الواحد مملوكًا لشخصين لكل واحد منهما على الكمال في حالة واحدة، وهٰذا أمر تدفعه العقول. (تقريرات الرافعي / كتاب الفرائض ١٠/٣٥٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۸/۱۱/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحومہ بیٹی کی اَولاد کا باپ کی میراث میں حصہ

سوال (۲۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا میرے باپ کی میراث سے میری مرحومہ بہن کی اَولاد کو کچھ حصہ پہنچتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحومہ بہن کی اَولاد کا بطورِ وراثت کوئی حق نہیں بنتا؛ لیکن اگر والد زندگی میں حسنِ سلوک کے طور پر اپنی جائیداد میں سے کچھ دے دیں، تو شرعاً اِس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے۔

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء، وهم عشرة أولاد البنات الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠/٣١٧ زكريا)

الأفضل في هبة الإبن والبنت التليث كالميراث، وعند الثاني التنصيف. (الفتاویٰ البزازية، كتاب الهبة / الجنس الثالث في هبة الصغير ٦/٢٣٧)

كـل مـن يـدلـي أي يـنتمي إلى الميت بشخص، لا يرث مع وجود ذٰلک **الشخص**. (الشريفية شرح السراجية / باب الحجب ص: ٤٨ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۹/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی موجودگی میں اُس کی اولاد کا نانا کی میراث میں حصہ نہیں

سوال (۲۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد مرحوم نے رحلت کے وقت کچھ قطعات آراضی ترکہ میں چھوڑی ہے، میری دو بہنوں کا انتقال والد مرحوم کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا، والدہ بھی اُن سے قبل رخصت ہو چکی تھیں، والد صاحب کے انتقال کے بعد میری ایک بہن اور یہ ناچیز موجود ہے، کیا آراضی کی تقسیم میں مرحومہ دو بہنوں کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ اُن کی اَولاد موجود ہیں، اور جو بہن موجود ہیں اُن کا کیا حصہ ہوتا ہے؟ ایک تہائی یا پانچواں حصہ؟ اور کیا مرحومہ بہنوں کے بچوں کو بھی ترکہ میں کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن دو بہنوں کا انتقال والد صاحب کی زندگی میں ہو چکا ہے، اُن کو یا اُن کی اَولاد کو والد صاحب کے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور والد صاحب کا کل ترکہ تین حصوں میں تقسیم ہوکر دو حصے آپ کو اور ایک حصہ آپ کی بہن کو ملے گا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ١١]

وشروطه ثلاثة: ووجود وارثه عند موته حيًا حقيقةً أو تقديرًا كالحمل.
(شامي / كتاب الفرائض ١٠/٤٩١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائیوں کی موجودگی میں نواسے محروم

سوال (۲۴۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حسن بانو کے کچھ روپئے بینک میں جمع تھے، حسن بانو نے وہ روپئے اپنی زندگی میں اپنی لڑکی کے نام کردئے اور لڑکی کو کوئی کاغذات نہیں دئے کہ لڑکی کا انتقال حسن بانو سے پہلے ہوگیا، اِس کے بعد حسن بانو کا انتقال ہوا، اور وہ کاغذات جو بینک کے تھے، نواسوں کو انتقال کے بعد ملے، تو ایسی صورت میں بینک میں جمع شدہ روپیوں کا مالک کون ہوگا، نواسے یا حسن بانو کے بھائی؟ جنہوں نے ایک فرضی وصیت نامہ بنواکر بینک میں بھی داخل کردیا ہے، نواسوں کے نام یہ ہیں: خلیل احمد، جمیل احمد، بھائی کا نام: سخاوت حسین، لطافت حسین۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں بینک میں جمع شدہ روپئے حسن بانو نے اپنی زندگی میں لڑکی کو نہیں دئے؛ لہٰذا حسن بانو کے مرنے کے بعد یہ رقم اُس کے ترکہ میں شامل ہوگی، اور دو برابر حصوں میں تقسیم ہوکر ایک ایک حصہ ہر ایک بھائی کو ملے گا، اِس رقم میں بھائیوں کی موجودگی میں میت کے نواسوں کا حق نہ ہوگا۔

ولا يـرث مـع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ٩١/٦ دار الفكر بيروت، ٥٤٧/١٠ زكريا)

وأمـا الـعـصبة فهو من يأخذ الكل ...... وهو أربعة أصناف ...... وجزء أبيه.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٢٦٣/٢٠ زكريا)

وذوي الأرحـام من لا فرض لهم، ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمرات: وهـم عشرة أولاد البنات. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣١٧/٢٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱؍۳؍۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نواسیوں کے نام کل جائیداد ہبہ کرنا

سوال (۲۴۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ساجدہ خاتون مرحومہ کو کچھ جائیداد اپنے میکہ سے ملی، ساجدہ کے صرف ایک لڑکی تھی اور کوئی اَولاد نہیں، پھر ساجدہ خاتون کی لڑکی اپنی ماں کی حیات میں شادی کے بعد انتقال کرگئی؛ البتہ ساجدہ خاتون کی لڑکی کو دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، گویا اَب ساجدہ خاتون کو دو نواسی رہ گئیں، ساجدہ خاتون نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد اپنی جملہ جائیداد کو اپنی دونوں نواسیوں کے نام ہبہ کردی، بعد ہبہ کے ساجدہ خاتون کا انتقال ہوگیا، اُن کے ورثہ میں ایک حقیقی بھائی اور دو نواسی ہیں۔ اَب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ساجدہ خاتون کا ہبہ کل جائیداد کا درست ہوگا یا نہیں؟ اگر ہبہ جائیداد درست نہیں تو پھر ساجدہ خاتون کی جائیداد کے حق دار کون ہوں گے، اور مقدار ترکہ کس کو کتنا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحومہ ساجدہ خاتون نے نواسیوں کو جو ہبہ کیا ہے اُس میں یہ دیکھا جائے گا کہ ہبہ کرکے نواسیوں کو قابض ودخیل بنا کر خود اُس کی ملکیت سے بالکل لاتعلق ہوگئی تھیں یا نہیں؟ اگر ہبہ مکمل ہوگیا ہو تو پھر اُس میں ساجدہ کے دیگر وارثین کا کوئی حق نہ ہوگا، اور اگر ہبہ مکمل نہ ہوا ہو تو یہ وصیت کے درجہ میں ہوگا، اور صرف ایک تہائی حصہ میں اُس کا نفاذ ہوگا، یعنی ایک تہائی نواسیوں کو ملے گا اور بقیہ ساجدہ کے حقیقی بھائی کو ملے گا، اَب صحیح صورتِ حال معلوم کرکے حکم کا تعین کریں۔

العصبات وهم كل من ليس لهم سهام مقدر ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال، كذا في الاختيار شرح المختار. (الفتاویٰ الهندية / الباب الثالث في العصبات ٦/ ٤٥١ زكريا، تبيين الحقائق ٧/ ٤٨٥ زكريا)

يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك.

(شرح المجلة، كتاب الهبة / الباب الثالث ٤٧٣)

وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاع مميزًا غير مشغول، وحكمها ثبوت الملك للموهوب له. (الدر المختار مع تنوير الأبصار / كتاب الهبة ٤٨٩/٨-٤٩٠ زكريا)

وتجوز بالثلث للأجنبي عند عدم المانع، وإن لم يجز الوارث ذٰلك لا الزيادة عليه إلا أن تجيز ورثته. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / أول كتاب الوصايا ٣٣٩/١٠ زكريا، الفتاوىٰ الهندية / الباب الأول في كتاب الوصايا ٩٠/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۰/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پوتے، پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو دادا نانا کی میراث سے کب حصہ ملے گا؟

سوال (۲۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کی حیات میں بیٹے یا بیٹی کا انتقال ہوگیا، بیٹے اور بیٹی کی اَولاد حیات ہیں، تو دادا اور نانا کی میراث میں پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں حق دار ہوں گے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص کی زندگی میں اُس کے کسی بیٹے کا انتقال ہوگیا جس کی اَولاد موجود ہے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس شخص کی وفات کے وقت اُس کا کوئی دوسرا صلبی بیٹا حیات ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صلبی بیٹا زندہ موجود ہو تو مرنے والے کی بیٹی کی سب اولادیں دادا کی وراثت سے محروم ہوں گی؛ لیکن اگر مذکورہ شخص کی وفات کے وقت اُس کا کوئی بھی صلبی بیٹا حیات نہ ہو تو اُس کے پوتے پوتیوں کو حسبِ حصص شرعیہ حق ملے گا۔ اِسی طرح اگر مذکورہ شخص کی زندگی میں اُس کی کسی بیٹی کا انتقال ہوگیا اور بیٹی کی اَولادیں موجود ہیں تو یہ اَولادیں اپنے نانا کی وراثت میں اسی صورت میں حق دار بن سکتی ہیں جب کہ نانا کے انتقال کے وقت نہ تو اُن کا کوئی

عصبہ موجود ہو اور نہ اصحابُ الفروض میں سے کوئی زندہ ہو؛ لہٰذا اگر مذکورہ شخص کی وفات کے وقت اُس کی سگی اولاد میں سے کوئی موجود ہے یا پوتے پوتیاں موجود ہیں یا بھائی بھتیجے موجود ہیں یا چچا موجود ہیں یا چچازاد بھائی موجود ہیں، تو اُس کے ترکہ میں اُس مرحوم بیٹی کی اولاد یعنی نواسہ نواسیوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲۰/۳۴۷ ڈابھیل، ۳۰/۲۵۳ میرٹھ، کفایت المفتی زکریا ۸/۲۹۲ جدید زکریا، فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۲۶۶، آپ کے مسائل اور اُن کا حل ۷/۴۴۷ جدید، دینی مسائل اور اُن کا حل ۴۱۵)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولاهم بالميراث جزء الميت أي البنون ثم بنوهم. (السراجي في الميراث ص: ۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں بھانجی وارث ہوگی

سوال (۲۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اَحمدی بیگم کا انتقال ہوا، اُن کے شوہر کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا اور یہ دونوں لاولد تھے، نیز احمدی بیگم کے پاس کوئی رشتہ دار موجود نہیں ہیں؛ البتہ صرف ایک سگی بہن کی لڑکی شاہ زمانی بیگم زندہ ہے، اور احمدی بیگم کے شوہر کے بھائی موجود ہیں، تو آیا احمدی بیگم کا ترکہ شاہ زمانی بیگم کو ملے گا یا اُس کے شوہر کے بھائی کو بھی ملے گا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب اَحمدی بیگم کے وارثین میں عصبات اور ذوی الفروض میں سے کوئی موجود نہیں ہے، تو ایسی صورت میں جمیع مال کی مستحق مرحومہ کی بھانجی شاہ زمانی بیگم ہوگی، اُس کے مرحوم شوہر کے بھائیوں کے بچے مستحق نہیں ہوں گے۔

عن أبي حنيفة أن أقرب الأصناف ...... الصنف الأول ثم الثاني ثم الثالث.

(الشريفية ۱۱۳)

والثالث هم أولاد الأخوات وبنات الإخوة. (شريفية ١٢٥)

ذوي الأرحام: هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة فهو قسم ثالث حينئذٍ، ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة ...... ويقدم ...... ثم جزء أبويه، وهم أولاد الأخوات لأبوين أو لأب وأولاد الإخوة والأخوات لأم. وبنات الإخوة لأبوين أو لأب وإن نزلوا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار / باب تورث ذوي الأرحام ١٠/٥٤٥-٥٥٠ زكريا)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه، ولم يكن عصبة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب ذوي الأرحام ٦/٤٥٩ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۵/۸/۱ھ

بہن بھائی کی موجودگی میں بھانجیوں کا حصہ نہیں؛ تاہم تہائی مال کی وصیت درست ہے

سوال (۲۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بچپن سے نابینا ہے، اُس کے تین حقیقی بھائی اور دو بہنیں ہیں، معذور ہونے کی وجہ سے زید نے اپنی شادی نہیں کی، اِس وقت زید کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے، زید نے اپنی دونوں بہنوں کی ایک ایک لڑکی کی اَولاد کی طرح بچپن سے پرورش کی جوکہ زید کی حقیقی بھانجیاں ہیں، دونوں بھانجیوں کی شادی بھی زید نے ہی کی، اور تمام اخراجات پورے کئے، اور شادی کے پندرہ بیس سال گذر جانے تک بھی وہ دونوں لڑکیوں کے باپ کی طرح راہ ورسم کو انجام دیتا رہا، زید کے پاس ۱۵؍ بیگھہ موروثی زمین ہے، دو موروثی مکانات ہیں، ایک مکان تعمیر شدہ ہے، جب کہ دوسرا کھنڈر کی شکل میں ہے، اِس کے علاوہ زید نے تقریباً ۱۲؍ بیگھہ زمین خود خریدی، زید کے تینوں بھائی اور دونوں بہنیں شادی شدہ اور صاحب اَولاد ہیں۔ اَب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کی جائیداد کا حق

دارشرعی احکام کی روشنی میں کون بنتا ہے؟ اور زید اپنی دونوں بھانجیوں کو اپنی جائیداد دیتا ہے یا دونوں میں سے ایک کو دیتا ہے، اور ایک کو محروم کرتا ہے، تو کیا یہ درست ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیر صحتِ واقعہ زید جس قدر جائیداد کا مالک ہے، شرعاً اُس کی وفات کے بعد اُس کی کل جائیداد و مال کے حق دار اُس کے تینوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں، جس میں سے بہنوں کو بھائیوں کے مقابلہ میں ایک ایک حصہ اور بھائیوں کو اُس کا دوگنا حصہ ملے گا، اِس طرح کل مال آٹھ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک ایک بہنوں کو اور دو دو بھائیوں کو ملیں گے، نیز زید اگر چاہے تو اپنی بھانجیوں کے لئے تہائی مال کی وصیت بھی کرسکتا ہے، اور اگر ہبہ کرنا چاہے تو زندگی ہی میں ہبہ کرکے اُنہیں قابض ودخیل بنادے، اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے۔

قال الله تبارک وتعالیٰ: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ١١]

ثـم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي. (السراجي في الميراث ٤، الدر المختار / أول كتاب الفرائض ١٠/٤٩٥ زكريا)

وتتـم الهبة بـالقبض الكامل، لقوله عليه السلام: لا تجوز الهبة إلا مقبوضة.

(الدر المختار مع الشامي / كتاب الهبة ٤٩٣/٨ زكريا، ٦٨٨/٥ كراچی، مجمع الأنهر، كتاب الهبة / أركان الهبة ٣٥٣/٢ بيروت، شرح المجلة لسليم رستم باز / الكتاب السابع في الهبة، الفصل الأول ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧ كوئٹه، ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر / كتاب الهبة ٤٨٩/٣ كوئٹه، الهداية ٢٨٥/٣)

وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ٧٩١/٦ كراچی، كذا في البزازية على الفتاویٰ الهندية / الفصل الثالث في ذوي الأرحام ٤٥٧/٦ زكريا)

تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل؛ لأنها من التبرعات، والتبرع لا يتم إلا بالقبض. (شرح المجلة / كتاب الهبة ٤٦٢/١ رقم المادة: ٨٣٧)

الأفضل في هبة الابن والبنت والتثليث كالميراث، وعند الثاني التضيف.

(الفتاویٰ البزازية على هامش الفتاویٰ الهندية ٦/٢٣٧)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمرات: وهم عشرة: أولاد البنات، وأولاد الأخوات الخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠/٣١٧ رقم: ٣٣٣٤٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۱۱/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ماموں کی میراث میں بھانجے کا حصہ

سوال (۲۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری نانی نے میرے والد سے زبردستی والدہ کو طلاق دلوائی تھی، پھر میں نانا اور ماموں وغیرہ کے ساتھ رہتا رہا، پھر اُن لوگوں میں آپس میں بٹوارہ ہوگیا، تو میں اپنے ماموں سراج الدین کے پاس رہتا تھا، اُن کے تمام کام کرتا تھا، ۱۹۶۵ء میں ۸۰/روپئے ماہانہ دینا شروع کردیا، اور پھر ۱۰/اکتوبر ۱۹۷۶ء کو اُنہوں نے اپنی بڑی سگی بیٹی سے میری شادی کردی، میں نے شادی سے منع بھی کیا؛ لیکن وہ ہم سے شروع ہی سے کہتے تھے کہ میرے چار بیٹے نہیں پانچ بیٹے ہیں، مجھے تمہارے مکان وکاروبار وغیرہ کا انتظام کرنا ہے، میں نے تمہاری شادی اپنے اوپر کی ہے میری ذمہ داری ہے، غرضیکہ اُنہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم میرے لڑکے ہو، میں سب کچھ کروں گا، اس کے بعد اُنہوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔

آپ سے گذارش ہے کہ مسئلہ تحریر فرمادیں کہ مجھے کچھ ملے گا یا نہیں؟ کیوں کہ اُنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں سب کچھ دوں گا اور اپنی مرضی سے اپنی بیٹی کی مجھ سے شادی کی، وہ اگر کچھ نہیں دیتے تو وہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اُن کے لڑکوں کا کہنا ہے کہ صرف دوکان اور زمین میں لڑکیوں کا حصہ ہوتا ہے، مشینری، اوزار، زیورات، نقدی وغیرہ میں لڑکیوں کا حصہ نہیں ہوتا ہے۔

نوٹ: - ماں باپ کو بٹوارہ اپنی زندگی میں کردینا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحت سوال آپ اپنے ماموں سراج الدین کے ترکہ میں سے کسی بھی حصہ کے شرعاً مستحق نہیں ہیں، اور اُنہوں نے آپ کو جو دینے کا وعدہ کیا تھا وہ احسان کے بطور تھا، اَب اگر اُنہوں نے بلا وجہ اِس وعدہ کو پورا کرنے میں ٹال مٹول کی ہے تو اُنہیں وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا؛ لیکن آپ کو اُن سے مطالبہ کا حق نہیں ہے؛ بلکہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اور اگر کسی معقول وجہ کی بنیاد پر اُنہوں نے وعدہ کو پورا نہیں کیا، تو اُمید ہے کہ اُن سے وعدہ خلافی پر گناہ بھی نہ ہوگا؛ البتہ سراج الدین کی بیٹی ہونے کی حیثیت سے آپ کی اہلیہ اپنے والد کے کل ترکہ میں اپنے حصۂ وراثت کی حق دار ہے، اور یہ ترکہ خواہ زمین جائیداد کی شکل میں ہو یا نقد روپیہ وپیسہ یا مشینری اوزار وغیرہ، اُن سب میں سبھی ورثہ بشمول لڑکے لڑکیوں کا حق ہوتا ہے، یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ زیورات وغیرہ میں لڑکیوں کا حق نہیں ہے، اور مورث کو زندگی میں اپنا مال وارثوں کو برابر برابر دینا بہتر ہے۔

عن أبي صفرة قال: سمعت النعمان بن بشير رضي اللّٰه عنه يخطب قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: اعدلوا بين أولادكم، اعدلوا بين أولادكم.

(شعب الإيمان للبيهقي ٤٠٨/٦ رقم:٨٦٩١)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٤٥٩/٦ زكريا)

ثم يقسم الباقي بعد ذٰلک بين ورثته أي الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة وفي الشامية: وهم الأبوان والزوجان والبنون والبنات والإخوة والأخوات. (شامي / كتاب الفرائض ٤٩٧/١٠ زكريا، ٧٦٠/٦ دار الفكر بيروت)

وإن قصده فسوّى بينهم. (الدر المختار ٥٠١/٨ زكريا، وكذا في تكملة فتح الملهم ٧٥/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹؍۷؍۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ماموں کی جائیداد میں بھانجے کا حصہ بنتا ہے؟

سوال (۲۵۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں محمد بشیر ولد بھولا میاں عمر ۵۸ر سال، اپنے ماموں محمد اسماعیل مرحوم کے ساتھ آٹھ دس برس کی عمر سے ان کے گھر لشکری باغ ناگپور میں رہتا ہوں، اور ماموں مرحوم کے ہاتھ کرگھوں پر بنائی تنائی کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹاتا رہتا ہوں، مثلاً ساڑیوں کی گٹھری (فولڈنگ) کرنا، چوکا کھینچنا، پھول ڈھورنا بھرنا کرنا اور بگڑے ہوئے کرگھوں کو درست کرنا وغیرہ وغیرہ، ماموں کے سب لڑکے چھوٹے تھے اور کچھ اسکولوں میں پڑھ رہے تھے، ماموں کے کاروبار میں پورے طور پر ہاتھ بٹانے والا میں ہی تھا، ماموں مرحوم میرے کاموں سے بہت مطمئن اور خوش رہتے تھے اور مجھے اپنے بیٹوں کی طرح چاہتے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں جب میں جوان ہوگیا تو ماموں نے اپنی ایک حقیقی بیٹی عائشہ بی عرف ببو سے میرا نکاح بھی کردیا، اور ہمارے رہنے کے لئے اپنے ایک مکان میں ایک کمرہ ہمیں دے دیا، جب ہمارے کچھ بچے ہوگئے اور کمرہ میں تنگی ہونے لگی تو اس سے متصل جو دو کمرے تھے جس میں ایک کرایہ دار تھا، ماموں نے ان کمروں کو خالی کراکے ہمیں دے دیا، انہیں تینوں کمروں میں بیوی بچوں کو لے کر ساتھ رہتا ہوں۔

ماموں مرحوم میری خدمات کی بنا پر اپنی جائیداد میں مجھے حصہ دینے کا نیک اور مشفقانہ جذبہ رکھتے تھے، اُنہوں نے بعض لوگوں سے اپنے اس خیال وجذبہ کا اظہار بھی کیا، خصوصاً اُن کی اہلیہ محترمہ یعنی میری ممانی اور خوش دامن صاحبہ اپنے شوہر کے اس جذبہ وخیال کو خوب اچھی طرح جانتی تھیں، اور ماموں کے انتقال کے بعد اپنے بیٹوں کو ماموں مرحوم کے خیالات اور تجویز کو یاد دلاتی رہتی تھیں، ممانی صاحبہ نے انتقال کے دومہینہ قبل اپنے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ محمد بشیر اور عائشہ جن کمروں میں رہتے ہیں وہ ان کے نام کردو، ورنہ تمہارے ابا حشر کے میدان میں میرا دامن پکڑیں گے، اپنی ماں کی اس بات کے جواب میں لڑکوں نے کہا اماں ہم ان کو نکال تو نہیں رہے ہیں، اور نہ نکالیں گے وہ جس طرح پہلے سے رہتے آئے ہیں، اب بھی رہیں گے، اس بات کا تذکرہ ممانی صاحبہ نے اپنی

بیٹیوں اور نواسوں سے بھی کیا اور دیگر رشتہ داروں سے بھی کیا۔

ممانی کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے ماموں مرحوم کی جائیداد میں سے مجھے (محمد بشیر) کو کچھ بھی دینا نہیں چاہتے، اور میری بیوی عائشہ بی جوان کی حقیقی بہن ہے اس کو اس کا حصہ روپیہ کی شکل میں دینا چاہتے ہیں، مکان کا وہ حصہ جس میں ہم رہتے ہیں خالی کروانا چاہتے ہیں، اور مکانوں کی جو قیمت لگارہے ہیں وہ آج اس علاقہ میں زمینوں کی جو قیمت ہے اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ کم ہے، میری بیوی عائشہ اپنا حصہ اس مکان میں جس میں ہم ایک زمانہ سے آج بھی رہتے ہیں، مکان اور زمین کی شکل میں لینا چاہتی ہے، رقم کی شکل میں لینا نہیں چاہتی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں میرا یعنی محمد بشیر کا ماموں کی جائیداد میں شرعاً اور اخلاقاً کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں، جب کہ بیٹے بھی اپنے باپ کے ان جذبات وخیالات سے واقف ہیں، دوسرے یہ کہ میری بیوی زمین ومکان کی شکل میں اپنا حصہ طلب کرنے میں حق بجانب ہے یا نہیں، کیا اسے اپنا حصہ روپیہ کی شکل میں لینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مرحوم کے ورثہ میں چھ بیٹے اور سات بیٹیاں موجود ہیں، اور ایک بیوی تھی جس کا بعد میں انتقال ہوگیا، متروکہ جائیداد میں تین مکانات اور پاورلوم اور دیگر اثاثہ ہے جس کی قیمت کا تخمینہ پندرہ لاکھ روپیہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے ماموں صاحب نے جب کہ زندگی میں آپ کے نام کچھ نہیں کیا اور نہ کوئی وصیت کی تو اب ان کی وفات کے بعد آپ کو ان کی جائیداد میں کسی حصہ کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؛ البتہ آپ کی اہلیہ یعنی ماموں کی بیٹی اپنے والد کے ترکہ میں اگر روپیہ لینے پر راضی نہ ہو، تو اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، اسے جائیداد ہی میں سے حصہ دینا لازم ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

إعلم أن أسباب الملک ثلاثة: نقال: کبیع وهبة. وخلافة: کإرث.

وإصالة: وهو الاستيلاء حقيقةً بوضع اليد، أو حكمًا بالتهيئة كنصب شكبة الصيد. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الصيد ٤٦٣/٦ دار الفكر بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۸/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹی کی موجودگی میں بھانجے محروم

سوال (۲۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبد المجید خاں کا انتقال ہوا، اُنہوں نے ورثہ میں ایک بیٹی زبیدہ بیگم اور دو بھانجوں کو چھوڑا، تو زبیدہ بیگم پورے مکان کی حق دار ہوں گی یا نصف مکان کی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں عبد المجید کا سارا ترکہ صرف اُن کی بیٹی زبیدہ بیگم کو ملے گا، بھانجوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

ثم ذوي الأرحام أي يبدأ عند عدم الرد لانتفاء ذوي الفروض النسبية بذوي الأرحام. (الشريفية على السراجي ١١)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٤٥٩/٦ زكريا)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم، ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمرات: وهم عشرة ...... وأولاد الأخوات. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل السابع والعشرون في ذوي الأرحام ٣١٧/٢٠ رقم: ٣٣٣٤٢ زكريا)

ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ٥٤٧/١٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۵/۷ھ

نانی کی میراث سے خالہ کی موجودگی میں بھانجے اور بھانجی کا حصہ

سوال (۲۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسماۃ جن کو اپنی دادا الٰہی جائیداد میں سے ترکہ ملا تھا، یہ ترکہ مذکورہ مسماۃ کے علاوہ اُن کی ایک ہمشیرہ اور ایک برادر کے حصہ میں بھی آیا تھا، اِس کے علاوہ اُس ترکہ میں سے مسماۃ کے دو اور بھائی باپ شریک تھے، جو مسماۃ کی سوتیلی ماں سے تھے، اُن کو بھی ملا تھا، اس مسماۃ کا انتقال ہو چکا ہے، مسماۃ کے نرینہ اولاد نہیں ہے، صرف چار، بیٹیاں ہیں، جن میں ایک بیٹی کا انتقال مسماۃ کے سامنے ہی ہو چکا ہے، باقی تین بیٹیاں ہیں۔

(۱) کیا مسماۃ کی جائیداد میں سے جو بیٹی انتقال کر چکی ہے اُس کی اَولاد کو ترکہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

(۲) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مسماۃ کے دو سوتیلے بھائی تھے، جن کا انتقال مسماۃ کے سامنے ہی ہو چکا ہے، کیا اُن دونوں بھائیوں کی اولاد مسماۃ کی جائیداد میں سے حصہ دار ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جس بیٹی کا انتقال مسماۃ کی زندگی میں ہو چکا ہے اُس کی اَولاد مسماۃ کے ترکہ میں حق دار نہیں ہے۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكمًا كمفقود، ووجود وارثه عند موته حيًا حقيقةً أو تقديرًا كالحمل. (شامي / أول كتاب الفرائض ١٠/ ٤٩١ زكريا)

(۲) مسئولہ صورت میں مسماۃ کے ترکہ کے تین حصے کر کے دو حصے اُس کی لڑکیوں کو ملیں گے اور ایک حصہ میں اُس کے بھتیجے (سوتیلے بھائی کے لڑکے) حق دار ہوں گے، بھتیجیوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

ويقدم الأقرب فالأقرب منهم بهٰذا الترتيب، فيقدم جزء الميت ...... ثم جزء أبيه الأخ لأبوين، ثم لأب (الدر المختار) وقال الشامي: قوله: ثم الأب أي ثم الأخ لأب. (الدر المختار مع الشامي / فصل في العصبات ١٠/ ٥١٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۵/۶/ ۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچازاد بھائیوں کے ساتھ بھانجے اور بھانجی کے درمیان ترکہ کی تقسیم

سوال (۲۵۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے ماموں عصمت اللہ کا انتقال ہوا، اُنہوں نے زندگی میں کل تین نکاح یکے بعد دیگرے کئے؛ لیکن کسی بیوی سے اُن کی کوئی اَولاد نہیں ہوئی، اور تینوں بیویاں اُن کی زندگی میں فوت ہوگئیں، ایک بیوی کے اُس کے سابقہ شوہر سے تین اَولادیں (دولڑکے ایک لڑکی جو لے کر آئی تھیں وہ) زندہ ہیں۔ اَب عصمت اللہ کی تین بہنیں تھیں: لطیفن، حبیبن، رفیقن، اُن سب بہنوں کا بھی عصمت اللہ کی زندگی میں انتقال ہوگیا؛ لیکن اُن کی اَولادیں زندہ ہیں، ماموں کے عصبات میں دو چچا کی اَولاد فاروق اور چھوٹے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں میت کا ترکہ اُس کے دونوں چچازاد بھائیوں کو ملے گا اور اُن کی موجودگی میں بہنوں کی سبھی اولادیں محروم ہوں گی۔ (سراجی ٦)

عن زید بن ثابت قال: وابن العم للأب أولیٰ من عم الأب الخ. (السنن الکبریٰ للبیهقي / باب ترتیب العصبة ٤٥٥/٦ رقم: ١٢٣٧٣ دار الکتب العلمیة بیروت)

وأما العصبة فهو من یأخذ الکل …… وهو أربعة أصناف …… وجزء جده الأقرب …… أولی العصبات بالمیراث …… ثم العمّ لأب وأم، ثم العم لأب، ثم ابن العم لأب وأم. (الفتاویٰ التاتارخانیة ٢٦٣/٢٠-٢٦٤ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچازاد بھتیجوں کے ساتھ بھانجی اور بھتیجیوں کا حکم

سوال (۲۵۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد انوار نامی شخص اپنے والدین کی اِکلوتی نرینہ اولاد تھی، اُس کی صرف ایک بہن تھی جو انوار سے پہلے ہی انتقال کرگئی، اور محمد انوار نے کوئی شادی نہیں کی تھی، اُس کی کوئی اَولاد بھی نہیں ہے۔

چند ہفتہ قبل انوار کا انتقال ہوگیا، اُس نے کچھ جائیداد اور مال واَسباب چھوڑا ہے، جس کو اُس نے نہ تو کسی کو ہبہ کیا تھا اور نہ ہی کسی اِدارے کو وقف کیا۔ محمد انوار کے والدین، بہن، چچا اور چچازاد بھائی سب کا انتقال انوار سے پہلے ہی ہوگیا تھا، اُس کے خاندان میں فی الوقت بھانجے بھانجیاں اور بھتیجے بھتیجیاں ہیں، ایسی صورت میں انوار کی اَملاک کے وارث میں کون کون صاحبان ہوں گے؟ اور ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال مرحوم محمد انوار کا ترکہ زندہ موجود چچا زاد بھتیجوں میں برابر تقسیم ہوگا، اور بھتیجیاں اور بھانجے بھانجیوں کو اُس کے ترکہ میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

أما العصبة بنفسه …… أربعة أصناف …… جزء جده أي الأعمام ثم بنوهم وإن سفلوا. (السراجي في الميراث ص: ۲۲-۲۳)

ومن لا فرض لها من الإناث وأخوها عصبة لا تصير عصبة بأخيها. (السراجي في الميراث ص: ۲۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی کی موجودگی میں بھتیجے محروم

سوال (۲۵۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی چھٹا کا انتقال ہوگیا اُن کے ورثہ میں صرف ایک بھائی شبیر احمد اور (مرحوم بھائی اللہ دئے کی اولادیں) تین بھتیجیاں ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک کو حاجی چھٹا کی جائیداد سے کتنے کتنے سہام ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال مسئولہ صورت میں حاجی چھٹا کا کل

ترکہ اُن کے حقیقی بھائی شبیر احمد کو ملے گا، اور اُن کے بھتیجے سب محروم ہوں گے۔

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٤٥٩/٦ زكريا)

وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ٧٩١/٦ كراچی، كذا في البزازية على الفتاویٰ الهندية / الفصل الثالث في ذوي الأرحام ٤٥٧/٦ زكريا)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم، ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمرات: وهم عشرة: أولاد البنات وأولاد الأخوات وبنات الأخ الخ.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٣١٧/٢٠ رقم: ٣٣٣٤٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۴/۲/۱۴ھ

بھائی کی موجودگی میں بھتیجی کا حصہ

سوال (۲۵۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں کرایہ کے گھر میں رہتی تھی اور بہت پریشان تھی، اِس وجہ سے چچا مجھے اپنے گھر پر لے آئے تھے، اور میں چچا کے ساتھ رہنے لگی؛ کیوں کہ میرے چچا کے کوئی اولاد نہیں تھی، اِس لئے چچا نے مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھ لیا، میرے آنے کے ۱۷/دن بعد میری چچی کا انتقال ہوگیا، ۲۰۰۹ء میں چچی کے انتقال کے بعد چچا کی دیکھ بھال اور کھانے کا انتظام میں خود کرتی تھی، وہ میری خدمت سے بہت خوش تھے، میرے حالات بہت کمزور ہیں، لڑکیوں کا ساتھ ہے، اور میں خود بھی سلائی کرتی ہوں، چچا مجھ سے بہت خوش تھے، اس وجہ سے انہوں نے مجھے باورچی خانہ وغیرہ بنواکر دیا اور ہم نے بھی اپنا تھوڑا پیسہ بنوانے میں لگایا، قسمت کی بات کہ ۵/مارچ ۲۰۱۲ء کو میرے چچا کا بھی انتقال ہوگیا، اور ہمارے چھوٹے چچا اپنے کو اس گھر کا مالک بتاتے ہیں، اور مجھے پریشان

کررہے ہیں، جب کہ ان کے پاس کافی پیسہ ہے، خدا کے لئے آپ کوئی حل بتائیے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کے چھوٹے چچا کی موجودگی میں آپ اپنے مرحوم چچا کے ترکہ میں وراثت کی حق دار نہیں ہیں؛ البتہ اگر باحیات چھوٹے چچا خود اپنی مرضی سے آپ کو کچھ حصہ دے دیں، تو ان کی طرف سے تبرع اور احسان ہوگا، آپ کو ان سے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

وهو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة سوى الزوجين لعدم الرد عليهما. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ٧٩١/٦ كراچی، كذا في البزازية على الفتاوىٰ الهندية / الفصل الثالث في ذوي الأرحام ٤٥٧/٦ زكريا)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٤٥٩/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۶/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر وارثین میں صرف ایک بھتیجہ اور ایک بھتیجی ہو تو؟

سوال (۲۶۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسماۃ پیاری بیگم بیوہ منا ومسماۃ صاحب جان بیوہ عبد الواحد ایک مکان کی مالکان تھیں، جنہوں نے اپنی حیات میں آدھا حصہ مکان دو اشخاص کو بیچ دیا ہے، اور آدھا حصہ مکان چھوڑ کر مریں، اول پیاری بیگم کا اور پھر صاحب جان کا انتقال ہوگیا، یہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں، اُن کی وارثان شرعی میں ایک حقیقی بھتیجہ: عمران حسین عرف پتن اور ایک حقیقی بھتیجی: مسماۃ بھوری (پسر محمد اسماعیل ودختر نوشے عرف بلن) محمد اسماعیل اور نوشے عرف بلن دونوں آپس میں سگے بھائی اور دونوں عورتوں (پیاری

بیگم وصاحب جان) کے سگے بھائی تھے، یعنی دونوں عورتوں کے ایک حقیقی بھتیجہ عمران حسین عرف پٹن اور ایک سگی بھتیجی بھوری ہی ہیں، آیا عورتوں کا ترکہ بھتیجہ اور بھتیجی دونوں کو ملے گا یا کوئی محروم رہے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیر صحتِ سوال صورتِ مسئولہ میں دونوں عورتوں کا صرف بھتیجہ وارث ہے، بھتیجی ذوی الارحام میں ہونے کی بنا پر محروم ہے۔

العصبة: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبات ٦/٤٥١ زكريا)

العصبة من يأخذ جميع المال عند انفراده، وما أبقته الفرائض عند وجود من له الفرض المقدر. (تبيين الحقائق / كتاب الفرائض ٧/٤٨٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وإنما يرث ذووا الأرحام إذا لم يكن أحد من أصحاب الفرائض ممن يرد عليه ولم يكن عصبة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب العاشر في ذوي الأرحام ٦/٤٥٩ زكريا)

ولا يرث مع ذي سهم ولا عصبة. (الدر المختار، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ١٠/٥٤٥-٥٤٧ زكريا)

وذوي الأرحام من لا فرض لهم ولا تعصيب من الأقرباء، وفي المضمرات وهم عشرة ...... وبنات الأخ. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠/٣١٧ زكريا)

أولى العصبات بالميراث الابن، ثم ابن الابن ...... ثم الأب ...... ثم الجد أب الأب ...... ثم الأخ لأب ثم ابن الأخ لأب وأم الخ، مقدم على ذوي الأرحام.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠/٢٦٣-٢٦٤ زكريا)

ومن لا فرض لها من الإناث وأخوها عصبة لا تصير عصبة بأخيها.

(السراجي مع الشريفية ٤٨، الفتاویٰ الهندية ٦/٤٥١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۷ھ

بیوی کا متروکہ مال بیوی کی بھتیجی کے لڑکے کو ملے گا یا شوہر کے بھتیجے کو؟

سوال (۲۶۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بنا اَولاد بیوہ کو اپنے خاوند سے اُس کے مرنے کے بعد جائیداد کا چوتھائی حصہ ملا ہے، یہ معلوم کرلیا گیا ہے کہ اَولاد نہ ہونے کی حالت میں بیوہ کو چوتھائی حصہ ملتا ہے۔ اَب پتہ یہ چلانا ہے کہ جب بیوہ کی وفات ہوجاتی ہے، تب ایک طرف بیوہ کی بھتیجی کا لڑکا دعویٰ کرتا ہے کہ اُس بیوہ کی جائیداد کا میں مالک ہوں اور مجھے ملنے کا حق ہے۔ دوسری طرف اُس بیوہ کے شوہر کے بھتیجے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اُس جائیداد کا مالک ہوں، ہمیں یہ جائیداد ملنے کا حق ہے۔ ایسی حالت میں جائیداد کا بٹوارہ کس طرح ہوگا؟ کیا بیوہ کی پوری جائیداد بیوہ کی بھتیجی کی اولاد کو ملے گی یا بیوہ کے شوہر کے بھتیجے کو ملے گی؟ اُس بیوہ کی جائیداد کا حقیقی وارث کون ہوگا، اور کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال وبعد اَداء حقوق متقدمہ علی الارث متوفیہ کے ترکہ کا مالک بھتیجی کا لڑکا ہوگا، اور وراثت اُسی کو ملے گی جب کہ شوہر کے بھتیجے کو کچھ نہیں ملے گا۔

قال الحصكفي تحت باب توريث ذوى الأرحام: هو كل قريب ليس بذي سهم لا عصبة فهو قسم ثالث – إلى قوله – ثم جزء أبويه وهم أولاد الأخوات لأبوين أو لأب وأولاد الإخوة والأخوات لأم – إلى قوله – وإن نزلوا.

(شامي، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ۱۰/۵۴۵–۵۵۰ زكريا)

وقوله: فيأخذ المنفرد أي الواحد منهم من أي صنف كان جميع المال أي أو ما بقي بعد فرض أحد الزوجين. (شامي، كتاب الفرائض / باب توريث ذوي الأرحام ۱۰/۵۴۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفقود کے مال کے احکام

مفقود کے مال کی تقسیم جائز نہیں

سوال (۲۶۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مفقود کے دو حقیقی بھائی زندہ ہیں، اور اُن کے سامنے دو حقیقی بھائی مر چکے تھے، مفقود کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی تھی جو مر گئی، اُس کے ۶؍ بچے ہیں: چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ مفقود کی نصف زمین دونوں بھائیوں کے قبضہ میں ہے، اور نصف زمین پر فوت شدہ دونوں بھائیوں کے ایک ایک لڑکے نے قبضہ کرلیا ہے۔ اَب ہم یہ چاہتے ہیں کہ اُس زمین کے پانچ حصے کر لئے جائیں؛ تاکہ ہر ہر فرد کو ایک ایک حصہ مل جائے، اور پانچواں حصہ مصرفِ خیر میں دے دیا جائے، تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ مفقود کی لڑکی کے چار بچے موجود ہیں۔ بینوا وتوجروا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مفقود اپنے مال میں زندہ تصور کیا جاتا ہے؛ تا آں کہ اُس کی موت کا یقین ہو جائے، مثلاً حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق اُس کی مدت عمر ۹۰؍ سال گذر جائے، یا قاضی یا محکمۂ شرعیہ مذہبِ مالکیہ کے مطابق ۴؍ سال کے بعد اُس کی موت کا فیصلہ کر دے۔ بریں بناء صورتِ مسئولہ میں مفقود کے مال کی تقسیم درست نہیں ہے؛ بلکہ اُسے موت کے فیلہ تک محفوظ رکھا جائے گا۔

إن عمر وعثمان قضيا في ميراث المفقود يقسم من يوم تمضي الأربع سنوات على امرأته وتسهيل عدتها أربعة أشهر وعشرًا. (المصنف لعبد الرزاق ۸۵/۷ رقم: ۱۲۳۱۸، كنز العمال ۳۰۲/۹ رقم: ۲۸۰۱۹)

عن قتادة قال: إذا مضت أربع سنين من حين ترفع امرأة المفقود أمرها أنه يقسم ماله بين ورثته. (المصنف لعبد الرزاق ۹۰/۷ رقم: ۱۲۳۲۹)

عن ابن عمر أنه قال: ينفق عليها الأربع السنين من مال المفقود؛ لأنها حبست نفسها عليه، وقال: ابن عباس لسنتين، فإن جاء زوجها قضت من ماله؛ فإن مات قضت من نصيبها من الميراث. (معرفة السنن والآثار ۷۴/۶ رقم: ۴۶۹۲)

المفقود حي في ماله حتى لا يرث منه أحد ......، ويوقف ماله حتى تصح موته أو تمضي عليه مدة ......، وقال بعضهم: تسعون سنة، ...... وعليه الفتوىٰ. (السراجي مع شرحه الشريفية / فصل في المفقود ص: ۱۵۲، بدائع الصنائع / كتاب المفقود ۲۸۷/۵-۲۸۹ المكتبة النعيمية ديوبند)

المفقود: وهو الغائب الذي انقطع خبره، ولا تدرى حياته ولا موته، وحكمه ما أشار إليه بقوله: المفقود حيّ في ماله حتى لا يرث منه أحد ...... لثبوت حياته باستصحاب الحال، وهو معتبر في إبقاء ما كان على ما كان دون إثبات ما لم يكن، ولهٰذا لا يثبت استحقاق ورثته لماله ...... ويوقف ماله حتى تصح موته أو تمضي عليه مدة. (شرح السراجية في الفرائض والمواريث / فصل في المفقود ص: ۱۹۵ مكتبة الباز مكة المكرمة، ۱۵۲ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۸/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا اَولادِ مفقود الخبر باپ کی میراث کو دادا کے ترکہ سے حاصل کرکے فروخت کرسکتی ہے؟

سوال (۲۶۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رفیع احمد صاحب کے والد کا انتقال ہوا، والد صاحب کی متروکہ جائیداد رفیع احمد کے تین

بھائی، چار بہنیں اور رفیع احمد کی اَولاد کے درمیان تقسیم ہوئی۔ واضح رہے کہ تقسیم جائیداد کے وقت رفیع احمد گھر پر موجود نہیں تھے؛ کیوں کہ رفیع احمد اپنے والد کے انتقال سے پہلے گھر سے لاپتہ ہوگئے اور بارہ سال کا عرصہ گذر گیا ہے، اَب تک رفیع احمد گھر نہیں آئے، اِس وقت نہ ہی اُن کا کوئی پتہ ہے، اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ بقید حیات ہیں یا نہیں؛ اِس لئے تقسیم میراث کے وقت رفیع احمد کی اَولاد اُن کے قائم مقام تھی اور رفیع احمد کا میراث میں جو حصہ تھا وہ اُن کی اولاد کو ملا، اَب اُن کی اولاد میراث سے حاصل شدہ جائیداد کو فروخت کرنا چاہتی ہے، تو کیا رفیع احمد کی اَولاد اُس جائیداد کو فروخت کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیا اُن کے آنے کا انتظار کرنا ضروری ہے یا فی الفور بیچ سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں رفیع احمد چوں کہ اپنے والد کی زندگی سے لاپتہ ہے؛ اِس لئے والد کے انتقال کے بعد رفیع احمد کی اَولاد شرعاً اپنے دادا (رفیع احمد کے والد) کی میراث کی حق دار نہ ہوگی، اور نہ ہی اُنہیں مذکورہ جائیداد کو فروخت کرنے کا حق ہوگا؛ بلکہ رفیع احمد کے حصہ کو محفوظ رکھا جائے گا اور جب اُن کی موت کا یقین ہوجائے، تو اُن کا حصہ اُن کے والد کے وارثین میں حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا، رفیع احمد کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا؛ لیکن اگر دیگر وارثین اپنی طرف سے کچھ دے دیں تو اُنہیں اختیار ہے۔

ولا یرث من أحد مات أي قبل الحکم بموته؛ لأن بقائه حیًا في ذٰلک الوقت باستصحاب الحال، وهو لا یصلح حجة في الاستحقاق ...... والحاصل أنه حي في مال نفسه، فلا یورث میت في حق غیره فلا یرث. (البحر الرائق / کتاب المفقود ۵/۲۷۷ زکریا)

ولکن معنی هٰذه العبارة أنه تجرئ علیه أحکام الأحیاء فیما کان له، فلا یورث ماله ولا تبین امرأته، کأنه حي حقیقة، وتجري علیه أحکام الأموات فیما لم یکن له، فلا یرث أحدا کأنه میت حقیقة. (بدائع الصنائع / کتاب المفقود ۵/۲۸۷ زکریا)

وأما الموقوف من تركة غيره، فإنه يرد على ورثة ذلك الغير، ويقسم بينهم كأن المفقود لم يكن. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثامن في المفقود والأسير ٤٥٦/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفقود کا شرعی حکم

سوال (۲۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مفقود کے مال کی تقسیم یا مفقود کے مورث کے ترکہ میں سے حصہ پانے کے بارے میں شریعت کیا کیا حکم ہے؟ کیا محض کسی شخص کے مفقود الخبر ہونے کی وجہ سے اُس کو مردہ فرض کر کے اُس کے حصہ کو دیگر وارثین میں تقسیم کر دیا جائے گا؟ اور اگر اُس کو زندہ فرض کر کے اُس کے مال کو محفوظ رکھا جائے تو شریعت نے مفقود کے اوپر میت کے اَحکام جاری کرنے کے لئے کتنی مدت کو شرط قرار دیا ہے؟ ہر دو صورت میں مفقود کے مال کی تقسیم کا کیا طریقہ ہوگا؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مفقود کے بارے میں اَصل شرعی حکم یہ ہے کہ جب تک اُس کی موت متعین نہ ہوجائے، اُس وقت تک اُس پر اُس کے مال کو نہ تو تقسیم کیا جائے گا، اور نہ وہ کسی دوسرے مورث کا وارث بنے گا، اور اُس کو حکماً میت قرار دینے کی دو شکلیں ہیں:

اَول یہ کہ اُس کو غائب ہوئے اتنا طویل عرصہ گذر جائے کہ اُس کے ہم عصر لوگوں میں کوئی باقی نہ رہے، جس اندازہ مفتی بہ قول پر ۹۰ر سال کی عمر سے لگایا گیا ہے۔

اور ایک دوسری صورت یہ ہے کہ اُس کے بارے میں عدالتِ عالیہ یا غیر اسلامی حکومتوں میں دار القضاء یا محکمہ شرعیہ میں مقدمہ درج کیا جائے، اور عدالت کی طرف سے مذہبِ مالکی کے

مطابق ۴؍سال گذرنے پر اُس کی موت کا فیصلہ کردیا جائے، تو اب اُس پر میت کے احکام حسبِ ضابطہ جاری ہوں گے۔ اور جب تک اُس پر میت کے احکام جاری نہ ہوں تو اُس مفقود کا متروکہ مال محفوظ رکھا جائے گا۔ (مستفاد: طرازی شرح سراجی ۲۸۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۷/۵/۵

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گم شدہ بیوی کا حصہ کیسے متعین کیا جائے؟

سوال (۲۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوا، وارثین میں بیوی، ماں، باپ اور دو بیٹی چھوڑیں؛ لیکن بیوی مفقودہ ہے، عرصہ سے لا پتہ ہے، تو اَب اُس شخص کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟ آیا بیوی کا بھی حصہ لگایا جائے گا یا صرف موجودہ وارثین کے درمیان سب مال تقسیم کردیا جائے گا؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مذکورہ میت کی میراث حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم کی جائے گی، جس میں بیوی کو ایک مرتبہ زندہ اور ایک مرتبہ مردہ فرض کرکے دو مسئلے بنائے جائیں گے، اور دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ہر وارث کو ملے گا، اور مابقیہ حصہ بیوی کے واپس آنے یا اُس کی موت کے تحقق تک محفوظ رکھا جائے گا۔ نقشہ حسبِ ذیل ہے:

تصـ: ۵۴

عـ: ۹/۲۷

مسئلہ: ۲۴ توافق بالثلث / وفق: ۹

میـــــــــت

بیوی مفقودہ (زندہ)	ماں	باپ	بیٹی	بیٹی
ثمن	سدس	سدس	ثلثان	
۳/۶	۴/۸	۴/۸	۱۶/۳۲	

مسئلہ: ۶/۲ توافق بالثلث / وفق: ۲

میـــــــــــــــــــــــــــــــت

بیوی مفقودہ (مردہ)	ماں	باپ	بیٹی	بیٹی
×	سدس	سدس	ثلثان	
×	۱	۱	۴	
×	۹	۹	۳۶	

منتج مسئلہ میـــــــــــت تصـ: ۵۴

	ماں	باپ	بیٹی	بیٹی
حاصل شدہ حصص	۸	۸	۳۲	
موقوفہ حصص	۱	۱	۴	

مذکورہ مثال میں مفقود ہ بیوی کو زندہ فرض کرنے کی صورت میں ثمن اور سدس جمع ہونے کی وجہ سے ۲۴/ سے مسئلہ بنا کر بیوی کو ثمن ۸/ دیا، اور ماں باپ کو سدس ۴-۴/ دیا، اور دونوں بیٹیوں کو ثلثان ۱۶/ دیا، فی کس ۸-۸، اور عول ۲۷/ سے ہوا۔ اور مفقودہ بیوی کو مردہ فرض کرنے کی صورت میں سدس اور ثلثان جمع ہونے کی وجہ سے ۶/ سے مسئلہ بنا کر ماں باپ کو سدس ۱-۱/ دیا، اور دونوں بیٹیوں کو ثلثان ۴/ دیا، فی کس ۲-۲۔ پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق دونوں مسئلوں کے درمیان یعنی ۶/ اور ۲۷/ میں توافق بالثلث کی نسبت ہونے کی وجہ سے ۶/ کے وفق ۲/ کو ۲۷/ کے وفق ۹/ میں ضرب دیا، تو حاصل ضرب ۵۴/ آیا، پھر اسی ۲/ کے ذریعہ سے پہلے مسئلہ کے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا، تو ماں باپ کو ۸-۸/ ملے، اور بیٹیوں کو ۳۲/ ملے، فی کس ۱۶-۱۶۔ اِس کے بعد پہلے مسئلہ کے عول ۲۷/ کے وفق ۹/ کو لے کر دوسرے مسئلہ کے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا، تو ماں باپ کو ۹-۹/ ملے، اور دونوں بیٹیوں کو ۳۶/ ملے، فی کس ۱۸-۱۸۔

اَب چوں کہ مفقود کی توریث کا قاعدہ ہے کہ ہر وارث کو دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ملتا ہے، اور مابقیہ کو محفوظ کرلیا جاتا ہے، اِس لئے ماں باپ کو ۸-۸/ ملیں گے، اور ایک حصہ محفوظ کرلیا جائے گا، اور دونوں بیٹیوں کو ۳۲/ ملیں گے، اور ۴/ حصے محفوظ کرلئے جائیں گے۔ اِس طرح ۵۴/ میں سے ۴۸/ حصے وارثین کو دے کر ۶/ حصے مفقودہ بیوی کی موت کی خبر تک یا متعینہ مدت کے

اندر اندر آنے تک محفوظ رکھے جائیں گے، جو متعینہ مدت کے اندر آنے پر اُسے مل جائیں گے، اور اگر موت کی خبر متحقق ہوگئی یا متعینہ مدت تک واپسی نہ ہوسکی تو اُن ۶/ حصوں میں سے ۲/ حصے ماں باپ کو اور ۴/ حصے بیٹیوں کو واپس کر دئے جائیں گے، جیسا کہ مسئلہ کی تنقیح سے پتہ چلتا ہے۔

وإذا ترک الرجل أبوين وابنتين وست أخوات متفرقات وزوجة مفقودة، يعمل أولاً على أن المفقودة حية، فيكون المسئلة من أربعة وعشرين، للزوج الثمن (ثلاثة) وللأبوين السدس (ثمانية) وللابنتين الثلثان ستة عشر، فعالت إلىٰ سبعة وعشرين، ثم يعمل على أنها ميتة، فيكون المسئلة من ستة: للأبوين الثلث سهمان من ستة، وللأبنتين الثلثان أربعة من ستة، فالمسئلة الأولىٰ من سبعة وعشرين، والمسئلة الثانية من ستة، وبينهما موافقة بالثلث فاضرب وفق إحداهما في جميع الأخرىٰ، فيكون أربعة وخمسين، كان للأبوين ثمانية من سبعة وعشرين، ضربناها في وفق الستة وذٰلک إثنان، فيكون ستة عشر، وكان لهما سهمان من ستة، ضربناهما في وفق سبعة وعشرين وذٰلک تسعة، فيكون ثمانية عشر، فيعطىٰ لهما ستة عشر؛ لأنه أقل نصيبهما، وكان للبنتين ستة عشر من سبعة وعشرين ضربناها في وفق الستة، فيصير اثنين وثلاثين، وكان لهما أربعة من ستة ضربناها في (وفق) سبعة وعشرين وذٰلک تسعة فتكون ستة وثلاثين، (فيعطىٰ لهما إثنان وثلاثون) لأنها أقل نصيبهما، بقي هناک ستة توقف هٰذه، فإن علم أنها كانت حية يوم مات هٰذا الميت، كان ذٰلک لها؛ وإن علم أنها كانت ميتة يوم مات هٰذا الميت يردّ (من) الموقوف سهمان على الأبوين تمام الثلث، وأربعة على الإبنتين تمام الثلثين. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ۲۰/ ۳۸۰-۳۸۱ رقم: ۳۳٤۹٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۵/۵

کیالا پتہ شوہر مرحوم بیوی کا وارث ہوگا؟

سوال (٢٦٦):-کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا شوہر کافی دنوں سے لا پتہ ہے، اَب اُس عورت کا انتقال ہوگیا ہے، وارثین میں مفقود شوہر، ایک حقیقی بہن، ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن اور اُس کی ماں ہے، مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال مرحومہ بیوی کا ترکہ تقسیم کرتے وقت اُس کے شوہر کو دیگر وارثین کے ساتھ ایک بار زندہ فرض کر کے مسئلہ بنائیں گے اور دوسری بار مردہ فرض کرکے، اور دونوں مسئلوں میں ہر وارث کو جو کم حصہ ہوگا وہ ملے گا، اور باقی حصوں کو شوہر کے لئے بچا کر رکھا جائے گا؛ تاآں کہ وہ متعینہ مدت کے اندر واپس آجائے، تو اُس کو اپنا حصہ مل جائے گا، یا اُس کا میت ہونا ثابت ہوجائے تو اِس محفوظ حصے کو موجودہ وارثین میں دوبارہ تقسیم کردیا جائے گا۔ مسئولہ صورت کا نقشہ حسبِ ذیل ہے:

مسئلہ: ٦، عـ:١٠، تصـ:٧٠ — تباین

میـــــت

مفقود شوہر (زندہ)	حقیقی بہن	ماں	علاتی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بھائی
نصف	نصف	سدس	سدس	ثلث	
٣/٢١	٣/٢١	١/٧	١/٧	٢/١٤	

مسئلہ: ٦، عـ: ٧ — تباین

میـــــت

مفقود شوہر (مردہ)	حقیقی بہن	ماں	علاتی بہن	اخیافی بہن	اخیافی بھائی
×	نصف	سدس	سدس	ثلث	
×	٣/٣٠	١/١٠	١/١٠	٢/٢٠	
×					

منقح مسئلہ مسئلہ: ۷۰
میـــــــــــــــــــت

	حقیقی بہن	ماں	علاتی بہن	اخیافی بھائی	اخیافی بہن
حاصل شدہ حصص	۲۱	۷	۷	۱۴	
موقوفہ حصص	۹	۳	۳	۶	

مذکورہ مسئلہ میں مفقود شوہر کو زندہ فرض کرنے کی صورت میں نصف اور ثلث وسدس جمع ہونے کی وجہ سے مسئلہ ۶/ سے بنا کر شوہر اور حقیقی بہن کو نصف ۳-۳/ ملے، اخیافی بھائی بہن کو ثلث ۲/ ملے، اور علاتی بہن اور ماں کو سدس ۱-۱/ ملا، اور ۱۰/ سے عول ہوکر مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔

پھر دوسری مثال میں مفقود شوہر کو مردہ فرض کرنے کی صورت میں نصف اور ثلث وسدس جمع ہونے کی وجہ سے ۶/ سے مسئلہ بنا کر ۷/ سے عول ہوا، اور حقیقی بہن کو نصف ۳/ اور اخیافی بھائی بہن کو ثلث ۳/ اور علاتی بہن اور ماں کو سدس ۱/ ملا، پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق دونوں مسئلوں یعنی ۷/ اور ۱۰/ میں تباین ہونے کی وجہ سے ۷/ کو ۱۰/ میں ضرب دیا، حاصل ضرب ۷۰/ نکلا، پھر ۷/ سے پہلے مسئلہ کے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا، تو نصف پانے والوں کو ۲۱-۲۱/ ملے، اخیافی بھائی بہن کو ۱۴/ ملے، اور علاتی بہن اور ماں کو ۷-۷/ ملے، پھر ۱۰/ کے ذریعہ سے دوسرے مسئلہ کے وارثین کے سہام میں ضرب دیا تو حقیقی بہن کو ۳۰/ ملے، اخیافی بھائی بہن کو ۲۰/ ملے، اور علاتی بہن اور ماں کو ۱۰-۱۰/ ملے، پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق ہر وارث کو دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ملتا ہے، اِس لئے حقیقی بہن کو ۳۰/ میں سے ۲۱/ ملے، ۹/ محفوظ رکھے گئے، اور اخیافی بھائی بہن کو ۲۰/ میں سے ۱۴/ ملے، ۶/ محفوظ رکھے گئے، اور علاتی بہن اور ماں کو ۱۰/ میں سے ۷-۷/ ملے، اور ۳-۳/ محفوظ رکھے گئے، اِس طرح ۷۰/ میں سے ۴۹/ حصے وارثین کو ملے اور ۲۱/ حصے محفوظ رکھے گئے، جیسا کہ منقح مسئلہ سے واضح ہوتا ہے۔

اَب اگر متعینہ مدت کے اندر مفقود شوہر کی واپسی ہوگئی، تو یہ ۲۱/ حصے اُس کے اُسے دے دئے جائیں گے، اور اگر متعینہ مدت کے اندر واپسی نہ ہوسکی، یا مفقود کی موت کا ثبوت مل گیا، تو ۲۱/ حصوں میں سے حقیقی بہن کو ۹/ حصے اور علاتی بہن، ماں اور اخیافی بہن بھائی سب کو ۳-۳/ حصے

واپس کردیے جائیں گے۔

اِلقسم الرابع:– أن يكون إحدى المسئلتين غير موافق للأخرىٰ، ولا يعدلها ولا يساويها، فاضرب إحدٰهما في جميع الأخرىٰ، فما بلغ منه تصح المسئلة ثم اضرب سهام كل وارث من إحدى المسئلتين في جميع الأخرىٰ، واضرب سهامه من المسئلة الثانية في جميع الأولىٰ،ثم ادفع إليه أقل الأمرين.

مثاله: ثلاث أخوات متفرقات، وأم وأخ لأم وزوج مفقود، إن كان الزوج حيًّا، فالمسئلة من ستة، وتعول إلى عشرة وتصح منها (وإن كان الزوج ميتًّا، فالمسلة من سبعة وتصح منها) وليس إحدى المسئلتين جزءًا من الأخرىٰ، ولا موافقة بينهما، فاضرب إحدٰهما في الأخرىٰ، فيكون سبعين، فمنهما يصح القسمة، فمن كان له شيء من العشرة مضروب في سبعة، ومن كان له شيء من السبعة مضروب في جميع العشرة، ويعطىٰ ما هو الأقل، فنقول: كان للأم سهم من عشرة مضروبٍ في سبعةٍ، فيكون سبعة وكان لها من السبعة سهم مضروب في عشرة، فيكون عشرة، فيكون سبعة وكان لها من السبعة سهم مضروب في عشرة، فيكون عشرة، فيعطىٰ لها سبعة؛ لأنها أقل نصيبها، ومثله للأخت للأم، ومثله للأخ لأم، ومثله للأخت لأب، وكان للأخت لأب وأم ثلاثة من سبعة مضروبة في عشرة، فيكون ثلاثين، ولها من العشرة ثلاثة مضروبة في سبعة فيكون أحدًا وعشرين، فعلمنا أن أقل نصيبها أحد وعشرون فلها ذٰلک، وخرج من سبعين تسعة وأربعون، يبقى أحد وعشرون فهو موقوف، فإن رجع المفقود فله ذٰلک، فإن علم أنه كان ميتًّا قبل ذٰلک، فيردّ من الموقوف إلى الأخت لأب وأم تسعة، يتم لها ثلاثة أسباع المال، وإلى الأخت لأم تمام السبع ثلاثة، وإلى الأخ لأم مثله، وإلى الأخت لأب مثله، وإلى الأم مثله. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون

في ميراث المفقود ۲۰/۳۸۲-۳۸۳ رقم: ۳۳٤۹۸ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۵/۵

لا پتہ بھائی کا حصہ

سوال (۲٦۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، ماں اور دو بھائی چھوڑے، جن میں سے ایک بھائی لا پتہ ہے، کیا غائب اور لا پتہ بھائی کو اِس عورت کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کس طرح؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ مرحومہ کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا:

مسئلہ: ٦ تماثل

میت

شوہر	ماں	بھائی	بھائی (مفقود زندہ)
نصف	سدس	عصبہ	
۳	۱	۱	۱

مسئلہ: ٦

میت

شوہر	ماں	بھائی	بھائی (مفقود مردہ)
نصف	ثلث	عصبہ	×
۳	۲	۱	×

مسئلہ منقح مسئلہ: ٦

میت

	شوہر	ماں	بھائی
موقوفہ حصص	۳	۱/۱	۱

مذکورہ بالا نقشہ میں مرحومہ کے بھائی کو پہلے زندہ فرض کر کے مسئلہ ٦ر سے بنا کر شوہر کو ۳ر

ماں کو ۱؍ اور دونوں بھائیوں کو ۱-۱؍ ملا۔ اور دوسری مرتبہ مردہ فرض کر کے ۶؍ سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ۳؍ ماں کو ثلث پانے کی وجہ سے ۲؍ اور مابقیہ ۱؍ بھائی کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دیا گیا، پھر مفقود کے قاعدہ کے مطابق چوں کہ موجودہ ہر وارث کو دونوں مسئلوں میں سے کم والا حصہ ملتا ہے۔ بریں بنا ماں کو صرف ۱؍ ملے گا، اور ایک حصہ مفقود بھائی کے آنے تک محفوظ رکھا جائے گا، اور شوہر اور بھائی کو دونوں مسئلوں میں برابر پانے کی وجہ سے پورا پورا حصہ ملے گا، اُن کے حصہ سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا، جیسا کہ مسئلہ کی تنقیح سے معلوم ہوتا ہے۔

پھر متعینہ مدت کے اندر اگر مفقود بھائی کی واپسی نہ ہوئی، یا اُس کی موت کی یقینی خبر معلوم ہوگئی، تو وہ مابقیہ ایک حصہ ماں کو ہی واپس کر دیا جائے گا۔

مثاله:- امرأة لها أخوان، أحدهما مفقود (ف) ماتت هٰذه المرأة وتركت هٰذين الأخوين وأمًّا وزوجًا، يقدر أولاً أن المفقود حيّ ويعمل المسئلة عليه، فنقول: أصلها من ستة: للزوج ثلاثة وللأم سهم، وللأخ الحاضر سهم وللأخ المفقود سهم، ويقدر أيضًا أن المفقود ميت ويعمل المسئلة عليه، فنقول: أصلها من ستة أيضًا: للزوج ثلاثة وللأم سهمان وللأخ الحاضر سهم فالمسئلتان تخرجان من أصل واحدٍ، فيكتفي بإحداهما، يعطىٰ كل وارث ما هو المتيقن له، فنقول: نصيب الزوج لا يتغير بحال، وكان له ثلاثة من ستة على كل حال وللأم في حالٍ سهم، وفي حالٍ سهمان واليقين لها بسهم، فيعطىٰ لها ذٰلک، وللأخ الحاضر سهم على كل حالٍ فيعطىٰ له ذٰلک، فبقي هناک سهم نوقفه لأجل المفقود، فإن علم حياته يوم الذي مات (هٰذا الميت) فذٰلک سهم يعطىٰ له، ويعطىٰ ورثته إن مات بعد ذٰلک، وإن علم موته قبل موت أخيه يخرج المفقود من البين وجعل كأنه لم يكن قط، ويعطى السهم الموقوف للأم فيصير للأم سهمان. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ۲۰/۳۷۵-۳۷۶ رقم: ۳۳٤۸٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۷/۵/۵

لا پتہ بیٹے کا حصہ کس حساب سے محفوظ رکھا جائے؟

سوال (۲٦۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کا انتقال ہوا، وارثین میں شوہر، ماں، باپ اور ایک بیٹا موجود چھوڑا ہے، اور ایک بیٹا اُس کا مفقود اور لا پتہ ہے، شریعت وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اُس عورت کے ترکہ میں سے اُس کے مفقود بیٹے کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ اور اُس عورت کی میراث سب وارثین میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال مذکورہ عورت کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا:

تصــ: ۲۴
مسئلہ: ۱۲ — تداخل — عددِ مضروب: ۲

میــت				
شوہر	ماں	باپ	بیٹا	بیٹا (مفقود زندہ)
ربع	سدس	سدس	عصبہ	
			۵	
۳	۲	۲		
٦	۴	۴	۵	۵ (موقوف)

مذکورہ بالا نقشہ کے مطابق پہلے مفقود بیٹے کو زندہ فرض کرکے ربع اور سدس جمع ہونے کی وجہ سے ۱۲/ سے مسئلہ بنا کر شوہر کو ۳/، ماں باپ کو ۲-۲/ ملے، پھر مابقیہ ۵/ دو بیٹوں پر برابر تقسیم نہیں ہوتا، اور ۵/ اور ۲/ میں تباین ہے؛ لہٰذا عددِ رؤس ۲/ کو اصل مسئلہ ۱۲/ میں ضرب دیا، حاصل ضرب ۲۴/ آیا، پھر عددِ مضروب ۲/ سے شوہر کے سہام میں ۳/ میں ضرب دیا، اُس کو ٦/ ملے، اور ماں باپ کے سہام ۲/ میں ضرب دیا تو اُن کو ۴-۴/ ملے، اور اصل مسئلہ سے مابقیہ ۵/ کو ضرب دیا تو دونوں بھائیوں کو ۱۰/ فی کس ۵-۵ ملے۔

اِس کے برخلاف اگر مفقود بیٹے کو مردہ فرض کرکے مسئلہ بنائیں تو ۱۲/ سے مسئلہ بنے گا،

شوہر کو۳، ماں باپ کو۲-۲، اور موجود بیٹے کو۵ر ملے گا، اور اِس میں کسی تصحیح کی ضرورت نہ ہوگی۔ اب چوں کہ۱۲ر اور پہلے مسئلہ کے عدد۲۴ر میں تداخل ہے، اِس لئے حسبِ ضابطہ۲۴ر سے مسئلہ بنا کر ہر وارث کو اُس کے سہام دے دئے جائیں گے اور مفقود بیٹے کو مردہ فرض کر کے اُس کے۵ر حصے محفوظ رکھیں گے، جیسا کہ اوپر کے نقشہ سے واضح ہے، اور چوں کہ دوسرا مسئلہ پہلے مسئلہ میں متداخل ہو رہا ہے، اِس لئے مسئولہ صورت میں الگ سے نقشہ بنا کر کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہیں۔

القسم الثاني: أن يكون إحدى المسئلتين جزءًا من الأخرىٰ فيكتفي بأكثرهما سهمًا، ويجعل لكل وارث أقل من نصيبه وهو اليقين له ويوقف الباقي.

(الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ٣٧٧/٢٠ رقم: ٣٣٤٩٠ زكريا)

امرأة ماتت وتركت زوجًا وأبوين وإبنين وأحد الإبنين مفقود، فنقول: لو كان المفقود حيًّا، كان أصل الفريضة من اثني عشر: للزوج ثلاثة وللأبوين أربعة والباقي للإبنين، وذٰلک خمسة لا يستقيم عليهما، فيضرب عددهما في أصل المسئلة فيصير أربعة وعشرون، ولو كان المفقود ميتًا كان أصل المسئلة من اثني عشر فيدخل الأقل في الأكثر فيكتفي بالأكثر، فيعطى للزوج ستة وللأبوين ثمانية وللإبن الحاضر خمسة. (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل الثاني والثلاثون في ميراث المفقود ٣٧٩/٢٠ رقم: ٣٣٤٩٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۲/۵/۵

مجنون کے مال کا حکم

مجنون کی زندگی میں اس کی وراثت تقسیم نہ ہوگی

سوال (۲۶۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ایسے شخص کی وراثت کے بارے میں جس کی عمر تقریباً ۶۷/سال ہے، کنوارہ ہے، بے اولاد ہے، جوکہ پچھلے تقریباً ۴۸/(اڑتالیس) سال سے مجنون ہے، مخبوط الحواس ہے، ذہنی طور سے کمزور ہے، سبھی تسلیم کرتے ہیں، کافی روحانی علاج کیا گیا، مزاروں پر بھی لے جایا گیا، کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں بریلی میں دماغی ڈاکٹر کو دکھایا گیا، بجلی کے شاک بھی لگوائے گئے؛ لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ آج بھی اس کی وہی حالت ہے، ہفتوں کہنے سے بھی نہاتا نہیں ہے، کپڑے نہیں بدلتا ہے، بال نہیں ترشواتا ہے، پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے اندر بڑی شے بھری ہوئی ہیں، اتنی گرمی میں بھی گرم جواہر کٹ پہنے رہتا ہے، ان کے علاوہ بھی اس کی ذہنی کمزوری/خرابی کی بہت سی مثالیں ہیں۔

اس کے تین بھائی اور ایک بہن ہے، سبھی مل کر یا علیحدہ علیحدہ کفالت کرتے ہیں، اچھی طرح سے پیش آتے ہیں، اچھا کھلاتے پلاتے ہیں، چائے اور بیڑی کا بے حد شوقین ہے، جس کے لئے باقاعدگی سے انتظام کرتے ہیں، اور جیب خرچ کے لئے رقم بھی دیتے ہیں۔

تقریباً ۱۸/سال کی عمر سے ہی ذہنی توازن بگڑ گیا تھا، آج بھی کم وبیش وہی حالت ہے اور صحت یابی کی امید نظر نہیں آتی، ضعیف اور کمزور بھی ہو گیا ہے، اس حقیقت سے سبھی وارثان رشتہ دار، جملہ عزیز واقارب واہل محلّہ واقف ہیں۔

وارثان شرافت حسین (مجنون) جوکہ بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہے، کا حصہ:

بھائی	بھائی	بھائی	بہن
لیاقت حسین	مبارک حسین	نزاکت حسین	اشرف جہاں

سوال: کیا حسب بالا حقائق کی روشنی میں شرافت حسین کے وارثان (باہم رضامندی سے) اپنے ورثہ کا تعین کر سکتے ہیں؟ کیوں کہ فی الوقت والدین کی جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ بھی درپیش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جب تک آپ کا مجنون بھائی باحیات ہے اُس کا حصۂ میراث دیگر بھائی بہنوں کے درمیان تقسیم کرنا درست نہیں ہے۔ اور مذکورہ مجنون بھائی کے نفقہ کی ذمہ داری اس کی بھائیوں اور بہن پر حسب استحقاق وراثت واجب ہے، اور جو بھائی اس پر خرچ کر رہے ہیں وہ سب مستحق اجر وثواب ہیں۔

وتجب أيضًا لكل ذي رحم محرم صغير أو أنثى الخ. (شامي ٣٦١/٥ زكريا)

والمعتبر فيه أي الرحم المحرم أهلية الإرث لا حقيقة، إذ لا يتحقق إلا بعد الموت. (الدر المختار مع الشامي ٣٦٥/٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۱۱/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجنونہ کے مال کی تقسیم کب ہوگی؟

سوال (۲۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری بیوی شاہجہاں دماغی اعتبار سے بالکل پاگل ہے، کسی بھی قسم کا فیصلہ لینے کے قابل نہیں ہے، شاہجہاں کو اپنے والد کے ترکہ میں سے ایک لاکھ ستر ہزار روپئے ملے ہیں۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ شاہجہاں کی حیات میں اُس کی رقم اُس کے ورثہ میں تقسیم کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ شاہجہاں کے ورثہ میں شوہر: سردار حسین، ایک لڑکا: افتخار حسین، تین لڑکیاں: فریدہ، ساجدہ، فہمیدہ (اُن میں سے ایک لڑکی کبھی کی لاپتہ ہے اُس کا شوہر ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہیں؛ لیکن یہ لڑکی کبھی کبھی کسی نہ کسی کو مل جاتی

ہے) شریعت کا کیا حکم ہے؟ شاہجہاں کی یہ رقم تقسیم کردی جائے یا اُس کے انتقال تک محفوظ رکھی جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریرِ سوال دماغی مریضہ شاہجہاں کو اپنے والد کے ترکہ میں سے جو ایک لاکھ ستر ہزار روپئے کی رقم ملی ہے، اسے شاہجہاں کی زندگی میں تقسیم کرنا جائز نہیں؛ بلکہ یہ رقم شاہجہاں کی وفات تک محفوظ رکھی جائے گی، اور اُس کی وفات کے وقت اُس کے جتنے شرعی وارثین موجود ہوں گے، اُن کے درمیان اسے حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔ اور شاہجہاں کی لڑکی ساجدہ جو لاپتہ ہے، اُس کا حصہ نکال کر رکھا جائے گا؛ تا آنکہ اُس کی زندگی یا موت کا فیصلہ نہ ہوجائے۔

فأما المجنون فإنه يمنع عنه ماله ما دام مجنونًا ...... لأن وضع المال في يد من لا عقل له إتلاف المال. (بدائع الصنائع / كتاب الحجر والحبس ١٧٥/٦ زكريا)

المفقود هو غائبٌ لم يدرَ أحي هو فيتوقع، أم ميتٌ (الدر المختار) قوله: هو غائب: أفاد أن قول الكنز هو غائبٌ لم يدرَ موضعه. معناه: لم تدرَ حياته ولا موته. قال في البحر: فالمدار إنما هو على الجهل بحياته وموته، لا على الجهل بمكانه ...... قلت: الظاهر أن علم المكان يستلزم العلم بالموت والحياة غالبًا. (الدر المختار مع الشامي / كتاب المفقود ٢٩٢/٤ كراچی، ٤٥٦/٦ زكريا، الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الثاني في المفقود والأسير ٤٥٦/٦)

المفقود وهو الغائب الذي انقطع خبره ولا تدرى حياته ولا موته، وحكمه ما أشار إليه بقوله: المفقود حي في ماله، حتى لا يرث منه أحد، وميت في مال غيره، حتى لايرث من أحد، ...... ويوقف ماله حتى تصح موته. (الشريفية شرح السراجي / فصل في المفقود ١٣٧، كذا في شرح السراجية للسيد شريف الجرجاني / فصل في المفقود ١٩٥ نزار مصطفىٰ مكة المكرمة) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۲۹ھ

مناسخہ

دوبطن کا مناسخہ

سوال (۱۷۱):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا اُن کے ورثہ میں تین بیویوں کی اولادیں ہیں، پہلی بیوی زبیدہ جو عبدالعزیز کی زندگی میں انتقال کرگئی تھی، اُس کے بطن سے تین لڑکے: محمد حنیف، محمد ضمیر اور محمد کمال۔ دوسری بیوی اسماء جو عبدالعزیز کی حیات میں انتقال کرگئی تھی، اُس کے بطن سے ایک لڑکی روشن ہے۔ تیسری بیوی منی بیگم ہے جو عبدالعزیز کے انتقال کے وقت موجود تھی، اُن کے بطن سے تین لڑکے محمد رئیس، محمد فہیم اور محمد عتیق اور پانچ لڑکیاں، ارجمند، جہاں آراء، چمن آراء، سبو بیگم، گلشن بیگم۔

پھر روشن کا بھی انتقال ہوگیا اُن کے ورثہ میں شوہر: محمد حنیف اور چار لڑکیاں: بلقیس، خورشیدہ بیگم، مہتاب جہاں، آصفہ بیگم ہیں۔

ترکہ میں ایک مکان ۷۰ رگز کا اور دوسرا ۱۲۰ رگز کا ہے، مذکورہ ورثہ میں سے ہر ایک وارث کو کس قدر حصے ملیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مرحوم عبدالعزیز کا ترکہ ان کے وارثین میں درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸، تصـ :۱۴۴، تصـ :۲۹۳۷۶

عبد العزیز میـــــــــــــــــــت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
منی	حنیف	ضمیر	کمال	رئیس	فہیم	عتیق	روشن	ارجمند	جہاں	چمن	سبو	گلشن
۱۸	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	۷
۳۶۷۲	۲۸۵۶	۲۸۵۶	۲۸۵۶	۲۸۵۶	۲۸۵۶	۲۸۵۶		۱۴۲۸	۱۴۲۸	۱۴۲۸	۱۴۲۸	۱۴۲۸

روشن **مسئلہ: ۱۲، تصـ :۲۰۴** تباین ۷

میـــــــــــــــــــت

شوہر	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بھائی	علاتی بہن	علاتی بہن	علاتی بہن	علاتی بہن	علاتی بہن
حنیف	بلقیس	خورشیدہ	مہتاب	آصفہ	حنیف	ضمیر	کمال	رئیس	فہیم	عتیق	ارجمند	جہاں	چمن	سبو	گلشن
۵۱	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱
۳۵۷	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸	۲۳۸	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷

۱۲۲۴/۲۹۳۷۶ توافق بجزءمن ۲۴ ترکہ: ۵/۱۲۰؍گز مکان

المبلغ: ۱۴۶۸۸/۲۹۳۷۶ توافق بالنصف ترکہ: ۳۵/۷۰؍گز مکان

الأحیـــــــــــــــــــاء

ورثہ	سہام	ترکہ ۷۰؍گز مکان		ترکہ ۱۲۰؍گز مکان	
منی بیگم	۳۶۷۲	۱۱۰۱۶/۱۴۶۸۸	۸؍گز	....	۱۵؍گز
حنیف	۲۸۷۰	۱۲۳۲۲/۱۴۶۸۸	۶؍گز	۸۸۶/۱۲۲۴	۱۱؍گز
ضمیر	۲۸۷۰	۱۲۳۲۲/۱۴۶۸۸	۶؍گز	۸۸۶/۱۲۲۴	۱۱؍گز
کمال	۲۸۷۰	۱۲۳۲۲/۱۴۶۸۸	۶؍گز	۸۸۶/۱۲۲۴	۱۱؍گز
رئیس	۲۸۷۰	۱۲۳۲۲/۱۴۶۸۸	۶؍گز	۸۸۶/۱۲۲۴	۱۱؍گز
فہیم	۲۸۷۰	۱۲۳۲۲/۱۴۶۸۸	۶؍گز	۸۸۶/۱۲۲۴	۱۱؍گز
عتیق	۲۸۷۰	۱۲۳۲۲/۱۴۶۸۸	۶؍گز	۸۸۶/۱۲۲۴	۱۱؍گز
ارجمند	۱۴۳۵	۶۱۶۱/۱۴۶۸۸	۳؍گز	۱۰۵۵/۱۲۲۴	۵؍گز
جہاں آراء	۱۴۳۵	۶۱۶۱/۱۴۶۸۸	۳؍گز	۱۰۵۵/۱۲۲۴	۵؍گز
چمن آراء	۱۴۳۵	۶۱۶۱/۱۴۶۸۸	۳؍گز	۱۰۵۵/۱۲۲۴	۵؍گز
سبو بیگم	۱۴۳۵	۶۱۶۱/۱۴۶۸۸	۳؍گز	۱۰۵۵/۱۲۲۴	۵؍گز
گلشن	۱۴۳۵	۶۱۶۱/۱۴۶۸۸	۳؍گز	۱۰۵۵/۱۲۲۴	۵؍گز

شوہر	محمد حنیف	۳۵۷	۱۲۴۹۵/۱۴۶۸۸ گز	۵۶۱/۱۲۲۴ ارگز
	بلقیس	۲۳۸	۸۳۳۰/۱۴۶۸۸ گز	۱۱۹۰/۱۲۲۴ گز
	خورشیدہ بیگم	۲۳۸	۸۳۳۰/۱۴۶۸۸ گز	۱۱۹۰/۱۲۲۴ گز
	مہتاب جہاں	۲۳۸	۸۳۳۰/۱۴۶۸۸ گز	۱۱۹۰/۱۲۲۴ گز
	آصفہ	۲۳۸	۸۳۳۰/۱۴۶۸۸ گز	۱۱۹۰/۱۲۲۴ گز

مرحوم عبدالعزیز کے دونوں مکان ۲۹۳۷۶ رحصوں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جو اس کے نام کے ساتھ درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۷؍۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دو وطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حاجی عبدالرزاق مرحوم کی ۵۲ رگز آراضی تھی جس میں ۴۳ رگز اپنی اہلیہ کے نام کردی، جس کا کاغذ ہمرشتہ ہے، اب سکینہ کا انتقال ہوگیا، سکینہ کے تین لڑکیاں حسن بانو، مینا، نفیس جہاں، ایک لڑکا ارشاد حسین اور خود حاجی عبدالرزاق تھے، سکینہ کے انتقال کے بعد ایک لڑکی نفیس جہاں کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثہ میں والد عبدالرزاق ایک بھائی ارشاد ہے، پھر حاجی عبدالرزاق نے دوسری شادی حسینہ سے کی مذکورہ ۴۳ رگز آراضی نکال کر ۹ رگز میں سے عبدالرزاق نے نصف حصہ حسینہ بیگم کے نام کردی، اس دوسری بیوی حسینہ سے چار لڑکیاں: نسیم اختر، شمیم اختر، نسرین اختر، ممتاز اختر ہوئیں، اب حاجی عبدالرزاق کا انتقال ۱۹۹۳ء میں ہوا، دوسری بیوی حیات ہیں اور ان کی اولاد بھی حیات ہیں، مذکورہ صورت حال میں کس وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟ وضاحت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال وبعد ادائے حقوق ماتقدم وعدم موانع ارث مرحومہ سکینہ کی ۴۳ رگز آراضی حسبِ ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۴، تصـ:۲۰

سکینہ میـــــــــــت

شوہر	لڑکا	لڑکی		لڑکی	لڑکی
عبدالرزاق	ارشاد	حسن بانو		مینا	نفیس جہاں
$\frac{1}{5}$	۶	۳	(۳)	۳	۳

مسئلہ: ۱ ۳

نفیس جہاں میـــــــــــت

باپ	بھائی	بہن	بہن
$\frac{1}{3}$	محروم	محروم	محروم

المبلغ: ۲۰ تباین ترکہ: ۴۳ رگز آراضی

الأحیـــــــــــاء

ورثہ	عبدالرزاق	ارشاد	حسن بانو	مینا
سہام	۸	۶	۳	۳
ترکہ	۱۷ ۴/۲۰ رگز	۱۲ ۱۸/۲۰ رگز	۶ ۹/۲۰ رگز	۶ ۹/۲۰ رگز

مرحومہ سکینہ کا کل ترکہ ۲۰ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے اور عبدالرزاق نے جو ۲۵ رمیں سے مابقیہ ۹ رگز حصے میں سے نصف حصہ دوسری بیوی حسینہ کے نام کردیا ہے، اُس حصہ کی حسینہ مالک ہے، اور یہ حصہ عبدالرزاق کے ترکہ میں شامل نہ ہوگا؛ البتہ عبدالرزاق کو پہلی بیوی کے ترکہ میں سے جو ۱۷ رگز ملے ہیں، اور ۹ رگز میں سے جو نصف حصہ اُس کے پاس تھا وہ کل ملاکر تخمیناً ۲۲ رگز مملوکہ جائیداد درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگی:

مسئلہ: ۸، تصـ:۶۴/۳۲ توافق بالنصف ترکہ: ۲۲/۱۱ رگز آراضی

میـــــــــــت

	بیوی	لڑکا	لڑکی	لڑکی		لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
	حسینہ	ارشاد	حسن	مینا	۷	نسیم	شمیم	نسرین	ممتاز
	$\frac{1}{8}$	۱۴	۷	۷		۷	۷	۷	۷
ترکہ	۲ر ۲۴/۳۲ گز	۴ر ۲۶/۳۲ گز	۲ر ۱۳/۳۲ گز	۲ر ۱۳/۳۲ گز		۲ر ۱۳/۳۲ گز	۲ر ۱۳/۳۲ گز	۲ر ۱۳/۳۲ گز	۲ر ۱۳/۳۲ گز

مرحوم عبدالرزاق کی تقریباً ۲۲ رگز زمین ۲۷ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اس کے نام کے نیچے درج ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۲]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۷۶]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ، فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

أحوال الزوج: أن يرث الربعَ بطريق الفرض، وذٰلک إذا كان للزوجة فرع وارثٌ بطريق الفرض أو التعصيب ...... حالات الزوجة: الحالة الثانية: أن يكون فرضها الثمن، وذٰلک إذا كان للزوج فرع وارث منها أو من غيرها.

(الموسوعة الفقهية / مادة: إرث / أصحاب الفروض، أحوال الزوج ۳٦/۳ كويت) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

تین بطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبدالسمیع کا انتقال ہوا اُس نے ورثہ میں چھ لڑکے: عبدالوصی، عبدالمغیث، محمد شکیل، محمد حنیف، محمد مبین، محمد فرید، اور تین لڑکیاں: بیگم، حسنو بیگم، اور سعیدہ بیگم کو چھوڑا۔

پھر اُس کے بعد عبدالوصی کا انتقال ہوگیا، اُس نے ورثہ میں بیوی: شادماں اور مذکورہ بھائی بہنوں کو چھوڑا۔

اُس کے بعد سعیدہ کا انتقال ہوا اُس نے بھی اپنے ورثہ میں مذکورہ بھائی بہنوں کو چھوڑا اور مرحوم کا کل ترکہ ایک کروڑ بیس لاکھ روپئے ہے، ہر ایک کو کتنا کتنا ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیرِ صحتِ سوال مرحوم عبدالسمیع کا کل ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۱۵، تصـ: ۳۹۰، تصـ: ۴۶۸۰

عبدالسمیع میـــــــت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
عبدالوصی	عبدالمغیث	محمد شکیل	محمد حنیف	محمد مبین	محمد فرید	بیگم	حسنو بیگم	سعیدہ بیگم
۲	۲/۵۲	۲/۵۲	۲/۵۲	۲/۵۲	۲/۵۲	۱/۲۶	۱/۲۶	۱/۲۶
	۶۲۴	۶۲۴	۶۲۴	۶۲۴	۶۲۴	۳۱۲	۳۱۲	

مسئلہ: ۴، تصـ: ۲۶/۵۲ تداخل مفـ: ۱/۲

عبدالوصی میـــــــت

بیوی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن
شادماں	مغیث	شکیل	حنیف	مبین	فرید	بیگم	حسنو	سعیدہ
			۳					
۱/۱۳	۶/۷۲	۶/۷۲	۶/۷۲	۶/۷۲	۶/۷۲	۳/۳۶	۳/۳۶	۳
۱۵۶								

مسئلہ: ۱۲ تباین مفـ: ۲۹

سعیدہ میـــــــت

بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی	بہن	بہن
مغیث	شکیل	حنیف	مبین	فرید	بیگم	حسنو
۲/۵۸	۲/۵۸	۲/۵۸	۲/۵۸	۲/۵۸	۱/۲۹	۱/۲۹

المبلغ: ۴۶۸۰/۳۹ توافق:۱۲۰ ترکہ:۱۲۰۰۰۰۰۰/۱۰۰۰۰۰

الأحیــــــــــاء

ورثہ	سہام		روپئے	ورثہ	سہام		روپئے
مغیث	۷۵۴	۳۹/۱۳	۱۹۳۳۳۳۳	فرید	۷۵۴	۳۹/۱۳	۱۹۳۳۳۳۳
شکیل	۷۵۴	۳۹/۱۳	۱۹۳۳۳۳۳	بیگم	۳۷۷	۳۹/۲۶	۹۶۶۶۶۶
حنیف	۷۵۴	۳۹/۱۳	۱۹۳۳۳۳۳	حسنو	۳۷۷	۳۹/۲۶	۹۶۶۶۶۶
مبین	۷۵۴	۳۹/۱۳	۱۹۳۳۳۳۳	شادماں	۱۵۶		۴۰۰۰۰

مرحوم کا کل ترکہ ۴۶۸۰ ر سہاموں میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنا ملے گا جتنا اُس کے نام کے نیچے درج ہے۔

وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكمًا. (شامي / كتاب الفرائض ۴۹۱/۱۰ زكريا، وكذا في مجمع الأنهر / كتاب الفرائض ۴۹۴/۴ كوئٹه)

يعتبر كونه وارثًا أو غير وارثٍ وقت الموت لا وقت الوصية؛ لأنه تمليك مضافٍ إلى ما بعد الموت فيعتبر وقت التمليك. (تبيين الحقائق ۳۷۶/۷ زكريا، العناية / باب في صفة الوصية ۴۲۳/۱۰ دار الفكر بيروت)

إذا اجتمع جماعة من العصبة في درجةٍ واحدةٍ يقسم المال عليهم باعتبار أبدانهم، لكل واحدٍ سهمٌ. (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الفرائض / باب العصبة ۴۵۱/۶، البحر الرائق / كتاب الفرائض ۳۸۲/۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پانچ بطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: (۱) علی حسین کا انتقال ہوگیا، ورثہ میں بیوی: مشتری بیگم، ایک لڑکا: ممتاز حسین اور تین لڑکیاں: ہاجرہ، صابرہ، فاطمہ کو چھوڑا۔

(۲) پھر مشتری بیگم کا انتقال ہوا، مذکورہ بالا ورثہ کو چھوڑا۔

(۳) پھر فاطمہ کا انتقال ہوگیا، ورثہ میں شوہر مؤمن ایک لڑکا مختار حسین چار لڑکیاں: رابعہ، ببو، چندہ، زاہدہ کو چھوڑا۔

(۴) پھر صابرہ کا انتقال ہوگیا، ورثہ میں شوہر: حامد حسین چار لڑکے: حنیف، شریف، رئیس، لئیق، تین لڑکیاں: انجم، جمال آراء، چمن آراء کو چھوڑا۔

(۵) پھر ہاجرہ کا انتقال ہوگیا، ورثہ میں شوہر حبیب حسین، تین لڑکے: لئیق، فرید، اور ایک لڑکی گلشن آراء کو چھوڑا، اور ترکہ میں ۸۲ر گز مکان چھوڑا، کس وارث کو کتنا حصہ ملے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ سوال بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث وعدم موانع ارث مرحوم علی حسین کا ترکہ درج ذیل نقشہ کے مطابق تقسیم ہوگا:

مسئلہ: ۸، تصــ: ۴۰/۴۴۰/۳۰۸۰

میــــــــــــــــــــــــــــت

	بیوی	لڑکا		لڑکی	لڑکی	لڑکی
رؤوس	مشتری بیگم	ممتاز	(۷)	ہاجرہ	صابرہ	فاطمہ
سہام	۱	۱۴		۷	۷	۷
	۵	۱۵۴		۷۷		
		۱۰۷۸				

مسئلہ: ۵   تماثل   ۵

مشتری میــــــــــــــــــــــــــــت

	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
رؤوس	ممتاز	ہاجرہ	صابرہ	فاطمہ
سہام	۲	۱	۱	۱
	۲۲	۱۱		
	۱۵۴			

فاطمہ — مسئلہ: ۴/۸ — تماثل — ۸

میـــــــــــــــــت

	شوہر	لڑکا	لڑکی	لڑکی		لڑکی	لڑکی
رؤوس	مؤمن	مختار	رابعہ	ببو	(۳)	چند	زاہدہ
سہام	۱/۲/۲۲/۱۵۴	۲/۲۲/۱۵۴	۱/۱۱/۷۷	۱/۱۱/۷۷		۱/۱۱/۷۷	۱/۱۱/۷۷

صابرہ — مسئلہ: ۴/۴۴ — توافق۴ — ۸

میـــــــــــــــــت

	شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا		لڑکی	لڑکی	لڑکی
رؤوس	حامد	حنیف	شریف	رئیس	لئیق	(۳)	انجم	جمال آراء	چمن آراء
سہام	۱/۱۱/۲۲/۱۵۴	۶/۱۲/۸۴	۶/۱۲/۸۴	۶/۱۲/۸۴	۶/۱۲/۸۴		۳/۶/۴۲	۳/۶/۴۲	۳/۶/۴۲

ہاجرہ — مسئلہ: ۴/۲۸/۷ — توافق۴ — ۲۲/۸۸

میـــــــــــــــــت

	شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکا		لڑکی
رؤوس	حبیب	عظیم	لئیق	فرید	(۳)	گلشن آراء
سہام	۱/۷/۱۵۴	۶/۱۳۲	۶/۱۳۲	۶/۱۳۲		۳/۶۶

المبلغ: ۳۰۸۰/۱۵۴۰ — توافق۲ — ترکہ۸۲/۱۴۱گز مکان

الأحیـــــــــــــــــاء

ورثہ	سہام	ترکہ	ورثہ	سہام	ترکہ
ممتاز	۱۲۳۲	۱۲۳۲/۱۵۴۰ ۳۲رگز	رئیس	۸۴	۳۶۴/۱۵۴۰ ۲رگز
مؤمن	۱۵۴	۱۵۴/۱۵۴۰ ۴رگز	لئیق	۸۴	۳۶۴/۱۵۴۰ ۲رگز
مختار	۱۵۴	۱۵۴/۱۵۴۰ ۴رگز	انجم	۴۲	۱۸۲/۱۵۴۰ ۱رگز

رابعہ	۷۷	۷۷/۱۵۴۰ ۲رگز	جمال آراء	۴۲	۱۸۲/۱۵۴۰ ۱رگز
ببو	۷۷	۷۷/۱۵۴۰ ۲رگز	چمن آراء	۴۲	۱۸۲/۱۵۴۰ ۱رگز
چندہ	۷۷	۷۷/۱۵۴۰ ۲رگز	حبیب احمد	۱۵۴	۱۵۴/۱۵۴۰ ۴رگز
زاہدہ	۷۷	۷۷/۱۵۴۰ ۲رگز	عظیم	۱۳۲	۷۹۲/۱۵۴۰ ۳رگز
حامد	۱۵۴	۱۵۴/۱۵۴۰ ۴رگز	لئیق	۱۳۲	۷۹۲/۱۵۴۰ ۳رگز
حنیف	۸۴	۳۶۴/۱۵۴۰ ۲رگز	فرید	۱۳۲	۷۹۲/۱۵۴۰ ۳رگز
شریف	۸۴	۳۶۴/۱۵۴۰ ۲رگز	گلشن آراء	۶۶	۱۱۶۶/۱۵۴۰ ۱رگز

مرحوم علی حسین کا کل مال ۳۰۸۰رحصوں میں تقسیم ہوکر اُسی کے تناسب سے ترکہ میں سے ہر وارث کو اتنا اتنا ملے گا جو اُس کے نام کے سامنے ترکہ کے نیچے درج ہے۔

المناسخة أن يموت بعض الورثة قبل القسمة، والأصل فيه أن تصحح فريضة الميت الأول، وتصحح فريضة الميت الثاني، فإن انقسم نصيب الميت الثاني من فريضة الأول على ورثته، فقد صحت المسئلتان. وإن كان لا يستقيم فإن كان بين سهامه ومسألته موافقةٌ فاضرب وفقَ التصحيح الثاني في التصحيح الأول. وإن لم يكن بينهما موافقةٌ، فاضرب كل الثاني في الأول، فالحاصل مخرج المسئلتين.

وطريق القسمة أن تضرب سهامَ ورثة الميت الأول في المضروب وسهامَ ورثة الميت الثاني في كل ما في يده أو في وفقه، فإن مات ثالث فصحح المسئلتين الأوليين. (الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض / فصل في المناسخة ٥٩٠/٢ المكتبة الحقانية پشاور، البحر الرائق / كتاب الفرائض ٤١٥/٩ زكريا، وكذا في الدر المختار مع الشامي، كتاب الفرائض / فصل في المناسخة ٨٠١/٦ كراچی، بحواله: تعليقاتِ محموديه ٣٨١/٢٠ ڈابهيل)

المناسخة: وهي أن يموت الرجل أو المرأة ويترك ورثة، ثم يموت بعض ورثته قبل قسمة التركة ويترك ورثة، ثم يموت بعض ورثة الميت الثاني

قبل القسمة ويترك ورثة، فإن كان ورثة الميت الثاني من كان ورثة الميت الأول ولا تغير في القسمة، تقسم قسمة واحدة؛ لأنه لا فائدة في التكرار.

وكذٰلک ينظر إلى نصيب الميت الثالث من فريضة الميت الأول والثاني إن كان يستقيم على فريضة لا يحتاج فيه إلى ضرب وتصحيح، وإن كان لا يستقيم نصيب الميت الثاني على فريضة، فإن كان بين فريضته ونصيبه من الميت الأول موافقة، فاضرب وفق فريضته في فريضة الميت الأول، فما اجتمع صحت منه المسألة. (الفتاویٰ التاتارخانية، كتاب الفرائض / الفصل السادس والعشرون في المناسخة ۲۰ /۳۰۸ رقم: ۳۳۳۲۸-۳۳۳۳۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۷/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چودہ بطن کا مناسخہ

سوال (۲۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک جائیداد کے مالک جناب محمد حیدر صاحب تھے، عرصۂ دراز تقریباً ۸۰/ سال پہلے ان کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنی وفات پر مندرجہ ذیل وارث چھوڑے: (۱) والدہ بشیرن (۲) دو بہنیں خوشنودی بیگم، محمودی بیگم، دو بھائی محمد نبی، آل نبی، ایک بیٹی سلطانی بیگم۔

(۲) پھر والدہ بشیرن کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے وارث چھوڑے دولڑکے محمد نبی، آل نبی، دولڑکیاں (۱) خوشنودی بیگم (۲) محمودی بیگم۔

(۳) پھر خوشنودی کا انتقال ہوگیا، انہوں نے وارث چھوڑے لڑکا نصیر احمد عرف چھجن۔

(۴) پھر نصیر احمد عرف چھجن کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے وارث چھوڑے چھ لڑکے (۱) محمد اچھن (۲) دلشاد حسین (۳) شمشاد حسین (۴) محمد اسلم (۵) محمد اکرم (۴) محمد شاداب، چار لڑکیاں (۱) ہاجرہ بیگم (۲) صابرہ بیگم (۳) ثمینہ بیگم (۴) نعیمہ بی۔

(۵) محمد اچھن کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے وارثان میں پانچ لڑکے (۱) محمد انور (۲) محمد عالم عرف گڈو (۳) محمد جمال (۴) محمد ناصر (۵) محمد عادل، دولڑکیاں رضوانہ بیگم شبانہ بیگم کو چھوڑا۔

(۶) پھر محمودی بیگم کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے انتقال پر دولڑکے (۱) محمد صابر (۲) محمد صدیق۔

(۷) پھر محمد صابرہ کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں چارلڑکے (۱) ذاکر عرف پپو (۲) جاوید (۳) پرویز (۴) کوثر، ایک لڑکی ثریا۔

(۸) پھر محمد صدیق کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں بیوی مشتری بیگم، تین لڑکے (۱) کامل (۲) عبید (۳) جنید، دولڑکیاں (۱) انو بیگم (۲) بٹو بیگم ہیں۔

(۹) محمد نبی کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے ورثہ میں دولڑکے (۱) محمد ذکی (۲) محمد شفیع، تین لڑکیاں نسیم اختر، بے بی، گڈو کو چھوڑا۔

(۱۰) پھر محمد ذکی کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں پانچ لڑکے (۱) محمد سعیم (۲) محمد وسیم (۳) محمد ندیم (۴) محمد فہیم (۵) محمد عظیم اور ایک لڑکی کوثر جہاں ہیں۔

(۱۱) محمد شفیع کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے انتقال پر بیوی نمو چھوڑی لا ولد تھے، پانچ بھتیجے ایک بھتیجی (مذکورہ بالا محمد ذکی کی اولادیں) ہیں۔

(۱۲) پھر آل نبی کا انتقال ہوگیا، انہوں نے اپنے ورثہ میں دولڑکے انوار النبی اور نور النبی عرف بندو کو چھوڑا۔

(۱۳) نور النبی کا انتقال ہوگیا، ان کے ورثہ میں ۵رلڑکے (۱) شان عالم (۲) شاہد عالم (۳) عارف عالم (۴) رئیس عالم (۵) جاوید عالم اور آٹھ لڑکیاں (۱) صابرہ (۲) شیما پروین (۳) زبیدہ (۴) صائمہ (۵) تاج بی (۶) شگفتہ (۷) عاشی (۸) شہباز ہیں۔

(۱۴) سلطانی بیگم کا انتقال ہوگیا ان کے ورثہ میں چارلڑکے (۱) ببو (۲) شاہ ویز (۳) ناصر (۴) ماہر، ایک لڑکی شنو ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ مذکورہ بالا ورثہ میں سے موجود ورثہ کو کتنے کتنے حصے ملیں گے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: برتقدیر صحت سوال وبعد ادائے حقوق وعدم موانع ارث مورث اعلیٰ محمد حیدر کا ترکہ درج ذیل طریقہ پر تقسیم ہوگا:

مسئلہ :۶، تصـ: ۱۸، تصـ: ۳۶، تصـ: ۵۷۶، تصـ: ۱۱۵۲، تصـ: ۳۴۵۶، تصـ: ۱۳۸۲۴، تصـ: ۹۶۷۶۸، تصـ: ۱۰۶۴۴۴۸، تصـ: ۵۳۲۲۲۴۰

(۱) محمد حیدر میـــــــــــت

والدہ	بیٹی	بھائی	بھائی	بہن	بہن
بشیرن	سلطانی بیگم	محمد نبی	آل نبی	خوشنودی بیگم	محمودی بیگم
۱ ۳	۳ ۹ ۱۸ ۲۸۸ ۵۷۶ ۱۷۲۸ ۶۹۱۲ ۴۸۳۸۴ ۵۳۲۲۲۴ ۲۰۶۶۱۱۲۰	۲ ۴ ۶۴ ۱۲۸ ۳۸۴ ۱۵۳۶	۲ ۴ ۶۴ ۱۲۸ ۳۸۴ ۱۵۳۶ ۱۰۷۵۲ ۱۱۸۲۷۲ ۵۹۱۳۶۰	۱ ۲	۱ ۲ ۳۲ ۶۴

مسئلہ:۶/۲ تداخل ۱/۳

(۲) بشیرن میـــــــــــت

بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
محمد نبی	آل نبی	خوشنودی بیگم	محمودی بیگم
۲ ۳۲ ۶۴ ۱۹۲ ۷۶۸	۲ ۳۲ ۶۴ ۱۹۲ ۷۶۸ ۵۳۷۶ ۵۹۱۳۶ ۲۹۵۶۸۰	۱	۱ ۱۶ ۳۲

مسئلہ:۱ ۳

(۳) خوشنودی بیگم میـــــــــــت

بیٹا
نصیر احمد چھمن
۱ ۳

مسئلہ:۱۶ تباین ۳

(۴)نصیراحمد چھمن میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
محمد اچھن	دلشاد حسین	شمشاد حسین	محمد اسلم	محمد اکرم	محمد شاداب	ہاجرہ	صابرہ	ثمینہ	نعیمہ
۲	۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱	۱
۶	۶	۶	۶	۶	۶	۳	۳	۳	۳
	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۶	۶	۶	۶
	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴	۱۴۴	۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۱۰۰۸	۵۰۴	۵۰۴	۵۰۴	۵۰۴
	۱۱۰۸۸	۱۱۰۸۸	۱۱۰۸۸	۱۱۰۸۸	۱۱۰۸۸	۵۵۴۴	۵۵۴۴	۵۵۴۴	۵۵۴۴
	۵۵۴۴۰	۵۵۴۴۰	۵۵۴۴۰	۵۵۴۴۰	۵۵۴۴۰	۲۷۷۲۰	۲۷۷۲۰	۲۷۷۲۰	۲۷۷۲۰

مسئلہ:۲/۱۲ تداخل ۱/۶

(۵)محمد اچھن میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
محمد انور	محمد عالم	محمد جمال	محمد ناصر	محمد عادل	رضوانہ بیگم	شاہانہ بیگم
۲	۲	۲	۲	۲	۱	۱
۶	۶	۶	۶	۶	۳	۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۱۲	۱۲
۱۶۸	۱۶۸	۱۶۸	۱۶۸	۱۶۸	۸۴	۸۴
۱۸۴۸	۱۸۴۸	۱۸۴۸	۱۸۴۸	۱۸۴۸	۹۲۴	۹۲۴
۹۲۴۰	۹۲۴۰	۹۲۴۰	۹۲۴۰	۹۲۴۰	۴۶۲۰	۴۶۲۰

مسئلہ :۱/۲ تداخل ۴۸/۹۶

(۶)محمودی بیگم میت

لڑکا	لڑکا
محمد صابر	محمد صدیق
۱	۱
۴۸	۴۸
	۱۴۴

مسئلہ :۳/۹ توافق۳ ۱۶/۴۸

(۷)محمد صابر میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
محمد ذاکر	محمد جاوید	محمد پرویز	محمد کوثر	ثریا
۲	۲	۲	۲	۱

۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۱۶
۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۶۴
۸۹۶	۸۹۶	۸۹۶	۸۹۶	۴۴۸
۹۸۵۶	۹۸۵۶	۹۸۵۶	۹۸۵۶	۴۹۲۸
۴۹۲۸۰	۴۹۲۸۰	۴۹۲۸۰	۴۹۲۸۰	۲۴۶۴۰

مسئلہ: ۴/۶۴/۸ توافق ۱۶ ۹/۱۴۴

(۸) محمد صدیق میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی
مشتری	کامل	عبید	جنید	انو	بٹو
۱		۷			
۸	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷
۷۲	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	۶۳	۶۳
۵۰۴	۸۸۲	۸۸۲	۸۸۲	۴۴۱	۴۴۱
۵۵۴۴	۹۷۰۲	۹۷۰۲	۹۷۰۲	۴۸۵۱	۴۸۵۱
۲۷۷۲۰	۴۸۵۱۰	۴۸۵۱۰	۴۸۵۱۰	۲۴۲۵۵	۲۴۲۵۵

مسئلہ: ۷ تباین ۲۳۰۴

(۹) محمد نبی میت

لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی
محمد ذکی	محمد شفیع	نسیم اختر	بے بی	گڈو
۲	۲	۱	۱	۱
۴۶۰۸	۴۶۰۸	۲۳۰۴	۲۳۰۴	۲۳۰۴
	۵۰۶۸۸	۲۵۳۴۴	۲۵۳۴۴	۲۵۳۴۴
		۱۲۶۷۲۰	۱۲۶۷۲۰	۱۲۶۷۲۰

مسئلہ: ۱۱ تباین ۴۶۰۸

(۱۰) محمد ذکی میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
محمد سعیم	محمد وسیم	محمد ندیم	محمد فہیم	محمد عظیم	نور جہاں
۲	۲	۲	۲	۲	۱
۹۲۱۶	۹۲۱۶	۹۲۱۶	۹۲۱۶	۹۲۱۶	۴۶۰۸
۴۶۰۸۰	۴۶۰۸۰	۴۶۰۸۰	۴۶۰۸۰	۴۶۰۸۰	۲۳۰۴۰

مسئلہ: ۵/۳۶۰/۱۲ توافق ۷۲ ۷۰۴/۵۰۶۸۸

(۱۱) محمد شفیع میت

بیوی	بہن	بہن	بہن	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجا	بھتیجی
نمو	نسیم اختر	بے بی	گڈو	محمد سعیم	محمد وسیم	محمد ندیم	محمد فہیم	محمد عظیم	نور جہاں
۳		۸				۱			محروم

۹۰/۶۳۳۶۰	۸۰/۵۶۳۲۰	۸۰/۵۶۳۲۰	۸۰/۵۶۳۲۰	۶/۴۲۲۴	۶/۴۲۲۴	۶/۴۲۲۴	۶/۴۲۲۴	۶/۴۲۲۴

مسئلہ:۲/۱ تداخل ۴۴۳۵۲۰/۸۸۷۰۴۰

(۱۲)آل نبی میت

لڑکا	لڑکا
انوارالنبی	نورالنبی
۱/۴۴۳۵۲۰	۱/۴۴۳۵۲۰

مسئلہ :۸/۱۴۴/۱ تداخل ۴۴۳۵۲۰/۳۰۸۰

(۱۳)نورالنبی میت

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
شاہجہاں	شان عالم	شاہد عالم	عارف	رئیس	جاوید	سائرہ	شیمہ	زبیدہ	صائمہ	تاج بی	شگفتہ	شہناز	عاشی
۱/۱۸	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷/۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷	۷
۵۵۴۴۰	۴۳۱۲۰	۴۳۱۲۰	۴۳۱۲۰	۴۳۱۲۰	۴۳۱۲۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰	۲۱۵۶۰

مسئلہ:۹/۱ تداخل ۲۶۶۱۱۲۰/۲۹۵۶۸۰

(۱۴)سلطانی میت

لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی
ببو	شاہ ویز	ناصر	ماہر	شنو
۲/۵۹۱۳۶۰	۲/۵۹۱۳۶۰	۲/۵۹۱۳۶۰	۲/۵۹۱۳۶۰	۱/۲۹۵۶۸۰

۵۳۲۲۲۴۰

المبلغ

الأحیاء

دلشاد حسین	۵۵۴۴۰	گڈو	۱۸۳۰۴۰
شمشاد حسین	۵۵۴۴۰	محمد سعیم	۵۰۳۰۴
محمد اسلم	۵۵۴۴۰	محمد وسیم	۵۰۳۰۴

محمد اکرم	۵۵۴۴۰	محمد ندیم	۵۰۳۰۴
محمد شاداب	۵۵۴۴۰	محمد فہیم	۵۰۳۰۴
ہاجرہ	۲۷۷۲۰	محمد عظیم	۵۰۳۰۴
صابرہ	۲۷۷۲۰	نور جہاں	۲۳۰۴۰
ثمینہ	۲۷۷۲۰	نمو	۶۳۳۶۰
نعیمہ	۲۷۷۲۰	انوار النبی	۴۴۳۵۲۰
محمد عالم	۹۲۴۰	شاہ جہاں	۵۵۴۴۰
محمد جمال	۹۲۴۰	شاہ عالم	۴۳۱۲۰
محمد ناصر	۹۲۴۰	محمد شاہد	۴۳۱۲۰
محمد انور	۹۲۴۰	محمد عارف	۴۳۱۲۰
محمد عادل	۹۲۴۰	رئیس احمد	۴۳۱۲۰
رضوانہ بیگم	۴۶۲۰	محمد جاوید	۴۳۱۲۰
شاہانہ بیگم	۴۶۲۰	سائرہ	۲۱۵۶۰
محمد ذاکر	۴۹۲۸۰	شیما	۲۱۵۶۰
محمد جاوید	۴۹۲۸۰	زبیدہ	۲۱۵۶۰
محمد پرویز	۴۹۲۸۰	صائمہ	۲۱۵۶۰
محمد کوثر	۴۹۲۸۰	تاج بی	۲۱۵۶۰
ثریا	۲۴۶۴۰	شگفتہ	۲۱۵۶۰
مشتری	۲۷۷۲۰	شہناز	۲۱۵۶۰
محمد کامل	۴۸۵۱۰	عاشی	۲۱۵۶۰
محمد عبید	۴۸۵۱۰	ببو	۵۹۱۳۶۰

محمد جنید	۴۸۵۱۰	شاہ ویز	۵۹۱۳۶۰
انو	۲۴۲۵۵	محمد ناصر	۵۹۱۳۶۰
بٹو	۲۴۲۵۵	محمد ماہر	۵۹۱۳۶۰
نسیم اختر	۱۸۳۰۴۰	شنو	۲۹۵۶۸۰
بے بی	۱۸۳۰۴۰		

کل ترکہ: ۵۳۲۲۲۴۰ رسہام میں تقسیم ہوکر ہر وارث کو اتنے اتنے سہام ملیں گے جو اُس کے نام کے سامنے درج ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۱۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متفرقات

مشترکہ موروثی باغ کی نگرانی پرخرچ کی گئی رقم سب وارثین سے وصول کرنا

سوال (۲۷٦):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد ۴؍مارچ ۱۹۸۸ء کو اِس دنیا سے رخصت ہوگئے، میرے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں، اُن تین میں سے ایک بہن کا انتقال ہوچکا ہے، اُن کی اَولاد ہے، والد صاحب کے انتقال کے تین روز بعد سب بھائی بہنوں نے طے کیا کہ چوں کہ میرے سوا سب بھائی بہن دوسری جگہوں پر رہائش پذیر ہیں، اِس لئے میں والد صاحب مرحوم کے چھوڑے ہوئے باغ کی نگرانی انتظام اور دیکھ بھال کروں اور حسبِ وصیت والد کل آمدنی والدہ صاحبہ کو دوں اور اخراجات کا مکمل حساب رکھوں، چناں چہ ایسا ہی ہوتا رہا، والدہ مرحومہ کے انتقال کے بعد تقسیم باغ کا مسئلہ پیش آیا، دو بھائیوں نے اپنے حصے کی رقم لے لی، جب کہ تیسرے بھائی نے رقم لینے سے انکار کردیا اور زیادہ رقم کا مطالبہ کیا جو کہ سراسر غلط تھا، اَب شریعت کی رو سے اِس تیسرے کا کیا جواب ہو، اور اِس صورتِ حال میں کیا مجھے باغ پر خرچ کی گئی رقم تمام حصہ داروں سے وصول کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں تیسرے بھائی کا بھی مذکورہ باغ میں شرعی حصہ ہے، اگر وہ اُس کے بدلے قیمت نہ لینا چاہے تو اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا، اور جتنا حصہ اُس کا بنتا ہے اُس کے قبضہ میں دینا ضروری ہوگا، اور آپ نے باغ پر اَب تک جو رقم خرچ کی ہے، تو اُس کی آمدنی میں سب بھائی بہنوں کا حق تھا، اور اُن کے حصہ سے آپ کو باغ کا خرچ نکالنا

چاہئے تھا، اگر وہ خرچ نہ نکالا ہو اور صرف آپ کے ذمہ میں پڑ گیا ہو، تو سب شرکاء سے حساب فہمی کر کے اپنا حق آپ وصول کر سکتے ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ﴾ [النساء، جزء آیت: ۱۱]

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا لا تظلموا! ألا لا يحل مال امرء إلا بطيب نفس منه. (مشكاة المصابيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۲۵۵، مرقاة المفاتيح / باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ۱۱۸/٦ المكتبة الأشرفية ديوبند، المسند للإمام أحمد بن حنبل ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۳۸۷/٤ رقم: ۵٤۹۲ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایکسیڈنٹ میں زخمی اور مہلوکین کے لئے بیمہ کمپنی سے رقم لینا

سوال (۲۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاڑی میں چند افراد سوار تھے، گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا بعض لوگ ہلاک ہو گئے اور بعض زخمی، قانونی مجبوریوں کی وجہ سے گاڑی کا بیمہ کرالیا گیا تھا، تو زخمیوں اور مہلوکین کے ورثہ کے لئے بیمہ کی رقم حاصل کرنا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اگر حاصل کر لی ہو تو اُس کا مصرف کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کو بیمہ کمپنی کی طرف سے جو رقم ملتی ہے وہ اُن کے ورثہ کے لئے لینا جائز ہے، یہ حکومت کی طرف سے تعاون کی ایک شکل ہے اور دیت کے مشابہ ہے، اِس رقم کو ورثہ کے درمیان حسبِ حصصِ شرعیہ تقسیم کیا جائے گا۔ (مستفاد: انوار رحمت ۳۵۱-۳۵۲، حاشیہ: فتاوی رحیمیہ ۱۰/۵۲۴)

المستفاد: عن الحكم عن علي رضي اللّٰه عنه في فارسين اصطدما فمات أحدهما أنه يضمن الحي للميت. (المصنف لابن أبي شيبة ٢٣٢/٩ رقم: ٧٦٨٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھائی کے علاج میں خرچ کیا ہوا پیسہ اُس کے ترکہ سے وصول کرنا

سوال (۲۷۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کے ایکسیڈینٹ کے بعد علاج کا خرچہ جو بڑے بھائی نے اپنے پاس سے کیا ہے، اس کی ادائیگی زید کے ترکہ سے ہوگی یا یہ فریضہ بھائی ادا کریں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑے بھائی نے زید کے علاج پر جو رقم خرچ کی ہے وہ بطور قرض تھی یا بطور اِمداد؟ اِس کی تحقیق اُنہی سے کی جائے، اگر وہ بطور قرض تھی تو اُسے ترکہ میں سے وصول کیا جائے گا، اور اگر بطور تعاون تھی تو اُسے ترکہ سے وصول نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ اُس حسنِ سلوک کا ثواب آخرت میں ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كان الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها. (المستدرك للحاكم / كتاب البيوع ٦١/٢ رقم: ٢٣٢٤، السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب المكافاة في الهبة ١٨١/٩ رقم: ١٢٢٥٧)

عن أبي أمامة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن الصدقة على ذي قرابة يُضعَّف أجرها مرتين. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب والترهيب مكمل ص: ٢١١ رقم: ١٣٤٤ بيت الأفكار الدولية)

ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء، والأمهات ...... وكذٰلک الإخوة والأخوات ...... والإخوة والأخوات من الرضاع. (الفتاویٰ

التاتارخانية، كتاب الهبة / الفصل الخامس في الرجوع في الهبة ٤٤٩/١٤ رقم: ٢١٦٧١ زكريا)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه ...... ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والإجماع. (السراجي في الميراث ص: ٣-٤، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٦٠/٦ كراچی)

أو لأنه تبرع بأدائه، والتبرع لا يرجع. (الهداية ١١٨/٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قسطوں پر خریدی گئی گاڑی کی مابقیہ قسطیں ترکہ سے اَدا کی جائیں گی

سوال (۲۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک کار، ایک موٹر سائیکل جس میں موٹر سائیکل پر کچھ قسطیں باقی ہیں، مرحوم زید کا کاروبار ڈش کنکشن کا ہے، جو موجودہ حالات میں چالو ہے، اُس کی آمدنی وکنکشن کیسے ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کار اور موٹر سائیکل ترکہ میں شامل ہیں اور جو قسطیں ادا ہونے سے رہ گئی ہیں، انہیں ترکہ کی رقم سے ادا کیا جائے گا؛ البتہ ڈش کنکشن کے بارے میں مشورہ یہ ہے کہ؛ چونکہ یہ کاروبار زیادہ تر فواحش ومنکرات پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے سب گھر والوں کو مل کر اس گناہ کے کام کو بند کردینا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من يأخذ عني هؤلاء الكلمات فيعمل بهن أو يعلم من يعمل بهن، فقال أبو هريرة:

قلت: أنا يا رسول الله! فأخذ بيدي، فعد خمسًا: وقال: اتق المحارم تكن أعبد الناس الخ. (سنن الترمذي / أول أبواب الزهد ٥٦/٢ رقم: ٢٣٠٥ المكتبة الأشرفية ديوبند)

تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول: يبدأ بتكفينه وتجهيزه …… ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله. (السراجي في الميراث ص: ٣-٤، كذا في الدر المختار / كتاب الفرائض ٧٥٩/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية / أول كتاب الفرائض ٤٤٧/٦ زكريا)

إن أعيان الأموال يجري فيها الإرث. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢١٣/٢٠، رقم: ٢٣٠٧٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۶/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ترکہ تقسیم نہ کرنے سے میت کی روح کو عذاب پہنچے گا؟

سوال (۲۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا انتقال سال ۲۰۰۵ء میں ہو چکا ہے، وارثین میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں، سال ۲۰۰۵ء سے ابھی تک ترکہ تقسیم نہیں ہوا ہے، ساری وراثت بڑے بیٹے کے پاس بھائی بہنوں کی رضامندی سے ہے۔ راقم السطور یہ جاننا چاہتا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انتقال کے بعد ترکہ کی تقسیم ضروری ہے یا نہیں؟ جو بھی صورتیں مسنون ومستحب ہوں مدلل ومفصل تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، نیز یہ بھی تحریر فرمادیں کہ مذکورہ بالا صورت میں اَز روئے شرع زید کے انتقال کر جانے کے بعد اُس کی روح کو ترکہ کی عدم تقسیم کی صورت میں کوئی تکلیف تو نہ ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مورث کے انتقال کے بعد متروکہ جائیداد دراَصل وارثین شرعی کا حق ہے؛ لہٰذا اگر جملہ وارثین آپسی اتفاق سے کسی بنا پر تقسیم ترکہ میں تاخیر کریں تو شرعاً اِس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مرحوم باپ سے اِس سلسلہ میں کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا؛ البتہ اگر

تقسیم سے پہلے ترکہ کے مال میں کاروبار وغیرہ کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے، تو سب ورثہ حسب حصصِ شرعیہ اُس میں شریک اور نفع کے مستحق ہوں گے۔

کل یتصرف في ملکه کیف شاء. (شرح المجلة لسلیم رستم باز، کتاب الشرکة / الباب الثالث في أحکام الأملاك ٦٥٤/١ رقم المادة: ١١٩٢)

المالک هو المتصرف في الأعیان المملوکة کیف شاء. (تفسیر البیضاوي ٧)

قال مشائخ بلخ: الإرث یثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق / کتاب النواقض ٣٦٤/٩ دار الکتب العلمیة بیروت، ٤٨٨/٨ کراچی)

لو اجتمع إخوة یعملون في ترکة أبیهم ونما المال فهو بینهم سویة، ولو اختلفوا في العمل والرأي. (شامي ٥٠٢/٦ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مشترکہ متروکہ املاک میں مرمت سازی کرنا

سوال (۲۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض اوقات ایک شخص ایسے مکان میں رہائش اختیار کرتا ہے جس کے متعلق تمام ورثہ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان میت کا ترکہ ہے، پھر مذکورہ شخص اپنی سہولت کے واسطے اس مکان میں کچھ تعمیر کرتا ہے، ورثہ کو اس کا علم ہوتا ہے، مگر کوئی اس کو منع نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں تمام ورثہ کے عدم منع وسکوت کو ان کی رضامندی قرار دیتے ہوئے مشترکہ املاک میں مرمت کی اجازت سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور ہر دو صورت تصرف کنندہ وارث کو دیگر ورثہ سے صرفہ بقدر حصہ میراث وصول کرنے کا حق ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وارث نے مشترکہ مکان میں رہائش اختیار کی اور

اس میں کچھ تعمیر بھی کرائی، جب کہ دیگر حصہ دار ورثہ نے باوجودیکہ ان کو معلوم تھا، اس کو منع نہیں کیا، تو ایسی صورت میں ورثہ کا منع نہ کرنا اور خاموش رہنا رضامندی پر محمول ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ ورثہ کی اجازت سے ہی تعمیر ہوئی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں ذاتی خرچ سے تعمیر کرنے والے وارث کو تعمیر میں لگی ہوئی رقم دیگر ورثہ سے ان کے شرعی حصوں کے تناسب سے وصول کرنے کا حق ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۲۰۱ ڈابھیل، ۲۳/۴۰۶ میرٹھ)

الحمام إذا احتاج إلی مرمة وأنفق أحد الشریکین من ماله، أجاب: لا یکون متبرعاً ویرجع بقیمة البناء بقدر حصته ...... وجعل الفتویٰ علیه. (شامي / قبیل مطلب في الحائط إذا خرب وطلب أحد الشریکین الخ ٦/١٣ ٥ زکریا)

أما إذا سکن أحد الشریکین مدة في الدار بدون إذن الآخر فیعد ساکنًا في ملک نفسه فمن ثم لا تلزمه الأجرة لأجل حصة شریکه. (شرح المجلة لسلیم رستم باز ١/٦٠٢ رقم: ١٠٧٥)

ولو بنیٰ فالصحیح أنه یرجع ...... ثم في کل موضع لم یکن الباني متبرعًا کان له منع صاحبه من الانتفاع إلیٰ أن یرد علیه ما أنفق أو قیمة البناء. (شامي ٦/١٥ ٥ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹے کے انتقال کے بعد پوتوں کی پرورش دادا کے ذمہ ہے

سوال (۲۸۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محمد عظیم کا انتقال ہوگیا، اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، جن میں دو لڑکے ایک لڑکی اور بیوی ہے، اب محمد عظیم کے والد محمد حفیظ کا کہنا ہے کہ میرے موجود ہوتے ہوئے بیٹے کا انتقال ہوگیا اب میرے مال میں ان چاروں کا کوئی حق نہیں ہے، بات اِسی پر بس نہیں ہے، بلکہ اُس گھر میں عظیم

مرحوم کی بیوی کا عدت گذارنا بھی دشوار ہوگیا تھا، کسی طرح عدت گذارنے کی اجازت ملی، اَب روزانہ بچوں سمیت ماں کو یعنی عظیم مرحوم کی بیوی بچوں کو گھر سے نکالنے کی بات ہوتی ہے۔

نوٹ :- اگر واقعی دادا کے مال میں بچوں کے حق یا سسر کے مال میں بہو کا حق نہیں ہے، تو مرحوم کی بیوی و بچے کہاں جائیں گے؟ اُن سب کا کفیل کون ہوگا، یہ مسئلہ بھی مفصل تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ بات صحیح ہے کہ مسئولہ صورت میں محمد حفیظ (دادا) کے مال میں اُس کے وفات شدہ بیٹے محمد عظیم کی اولاد اور بیوی کا وراثت کے طور پر کوئی حق نہیں بنتا، اَب بیوی عدت گذارنے کے بعد اپنے میکے چلی جائے گی اور اُس کی ذمہ داری اُس کے ماں باپ یا بھائیوں پر ہوگی، مگر محمد عظیم کے بچوں کے خرچ واخراجات کی ذمہ داری اُن کے دادا محمد حفیظ پر ہے؛ لہٰذا محمد حفیظ کا یہ دعویٰ کہ میرے مال میں بچوں کا کوئی حق نہیں ہے، وراثت کی حد تک درست ہے؛ لیکن بچوں کی پرورش کے متعلق وہ اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے، اُن پر لازم ہے کہ اگر پوتے ضرورت مند ہوں تو ان کی کفالت کریں۔

يشترط لثبوت الحق في الميراث ثلاثة شروط وهي موت المورث وحياة الوارث . (الفقه الإسلامي وادلته ۲۵۲/۸)

الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة أعني أولهم بالميراث جزء الميت، أي البنون ثم بنوهم – إلىٰ قوله – فالأقرب فيهم يحجب الأبعد حجب حرمان. (السراجی في الميراث ص: ۲۲-۲۷، رسالة القول السديد في تحقيق ميراث الحفيد، جواهر الفقه ۴۷۳/۲-۴۸۸)

فإن مات الأب فنفقة الصغير على الجد؛ لأنه قائم مقام الأب. (الفتاویٰ التاتارخانية ۴۳۱/۵ رقم: ۸۳۸۲ زكريا)

من تجب عليه نفقة الأولاد – إلىٰ قوله – أما إذا لم يكن الأب موجودًا أو

كان فقيرًا عاجزًا عن الكسب ...... فتجب على الجد وحده إذا كان مؤسرًا. (الفقه الإسلامي وأدلته ٧٧٨/٧، وكذا في الفتاوىٰ الهندية ٦٠٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۶/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چچازاد بھائی کا بہن کے حصہ کا مطالبہ کرنا

سوال (۲۸۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قمر جہاں کا حصہ اسے وقف علی الاولاد میں سے مل رہا ہے، ابھی قمر جہاں حیات ہے، اُس کی حیات میں ہی اُس کا ایک چچازاد بھائی قمر جہاں کے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے، تو کیا شرعاً اُس کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وقف نامہ کی شرط کے اعتبار سے مستحق وقف قمر جہاں کی موجودگی میں اُس کے حصہ کا اُس کے چچازاد بھائی کی طرف سے اپنے لئے لینے کا مطالبہ شرعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ وقف نامہ کی شرائط کی پابندی ضروری ہے۔

شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به.

(الدر المختار، كتاب الوقف / مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، ومطلب: بيان مفهوم المخالفة ٤٣٣/٤-٤٣٤ كراچی، ٦٤٩/٦ زكريا، وكذا في الأشباه والنظائر، كتاب الوقف / الفن الثاني، الفوائد: ١٠٦/٢ إدارة القرآن كراچی، تنقيح الفتاوىٰ الحامدية ١٢٦/١ المكتبة الميمنية مصر) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۰/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بہن کے اپنا حصہ بھائی کے نام رجسٹری کرادینے پر بہنوئی کا ناراض ہونا

سوال (۲۸۴):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شمشاد کی دو اَولاد ہیں: زید اور زینب، اور دونوں کی شادی بھی ہوچکی ہے، اُس کے بعد والد محترم شمشاد کا انتقال ہوچکا، اَب ظاہر بات ہے کہ باپ کی وراثت دونوں کو ملنی چاہئے، تو اِس درمیان ایک روز زینب نے بھائی کے گھر اپنے شوہر کے غائبانہ میں آکر اپنا حصہ بھائی زید کے نام سے رجسٹری کردیا، کوٹ کچہری میں جاکر اِس درمیان جب زینب کے گھر والے کو یہ بات معلوم ہوئی تو زینب کو تنگ کرنے لگا، یعنی اُن کے شوہر اور جب زینب نے خوشی سے اپنے بھائی زید کو زمین رجسٹری کردی تھی، تو اُس وقت میں زید نے زینب سے یہ شرط لگادی تھی کہ ہر موسم میں کھیتی کا آدھا حصہ یا پاؤ حصہ تمہارے گھر پہنچادیا کروں گا اور پہنچایا بھی ہے، مگر دراصل بات یہ ہے کہ زینب کے لئے اپنے بھائی زید کے لئے اپنا حصہ اپنے شوہر کے غائبانہ میں رجسٹری کردینا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ مگر اُس کا شوہر زینب کو تنگ کرتا ہے، تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زینب کا اپنی ذاتی ملکیت کو اپنے بھائی زید کے نام رجسٹری کرنا شرعاً درست ہے، شوہر کو اِس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

لأن تصرف الإنسان في مال غيره لا يجوز إلا بإذن أو ولاية. (الجوهرة النيرة / كتاب الشفعة ١/٢٨٥ المكتبة الشاملة)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الشركة / الباب الثالث في أحكام الأملاك ١/٦٥٤ رقم المادة: ١١٩٢)

لأن الملک ما من من شانه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص. (شامي، كتاب البيوع / مطلب في تعريف المال والملك ٤/٥٠٢ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو وارث اپنا حصہ لینے سے انکار کردے، اُس حصہ کا کیا کریں؟

سوال (۲۸۵):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مرنے والی اپنے پیچھے دولڑکے اور دولڑکیاں چھوڑ گئی ہے، جس میں مرنے والی کی ایک لڑکے سے ناراضگی ہے، وہ اپنے حصہ کا سامان لینا نہیں چاہتا ہے، اُس سامان کا کیا کیا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض اُس کے یہ کہنے سے کہ میں نہیں لوں گا، اُس کا حقِ وراثت ساقط نہیں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ کسی کے حق میں ہبہ کی صراحت نہ کردے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۶۰۷) اِس لئے مال تقسیم کرکے اُس کا حصہ اُس کے گھر پہنچادیں۔

وأما حجب الحرمان فنقول: ستة لا يحجبون أصلاً، الأب والابن والزوج والأم والبنت والزوجة ومن عدا هؤلاء، فالأقرب يحجب الأبعد كالابن يحجب أولاد الابن والأخ لأبوين يحجب الإخوة. (الفتاویٰ الهندية، كتاب الفرائض / الباب الرابع في الحجب ٤٥٢/٦ دار إحياء التراث العربي بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳؍۵؍۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا علاج ومعالجہ کی کفالت کرنے والا مرحوم کے تمام ترکہ کا وارث ہوگا؟

سوال (۲۸۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک باپ کے چھ بھائی اور دو بہن ہیں، جس میں دو بھائی شروع سے ایک ساتھ رہتے اور ایک ساتھ کاروبار کرتے تھے، اُن میں سے ایک بھائی کے اَولاد نہیں ہوئی، تو اُنہوں نے اپنے بھائی کی اَولاد پالی اور اُن دو بھائیوں نے ایک ساتھ مل کر ایک مکان خریدا، اُس کے بعد ایک بھائی کا انتقال ہوگیا، اُن کی بیماری میں اُس بھائی نے کافی روپیہ خرچ کیا، اور اَب اُن کی بیوی بھی اُن کے ساتھ رہتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میرے شوہر جب زندہ تھے، تو وہ کہتے تھے کہ اِس مکان پر میرے ایک بھائی کا حق ہے، جن کے ساتھ ہمارا کاروبار اور کھانا پینا ایک ساتھ ہے، باقی ۴؍ بھائی دو بہن کا کتنا حق بنتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس بھائی کا انتقال ہوا ہے، اُس کے حصہ میں صرف ایک شریک بھائی ہی کا حق نہیں؛ بلکہ تمام بہنیں اور بیوی حسبِ حصصِ شرعیہ ترکہ کے مستحق ہیں، اور بیماری کے زمانہ میں بھائی نے جو اُس پر خرچ کیا ہے وہ محض تبرع اور احسان ہے، اِس خرچ کرنے کی وجہ سے وہ مرحوم بھائی کے کل ترکہ کا مالک نہیں ہوسکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۲۶/۲۰ ڈابھیل)

قال الله تعالىٰ: ﴿وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِجَالاً وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء: ١٧٦، شريفيه ٤٨)

من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه أو أخته ...... شيئًا فليس له الرجوع.

(شرح المجلة، كتاب الهبة / الباب الثالث ٤٧٦/١ رقم: ٨٦٦)

الرجوع في الهبة مكروه في الأحوال كلها ...... يجب أن يعلم بأن الهبة أنوع هبة لذي رحم محرم وهبة لأجنبي ...... ليس له حق الرجوع بعد التسليم في ذي الرحم المحرم. (الفتاویٰ الهندية / الباب الخامس في الرجوع في الهبة ٣٨٥/٤ زكريا، كذا في الدر المختار، كتاب الهبة / باب الرجوع في الهبة ٥١٢/٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۱۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اختتامیہ:

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

تشکر وامتنان اور عاجزانہ گذارش

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد !

○ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل وکرم سے دینی مسائل ومعلومات پر مشتمل اِس ''منتخب مجموعہ'' کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی، **اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّهٗ، وَلَکَ الشُّکْرُ کُلُّهٗ، بِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّهٗ، وَإِلَیْکَ یُرْجَعُ الْأَمْرُ کُلُّهٗ. اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ فِي الْأُوْلیٰ وَلَکَ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ، لاَ نُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَیْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلیٰ نَفْسِکَ.**

○ ''کتاب النوازل'' کی پہلی دو جلدیں ماہ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ میں شائع ہوئی تھیں، اس کے بعد وقفہ وقفہ سے اگلی جلدیں شائع ہوکر اہل علم واَربابِ افتاء کی نظروں سے گذرتی رہیں، احقر اپنی سستی وتساہلی اور کم ہمتی کی بنا پر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی آسانی اور اتنی کم مدت میں یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا؛ لیکن قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی، اور اُسی کی خاص توفیق سے یہ ''علمی ذخیرہ'' مکمل ہوکر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

○ اِس کتاب کی تیاری میں ویسے تو بہت سے لوگوں کا جزوی تعاون شامل رہا (جن میں ۱۴۳۵ھ-تا-۱۴۳۷ھ کے درمیان مدرسہ شاہی کے شعبۂ تکمیل افتاء سے وابستہ احباب بھی شامل ہیں) لیکن سب سے زیادہ عرق ریزی کی سعادت فاضل نوجوان، عالم صالح جناب مولوی مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ وزادہ اللہ علماً وفضلاً کو میسر آئی، جنہوں نے تحقیق ومراجعت وغیرہ کا کام نہایت خوش اُسلوبی سے انجام دیا، اللہ تعالیٰ موصوف کو دارین میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں، آمین۔

○ اِسی طرح کمپیوٹر کتابت اور ترتیب وتہذیب میں عزیزم مولوی محمد اسجد صاحب قاسمی مظفرنگری سلمہ اللہ تعالیٰ نے دن ورات اَنتھک محنت کی، اور انتہائی دلچسپی کا ثبوت دیا، جس پر وہ نہایت شکریہ کے مستحق ہیں، **فجزاهم الله تعالیٰ أحسن الجزاء**۔

○ کتاب کی طباعت واِشاعت میں ''فرید بک ڈپو دہلی'' کے مالک جناب الحاج محمد ناصر خان صاحب زید کرمہ کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، اُنہوں نے بڑی لاگت لگا کر کتاب کو بہت اعلیٰ

معیار پر شائع کیا اور بہت فراخ دلی سے اپنا ذاتی کام سمجھ کر کتاب کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ احقر جیسے شخص کے لئے طباعت پر اتنا خطیر سرمایہ لگانا نہایت مشکل تھا، اللہ تعالیٰ موصوف کو خوب خوب برکتوں سے نوازیں، آمین۔

○ اسی طرح رفیق محترم جناب مولانا معزالدین احمد صاحب قاسمی گونڈوی زید کرمہم ناظم امارتِ شرعیہ ہند کا بھی احقر بے حد مشکور ہے کہ اُنہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر کتاب کی طباعت واشاعت کی نگرانی فرمائی، فجزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء۔

○ مذکورہ حضرات کے علاوہ بہت سے اکابر علماء اور محبین و متعلقین نے مخلصانہ دعاؤں سے نوازا، اور حوصلہ افزائی فرمائی، احقر اُن سب کا بھی تہہ دل سے ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حسنِ ظن کو قبول فرمائیں، آمین۔

عاجزانہ گذارش

اخیر میں سبھی قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ مطالعہ کے دوران جو بھی فروگذاشت یا قابل اصلاح اور لائق مشورہ بات ذہن میں آئے، اُس سے تحریری طور پر احقر کو مطلع فرمائیں، نہایت کرم اور احسان ہوگا؛ تاکہ آئندہ اِشاعتوں میں اُن کا لحاظ رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ عاجز بندوں کی اِس عاجزانہ کاوش کو شرفِ قبول سے نوازیں، اور اِس کتاب کو ہمارے والدین مکرمین، حضراتِ اَساتذۂ کرام اور جن کتابوں سے کسی بھی درجہ میں اِستفادہ کیا گیا ہے، اُن کے مؤلفین و مصنفین کی حسنات میں اِضافہ کا ذریعہ بنائیں، اور ہم سب کو تازندگی دینی خدمت میں لگائے رکھیں، اور آخرت میں مخلص خدام دین کے ساتھ حشر فرمائیں، آمین۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ أَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِکَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
خادم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ مطابق یکم مارچ ۲۰۱۶ء سہ شنبہ

❑❖❑